SIE ZEST









مولوی خصر محرشاہ نے اشک آلود آجموں سے قرآن یاک کو بند کر کے چوما پھرا حتیاط ہے جزودان میں لپیٹ کررحل پررکھ کر بخت بی بی کی طرف دیکھا۔ " موں۔ کھے کہنے آئی تھیں؟" انہوں نے تکھے کے نیچے سے تکع نکالی اور اس تکے ہے لگ کر بیٹھ گئے۔ " سنے تو کیا، یاد دلانے آئی تھی۔ " بخت بی بی نے رحل سمیت قرآن باک، اٹھا کرالماری کے او بررکھا اور دوبارہ تخت برآ کر بیٹھ کئیں۔ "آج جاري مومندآ ربي ہے-" "مال یاو ہے مجھے۔ بھلا آج کی تاریخ بھی بھو لنے والی ہے۔" مولوی خصر محمد كا بوڑھا باريش جمرہ حكنے لگا۔مسكرابث كے بہت سے جكنوآ كھوں مى اتر آئے۔ و سرجن مومنه کہونیک بخت '' وہ بے افتیار مسرورانداز میں بولے۔ "آپ جائیں سے اسے ریسیوکرنے؟" "مل " انہوں نے چونک کر بوئ کی شکل دیکھی پھرسرنفی میں ملاتے ہوئے دونہیں۔اے ریسیوکرنے والے بہت ہیں۔"

بوسے۔

« نہیں۔اے ریسیوکرنے والے بہت ہیں۔'

« نیجے۔ یہ کیا بات ہوئی؟'' بخت ہی ہی نے تعجب سے شوہر کو دیکھا۔

« نیجے سے اور بہت ہوں گے مگر وہ آپ کو دیکھ کر بڑی خوش ہوگی۔''

« ہاں شاید۔ مگر ہانہیں۔'' مولوی خفر محر نے بچھ کہتے کہتے ایک مہری سانس
لی چر دھیے لیجے میں بولے۔

الی چر دھیے لیجے میں بولے۔

« میں چاہتا ہوں وہ خود میرے پاس یہاں آئے۔ میں ویکھنا چاہتا ہوں اسے

« میں چاہتا ہوں وہ خود میرے پاس یہاں آئے۔ میں ویکھنا چاہتا ہوں اسے

Scanned By Wagar Azeem Paksitanipoint

و مکھنے لگے پھر ہنس پڑے۔

" بن رہنے دیں۔ مجھے تو آپ کی باتنی بالکل سمجھ نہیں آتنیں۔ کیا اول فول بولتے رہے ہیں۔' دہ جھلاس کئیں اور اٹھ کئیں۔

، وخیر۔ بید مذاق کی باتنی ہیں۔ میرا دراصل یہاں رہنا بے حدضروری ہے۔ بہت اہم فون آنے والا ہے۔'

''غازی شاہ کا؟'' بخت نی بی جمٹ بلٹ کر خوشگوارمسرت سے لبریز ہوکر پوچھنے لگیں تو مولوی خصر محمد نے جلدی سے ہونٹوں پرانگی رکھ کر انہیں چپ کرا دیا۔ ''دیواردل کے بھی کان ہوتے ہیں نیک بخت۔ کتنی مرتبہ سمجھایا ہے کہ آ ہتہ نہیں بول سکتیں تو جیب ہی رہ لیا کرو۔''

''میں تو ترشی ہول نیچ کی صورت و یکھنے کو۔ خدا اسے اپنے حفظ دامان میں رکھے۔ سرکاری خونی بھیٹر ئے تو اسے جاروں طرف سے گھیرنے کی تک و دو میں ہیں۔ اللی تو ہی میرے بیچ کا حای و ناصر ہے۔ تو اس کی حفاظت فرمانا۔'' بخت بی بی دل مسوس کر کمرے سے نکل گئیں۔ مولوی خضر محمد نے ہلکی آ داز میں '' آمین'' کہا تھا۔ مسوس کر کمرے سے نکل گئیں۔ مولوی خضر محمد نے ہلکی آ داز میں '' آمین'' کہا تھا۔

سری مگر کا ایئر بورٹ جگر جگر کرتی روشنیوں سے نہایا ہوا تھا۔ لندن سے آنے والی فلائث نے ایک مہما تہمی کی صورت پیدا کر دی تھی۔ اس جوم بیکراں میں سرجن مومنہ بھی تھی جو اپنے مختصر سامان کے ہمراہ آشنا چہروں کی تلاش میں تھی۔ جب اسے پاپا کا خوش باش چہرہ دکھائی دیا۔

'''' ویکم مائی سویٹ ڈوٹر!'' پایانے اسے بازوؤں بیں بھرلیا۔ ''مبیلومومی!'' نورین آپی آغمی تھیں۔ وہ مسرت سے مغلوب ہو کر ان سے ''

''می گاڑی میں بے چینی سے تمہاری منتظر ہیں۔ دراصل ان کے پیر میں موچ آگئی ہے تا۔''اس کے ادھرادھر نظریں دوڑانے پر نورین آپا بولیں۔ ''ارے۔ کیا ہوا۔ موچ کیسے آگئی انہیں؟''وہ کیدم پریشان ہوگئی۔ ''آج ضبح ہی باتھ روم میں پھسل گئی تھیں۔ تمہارے آنے کی خوشی ان کے میں کتنایاد ہوں۔ دہ کب آتی ہے میرے پاس اور آتی بھی ہے یانہیں۔' انہوں نے سر جھکا لیا اور پیروں پر لحاف میننج لیا۔

" آپ تو بالکل بچوں کی می بات کرد ہے ہیں۔ " بخت بی بی مسکرانے لگیں گر ، دو کسی مجری سوچ میں می می مسکرانے لگیں گر ، دو کسی مجری سوچ میں کم شخصے۔ آ بستگی سے بولے۔

"وہ اعلیٰ عہدے دار طارق احمد کی بیٹی ہے۔"

بخت بی بی نے چونک کران کی طرف دیکھا تھا۔ وہ عام دنوں سے زیادہ خوش بھی تنے مگر کوئی سوچ انہیں پریشان بھی کر رہی تھی۔ کوئی نادیدہ ساخوف کہیں دل کی دیواروں سے لیٹ رہاتھا۔

" بے شک مولوی جی ایر دہ آپ کے زیرسایہ کی برس رہی ہے۔ خون سے زیادہ تربیت اور محبت کا رنگ ہے اور کی ہوتا ہے۔ کیا آپ کو اپنی تربیت پراعتبار نہیں ہے۔ "

بہا اوقات فاصلے بہت سے رنگ مرحم کر دیتے ہیں۔ جدائی بردی جال سوز موتی ہے اور لوگوں کا بدل جانا بھی تو جدائی ہی ہے نا۔ گر خدا نہ کرے کہ وہ بچھ سے بھی اس طرح جدا ہو۔ " وہ جیسے اپنے ہی خوف سے لرز مجے جبکہ بخت بی بی ان کی باتوں کوئن ان کی کرتے ہوئے پولیں۔

'' میں تو کہتی ہوں ہلے جائیں۔ ناخل بچوں کی س ضدیے کر بیٹھے ہیں۔ میں تو ضرور جاتی مگر ان بیروں کے درد نے کہیں کا نہیں رکھا اور پھر فلائٹ بھی رات کی ہے۔'' ہے۔'شنڈ پہلے ہی خاصی ہے۔''

"ارے نیک بخت! تم کیا جانو محبت میں انسان بالکل بچہ بن جاتا ہے۔ چاہے جانے کا خواہش مند، النفات کا خواہاں۔ اس کا دل کرتا ہے اسے چاہا جائے تو اس کا اظہار بھی ہو۔ محبت انسان کو بچہ ہی بنا دیتی ہے۔ "وہ ہلی می سانس بحر کر غیر مرکی فقطے کو گھورنے گئے۔

"شایدخوف زدہ مجی ہوجاتا ہے کہ وہ جس کے لئے اپنے دل میں بہت سا پیارمحسوں کررہا ہے دوسرا بھی اے اتنائی چاہتا ہے؟ اے محسوں کرتا ہے جس کی محبت کے لئل وہم سینت سینت کردل میں رکھ رہا ہے۔ وہ اس کی قدر بھی کرے گا کہ نہیں؟ حراب نیک بخت سیدل چیز ہی الیمی ہے۔ "مولوی خصر محمد سے کہتے ہوئے بخت بی دل چیز ہی الیمی ہے۔ "مولوی خصر محمد سے کہتے ہوئے بخت بی بی کا چیرہ

محسوس کرنے کیے تنصے وہ۔''ممی اس کے بال سہلانے لگیس پھراس کی پیشانی چوم لی۔ ایک عجیب درد بھری مسکراہٹ اس کے لبوں کی تراش میں بلھر تھی۔ بچپن کی جاہت کے رنگ کی ہوتے ہیں ادر وہ جاہت مجھے بابا اور بخت بی بی سے ملی ہے۔ ودممی! بخت بی بی اور بابا مجھ سے ملنے کیوں نہیں آئے؟" اس نے پچھاس طرح تڑپ کر کہا کہ می نے چونک کراہے ویکھا پھرایک ہلکی سانس بھرکراہے خود ہے

" الى - ميس خود مجمى سوچ رہى مول جبكه اطلاع تو البيس ميس نے خود دى تھى بلكه وه تو خود بى تمهارى بل بل كى خبر ركھتے تھے۔خدا خبر كرے ايبا ہونا تونہيں جائے۔ چلوتم خود ہوآ تا۔ یوں بھی مہیں ہی بزرگوں کے یاس جاتا جا ہے۔'

" بس صبح ہو لینے دیں۔ ' وہ بال سمیٹ کر کھڑی ہوئی۔ یا یا اندر داخل ہوئے تو دہ سکارف اٹھا کرسر پر باندھے لگی۔

" جول ۔ کیا کیا با تیں ہوئیں ماں بیٹی کے مابین۔" ''با تیس کیا ہوئی ہیں۔نورین چلی گئی کیا؟'' ممی نے ڈھیر کھے کشن ہٹاتے ہوئے ان کے بیٹھنے کے لئے جگہ بنائی۔

" ال - فراز كو صبح تمبي جانا ہے اور سناؤ بينا جان! كيا سوچا ہے فيوچر كے ارے میں۔کوئی پلانگ کی ہے؟" پایا نے سکریٹ کا پیکٹ اٹھا کر اس میں ہے ایک سریث نکالتے ہوئے اس کے حیکتے چہرے کو دیکھا۔

"سوچنا كيا ہے يايا! بس اب توعملى ميدان ميں اتر نا ہے۔" وہ خوش دلى سے

'''مگڑ۔تو پھرتمہارے لئے ایک خوش خبری ہے۔''

'' وہ کیا؟''اس نے حیرت اور بحس سے ان کا چہرہ دیکھا۔

حواس بر مجمدزیاده بی جماعی تھی۔ "نورین آبی منے لکیس۔

''ارے گھبرانے کی بات نہیں ہے۔معمولی درد ہے ادر پھرسرجن بیٹی جوآ عمیٰ ہے۔ حمہیں تو بس و یکھتے ہی ان کی ساری تکلیف رقع ہو جائے گی۔ ' وہ اے پریثان و مکھ کراہے تھیک کرگاڑی کی طرف برو ھ کئیں۔

"اور۔اورکوئی نہیں آیا مجھے کینے۔"اس نے نورین آیی کے نزویک ہوکر دبی زبان میں پوچھاتو انہوں نے سراٹھا کر پچھودضاحت طلب نظروں سے اسے ویکھا۔

"اور یہال ہے کون ؟ سبین تو جدہ میں ہے۔ مابین کے یاس سے ہو کرتم خود آ

وہ جیب سی روحنی اور بھی بہت ہے چہرے تھے۔ بابا کا، بخت بی بی کا اور اس کی نظریں ممی پر بڑیں جواہے و مکھ کر ایک سرخوشی کے ساتھ گاڑی ہے اتر رہی تھیں۔ وہ دور کران سے کیٹ گئی۔

" آب کیوں نیچ از رہی ہیں۔ بیٹے اندر ہی بیٹے۔" وہ جلدی سے انہیں تقام کر دوبارہ سیٹ پر بٹھانے گی۔

'' 'بس جان! کچھے و مکھے کرتو میراسارا وردختم ہو گیا ہے۔ ویکھو بالکل دردنہیں ہو ر ہا۔'' وہ اپنا پیر ہلانے لکیں تو وہ ہنتے ہوئے پچھلی سیٹ پران کے ساتھ لگ کر بیٹے کئی پھر ان کے کندھے برسرنکالیا۔

طارق ہاؤس میں رات کے کھانے پراچھا خاصا اہتمام کیا گیا تھا۔ رات وریک می سے لی بینی لندن کی باتیں کرتے کرتے اس نے اجا تک پاپا کے رویے پر جیرت کا اظہار کیا تو می مسکراتے ہوئے بولیں۔ '' خوش نہیں ہو، ان کے اس پیار پر۔'' ''ابھی تو صرف جیران ہوں۔'' وہ صاف کوئی سے بولی۔ "وراصل بینی! تم نے بہت کم وقت ہارے یاس گزارا ہے تا۔ پہلے مولوی صاحب کے باس کھرا تنا عرصہ تعلیم۔ بس اس وجہ ہے تنہارے پایا حمہیں جا ہے گئے م

میں۔ سبین ، ماہین اور پھرنورین کی شاوی کے بعد تو بوں بھی تمہاری کمی بہت شدت ہے

مولوی خفنرمحمد شاہ کا نورانی چیرہ برسوں کی ریاضت کو کامیاب و کامران اپنے برو دیکھے کر چیک رہاتھا۔ وہ سارے اندیشے جو دل میں ریشم کی طرح الجھ رہے تھے رفع مر

"ارے جھی! بیرتو خوشی کا مقام ہے۔ ملن کی گھڑیاں ہیں۔ اس میں آنسو ہے؟" بی بی اسے چھارنے کئیں۔ وہ آتھیں رکڑتی بے اختیار ہنس پڑی۔
یے؟" بی بی اسے چھارنے کئیں۔ وہ آتھیں رکڑتی بے اختیار ہنس پڑی۔
"آپ لوگوں نے تو مجھے بھلا بی دیا تھا۔ بیتو میں بی دوڑی چلی آئی۔" وہ کم ناداض بچوں کی طرح ٹھنگ کر بولی۔

''چل ہے۔ مال باپ بھلا اولا دکو بھی فراموش کر سکتے ہیں۔ تیری چہکار مہکار اللہ تو بید در و دیوار ترس رہے مقے۔ تو تو میرے جگر کا کلوا' میرے گھر کا اجالا۔ اس کی کشادہ اس کا تارا ہے۔ تیری یادوں سے تو ہم و دنوں جی رہے مقے۔' بی بی نے اس کی کشادہ مرک چیشانی پر بوسہ دیا۔ تو اس نے ان کے مگلے میں باز و حمائل کر کے جوابا ان کے سار پراسینے لب رکھ کر بہت زور سے چو ما۔

وی خصر محمد نے تخت براس کے لئے جگہ بنائی۔

''وہ۔غازی شاہ۔غازی شاہ کہاں پر ہے؟'' اس نے تخت پر بیٹھتے ہوئے وی خصر محمد کی طرف و یکھا۔

''دو آج کل ملک سے باہر ہے۔''انہوں نے بہ کہتے ہوئے نظریں چرالیں۔ '' آج کل۔'' وہ یک دم ہنس پڑی۔ خفیف سی تمسخرانہ ہنسی تھی پھر عجیب دل فتہ کی ہوکر بولی۔'' آج کل کہاں بابا۔ مجھے تو اسے دیکھے برسوں بیت گئے ہیں۔بس ن کا مدھم سائقش ہی ساتھ ساتھ رہا ہے۔اب تو یقینا وہ سامنے آئے تو بہجان بھی نہ یا۔اسے تو میرایام تک یاد نہ ہوگا۔ ہے نا۔''

وہ دل گرمنگی ہے ہنس پڑی۔ بخت بی بی کے دل میں تیرسا ہوست ہو گیا۔ ''نہ بیٹی! دہ ہے ہی بے پرواہ مرحمہیں بھولا بالکل نہیں ہے۔لو بھلا بھولے گا ''

" ال بین! وہتم سے ملنا چا ہتا تھا تکرتم اپنے تھر میں رہتی تھیں۔وہ وہاں کیسے

" بھی تہارے پایا کا اثر ورسوخ بہت ہے۔ سرجن جگن ناتھ تو منظر ہے تہارے۔ وہ مہارے پایا کا اثر ورسوخ بہت ہے۔ سرجن جگن ناتھ تو وہ مرفِ تہارے۔ وہ تہارے پایا کے خاص دوستوں میں سے ہیں۔ " ممی نے کہا تو وہ مرفِ مسکرادی۔

"اور ہاں۔ ایک اور گذ نیوز تمہارے لئے کہ دہاں تمہاری بہت اچھی فرینڈ کویتا بھی ہے۔ دہ تم سے ملنے کو بہت بے تاب ہے۔ میں نے اسے خبر دی تھی تمہارے انڈیا چہننے کی۔'

ت کن در ارے۔کوی بھی وہیں ہے۔ ویری گڈ۔ زیردست۔ ''اس خبر نے اسے ولی رریمسرور کیا تھا۔

مولوی خفر محد شاہ کلام پاک رکھ کر جو نہی کیٹے مومنہ کو کمرے کے دروازے پر کھڑے دکھ کر جو نہی کیٹے مومنہ کو کمرے کے دروازے پر کھڑے دکھے کر جیرت اور مسرت سے لحظہ بحرکو گنگ رہ سمئے تھے۔ دوسرے بل ان کی خوشی کا ٹھکا تا بی نہ رہا۔

۔ 'بابا! کیسے ہیں آپ؟' وہ بے تاب ہو کر ان کی طرف لیکی اور ان کے قدموں میں جھک گئی۔ قدموں میں جھک گئی۔

''نگی! کب ہے آئی ہو اور یونمی چپ چاپ کھڑی ہو۔'' انہوں نے اسے۔ جلدی سے تھام کرا ہے قریب بٹھالیا اور اس کا سرچوما۔

" بن زیادہ در نہیں ہوئی۔ آپ ہی نے جھے یہ آیت سائی تھی کہ۔ "جب قرآن پڑھا جائے تو اس کی طرف کان لگائے رہواور چپ ہوتا کہتم پررتم ہو۔ " قرآن پڑھا جائے تو اس کی طرف کان لگائے رہواور چپ ہوتا کہتم پررتم ہو۔ " "جیتی رہومیری بچی۔ "مولوی صاحب نے اس کے سکارف سے ڈھکے سرکو

فرط محبت سے چوم لیا۔

"بہت ناراض ہوں میں آپ ہے۔ ایئر پورٹ بھی نہیں آئے۔ نہ آپ نہ آپ اس کے دہ آپ نہ بی آپ کے این اس کے دہ آپ اس کے دہ اس بیل آپ کیا ہوگی تھی جب آپ دونوں مجھے دہاں دکھائی نہ دیئے۔ کیوں بابا! کیا بھلا دیا آپی بیٹی کو؟" اس نے شکوہ کنال نظروں سے ان کی طرف دیکھا۔ یکا بیک آٹھوں کے گوشوں سے قطرے پیسل کر دخسار پہکھر گئے۔ ای دم بخت بی بی اس کی مرحم آ دازس کر چلی آٹیں۔

ہے بہلے مرکئے۔ ای دم بخت بی بی اس کی مرحم آ دازس کر چلی آٹیں۔

ہے بہلے کی اس کی مرحم بیتی ان سے لیٹ گئی۔

ہے بہلے کی اس کی طرح بہتی ان سے لیٹ گئی۔

آتا۔اے کھمناسب بیس لگنا تھا پھرتم لندن چلی کئیں۔"

مومنہ نے پلکوں کی نم آلود باڑھا ٹھا کرمولوی خصر محد کودیکھا۔اس کی آنکھوں کے میں ایک نامانوس رنج کی کیفیت اتر آئی۔ پھر بڑی آ ہستگی سے آنکھوں کی زمینیں کیلی ہو کر جیکئے گئیں۔

''میرا گرنہیں۔ اے''طارق ہاؤس'' کہتے بابا۔ جھے نام دینے والے آپ
ہیں بابا۔ یہ مت بھولیں میرے منہ کو امرت جیسے دودھ کا ذاکقہ چکھانے والی بی بی ہیں۔
بظاہر میرا باپ طارق احمہ ہے مگر جھے باپ کی نرم چھاؤں سے آشنا کرنے دالے،
شفقت وینے والے ،محروی کی دھوپ سے بچانے والے پہلے انسان آپ ہیں۔ میرانھا
دل، کچا ذہن آپ کو باپ شلیم کر چکا تھا۔ میں نے آسمیں بی بی کی گود میں کھولیں۔
ہمکنا اور پاؤں پاؤں جلنا بی بی کی ہمرای میں سکھا۔'' وہ جذباتی ہوگئ جیسے اس کی
نازک رگ پرمولوی خصر محمد نے بلیڈ بھیرویا ہو۔ اس کی آ واز بھراگئی۔

"کیا یہ سی نہیں ہے بابا؟"

" ہاں بچے ہے۔ مگر بیٹی! حالات انسان کو بھی ایسا کرنے پرمجبور کردیتے ہیں۔
ہبرحال جو بچھ ہوا اسے اس لئے بھول جاؤ کہ تمہارے باپ کواٹی غلطی کا احساس ہو گیا
تفا۔ بس بچھ ویر ہے ہی سہی۔ "مولوی خطرمحہ نے یہ کہتے ہوئے ایک مہری سانس لی اور
اس کے حزن آمیز چبرے سے نظریں چرالیں۔

سیجے دریابا۔ پورے بارہ سال کے لئے۔' وہ استہزائیداز میں ہنسی تو بی بی نے ترب کراس کے کندھے براپنا بازو پھیلا لیا۔

''کیا بارہ سال بہت نہیں ہوتے بابا! اپی غلطی کوشلیم کرنے کے لئے؟'' بارہ سال میں تو کتنے موسم گزر جاتے ہیں۔ کتنے رنگ بھر جاتے ہیں اور نئے ابھر آتے ہیں۔ کتنے نقش میں کے بیات ہیں۔ کتنے نقش میں ہوجاتے ہیں۔'' اس نے بی بی کے ہیں۔ کتنے نقش میں ہے ہوجاتے ہیں۔'' اس نے بی بی کے سینے پرسر نکالیا۔

" میراسکون آپ ہیں۔ آپ دونوں۔ آپ کیوں مجھے بار باریبی احساس دلاتے رہتے ہیں کہ میں طارق احمد اور زہرہ احمد کی بیٹی ہوں۔ ہاں ہوں، مجھے دنیا میں لانے والے یہی دونوں ہیں۔ اس سے میں انکار کربھی نہیں سکتی اور نہ میں ولدیت کے

خانے سے ان کا نام کھر ج سکتی ہوں۔ میں تو بس اپنے دل کوسکون دینے، روح کو شانت کرنے آپ کی چھاؤں میں آ جاتی ہوں گر آپ دونوں تو مجھے طارق ہاؤس میں دے کر بھول گئے۔ بالکل بھول گئے اور وہ۔ وہ غازی شاہ بھی جس کی انگلی پکڑ کر میں چھوٹے چھوٹے گڑھے پارکیا کرتی تھی مجھے سب بھول گئے ہیں۔ میرے اندر کی مومنہ کواب بھی آپ کی ضرورت ہے بی بی! آپ سب کی۔' وہ بچوں کی طرح بلک بلک کر رونے گئی۔

نی بی نے اس کے گردا ہے بازو حمائل کردیئے۔ مولوی خصر محمد نے اپنا کا نپتا ہاتھ اس کے سر پررکھ کرتھ کا۔ وہ جانتے تھے یہ برسوں کی جدائی کے بعد ملن کی خوشی کے آنسو تھے۔ کچھ دیررد نے کے بعد وہ یوں پرسکون ہوگئی جیسے سیاہ بادلوں میں گھرا آسان بارش کے بعد ان بادلوں کے حصف جانے پر گہرا نیلا اور پرسکون دکھائی دیئے لگتا ہے۔

بخت نی نی اپنے پیروں کا درد بھول بھال کر اس کی خاطر مدارات کرنے باور چی خاطر مدارات کرنے باور چی خانے میں چلی گئیں جبکہ وہ محن میں ہی تخت پر ہلکی دھوپ سینکق مولوی صاحب کے ساتھ ببیٹھی رہی۔مولوی خضر محمد کہدرہے تھے۔

" تم جب میری کود میں آئیں تو مجھے آئی خوشی نہیں ہوئی تھی ' جتنا تمہارے جانے کاغم بہاڑ جیسالگا تھا۔ پانے سے زیادہ کھود سے کا احساس اذبت ناک ہوتا ہے گر بینی دفت ہر مم ہرد کھ ہررنج کو کاٹ دیتا ہے۔ زندگی اگر تھبر جائے۔ ایک کی کیفیت ایک ساموسم رہے تو زندگی ایک بدنما، اکتا دینے والی اور بیزار شم کی شے معلوم ہو۔ ہم اپنے دامن میں صرف خوشیاں سمیٹ لینے کی خواہش رکھیں تو اس کا مطلب ہے کہ دور بیل کی جھولیوں میں غم ہی خم ڈال دیں۔

" بنہیں بیٹی! زندگی کے ہر رنگ کو قبول کرنا چاہئے۔ یہ سمندر کی طرح ہیں۔
ساحل پر کھڑ ہے ہوؤں کے پیروں سے پرشورخوفناک موجیس بھی کمراتی ہیں کہ اسے کی
طرح ڈبو کر لے جائیں اور پرسکون ٹھنڈی لہریں بھی قدموں کو چوشی ہیں۔ بس
استقامت اور خمل ہماری زندگی سے خارج نہیں ہونا چاہئے۔ تندموجوں سے جدوجہد
کرو، اسے فکست دے کر فاتح بنو اور چوشتی لہروں سے ٹھنڈک اور سیرانی کا احساس
ماصل کرو۔

" میں کب اس رحمت ہے مشکر ہوں مولوی تی! مگر اس کا باپ کا فرانہ حد تک اس رحمت سے متنظر ہے۔ کچھ بعید نہیں کہ وہ اس بچی کوآگ میں جموعک دے۔ اپنے ہاتھوں سے گلا محونث دے یا یتیم خانے ڈال آئے۔ میں آپ کے ہاتھ جوڑتی ہوں بی بی! اے رکھ لیس۔ ابی امان میں لے لیس۔ اگر طارق احمد کوخبر ہوگئی کہ میری کو کھ نے پھر بیٹی کوجنم دیا ہے تو وہ مجھے ایسا داغ لگا دیں سے جو مجھے کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں جھوڑ ہے۔''

تر ہرہ کی گر گر اجنیں جہاں درد دیوار کو ہلا رہی تغیب دہاں مولوی خضر محمد کے سینے کو بھی درد سے جمکتار کر رہی تغیب ۔

میں دور ہم ہیں! مجھے سوچنے دور ہرہ بٹی! مجھے سوچنے دو۔'' انہوں نے اضطرابی انداز میں اپنی ڈاڑھی پر ہاتھ بھیرتے ہوئے ٹہلنا شروع کر دیا۔

ان کا دل کسی طور اس بچی کو رکھنے پر آمادہ نہیں تھا۔ یہ نہیں تھا کہ وہ اس کی پردش کا بوجھ نہیں اٹھا سکتے ستے بلکہ خوف زوہ وہ اس بات پر ستے کہ بچی کی پیدائش کی خبر سے طارق احمد کو بخبر رکھا جانا تھا جبکہ وہ اس کا خون تھی۔ اس کی امانت تھی اور وہ سوچ رہے ہے کہ کہیں یہ جرم نہ ہو۔ وہ خدا کی پکڑ میں نہ آ جا کیں تمر ووسری طرف زہرہ تھی اس کی التجا کیں تھیں۔ اس محض کی ذہنی خستہ حالی کا خمیازہ زہرہ کو بھکتنا پڑتا جو بہت تکلیف وہ ہوسکتا تھا۔ اس کی ساری زندگی کو بہتر اور سات سال کی ریاضت کو پکسر کھیرسکتا تھا۔

"دمیں آپ کے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں۔اس کلام پاک کا واسط دیتی ہوں جو آپ سے علم کا واسط دیتی ہوں جو آپ نے میرے ول میں اتارا ہے۔آپ کو آپ کے علم کا واسط میں کم مایاسہی آپ جیے بڑے انسان کی اونیٰ می شاگر در بی ہوں۔ مراس علم کا اس کلام پاک کا واسط تو بڑا ہے نا۔" وہ قرآن پاک اٹھالائی تو مولوی خصر محد لرز اٹھے۔

" در بس کروز ہرہ! مجھے اس جلیل القدر کتاب کا داسطہ نہ دو۔ مجھے سوچنے دو۔ "
در سوچنے کا دفت نہیں رہا مولوی تی! وہ کل پہلی فلائٹ سے پہنے رہے ہیں۔ آپ نہیں جانے آنہیں۔ وہ جتنی محبت کر سکتے ہیں' اس سے کہیں زیادہ نفرت بھی کر سکتے ہیں۔ وہ ایک جذباتی اور انتہا پسند انسان ہیں۔ انہیں تو بس اولا دِنرینہ کا تحفہ چاہئے۔

"بین! طارق احمد ایک کمزوراعصاب کا مالک تھا۔ وہ ولی خواہشوں کے آگے تھے کی طرح بہہ گیا تھا گراب اپنی غلطی کو ضرف تنکیم کرتا ہے بلکہ اس کا ازالہ وہ تہہیں ایک مکمل سرجن بنا کر کر چکا ہے۔ تم غور کرو۔ تہہیں کہیں بھی کی کا احساس ہوا ہے۔ ''
ایک مکمل سرجن بنا کر کر چکا ہے۔ تم غور کرو۔ تہہیں کہیں بھی کی کا احساس تو اس نے سر جھکا لیا اور جوس کے گلاس پر نظریں جماویں۔ ایک کی کا احساس تو ہمہوفت میرے ساتھ رہتا ہے۔ شاید آپ نہیں سمجھ سکتے بلکہ کوئی بھی نہیں جان سکے گا کہ میں تقسیم کے جس ممل سے گزری ہوں اس نے میرے اندرایک خلا کوجنم دیا ہے جو بھی شہر یا ہے جو بھی نہیر یا ہے کا۔ وہ سرا ٹھا کر نہیں دی۔

''نی بی کو دیکھوں ذرا۔ کچن میں یوں جا کرمھروف ہو گئیں جیسے میں نہیں آئی ہوں کوئی میں پچیس مہمان چلے آئے ہوں۔''وہ جوس کا محلاس رکھ کرتخت ہے اتر کراندر چل گئی۔

مولوی خفر محرکی محبت پاٹی پرشفیق نگاہوں نے دور تک اس کا پیچھا کیا۔ یہ چھوٹی نازکسی بی کی کی وم اتنی بڑی اتن سمجھ داراور حساس ہوگئ تھی۔ دہ تو بھی سوچ بھی نہیں سکتے سے کہ تقسیم کاعمل اے اندر سے توڑ پھوڑ چکا ہے۔ ایک کی ایک خلاء کے ساتھ وہ جی رہی ہوئے سے مگر نہیں۔ ساتھ وہ جی رہی ہوئے سے مگر نہیں۔ کہاں پرسکون ہوئے سے مگر نہیں۔ کہاں پرسکون ہوئے سے مگر نہیں۔ کہاں پرسکون ہوئے سے دیک سانس تھینچتے ہوئے انہوں نے گاد سے دیک ایک مری سانس تھینچتے ہوئے انہوں نے گاد سے دیک ایک ایک ایک کہاں پرسکون ہوئے سے دیک ایک مری سانس تھینچتے ہوئے انہوں نے گاد سے دیک ساتھ کے دیک سے دیک سانس تھینچتے ہوئے انہوں نے گاد سے دیک سے دیک سے دیک سے دیک سے دیک سانس تھینچتے ہوئے انہوں ہے گاد کیا ہے۔ دیک سانس تھینچتے ہوئے انہوں نے گاد کیا ہے۔ دیک سے دیک سے دیک سانس تھینچتے ہوئے انہوں نے گاد کیا ہے۔ دیک سانس تھینچتے ہوئے انہوں نے گاد کیا ہے۔ دیک سانس تھینچتے ہوئے انہوں نے گاد کیا ہے۔ دیک سانس تھینچتے ہوئے انہوں نے گاد کیا ہے۔ دیک سانس تھینچتے ہوئے انہوں نے گاد کیا ہے۔ دیک سانس تھینچتے ہوئے انہوں نے گاد کیا ہے۔ دیک سانس تھینچتے ہوئے انہوں نے گاد کیا ہے۔ دیک سانس تھینچتے ہوئے انہوں نے گاد کیا ہے۔ دیک سانس تھینچتے ہوئے انہوں نے گاد کیا ہے۔ دیک سانس تھینچتے ہوئے انہوں نے گاد کیا ہے۔ دیک سانس تھینچتے ہوئے انہوں نے گاد کیا ہے۔

زہرہ طارق کی ہے بیٹی انہیں پہلے پہل کتنا بڑا بوجھ اور بھاری ذہے داری معسوں ہورہی تھی۔ جب وہ روتی بلکتی ان کے ہاتھوں میں زبردسی سونی جا رہی تھی تو اسے تھامتے ہوئے ان کے ہاتھ ہی نہیں دل بھی کانب رہا تھا۔

زہرہ احمداس گڑیا کو جا در میں لیبیٹ کران کے تخت پر ڈالے گڑ گڑا رہی تھی۔ ''اگر آپ اسے نہیں رکھیں سے تو میں اسے کہیں بھی پھینک آؤل گی۔'' آخر میں وہ اتنا یولی۔

''بیٹیاں تو خدا کی رحمت ہوتی ہیں۔زہرہ! یہ بردی جہالت کی با تیس ہیں انہیں بوجھ بمجھ کر دھتکار دیتا۔''

مولوی خصرمحمر کے ملبح میں بے بناہ درداور تاسف تھا۔

نمت ہیں مرنعت کا حساب دینا ہوتا ہے جبکہ رحمت کا کوئی حساب نہیں۔ بلکہ بیاتو والدین کو جنت میں پہنچانے والی سیرھیاں ہیں۔''

زہرہ نے بخت بی بی کے کاندھے سے لگ کر بقیہ آنسو بھی بہا ڈالے۔ یہ تو ان کا دل ہی جانتا تھا کہ وہ اپنے دل کے اس کلائے کوئس حوصلے سے خود سے جدا کر رہی تھیں۔ محض باتی تین بچیوں سے باپ کے سائے کے چھن جانے کے خوف سے، رسوائی اور ذلت کے خوف سے۔ اپنے گھر کے اجڑ جانے کے خوف سے، رسوائی اور ذلت کے خوف سے۔

ہے سرت بیر ہوتے ہی ہے بیٹیاں قربانی کا درس سکھ لیتی ہیں۔ ' مولوی خطر محمد کا دل سکتا بھوڑا بن میا۔ ' مولوی خطر محمد کا دل سلگتا بھوڑا بن میا۔

من پر روز بی ہے ہیں؟ انہوں نے برسی محبت سے بچی کو کود میں سنجالا اور اس کے زم گداز ہاتھوں کو چھو کر پوچھنے لگے۔ "د تبین دن کی۔"

"نام کیارکھا ہے؟"

"نام _ ارے اس بدنصیب کا نام ہی کہال رکھا ہے ابھی۔" وہ دکھ سے

بہت ہے۔ در ہوگی۔ دیکھواس کا چہرہ الکل جاند ند۔ بدنفیب نہیں ہے۔ بیتو بہت بخت آور ہوگی۔ دیکھواس کا چہرہ بالکل جاند کے مانندروشن ہے۔ ارے بیتو تشمیر کی وادی جیسی خوبصورت ہے۔ میں اس کا نام رکھوں گا۔''مومنہ'' بعنی ایمان لانے والی۔''

"مولوی اللہ بہت پیارا نام ہے۔" بخت بی بی نے بے اختیار اسے مولوی خطر محد کی مود سے لیارا نام ہے۔ " بخت بی بی نے بے اختیار اسے مولوی خطر محد کی مود سے لے کرا ہے سینے سے لگا لیا۔ ان کی آئیسیں آنسودُن سے لبالب مجر کی مود سے لیارا ہوں کے سینے سے لگا لیا۔ ان کی آئیسیں آسودُن سے لبالب مجر کشیں۔

" نزمرہ! تم نے تو مجھے مالا مال کر دیا ہے۔ میرے گھر پر بھی اللہ کی رحمت کا سایہ ہو گیا۔اب اس گھر پر رحمت برے گی۔ میری خالی گود بھر دی مولا نے۔'
" آپ خالی کہاں تھیں غازی شاہ بھی تو آپ کا ہی بیٹا ہے۔' زہرہ پہلی بار کھل کرمسکرائی۔اسے اپنے دل پر رکھا ہو جھا تر تامحسوس ہونے لگا۔ بخت بی بی ادر مولوی خضر محمد کی آغوش میں اپنے جگر کو شے کوسونپ کران کا دل پرسکون ہو گیا۔

جاتے جاتے کہ کر محتے تھے کہ جھے بیٹے کی خوشخری سانا۔''

" ان لیس نا مولوی جی!" بخت بی بی اس سارے وقت میں پہلی بار بولیں اور روتی بلکتی بیجی بار بولیس اور روتی بلکتی بچے کواٹھا کر سینے سے لگالیا اور زہرہ کے سریر ہاتھ پھیرنے لگیں۔
"" مولوی خصر محمد متفکر ہوکر یو چھنے لگے۔
"" مولوی خصر محمد متفکر ہوکر یو چھنے لگے۔

" بہت اچھی ہیں۔ وہ اپنے بینے کے مزاج سے اچھی طرح واقف ہیں اور میراساتھ دیں گی۔ وہ طارق احمد سے کہددیں گی کہ بیٹا ہوا تھا مگر دنیا میں اس کی سائنیں کم لکھی تھیں وہ انتقال کر گیا۔ کو کہ انہیں دکھ تو ہوگا مگریہ تسلی رہے گی کہ اب بیٹے کی امید پیدا ہوگئی ہے۔ ایک کے بعد دوسرا بیٹا بی آئے گا۔ "وہ سر جھکا کر چا در سے آئو ہو تھے ہوئے ابنا اور ساس کا بلان بتانے گی۔

" خدایا۔ کتنی سطی سوچ ہے اس مسلمان لڑکے گی۔ "مولوی خفر محمد تاسف سے ہونٹ بھنچ گئے۔ پھر بخت بی بی کو د سے چا در میں لیٹی بکی کواپنے لرزتے ہاتھوں میں اٹھا لیا۔ سرخ وسپیدر گئت پر معصوم آ تکھیں، ہیروں کی طرح دمک رہی تھیں۔ پتلے پتلے سرخ ہونٹ، نرم ملائم ریٹم جیسی جلد وہ اللہ کا تخذ ہی تھی۔ انہوں نے باختیارا سے چوم لیا۔

"دویکھوزہرہ بٹی! چاندکود کھے کر بتلاؤ بھلا کیسا لگ رہا ہے۔" انہوں نے چہرہ اوپراٹھا کرآسان کی چادر میں کئے جاندکود بکھا جوآ ہتہ آ ہتہ اپنی چیک میں اضافہ کررہا تھا۔ دالان میں اس کی سنہری روشنی بکھری ہوئی تھی۔

''بہت چیکٹا ہوا۔ بہت خوبصورت اور یا کیزہ لگ رہا ہے۔' زہرہ کی نگاہیں بھی روشی کے اس و کے دائرے پر مرکوز ہو گئیں۔ دل میں درد کی المر نے دائرے پر مرکوز ہو گئیں۔ دل میں درد کی المر نے دائی اہروں میں طغیانی سی آ رہی تھی۔

" دوجس جس کھر میں بیٹیاں ہوتی ہیں نا وہ کھر آسان پرموجود فرشتوں کو بالکل اس جاند کی مانند دمکنا، روش اور پاکیزہ دکھائی دیتا ہے۔" مولوی خصر محمد نے یہ کہتے ہوئے زہرہ کودیکھا۔

"نیک بخت! بیٹیاں تو خدا کی رحمت ہوتی ہیں۔ بیٹیوں والے کھر میں خدا کی رحمت ہوتی ہیں۔ بیٹیوں والے کھر میں خدا کی رحمت سایہ کئے رہتی ہے۔ یہ مال باپ کی بخشش کا ذریعہ ہوتی ہیں۔ بے شک، بیٹے

اینے دونوں ہاتھ اٹھا کران کی گردن میں ڈال کر بولی۔

ب دووں ہو ہورہ کی کری کورس گئی تھی بی بی! مغرب میں سب کھے ہے مگر مال

اب جیسی نعمت نہیں ہے۔ وہاں رشتوں کی سکون آمیز شنڈک نہیں ہے۔ وہاں شاید سکون

ہی نہیں ہے بلکہ ایسا سکون الیسی طمانیت تو طارق ہاؤس میں بھی نہیں ہے۔'' اس کی

ہی نہیں ہے بلکہ ایسا سکون الیسی طمانیت تو طارق ہاؤس میں بھی نہیں ہے۔'' اس کی

ہو نکھیں بی بی کے مہر بان چرے کی جاندنی میں کم ہو گئیں۔ پھر یک وہ وہ پچل کر بولی۔

"نبی بی! مجھے وہ گیت سنانے نا جو آپ گھر کے کام کاج کرتے وقت گنگایا

تا تھی ''

یں سے سے اس کو اسے دہ؟ "بخت بی بی نے تیر آمیز بے بیٹی سے اس کو دیکھا۔ ویکھا۔

" " " " " " بجھ یاد ہے مجھے۔ آپ کی آواز۔ وہ ترنم وہ جذب " وہ کھوئے کھوئے کھوئے کھوئے کھوئے کھوئے کھوئے کھوئے کے اس کھوئے لیج میں بولی اور بکدم بنس بردی۔

''جھے تو یہ بھی یاد ہے کہ میں اور غازی شاہ آپ کے پیچے کھڑے ہو جاتے سے جب آپ کپڑے دھوتے دھوتے یہ گیت گنگنانے لکتیں تو غازی شاہ '' آو چھ' کہہ کر آپ کو ڈرایا کرتا تھا اور آپ ' ہائے'' کہہ کر ڈر جاتیں پھر غازی شاہ کو' شریہ' کہہ کر چھا لیتیں اور جھے کو دمیں بحر لیتیں۔ اس پر غازی شاہ کتنا گڑتا تھا کہ آپ بجھے بیار زیادہ کرتی ہیں۔ پھر آپ ہم دونوں کو محن کے اس درخت کے نیچے تخت پر بٹھا دیتیں اور کہانیاں سنا تیں، کبھی نظمیں اور گیت سنانے لگتیں۔ آپ کو خبر ہوتی تھی وہ وقت ہمارے سونے کا ہوتا تھا اور ہم دونوں آپ کی آغوش میں سر رکھ کرآئیمیں موندے آپ کی بیاری آواز سنتے سنتے سوجاتے۔''

" منائیں تانی کی کوئی نظم ۔ کوئی گیت۔ "وہ محلی تو ہی بی ہنس ویں۔ پھراس کے ریشہ جیسے بالوں میں الکلیاں پھیرتے ہوئے گنگنا۔ نگانا۔ نگانا۔ کا بیار جاں خالق بر جیں فدا کرنے کو تیار

"ہاں۔ غازی بھی میرائی بیٹا ہے۔"
"ہاں بی بی! کو کھ کوئی بھی جنم دے۔ بس بچہ جس کی گود میں پروان چڑھتا ہے۔"
ہے جس سے پیار پاتا ہے ای کا کہلاتا ہے۔" زہرہ آ ہستگی سے فرش سے اٹھ گئی اور دھیے قدموں سے مولوی خصر کے گھر کی دہلیزعبور کر گئی۔

♦.....

مولوی خفر محمہ نے آئے ہتگی ہے آئکھیں کھول دیں۔ ان کی آئکھیں آنسوؤں سے لبریز تھیں۔ ماضی کے کئی منظران کے تضور پر اب بھی جھلملا رہے تھے۔ انہوں نے ایک مہری سانس بحر کر وائیں طرف دیکھا۔ وہاں جالی کے دروازے کے پار مومنہ دکھائی دے رہی تھی۔ وہ باور چی خانے میں موجود بی بی سے الجھر ہی تھی۔ انہیں زبروی کی گرکر کھینچ رہی تھی۔ وہ اس کی معصومانہ اور بچکانہ حرکت پر مسکرانے لگے۔ پھر یک دم یہ مسکراہٹ ان کے ہونؤں سے کم ہوگئی۔ انہوں نے سر جھکالیا۔

"ذہرہ بٹی! تم نے میری جھولی جرکرایک بار پھر خالی کروی۔اس خوشبو سے میرا گھرایک عرصے تک خالی تھا تو احساس تک نہ تھا'اس خالی پن کا۔ گرتم نے احساس جگا کرہمیں دکھی کرڈالا۔ہم سے سب پچھ چھین لیا گر جھے شکوہ نہیں ہے۔ کیونکہ یہ امانت تھی میرے پاس تہاری اور امانت جتنے برس بھی رہایات ہوتی ہے۔انے لوٹانا پڑتا ہے اس کے مالک کو۔' وہ ملکے سے ہنس دیئے۔ کندھے پر دکھے رومال سے آنکھوں کے گوٹے یو نچھنے گئے۔

'' آپ کے خیال میں سرجن ہو کر پیٹے ہوگئ ہوں میں؟ بس بی بی! آپ کو خاطر مدارات کی ضروری نہیں ہے۔ میں کھانے چیے نہیں آئی ہوں بلکہ آپ دونوں سے فاطر مدارات کی ضروری نہیں ہوں۔''اس کی چہکار نے مولوی خفر محمد کی سوچوں کا تسلسل تو ٹر ڈالا۔انہوں نے سراٹھایا تو وہ بی بی کو پکڑ کرضحن میں لے آئی اور تخت پر بٹھا کران کی محمد میں سررکھ دیا۔

''میرے جاند۔ تیری باتیں ہی تو ہارے دل کا سکون ہیں۔ یہی ہماری یادیں ہیں۔ یہی ہماری یادیں ہیں۔ یہی ہماری یادیں ہیں۔ یہی ہماری یادیں ہیں۔ یہی بہلاوے۔' بی بی نے اس کے بال سمیٹ کراس کا شاواب چرہ چوم لیا۔ وہ ہمکھیں موندے ان کے بوسے کے لمس کی تراوٹ سے سیراب ہونے کئی پھر

''ہاں۔ایسے بی بہت سے اور بھی گیت۔'' بی بی ابھی تک اپنے بی لفظوں میں مم تھیں پھریک دم چونک کراہے دیکھا جوان کی گوو سے جعظے سے سراٹھا کر کھڑی ہو میں تھی۔

"کیا ہوا میری بچی۔" پھر ملکے سے سرجھنکتے ہوئے ہنسیں۔" بیں بھی پاگل ہوں ایسے بی کیا بس بچھ منگناتی رہتی تھی۔"

یں بیاں نے سراٹھایا اور کچھ کہنے کولب کھولے مگر دوسرے بل ہونٹ بھینج لئے اور ملکے سے مشکرا دی۔

" ہاں۔ ماضی کی ہاتیں یاد کرنے بیٹھیں تو دل پر عجیب ساسحر طاری ہو جاتا ہے۔ آپ کی آ واز اب بھی اتنی مترنم ہے بی بی!" وہ بہت نرمی سے بی بی کا ہاتھ پکڑ کر سہلانے گئی۔

♦..... ♦..... ♦

دیوانہ ہیں لیلائے شہادت کے طلب گار
وھا دیں گے بہت جلد ترے ظلم کی دیوار
ہم غزنی محمود کے پیرو ہیں خبردار
برباد سے ہندو کا صنم خانہ کریں گے
ہم وادی کشمیر کا سودا نہ کریں گے
وھاتے ہیں نہتوں یہ جہاں ظلم وستم لوگ
ہر روز اٹھاتے ہیں شہیدوں کے الم لوگ
حق کوئی کا پرساتھ دیا کرتے ہیں کم لوگ
اب خود کو رہ شوق میں دیوانہ کریں گے
اب خود کو رہ شوق میں دیوانہ کریں گے
ہم وادی کشمیر کا سودا نہ کریں گے

بخت بی بی نے آتھیں بند کر لیں۔ان کی آواز دھیمی ہونے کئی پھریک دم جذب سے دوبارہ ابھری۔

مرعوب نہ ہوں کے بھی ایٹم سے عدد سے
ملتی ہے ہمیں فتح فرشتوں کی رسد سے
سرشار ہیں ہم نعرہ اللہ العمد سے
ہزار ہیں ہم لوگ یہودی کی مدد سے
اب ہم کسی مردے کو مسیحا نہ کریں گے
ہم دادی کشمیر کا سودا نہ کریں گے
ہم دادی کشمیر کا سودا نہ کریں گے

ا مرا ہو جیسے پھر کا کئوا جمیل میں اسے دل پر کوئی الی شے گری ہو جیسے پھر کا کئوا جمیل میں گرا ہواور یانی انجیل کر چاروں کناروں سے جا کلرایا ہوئے گریہ یانی نہیں تھا لہوتھا۔ گرا ہواور یانی انجیل کر چاروں کناروں سے جا کلرایا ہوئے گریہ پانی نہیں تھا لہوتھا۔ ''بی بی! بی بی! کیا آپ یہی گیت سنایا کرتی تھیں ہم کو۔'' اس نے پر خیال انداز میں بخت بی بی کو دیکھا پھر مولوی خطر محمد کا چبرہ ویکھنے گئی۔ جہاں اشک بہہ رہے کا انداز میں بخت بی بی کو دیکھا پھر مولوی خطر محمد کا چبرہ ویکھنے گئی۔ جہاں اشک بہہ رہے کا ا

_<u>=</u>

ہوئے کہا تو کو بتا ہننے لگی۔

"اور تھے یقین نہ کرنے کی بیاری اب تک ہے۔ یاد ہے نہر کے پاس تیرے رحانے کے سے سے پہلے ہم دونوں تہل رہے تھے تو۔"

"بس_بس_اب ذكرنه لے كر بينهنا اس فضول سے لڑ كے كا-" اس نے جلدی سے ہاتھ اٹھا کراسے مزید کل افشانی سے روکنا جاہا مکر کو یتا ہنتے ہوئے بولی۔

" المائے مومنہ! بیجارہ کیے سانجھ سورے تیرے درش کے لئے خوار ہوتا تھا۔ پرتو بھی پوری ڈشٹ تھی ذرا بھی تو کریا نہ کی۔" کویتا اس کے محورنے کے باوجود اس یرانے قصے کو بیاد کر کے لطف اٹھانے لگی۔

سرجن سنیل اندر داخل ہوا تب تہیں جا کر اس کی زبان اور ہنسی کو بریک لگا تھا۔مومنہ نے فتکرا دا کیا۔

" آئے آئے آئے ملیل جی! آج تو آپ بہت تھک مسئے ہوں مے زخموں کا اند مال کر کے۔'' کویتا اس کیل ئے بھی جائے کا کپ تیار کرنے گی۔

" ہاں۔ آج ہی وو آپریش نمٹانے تھے۔ کیا کرتا۔ کل تو ہڑتال ہے اور ادھر مریض ہارے مسائل سمجھے بغیر چیخنا جلانا شروع کر دیتے ہیں۔ اپنی ویز ہمس مومنہ! آپ سنائے کیمالگا ہمار اہا میلل آپ کو؟ "اس کی ساری توجہ یک دم مومنہ کی طرف ہو حتى اورليوں برخمار آلودمسكرا مث تھيلنے لكى۔

" إسبال كوخوب صورت تو كهنبين سكتے " ده جائے كا كھونث بحركر برمزاح انداز میں بولی۔

"ولیے ہاسپول جا ہے کسی بھی ملک اور خطے کا ہوسب ایک سے ہی ہوتے ہیں۔ وہی بوء وہی تکلیف سے کراہتے مریض۔ وہی نوسیلے خوفناک انسٹرومنٹ، وہی كرب انكيزامين -سسكيان-"

" الى ـ بياتو ہے۔" سرجن سنيل نے ايك ممرى سائس بحرتے ہوئے خودكو صوفے کی پشت پر ڈھیلا چھوڑ دیا اور نیم وا آنکھوں سے اسے دیکھنے لگا جو اس بربودار باحول میں تازہ معطر جھو کئے کے مانندہ کر کھبر گئی تھی اور پھر سارا ماحول بھینی جھینی خوشبو ہے مبک اٹھا تھا۔

ہاسپولل میں اس کا بہلا دن تھا۔ ڈاکٹر کویتا جو اس کی بچین کی سبیلی تھی بڑے تیاک ہے ملی۔ دوسرے تمام سینئر ڈاکٹرز اور شاف نے بھی اس کا استقبال خوش دلی ہے كيا تھا۔ بظاہر ايك نازك ڈال جيسى لڑكى اينى روايت، اينے ندبب كے اعتاد كے سہارے ایک ممل اور مضبوط لڑکی و کھائی وے رہی تھی۔اس کا تھلے تھلے گلاب کے مانند چره برایک کی توجه کا مرکز بنا مواقعا۔

ہاسپیل میں زیادہ تر تعداد بردی عمر کے ڈاکٹرز کی تھی۔ چندایک کے علاوہ جن میں خودمومنہ، کویتا اور سرجن سنیل شامل متھے۔ سنیل نے بردی پسندیدہ نظروں سے مومنہ کو و یکھا تھا اور بورادن مومنہ اس کی نگاہوں سے جزیر ہوتی ری_

اس کا پہلا دن تو تعارفی ساتھا۔ وہ سرجن جکن ناتھ کے ہمراہ بس معاون کی حیثیت سے محوث رہی۔ جب فارغ ہوئی تو ڈیونی روم میں چلی آئی جہال کو یا جائے ے لطف اٹھاتی نظر آئی۔

'' آئے آئے سرجن! بتائے کیا سیوا کی جائے؟'' اسے و کچھ کر اس نے اپنا كب تيمل برركه كرميز باني كفرائض فيمانے كى ايكننگ كى۔ وہ بنس بري ۔ "میزبان ڈاکٹر! بس ایک کپ مزے دار جائے کا۔" وہ خودکوکری پر گراتے

ہوئے بولی۔ ''مومی! تو تو اور تکھر آئی ہے۔ کتنے سے بعد دیکھ رہی ہوں تجھے۔ پوری پدمنی کگ رہی ہے۔'' کو بتا کی نظریں اس کے چبرے پرتھیں۔ وہ سکول گرل کی طرح جھینپ

" تیری کھن لگانے کی عادت بچپن سے اب تک ہے کیا؟" اس نے کھورتے

" الله مومنه كى بات درست ہے۔ الله الله سارے ايك سے ہوتے ہيں۔ ان میں آئند کہاں۔' کویتا کا لہجہ دھیما اور بچھا ہوا ساتھا۔مومنہ نے چونک کر اس کی ذرای حماقتی جیخ براہے ہمیشہ کے لئے خاموش کرسکتا تھا۔ طرف دیکھا مگر دوسرے مل وہ ہنس رہی تھی۔

'' بس سنیل جی۔ میں تو کہتی ہوں مومنہ جیسی دوجار ڈاکٹرز اور آ جا کیں تو ہی_ہ ہاسپول ، ہاسپول نہیں رہے کا بلکہ گلستان کلنے کیے گا۔ " کویتا کی اس بے ساختہ تعریف نے اسے شیٹا دیا۔اس کے رخساروں برسرخی دوڑ تھی۔

ڈ اکٹرسٹیل کو انبی مسرت ہوئی محویا کویتا نے اس کے دل کے احساسات کو زبان دے دی ہو۔اس کے دل کی بات کر دی ہو۔

تحرے میں سریش نے آ کر مومنہ کو اس کے مہمانوں کے آنے کی اطلاع دی۔ تب کو بتا اے جھڑ کتے ہوئے بولی۔

''بدھو۔اطلاع کیا دے رہے ہو۔ان مہمانوں کو یہبیں لے آؤ۔'' ووتہیں تہیں رہنے دو۔ میں دیکھتی ہوں خود جا کر۔ "مومنہ جلدی سے کری

سریش کی اس اطلاع براس کا ول عجیب سی اتھاہ میں ڈوبا تھا اور دوسرے بل خوشکوار انداز میں یوں دھڑ کنے لگا کو یا پہلو سے نکل آئے گا۔اسے یقین تھا اس سے ملنے غازی شاہ ہی آیا ہوگا۔ ہاں ایک وہی تو رہ کمیا تھا جس سے اس کی ملاقات اب تک نہ ہو

وہ مسرت آمیزاحیاس اور دھڑ کتے دل کے ساتھ باہر لیکی۔سرلیش نے اسے بتایا تھا کہاس کا مہمان ہاسپول کے کیٹ پر ہی سفیدگاڑی کے پاس کمڑا ہے۔

وہ ڈاکٹرز کی متعدد گاڑیوں ہے گزر کر داخلی کیٹ کی طرف آئی تو اسے دور ہی سے سفید گاڑی نظر آخمی جس کے بیک ڈور سے کوئی پشت لگائے کمٹر اتھا۔ اس کے قدم ایک سرخوشی سے اس کاڑی کی طرف اٹھنے لگے۔ جوشی وہ قریب پہنچی اس کے اعصاب کو برے زور کا جھٹکا لگا۔ بے حدسرعت اور جا بک دئی سے اسے دروازہ کھول کر اندر تعمیت لیا حمیا تھا۔ بیسب مجھاس قدراجا تک ہوا تھا کہ وہ اس حملے پراہنے بچاؤ کل ا تدبير بھی نہ کرسگی۔

دوسرے بل کاڑی فرائے بھرنے لکی تھی مگروہ ماؤف ذہن کے ساتھ بس بھٹی مچٹی آئھوں سے اس ربوالور کومسوس کر رہی تھی جواس کے پہلو سے لگا ہوا تھا اور اس کی

کاڑی نا آشنا راستوں کی جانب بھاگ رہی تھی۔ بڑے بڑے ورختوں کے جھنڈ تیزی سے چھے کی جانب دوڑ رہے تھے۔

یہ ایک انتہائی اعصاب فلکن حملہ تھا مگر اس نے بڑی کوششوں سے اپنے منتشر اعصاب ادرحواس كوجمع كرتے ہوئے اسے ساتھ بنتھے ہوئے تحص كا جرہ ديكھا جو بردھي ہوئی داڑھی اور سیاہ گلاسز میں داضح نہیں تھا۔ اگلی سیٹ براہے بکل کی تیزی سے گاڑی میں تھیٹنے والا مخض بیٹا تھا اور کسی مجسمے کے مانند ساکت سیاٹ چہرے کے ساتھ

اف کیسا دل وہلا دینے والا منظراس کی آنکھوں کے سامنے تھا۔اس کی سوچ میں یہ ہیبت بھررہی تھی کہ وہ اغوا کی جا رہی ہے یقینا کسی کے دھوکے میں یا پھراہے ہی ٹار کٹ بنایا تھیا تھا مگر کیوں؟ اس کی تو کسی سے رحمنی نہ تھی۔ لا تعداد سوالات، اندیشے ۔ اس کے دل کی کا بیتی و بواروں برجو رقص منے مرافظوں میں وصل کر زبان سے اوانہیں

کاڑی مختلف راستوں سے ہوکر نا آشنا راستوں سے گزر کر ایک مخدوش عمارت کے سامنے رک چکی تھی۔

" ليا- بيتم لوگ مجھے كہال كة كت مو؟" اس كے حلق ميں بھنسا موا كوله جيخ ك صورت من ينج اترا-اس كا ول خوف كى دلد لى زمين من دهنتا جار ما تقا_

'''مم۔ میں وہ نہیں ہوں جس کے دھوکے میں تم لوگ مجھے لائے ہو۔ پلیز رحم کرو۔''اس کی آتھوں میں پانی اتر آیا مکراہے اغوا کرنے والے،سردسردی خاموشی کے ساتھاہے ریوالور کی زومیں نیچ اتار کرآ مے بڑھانے کئے۔ پانہیں وہ کن کن راستوں سے گزار کراہے لے جارہے تھے۔ مارے خوف کے اس کے قدم تو اٹھ بھی نہ رہے تھے۔ اوپر سے ملکح اندھیرے کے باعث مجھ بھائی بھی نہیں دے رہا تھا۔ کھ دہر چلتے رہنے کے بعدایک چونی دروازے پراسے روک دیا گیا۔ نے تمہیں یہاں کیوں زحمت دی ہے۔''

وہ ہونٹ بھینچ۔ عجیب احساسات کے ساتھ تختوں پر لیٹے زخمیوں کو ویکھتی رہی پھر بلیٹ کرمضطربانداز میں بولی۔

'' بید کام تو آپ لوگ کسی میل سرجن سے بھی لے سکتے تھے یا کسی بھی سینئر ڈاکٹر سے۔میرائی انتخاب کیوں کیا عمیا؟''

"بہت سے سوال ایسے ہوتے ہیں سرجن جن کا جواب وقت دیتا ہے۔ تم بھی دقت کا انتظار کرو۔ "وہ اس کھر درے انداز میں بولا۔ مومنہ کو نگا وہ ملکے سے مسکرایا بھی تھا جیسے کوئی شکاری جال میں بلبلاتے شکار کو دیکھ کرائی فتح مندی پرمسکراتا ہے۔ ہوسکتا ہو۔ اِسے بے طرح خصہ آسمیا۔

"اب مزید کسی سوال کی اجازت تہیں نہیں وی جائے گی۔ وہ کیدم بولا تھا اور وہ ہونٹ بھینچ کر رہ گئی۔ پھر وہ ایک لڑ کے کو اشارے سے بلا کر اس کی طرف رخ کرتے ہوئے بولا۔

"بیلز کا تمہاری مدد کرے گا اور پچھ سامان ہے۔ ہے تو تا کافی مگر ہمارے ہاں فی الوقت اتنا ہی ہے اور ہاں۔ ایک بری خبر کہ تمہیں اس ساری محنت کا کوئی معاوضہ ہیں المحادثہ ہیں سے گا۔ تمہیں بیکام بلا معاوضہ کرتا ہوگا۔" اس کے لہج میں ہنسی کا رنگ انجرا تھا۔ مومنہ کولگا جیسے وہ اس کی ہتک کررہا ہو۔ نقاب کے پیچھے اس کی بے بسی پر جی کھول کر ہنس رہا

مومنہ نے اس کے چہرے سے نظریں ہٹالیں اور ہاتھ بڑھا کراس کے ہاتھ سے بیک چھین کراس کے سامنے سے ہٹ گئی۔

وہ کل سات زخمی تھے جن میں چندایک تو بڑی بری طرح مجروح تھے۔ یہاس کے لئے بڑا تلخ تجربہ تھا اور جن حالات میں یہ کام انجام دینے پر مجبور تھی اس کے اعصاب کے لئے خاصا بوجھ ثابت ہور ہا تھا۔ اس پر سامان بھی ناکافی تھا۔ وہ بری طرح تھنجھلاگئی۔

مرد می از کم مجھے اتنا موقع تو دیا جاتا کہ میں پچھ سامان ہی لے آتی۔' وہ بزبرائی۔ خوش آمدید۔ سرجن مومنہ طارق احمد!'' وروازے کے عین وسط میں کھڑے فخص نے سرکو ہلکا ساخم وے کر کویا اس کا استقبال کیا۔

اس کی روح کے میں سناٹا اتر عمیا۔ او نیچا لمبا وجود سفید شلوار سوٹ میں ملبوں تھا۔ چہرے پر سرم کی رنگ کا نقاب تھا۔ البتہ دوسنہری آنگھیں سرد تاثرات کے ساتھاں کے چہرے پر جی تھیں۔

''طلحہ! اتنی نازک سرجن کے لئے اس آتش گیر کھلونے کی کیا ضرورت تھی۔'' وہ اب اس کے چیچے کھڑے مخص سے مخاطب تھا جواس کی بات پر خفیف سا ہو گیا اور جلدی سے ریوالور والا ہاتھ نیچے کرلیا۔

"اس اس ساری زحمت کی وجہ۔ مجھے یہاں کیوں لایا عمیا ہے؟" وہ نقاب سے جھائتی اس کی سرد آتھوں سے نگا ہیں ہٹا کرخوف سے دھڑ کتے ول کے ساتھ بولی میر لیجے کو کمپوز کرتے ہوئے بولی۔

'' آپ لوگ شاید مجھے نہیں جانتے کہ میں کون ہوں۔ اگر جانتے تو الی م مانت ہرگزنہ کرتے۔''

'''نقاب پوش کی آواز اتنی سرد اور کاٹ دارتھی کہمومنہ کواپنی ریڑھ کی ہٹری میں سنسنا ہٹ دوڑتی محسوں ہونے گئی۔اس کا دل بہت زور سے دھڑکا۔

وہ اب بلٹ کراندر کی جانب بڑھ گیا تھا۔اسے بھی پیچھے لایا گیا۔ بیا کہ ہال نما کمرا تھا۔ اس کے اعصاب یہاں آ کر بری طرح متاثر ہوئے تھے۔اس کی آنکھوں کے سامنے خون میں لت بت زخمی پڑے تھے۔

ایک لیجے کے لئے اس نے اذبت کے عالم میں آنگھیں بند کرلیں۔
'' نہیں سرجن! انہیں آنگھیں کھول کر دیکھو۔ بھارتی حکومت کی طرح چٹم
پوشی کرنے سے یہ خون بہنا رک یہ جائے گا۔ اذبت ناک منظر کم نہ ہوں سے کیونکہ یہ خواب نہیں ہے' حقیقت ہے۔ سفاک حقیقت۔ اسے آنگھیں کھول کر دیکھو اور محسوس کرو۔''اس کی بھاری آ واز اس کی پشت سے ابھری تو اس نے آنگھیں کھول دیں۔

کرو۔''اس کی بھاری آ واز اس کی پشت سے ابھری تو اس نے آنگھیں کھول دیں۔

'' میرا خیال ہے کہ تہمیں کی وضاحت کی ضرورت نہیں چش آ نے گا کہ ہم

رم اٹھانے گئی مگر ملتے قدموں میں ایک بوجھل ی کیفیت تھی۔ باہر نکلی تو تھلی فضا رخساروں پر خنگ خنگ ی محسوس ہونے گئی۔ اسے جیرت وئی کہ جاتے وقت تو یہ راستہ ہر گزنہیں تھا۔ کوئی دوسرائی پیچیدہ قتم کا راستہ تھا۔ ''سرجن!'' وہ چلتے چلتے رک کراس کی طرف پلٹا۔ لاز ما اسے بھی تھہر تا پڑا۔ 'میرا خیال ہے تمہاری تھکن اور تاراضی شاید اس سے دور ہو جائے۔'' اس نے جیب سے چند بڑے بڑے بڑے نوٹ نکال کراس کی طرف بڑھائے۔

احساس تذلیل نے مومنہ کی رکوں میں طوفان مجا دیا۔اس کا دل جاہا وہ اسکا نہوج کے۔ نہوج کے۔

" بے شک۔ میں آپ کوسر کاری معاوضہ تو نہیں و سے سکتا جس کے لئے آپ نے اتنے سال تعلیم حاصل کی ہے۔"

"مسٹرائی حدیل رہو۔ میری جاب میرا پرسل افیئر ہے۔ وہاں مجھے کیا ملتا ہے کیا ہلتا ہے کیا ہلتا ہے کیا ہلتا ہے کیا نہیں ہے۔ "وہ کویا بھٹ پڑی اور رخ بھیر کراپنے ندر کا ابال دبانے کی کوشش کرنے گئی۔ واپسی کے راستوں سے وہ ناواقف تھی ورنداس فا دل جاہ رہا تھا ایک لحہ تا خیر کے بغیر یہاں سے بھاگ جائے۔

'' بجا فرمایا۔ بیر خالص تمہارا ذاتی معاملہ ہے۔'' اس نے ایک ہلکی سی سانس مرتے ہوئے اس کی طرف دیکھا پھر مصلحل ہے انداز میں ہنس دیا۔

" پہتہ ہیں کیوں ہم دوسروں سے اتن تو قعات دابستہ کر لیتے ہیں کہ جب ٹوئتی بن تو میں کہ جب ٹوئتی بن تو میں اشتعال پیدا ہو جاتا ہے۔ دل لہو ہو جاتا ہے۔ خیر سن استعال پیدا ہو جاتا ہے۔ دل لہو ہو جاتا ہے۔ خیر سن اس نے سرکو ملکے سے جنبش وے کرایک ممری سانس تھینجی۔

''او کے سرجن ۔خدا حافظ۔''

اس کے اشارے پرسفیدگاڑی اس کے پاس آرکی۔وہ اس کی طرف و کھے نیر جلدی ہے بیک ڈورکھول کر بیٹے گئی۔

وہ چلتا ہوا نزدیک آیا اور کھڑ کی پر دونوں ہتھیلیاں جما کراس کے چہرے کے اثرات کا جائزہ لیتے ہوئے بولا۔

ودہم مہیں اپنے مجاہد بھائیوں کے لئے پھر زحمت دیں مے۔ 'میہ کہد کروہ دو

''اس کی معاونت کرتالڑکا طنز سے ہنیا تو ایک زخمی کے بازو پر بینڈ بج کرنے کرتے اس نے سراٹھا کرتا کواری سے اس کی طرف دیکھا۔

'' میرے خیال ہے کسی قتم کی دھوکہ وہی کے بجائے بیکام امن اور سچائی کے ساتھ بھی ہوسکتا تھا۔''اس کے دل میں نقاب پوش کے لئے شدید غصہ تھا۔

تین تھنے کی مسلسل محنت نے اسے اتنانہیں تھکایا تھا جتنا اسے اپنی سوچوں اور دبنی کوفت نے بیم جان کر دیا تھا۔ وہ ہاتھ دھو کر تولیے سے بونچھ رہی تھی۔ جب ہال کا دروازہ کھلا اور وہی نقاب بوش اندرواخل ہوا۔

شکن جملے پر را کھ ہوگئی۔ '' پیانہیں کیا سوچ کرتمہیں بیے زحمت دے ڈالی۔'' اس نے ایک مہری سانس سے د

تھینچتے ہوئے پرملال ی نظریں اس پر ڈائیں۔
اس بار وہ غیر محسوس طور پر چونک گئی۔اس کے لیجے میں پچھ تھا یا آنکھوں میں جوسلسل اسے چونکار ہا تھا۔ اس کی سوچوں کے سمندر میں ایک تلاظم پیدا کر رہا تھا۔ جوسلسل اسے چونکار ہا تھا۔ اس کی سوچوں کے سمندر میں ایک تلاظم پیدا کر رہا تھا۔ "ایک سرکاری ہاسپلل میں تو اچھا خاصا معاوضہ مل جاتا ہوگا سرجن! محران بیاں تہمیں زیادہ محنت بلا معاوضہ کرتا پڑی۔" وہ تھمرے تھمرے لیجے میں بولا اور

ایک افسردہ ی سانس بھرتے ہوئے زخمیوں کی طرف اشارہ کیا۔

"ہماں کشمیر کے نہتے مسلمانوں کا معالمہ ہے۔ یہاں تو بلامعاوضہ علاج کرنا

ہوگا۔ جذبہ ہمدردی اور جذبہ ہم نہ ہی خون میں اگر ہیجان پیدا کررہا ہوتو بلامعاوضہ یہ

بھی نہیں ہے۔ دیکھا جائے تو اس کا معاوضہ تو جمع ہورہا ہے اوپر کے بینک میں۔ خیر۔'

وہ یک دم جذباتی کمحوں کی گرفت سے خود کو نکال کرسر کو خفیف سی جنبش دے کررہ گیا۔

"بیہ با نیں آپ سرکاری لوگ کہاں سمجھ سکتے ہیں۔ یہ تو ہم دیوانوں کی با تیں ہیں۔

"بیہ با تیں آپ سرکاری لوگ کہاں سمجھ سکتے ہیں۔ یہ تو ہم دیوانوں کی با تیں ہیں۔

آئے۔ آپکو بہ حفاظت چھوڑ آئیں مے ہمارے آومی۔ ' وہ پلیٹ کر آگے بڑھ کیا۔ وہ بھی

"ارے ہاں۔ ڈاکٹر کو بتا کا بھی فون آیا تھا۔تم سورہی تھیں میں نے جگایا ہیں۔اسے بڑی جیرت ہورہی تھی جب میں نے کہا کہتم سورہی ہو۔'
بخت بی بی کی بات من کراس کے سکراتے لب بے ساختہ سکڑے۔
کو بتا اور سنیل یقینا اس کے اس طرح غائب ہو جانے پر تشویش میں جتلا ہو گئے ہوں گے کہ وہ تو اپنے گیسٹ کوریسیو کرنے گئی تھی اور خود ہی اڑن چھو ہوگئی۔ اس کے تصور پر دوسنہری آنکھیں اور وہ سردسرد لہجہ چھا گیا۔

''نی بی۔ غازی شاہ کب آئے گا؟''اسے بے اختیار غازی شاہ یاد آگیا اور وہ فود بھی اپنی اس کیفیت پر جیران رہ گئی کہ اسے غازی شاہ کا خیال کیوں آگیا۔
''اسے خبر تو دے دی تھی میں نے تہارے اعثریا پہنچنے کی۔ آجائے گاکس نے 'نہارے اعثریا پہنچنے کی۔ آجائے گاکس نے '' بی بی کے بجائے مولوی خضر محر کمرے میں داخل ہوتے ہوئے بولے۔
''نی بی کے بجائے مولوی خضر محر کمرے میں داخل ہوتے ہوئے بولے۔
''اس کا دل '' بی بی کے بجائے مولوی ہوئی ہے میرے اعثریا آنے کی پھر بھی نہیں آرہا ملنے۔'' اس کا دل کے لخت برا ہوگیا۔ بجیب می چوٹ دل پر پڑتی محسوس ہوئی۔
''دہ آگر آپ کا ابنا خون ہوتا تو ایسا بے پر وا اور بے مروت ہرگز نہ ہوتا۔'' وہ

یُرسے بنچاتری اورسلیپر پہن کر ہاتھ روم کی جانب بڑھ گئی۔ ''مو۔منہ۔'' مولوی خصر محمد نے اسے سخت فہمائٹی نظروں سے دیکھا۔ بخت فی بی نے سر جھکا لیا اور کا نیتی الگیوں سے بستر کی سلوٹیس ٹھیک کرنے ٹمہ

"کیا ہوا جو میں نے اسے جنم نہیں دیا۔ جنم دینے والی بھی تو ایک عورت تھی ۔ جب اس کی دادی نے اسے میری کود میں دے کر آنکھیں بند کی تھیں تب وہ آٹھ

قدم چیچے ہٹ گیااور چہرے پر پڑی نقاب اتاروی۔ گاڑی سب روی ہے آ مے بڑھ گئی مکرمومنہ کی نگاہیں تو جیسے پیچیے ہی رہ گئی

گاڑی ست روی ہے آگے بڑھ کی مگر مومنہ کی نگا ہیں تو جیسے چیجھے ہی رہ گئ

ہوا کے جھوکوں سے ہلکورے لیتے بھورے بال، چوڑی پیٹانی کے ینچے وو
سنہری آنکھیں، تراشیدہ تیکھی تاک اور بھورے رنگ کی خوشنما داڑھی۔گاڑی دور ہوتی
جلی گئی مگر دہ چہرہ اس کی نظروں سے اوجھل ہو کر بھی اوجھل نہ ہوا تھا۔اسے لگا اس نے
اس محض کو پہلے بھی کہیں دیکھا ہے مگر کہاں؟

شایدلندن میں جب وہ سٹوڈ نٹ تھی یا ہاسپلل میں جب ہاؤس جاب کردہی تھی یا گرکہاں؟ اس کے ذہن پر عجیب سابو جھ آن گرا۔ اس نے تھک کرسیٹ کی پشت پر فیک کر بدن کو ڈھیلا چھوڑ دیا۔ تھکن ہر مسام سے پھوٹی محسوس ہورہی تھی۔ سفید گاڑی اسے ہاسپلل سے دورا تار کرنگا ہوں سے اوجیل ہوگئی مگر وہ کتنی در اس جگہ کھڑی اس عجیب وغریب واقعے پرغور کرتی رہی پھر سر جھٹک کر ہاسپلل کے بجائے کھر چگی ہر سر جھٹک کر ہاسپلل کے بجائے کھر چگی ہر سر جھٹک کر ہاسپلل کے بجائے کھر چگی ہر ہی گھر سے آئی۔

مسلسل کی گھنٹوں کی وجنی اور جسمانی تھکن نے اسے اتنا عثر حال کر ڈالا تھا کہ بستر پر پڑتے ہی نبیند کی وادی میں اتر مئی۔ جب آنکھ کھلی تو بخت بی بی اس کے کمرے میں تھیں۔

''بہت تھک عنی ہو کیا؟'' انہوں نے جھک کر اس کی پیشانی پر بوسہ دیا اور اس کے سر ہانے بیٹے کر اس کا سرسہلانے لگیس۔

''میرا تو خیال تھائم طارق ہاؤس جاؤگی۔زہرہ کا فون تھا، پوچھا تمہارا۔ میں نے کہا بہتو آتے ہی سوئی ہے۔''

ے ہو آنکھیں موندلیں۔ ''ہاں۔ جانا تو وہیں تھا مکر ایس نے پھر آنکھیں موندلیں۔ ''مولوی جی کہدرہے تھے کہ لگتا ہے ہماری بیٹی تو پہلے دن ہی کوئی میجر آپریشن کر کے آئی ہے۔''

وہ بے اختیار ہنس پڑی اور اٹھ کر بی بی کے سکتے میں بانہیں ڈال ویں۔ '' بیخوش فہمی تو انہیں ہوگی تا۔ آخر بیٹی ہوں ان کی۔'' متاسفانہ کہے میں بولی۔ امی کا ہاتھ اپنی ساڑھی کے پلو پر لمحہ بھر رکا، وہ اس کی طرف، پلٹیں۔

''تم نے کنج کرلیا ہے؟''

"کھوں کے سامنے وہ سارے زخمی مجاہد پھرنے لگے جن کے زخموں کا اند مال کر کے وہ آئی تھی۔ اس کی آنکھوں کے سامنے وہ سارے زخمی مجاہد پھرنے لگے جن کے زخموں کا اند مال کر کے وہ آئی تھی۔ جن کونعرہ کجبیر پڑھنے اور جدو جہد آزادی کے بالکل جائز مطالبے پر ٹارچرسیل کا نوالہ بنایا جارہا تھا۔ جنہیں غلام بنانے کے لئے بھیا تک مظالم ڈھائے جارہے تھے۔

ایک ایک مجاہد کا زخم وہ اپنے ول پر لے کر وہاں سے آئی تھی۔ ان کے جذبہ جہاد نے اسے اندر سے جنجموڑ ویا تھا۔ اس کی روح نے ایک ئی کروٹ لی تھی۔ کیسے کیسے زخمی سے گرکسی کے لب پر آہ یا سسکی نہیں تھی۔ بلکہ یوں مسکرامسکرا کراس سے باتمیں کر رہے جوں۔ ہاں۔ وہ سارے رہے جیسے جنت کے باغوں میں بیٹھے خوش گپیاں کر رہے ہوں۔ ہاں۔ وہ سارے جنت کے بی تو مہمان تھے۔ زمین پر اترے سے اسلام کی سربلندی کے لئے۔ اس نے آئیسیں بندکر کے سرصوفے کی پشت پر اگالیا۔

"مومو!" أمى نے اس كے كند هے كو ملكے سے تھيكا۔ "كياسو چنے لكيس بيثى؟"

" سوج نہیں رہی ہوں کیکہ و مکھ رہی ہوں۔ وہ سب کچھ جو بیہ آتکھیں نہیں و کھے اور تا کہ میں نہیں دیکھیں نہیں و کھنا چاہتیں۔ اب سوچنے کا وقت کہاں ہے امی! اب تو میدان عمل میں اتر نے کا وقت ہے۔ اب تو میلمانوں کے یک جا ہو جانے کا وقت ہے۔ "اس کی آ واز بھرا گئی۔

''میرا خیال ہے تم تھک تی ہو۔ آرام بھی نہیں کیا ہوگا تا۔''ای اسے پیار سے کارنے لگیں۔

''ای!''اس نے شاکی نظروں سے انہیں دیکھا اور کرب آمیز احساس کے ساتھاب جھینچ لئے۔

''آرام ،ی تو کرتی رہی اب تک اور اسی بات پروکی ہوں۔ کیا آج کشمیری مسلمانوں کو آرام نصیب ہے؟ کیا راتوں کی نیندیں انہیں میسر ہیں؟ امی بید دھرتی تو کھواتا ہوا لہو بن گئی ہے اور کس دھڑ لے ہے بھارتی حکومت باہر سے پروپیگنڈہ کرتی

سال کا تھا تب سے لے کراب تک میں نے اسے ایک بار بھی اپنی سکی اولاد کے سوال کھھ نہیں سمجھا۔ نہ مولوی صاحب نے۔''

'' آپ بھی خفا ہو گئیں بی بی!'' وہ ول گرفتہ ہو کران سے لیٹ گئی۔خفت اور ندامت کے احساس سے اس کی آنکھیں گیلی ہو گئیں۔

" نہ بیٹی! خفا تو مولوی جی بھی نہیں ہوئے تم سے ۔ ہاں بس تھوڑے وکھی ہو

منے۔ " بی بی نے اس کا سرتھیکا۔

و میں انہیں مناکبتی ہوں۔ میرا مطلب سے ہرگز نہیں تھا بی بی ایمی تو غازی شاہ کی ہے ہوں کی شاہ کی ہوں کمروہ مجھ کی بے پروائی اور بے مروتی کی بات کر رہی تھی۔ استے برسوں بعد آئی ہوں ممروتی میں ہوتی جا سے ملنے بھی نہیں آیا۔ ایک نون تک نہیں کیا۔ بچپن کی وہ معصوم صور تیں بھی کم ہوتی جا رہی ہیں۔ 'وہ پکوں کی لبی جھالروں کو جھیک کرنمی کی دھند کو جھنگنے گئی۔

" چلوچھوڑ و۔ تم ول برا مت کرو۔ وہ آئے گا تو مولوی جی اس کی خوب خبر لیس سے۔ تم منہ ہاتھ دھولو۔ ہیں کھاٹا لگاتی ہول۔ " بی بی محبت بھرے لیجے ہیں بولیس اور اس کا سرتھیک کر کمرے سے نکل گئیں۔

♦......**♦**

وہ'' طارق ہاؤس' آئی تو پاپا ہے مہمانوں میں مصروف تھے۔ وہ انہیں سلام کر کے می کے بیڈروم میں چلی آئی۔ وہ قد آ دم آ کینے کے سامنے کھڑی اپنی ساڑھی کی فال درست کر رہی تھیں۔ وہ کسی دعوت میں جانے کی تیاری کر رہی تھیں۔ نیلے رنگ کی سیاہ بارڈر والی ساڑی میں ان کا متناسب سرایا بہت نیجی رہا تھا۔

" " " " " " " " " انہوں نے آئیے اور مولوی صاحب کیسے ہیں؟ " انہوں نے آئیے میں اس کے انہوں نے آئیے میں اس کے انجر تے عکس کو دیکھ کرمسکرا ہٹ اچھالی۔

سن اوھر ایک دوجینل بدلے پھر دوبارہ آف کر کری اور ریموٹ اٹھا کرٹی وی آن کیا۔ ادھر ادھر ایک دوجینل بدلے پھر دوبارہ آف کر کے ریموٹ ایک طرف ڈال کر اضطراری انداز میں بیڈے اتر گئی۔

''امی! کشمیر کے مسلمانوں پر تو بے حدظلم ہور ہا ہے۔ یہاں کے حالات تو بہت خراب ہیں۔ آخر یہ کب تک چلنا رہے گا؟'' وہ ان کے نزویک دیوار ہے لگ کر

وہ ہاسپول آئی تو کو بتانے اسے آڑے ہاتھوں لیا۔ " بی اچھی رہی۔ اینے گیسٹ کے ساتھ فرار ہو گئیں اور ادھر ہم جناب کی واپسی کی گھڑیاں گنتے رہے۔''

"سوري کوی! مجبوري بي محمد اليي مو گئي تقي-"اس نے چېره اپنے بيك پر جمكا

لیا اور زپ کھولنے گئی۔ ''اوہو۔ مجبوری کمیسی مجبوری؟ کوئی مدما تا راج پوت تو نہیں آسمیا تھا اڑن کھٹو لے میں ۔'' وہ اس برجھ کی ۔

" کوی۔ بہت مار کھائے گی۔ ابھی تیری صحبت کا اثر نہیں ہوا مجھ بر۔ ایسے راج ہوت مجھے ہی مبارک ۔ 'اس نے برس اسے جڑ ویا۔

''ارے۔ایے تو من کے سنگھاس پر اب کوئی راج بوت سج ہی نہیں سکتا۔ بالكل خالى من ہے سونا سونا۔'' وہ تھيكى سى ہنسي ہنس پردى۔

"خریت؟ برکاش سے جھڑا ہو کیا ہے کیا؟" مومنہ نے فداق سے اسے

" جھڑا؟"اس نے ہلکی سانس تھینجی۔

" بيتو بهت معمولي سالفظ ہے۔ يهال تك بات هوتي تو خير ـ " وہ جيسے لسي جذباتی کھے کی گرفت سے خود کو نکالتے ہوئے ہنس دی پھررسٹ واج پر نگاہیں ڈال کر

"اب میں چلوں۔ پہلے ہی ور ہو تھی ہے ادھر باتیں مجھارتے مجھارتے۔ ڈیوٹی روم میں میرے مریض بیٹھے مجھے کوں رہے ہوں سے اور جنگن جی کے سامنے کوئی بھی بنتی (معذرت) نہیں چکتی۔او کے۔'' وہ ہاتھ ہلاتی نکل بھا گی۔مومنہ بھی اپنا سامان سنجال کرکری ہے اٹھ کئی۔

پھرتی ہے یہ شرمناک جھوٹ بولتی پھرتی ہے کہ مقبوضہ تشمیر کے عوام نے الیکٹن کے وریع ابی قسمت کا فیصلہ بھارت کے حق میں کر دیا ہے کین یہاں کے حالات کیا ٹابت کررہے ہیں۔ کیا میا کھنڈ بھارت کا دھوکہ ہیں ہے۔'' وہ رنج اور غصے سے صوفے

" توحمهیں مولوی جی نے اپنے رتک میں رنگنا شروع کر دیا؟" یا یا کمرے میں داخل ہوتے ہوئے برہمی سے کویا ہوئے۔

ودحمهمیں آئے ہفتہ بھر ہوا ہے اور تم نے خود کو ان سیاسی معاملوں میں الجمانا

" پایا! بیصرف سیاس معامله نہیں ہے۔" اس نے بلٹ کر یایا کوشا کی نظروں

'' مجھے بابانے کچھنہیں بتایا۔ میں بھی آنکھیں رکھتی ہوں۔ یہاں میڈیا پرسنسر ہے تو کیا ہوا۔ بھارتی درندوں کے مظالم تو تھلی سروکوں پر دکھائی دیتے ہیں۔''

"اجھابس-"می نے تھبرا کراس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر ہلکا دباؤ ڈالا اور پھرطارق احمہ کا چېره دیکھا۔

" فھیک ہے تم بھی جانتی ہو۔ میں بھی جانتا ہوں بلکہ ہر تشمیری باخبر ہے مر آئندہ تم اس موضوع پر بات نہیں کروگی۔' وہ دبنک کہج میں بولے۔ پھرمی کی طرف

" چلوز ہرہ۔ بہت در ہورہی ہے۔" وہ کمرے سے نکل محے۔مومنہ ان کی اس بے حسی، سنگ ولی پر گنگ سی رہ گئی۔

'' وه تههیں بہت جا ہتے ہیں جان! نہیں جا ہتے کہ تمہیں کوئی گزند ہنچے۔'' ممی اینا برس اشا کراس کے رخسار کوسہلاتے ہوئے بولیں۔

''ایبا کرو۔کو یتا کے پاس چلی جاؤیا پھرنورین کی طرف ہوآؤ۔ بہت دنوں سے وہ مہیں یا و کررہی ہے۔ ول بہل جائے گا۔''

یا پا کی گاڑی کا ہاران بجنے لگا تو می اس کی پیٹانی چوم کر سرعت سے کمرے سے جا گئیں۔ سے چلی گئیں۔

" بھگوان نہ کرے جو کوئی حادثہ آپ کا نصیب ہو۔" ڈاکٹر سٹیل نے جیسے زب کرکہا۔ اس کا بیا نداز مومنہ کو لحظہ بھر شپٹا گیا تا ہم وہ سٹجل کر بوئی۔
" ڈواکٹر سٹیل! کوئی کسی کو زندگی نہیں دے سکتا اور کوئی اس کے لکھے ہے پہلے ہوت ہے موت ہے ہمکنار نہیں کر سکتا اور پھر میں تنہا ہر گر نہیں ہوں۔ میرے ہمراہ میرے لئد کی عظیم ذات ہے جس کی موجودگی کا احساس کسی مسلمان کو بھی تنہا نہیں ہونے بتا۔ اے کسی بھی خوف میں جتا نہیں کر سکتا۔ آئی ایم تھینک فل ٹو یو۔ آپ نے میرے لئے اتن فکر مندی ظاہر کی۔ اللہ حافظ۔" وہ پلٹ گئی۔

ڈاکٹرسنیل اپنی جگہ کھڑا اسے دیکھا رہا۔ جب اس کی گاڑی پارکنگ ایریا سے ملک گئی تو دہ ست قدموں سے پلٹا اور ٹھٹکا۔ کول ستون سے فیک لگائے کو بتا کھڑی تھی۔ پہنے آ دور آل کی دونوں جیبوں میں ہاتھ پھنسائے ایک تمبیر سنجیدگی سے غیر مرکی نقطے کو تک رہی تھی۔ تک رہی تھی۔

''تم نے ویکھائیل! کتنا و شواس تھا' کتنی طمانیت تھی اس کے چہرے پڑ جیسے کوئی بڑی شختی اس کے ہمراہ ہو۔ ڈاکٹر سنیل! بیصرف مومنہ کے چہرے پر ہی نہیں میں نے ہرکشمیری مسلمان کے چہرے پر ایبا ہی وشواس ای شکتی کو دیکھا ہے۔' اس نے ایک مہری سانس بحر کر آ تکھیں بند کرلیں بحر مجروح انداز میں مسکرانے گی۔

''پرکاش میری الیم با توں سے نالاں رہتا ہے۔ مجھے مور کھ خیال کرتا ہے۔ کیا میں مور کھ (احمق) ہوں سنیل؟''اس نے آنکھیں کھول ویں مگر راہداری سنسان تھی۔ اکٹر سنیل وہاں ہے جاچکا تھا۔

''شایدتم بھی مجھے مور کھ خیال کررہے تھے۔'' اس کے لیوں کے کوشے میں بھلی مسکرا ہٹ کہری ہوگئی محردوسرے بل یوں سکڑ گئی جیسے کھلنے دالے پودے کوکوئی جڑ سے اکھاڑ سینے کے۔

اس کے دھیان کی روماتا جی کی طرف دوڑ گئی۔انہوں نے جاتے سے اسے ماسی تاکید کی تھی کہ دوہ جوں ہی فارغ ہوسیدھی کھر چلی آئے۔کہیں بازار یا اھرادھر نہ فل جائے کیونکہ خالی خالی کھر انہیں کا شنے کو دوڑتا تھا۔

وہ کیا بتاتی ماتا جی کو کہاے تو وہ گھر اس دفت بھی ایسے ہی کا شنے کو دوڑتا

''آپائی جاری ہیں۔میرا مطلب ہے بالکل تنہا۔'' وہ بےاختیاراندنے والی مسکرامٹ کونیہ چھپاسکی۔

''میں مجی نہیں سنیل صاحب! میں تو روز ہی اکیلے جاتی ہوں۔''اس نے چابی نکال کر بیک شانے پر لٹکا لیا۔

''میں اس کارن کہہ رہا ہوں کہ شہر کے حالات اچا نک خراب ہو مجے ہیں اور ان حالات میں آپ کا تنہا جانا مناسب نہ ہوگا۔'' ڈاکٹر سنیل کا اس طرح تشویش میں بتلا ہونا مومنہ کے لئے خاصی جیرت انگیز بات تھی۔ تاہم وہ اپنی جیرت ظاہر نہ کرتے ہوئے ہوئے ہوئے ہوئے ہوئے ہوئے سے مسکراوی۔

''اس اطلاع کاشکریہ محراب تو مجھے ہرتئم کے حالات سے واسطہ پڑے گا اور مجھے نہا ہی فیس کرنا پڑے گا۔ بیآنا جانا تو میرے روز کامعمول ہے اور یوں بھی میرے پاس میری اپنی کنونیس ہے۔''

' ہاں۔ مر پھر بھی۔ اگر آپ کو مجھ پر شواس ہوتو میرے ساتھ آ جائے۔ میں آپ کو ڈراپ کر دیتا ہوں۔ اور۔''

''تھینک ہوڈاکٹر سنیل!'' وہ اس کی بات پوری ہونے سے پہلی ہولی۔ ''کیا میرے نصیب کی کسی کولی کوآپ ردک لیس سے؟ اگر کوئی حادثہ میری '' قسمت میں لکھا ہوگا تو آپ اے ٹال سکیں سے؟'' ہے۔
'' مجھے خوشی ہے کہتم نے آج خود اپنی آنکھوں سے سب دیکھ لیا اور اپنے دل یر آجے کے طرح محسوں کیا۔'' یرآ ملے کی طرح محسوں کیا۔''

"بابا!" مومنہ نے تڑپ کرانہیں دیکھا۔ مولوی صاحب کے لیجے اور آنکھوں میں جانے کیا تھا۔ اس کے لب کچھ کہنے کی خواہش میں کپکیا گئے۔ اسے لگاکس نے اس کے دل پرضرب لگائی ہو۔ جوروح تک میں کھاؤ ڈال گئی ہو۔ دوجی ہوں جو روح تک میں کھاؤ ڈال گئی ہو۔

''تو کیا آپ جھے ہے ہے جسی کی تو قع کررہے تھے۔'' وہ بے پناہ و کھ کے ساتھ فرش سے اٹھتے ہوئے مولوی خطر کود کھنے گئی۔ ''میری رکوں میں آپ کا خون نہیں ہے اس لئے آپ ایبا سمجھتے رہے کہ

۔ دونہیں۔ نہیں مومنہ۔'' مولوی خصر محمد نے یکا کیک نرمی ہے اس کے شانے پر بنا ماز و پھیلا لیا۔

،'' بجھے نہ تمہارے خون پر شک ہے نہ اپنی تربیت پر مگر۔'' وہ پچھ کہتے ہوئے پچکیانے لگے۔

''مگرید کہ۔آپ سوچ رہے تھے کہ مغرب کی آزاد فضاؤں میں رہ کرآنے والی ایک سرجن کی آنکھیں بھلاکشمیریوں کے دکھ پر کیسے آنسو بہاسکتی ہیں۔اس کا دل مغرب کی آلودہ فضاؤں سے اتناشتی ہو گیا ہوگا کہ ان مظالم پرسسک ہی نہیں سکے گا۔ ہے تا بابا؟ یہی سمجھ رہے تھے تا آپ؟'' دہ خود آزاری کیفیت میں ہنس پڑی۔

''مومنہ بٹی!'' مولوی صاحب کا ہاتھ اس کے شانے پر کرزنے لگا۔ جسے کرب سے گزرتی مومنہ نے جھٹک دیا۔اس کا ول دکھ کی اتھاہ میں ڈوبتا جارہا تھا۔

" آپ نے مجھے گورنمنٹ ہاسپل جوائن کرنے سے نہیں روکا۔ مجھے ایک بار بھی نہیں کہا کہ میری مسیحائی سمیری مسلمانوں کے لئے ہونی چاہئے۔ ایک بار بھی۔ ایک بار بھی جھے سے سری مگر کے حالات پر تبعرہ نہیں کیا۔ اس لئے تا کہ آپ کے خیال میں میں طارق احمد کی بیٹی ہوں اور انہی کی طرح مادہ پرست ہوں گی۔' اس کی آ واز بھرا گئی۔ بخت بی بی تڑپ کر اس کی طرف برحیس مگر وہ کرسی پر گر کر اس کی پشت سے چہرہ نکا کر بخت بی بی تڑپ کر اس کی طرف برحیس مگر وہ کرسی پر گر کر اس کی پشت سے چہرہ نکا کر

تھا جب بھرا پراتھا۔ جب اعیتا کی شادی نہیں ہوئی تھی۔ جب رمیش اور بھائی رادھا کینیڈا نہیں گئے تھے۔ جب ماتا تی ہر وفت اپنے پیروں سے یہاں وہاں بھاگئی دوڑتی تھیں۔ جب پرکاش ہر روز آتا، خوب ہنی خداق کرتا۔ اسے اپنی بائیک پر بٹھا کر سرکوں پر لئے لئے بھرتا رہتا مگراس کی آتما کواس وفت بھی آنند نہیں تھا۔ اس کے من کو اس کی آتما کواس وقت بھی آنند نہیں تھا۔ اس کے من کو اس کی آتما کواس وقت بھی آنند نہیں تھا۔ اس کے من کو اس کی آتما کواس وقت بھی آنند نہیں تھا۔ اس کے من کو اس کی آتما کو سے کی تلاش تھی۔

شايدآ نندې کې ـ

♦..... ♦..... ♦

مومنه کھر پنجی تو بخت بی بی نے سکون کا سانس لیتے ہوئے اے خود ہے لگا

" الله تيراشكر ہے۔ ميرا دل تو سها جا رہا تھا۔ شہر كے حالات مجھ تھيك نہيں ہيں تا۔" ہيں تا۔"

" " بیخونه نبیل نی نی! بلکه بهت زیاده خراب ہیں۔" اس نے شولڈر بیک اتار کر ایک طرف پھینکا اور فرش پر بیٹھ کر سینڈل اتار نے لگی۔

"برجگہ بھارتی فوجی درندے مظاہرین پراندھا دھند فائرنگ کررہ ہیں۔
کوئی انہیں رو کنے والانہیں۔ آخر ۔۔۔۔ آخر کیا حق پہنچتا ہے انہیں حق کی آواز کو دبانے کا۔
سری مگر کے سارے اخبارات پر سنسر عائد کر کے سرکار سمجھ رہی ہے کہ وہ لوگوں کو بے خبر
رکھنے میں کا میاب ہوگئی ہے مگر ان کی درندگی تو تھلی سڑکوں پر دکھائی وے رہی ہے۔ کس
طرح یہ فوجی بھیڑئے نہتے مسلمانوں پر قہر بن کرٹوٹ رہے ہیں۔ "غم و غصے کی لہریں
اس کے اندر سے اٹد رہی تھیں۔ اس نے سینڈیلیں صوفے کے بیچے کھسکا دیں اور دل
مرفقی سے نی بی کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔

''قلم کی انہا ہے نی نی اظلم کی انہا۔' ''یدمظالم تو اب تشمیر یوں کے لئے روز کامعمول ہیں۔ تشمیری مسلمان تو اس ہے بھی بردے برے کھاؤسہہ رہے ہیں جنہیں دیکھ کرمضبوط سے مضبوط دل بھی لرز کے رہ جاتے ہیں۔'' مولوی خصر محمد اندر داخل ہوتے ہوئے بولے اور مومنہ کا چہرہ ویکھا جہاں ایسا بے چارگی آمیز کرب پھیلا ہوا تھا جوعمو ما حالات پرسوج بچار کے بعد پیدا ہوتا

رويزي

مولوی خفنرمحمہ کا چہرہ ندامت سے دھندلا ہونے کے بجائے اس فرح چیک اٹھا کو یا تھنے بادلوں سے یک لخت چیکٹا سورج نکل آئے۔

مومنہ کے دماغ میں جھکڑ چل رہے تھے۔اسے لگا وہ خودا پی نظروں میں گرگئی ہو۔ وہ مولوی خصر محمد کو کیسے بتاتی کہ وہ ان حربت پہندوں، ان مجاہدوں کوایک لحظ بھی نہیں بھول بائی ہے جن کا علاج وہ کر کے آئی تھی۔ جن کے جذبہ جہاد نے اسے اندر سے جعنجھوڑ ڈالا تھا۔ ان کی عزت ان کی عظمت کو وہ اپنے ول میں سمیٹ کرلے آئی تھی جوائی دھرتی کی آزاوی کے لئے جواسلام کی سربلندی کے لئے اپنا آپ قربان کر دینے بر کمربستہ تھے۔

تصور میں وہ مسخراڑ اتی 'سنہری آگھیں بھی اب تک ذہن وول پر چھائی ہوئی مخیس ۔ وہ طنز میں ڈو بے جملے اور جمک آمیز رویۂ کیک گخت اس کے اعصاب پر زبردست ضرب پڑی۔ ذہن میں کوندا سالیکا۔

وہ سنہری آنگھیں۔ ستواں کھڑی سرخ ناک۔ تیز سرخ ہونٹ سب مل کر ایک مانوس می تصویر میں ڈھلتے جلے مسجے۔

اس کے بھل بھل بہتے آنسو بلکوں پر تھبر مجے۔اسے لگا اس کے دماغ میں کسی ۔ نے وزنی بم رکھ ویا تھا۔ جواجا تک بھٹ محیا ہو۔

وہ کری ہے جھکے سے آتھی۔ ''بابا غازی شاہ کہاں ہے؟'' اس کا سوال غیرمتوقع تھا یا اس کا بلاکا اعتماد مولوی خصر محمد لحظہ بھر کے لئے بلکیں جھیک نہ سکے۔اسے ویکھتے رہ محملے بھرنظریں جرام کئے۔تب بخت بی بی بولیں۔

''وہ سری تکر سے باہر ہے۔''

''نہیں نی بی!' اس نے ہاتھ اٹھا کر بخت بی بی کو بو لئے سے روک دیا۔ ''نہ وہ ملک سے ہاہر ہے نہ سری تگر سے۔ وہ پہیل ہے ای خطے ہیں۔' اس کا لہجہ اتنا مضبوط اور منتحکم تھا کہ مولوی خصر مجمد بے اختیار مسکرا اٹھے۔ پھر آ مے بڑھ کر انہوں نے اسے بہت نری سے تھام لیا تگر وہ کسی کم سن ناراض بیچے کی طرح یونہی روشی روشی سی کھڑی رہی۔ کھڑی رہی۔

''ہاں۔ وہ کل شام کوآیا تھا اور اس نے مجھے سب کھے بتا دیا۔ میں اس پر بہت برہم ہوا۔ بہت ڈانٹا ہے اسے کہ اس نے تمہارے ساتھ الی حرکت کیوں کی؟''

''وہ۔ وہ غازی۔ غازی شاہ ہی تھا نا۔' مارے تخیر کے وہ زور سے پیخی۔ دوسرے بل جلدی سے ہونؤں بہتھلی جما دی مگر چہرے پر وہ رنگ اترے کہ چھپائے نہ چھپے۔خوش ۔ حیرت۔ بینی۔ انجھن نے اسے اپنی گرفت میں لے لیا۔ اسے اپنی گرفت میں لے لیا۔ اسے اپنی آب کوسنجالنا مشکل ہونے لگا۔

''ال وہ غازی شاہ ہی تھا بالکل پاگل لڑکا ہے۔ تہہارے آنے کے دن گنتا رہتا تھا گر انقاق سے ایبا ہوتا رہا کہتم چیٹیوں میں ہفتے دو ہفتے کے لئے آئیں اور وہ سری گر میں موجود نہ ہوتا۔ اس بار تہارے آنے کا اے علم تھا۔ تہہارے خطوط وہی تو پڑھ کر مجھے سنا تا تھا۔ تم نے مغرب کی بہت تعریفیں کی تھیں۔ دہاں کے ہاسپطلو کے وسیلن، صفائی تقرائی اور دوسری کئی با تیں۔ شایداس نے تہہاری ان باتوں سے بہی تیجہ افذکیا کہتم پرمغرب کا جادو چل گیا ہے۔ مادہ پرسی غالب آگئ ہے۔ اس کے بعداسے افذکیا کہتم پرمغرب کا جادو چل گیا ہے۔ مادہ پرسی غالب آگئ ہے۔ اس کے بعداسے تہماری فیرموجودگی میں میرے پاس آیا تھا اور مجھے روک دیا کہ میں تہہیں تہمارے اپنی تہماری فیرموجودگی میں میرے پاس آیا تھا اور مجھے روک دیا کہ میں تہہیں تہمارے اپنی میں میں ہوگئی ہوگئی ہوگئی ہوگئی کے میں آؤ گی ۔ اس کی بیر کت بالکل فیر شہیں بہاں کے مطمانوں سے کیا ہمدوی ہوگئی محض ایک سرجن کے دوپ میں آؤ گی اور اپنی بیر کت بالکل فیر گی ادر اپنی باپ کی طرح بیب بیانے کی مشین بن جاؤگی۔ اس کی بیر کت بالکل فیر ادادی تھی۔ شایداس کے ذہن میں کہیں یہ ہو کہ۔'' مولوی خصر محمد ہو لئے ہولئے جب ہو ادادی تھی۔ شایداس کے ذہن میں کہیں یہ ہو کہ۔'' مولوی خصر محمد ہو لئے ہولئے جب ہو کے۔ دہ آنو ہو شخصے ہوئے کی دم وکھی انداز میں ہنس پڑی۔

" میں بابا! میں نداق میں بھی خود پر بے حسی، غداری اور مادہ پرتی کالیبل جسیان کروانا پیند نہیں کردں گی۔ کتنی غلط سوچ ہے اس کی میرے بارے میں۔' اس نے تاسف سے سکی بھر بلکی می سانس بھرتے ہوئے ہوئے۔

"میں ۔نے اس پیٹے کو پرآسائش زندگی کے لئے نہیں اپنایا۔ میرا خواب دولت، سٹیٹس اور بلندسوسائٹ کانہیں ہے۔ بے شک میں اپنی ایجوکیشن کے دوران میں دولت، سٹیٹس اور بلندسوسائٹ کانہیں ہے۔ بے شک میں اپنی ایجوکیشن ہے۔ دوران میں یہاں کے مسلمانوں کے حالات سے بے خبر رہی۔ یہ میری غفلت ہے۔ کوتاہی ہے۔

مومنہ طارق کی گاڑی ان مانوس راستوں پر گامزن تھی جہاں اے اغوا کر کے ۔ واجنبی لے کر مکئے تھے۔ کچھ دشواری کے بعدا ہے وہ پرانی عمارت دکھائی دی۔

اس نے گاڑی ایک کنارے پر دوک دی۔ عمارت پھھ اس ڈھب کی تھی کہ سے اندر جانے کا کوئی راستہ دکھائی نہ دے رہا تھا۔ وہ پریشان کی اطراف کا جائزہ لینے لگی کہ یک دم عقب سے کسی نے اس کی پہلی میں ریوالور کی نال چبھو دی۔ اس کا دل براساں ہو کر لحظہ بھر سینے کی دیواروں میں دب کر رہ گیا پھر اللہ کا نام لے کر اس نے براساں ہو کر لحظہ بھر سینے کی دیواروں میں دب کر رہ گیا پھر اللہ کا نام لے کر اس نے براساں مجتمع کرتے ہوئے رخ موڑا تو اطمینان کی لہراس کے اندر تک اتر گئی۔ وہ طلحہ احمد فا۔ دہ بھی اسے دیکھ کرچونکا۔

" مرجن آپ يهال؟ خود سے " اس نے ريوالور سرعت سے اس كى پلى سے مثاكر اپنى پلى ميں اڑس ليا۔

وہ اس کی جیرت کا کوئی جواب سوچتی کہ اچا تک اس کی ساری توجہ اس برگد کے درخت پر جائفہری جس کے مضبوط نے کی تھوہ سے ایک فخض برآ مہ ہوا تھا۔ وہ بھی اللحہ احمد کے ساتھ کسی اجنبی لڑکی کو د بکھ کر بو کھلا کر رہ گیا تھا اور بڑی تیزی سے جیب سے بیالور نکال کرلوڈ کرنے لگا۔ اس کی تھبرا ہے اور بو کھلا ہے بے معنی نہیں تھی۔ بیالور نکال کرلوڈ کرنے لگا۔ اس کی تھبرا ہے اور بو کھلا ہے بے معنی نہیں تھی۔

مومنہ اب اسے نہیں بلکہ اس سنے کود کھے رہی تھی جہاں سے وہ نکلاتھا۔ طلحہ احمد کے لئے بھی بیسورت حال خاصی تا موارتھی۔ تا ہم اس نے اپنے اس رفیق کو پچھ نہیں کہا سے اشارے سے ریوالور واپس جیب میں رکھ دینے کو کہا۔

'' میں تمہارے لیڈر سے ملنا جا ہتی ہوں۔'' وہ بھی اپنی جیرتوں کوسمیٹ کرطلحہ نمر سے مخاطب ہوئی۔

> جواباً طلحہ احمد بڑے عجیب سے انداز میں مسکرایا۔ ''ان سے ملنے کیلئے آپ کو انتظار کی زحمت اٹھانا پڑے گی سرجن۔'' ''کیا مطلب؟''

''مطلب بیرخانون! کہ جب وہ تھم کریں عمے ہم آپ کو ہاسپلل سے لے نمیں سے۔''اس نے بڑی سنجیدگی سے اس کا تمسخراڑا تا جاہا۔ ''شث اب۔''اس کا منہ لال ہو گیا۔''میں غازی شاہ سے ابھی اور اس وقت دراصل وہاں میڈیا پرمسلمانوں کوخصوصاً مجاہدوں کو دہشت گرد کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ ان پر ڈھائے جانے والے مظالم کوخفی رکھا جاتا ہے۔ بہر حال میں اپنی کوتا ہی مانتی ہوں مگر۔ مگر غازی شاہ نے میرے ساتھ جو کچھ کیا ہے اس کی سزا ضرور ملنی چاہئے۔ کیوں بی بی!' وہ بچوں کی طرح مجل گئے۔ بخت بی بی نے اسے لیٹالیا۔

"فرور سزا ملی و اس بدمعاش کو۔ اسے تو مرور سزا ملی عاصور سرا ملی عاصور سرا ملی عاصور سرا ملی عاصور سرا تو آپ کوجمی عاصور سری مومو کو اتنا ذہنی ٹارج کیا اور مجموسزا تو آپ کوجمی ہونی جائے جی !" بی بی بلیٹ کرمولوی خصر محمد پر یک دم مجرد کئیں۔

'''اس بدمعاش کے ساتھ مل کر آپ نے میری بچی کو سبھنے میں غلطی کی۔ آپ کو کیا خبر کہ میری بچی کو سبھنے میں غلطی کی۔ آپ کو کیا خبر کہ میری بچی کا دل کشمیر کی طرح خوبصورت ہے۔'' مولوی خصر محمد ہنس دیئے۔

♦..... ♦ ♦

آج سری مگر کی سر کول پر ہوکا عالم تھا۔کل احتجاجی مظاہرے کے باد جود کر فیو نافذ نہیں کیا گیا تھا۔ شاید دن بھر کی خاموثی اور کسی مظاہرے کے نہ ہونے کے سبب سے یا بھر بھارتی حکومت کو بدنا کی کا اندیشہ تھا۔ حالا نکہ اپنی نام نہاد نیک ناک کوتو وہ بچاس سال پہلے ہی ختم کر چکے تھے۔کون نہیں جانتا کہ شمیر کے عوام سے وعدہ کیا گیا تھا کہ "جب شمیر میں حالات معمول پر آجا کیں گے تو بین الاقوا کی کمفن کی محمرانی میں کشمیری عوام سے بدرائے کی جائے گی کہ وہ اپنامستقبل بھارت سے وابستہ کرنا چاہتے ہیں یا پاکستان کے ساتھ شامل ہونے کو ترجے دیں گے۔''

یہ دہ بنیادی حق ہے جس کا مطالبہ کشمیری عوام پچاس سال سے کرتے ہلے آئے ہیں اور اس آ واز کو دبانے کے لئے کشمیر میں ہندوستان کی ساڑھے سات لاکھ درندہ صفت فوج نہتے کشمیر ہوں کی بوٹیاں نوچ رہی ہے۔ ہزاروں خواتین کی عصمتیں یا مال کر رہی ہے گر پھر بھی حق کی آ واز کو دبانہیں سکی۔

کل ہونے والے مظاہرے میں کتنے بے گناہ مسلمان شہید ہوئے تھے اس کا محصلہ کے تمام اخبارات پر سنسر عائد تھا اور دوسرے محصلہ کھیک سے کسی کوعلم نہیں تھا۔ ایک تو سری تکر کے تمام اخبارات پر سنسر عائد تھا اور دوسرے شہروں کے اخبار کی آمدور فت بھی ممنوع تھی جبکہ بی بی سی کوعمو ما ایسے مواقع پر جام کر دیا ، جاتا تھا۔

''اوہ۔' وہ ہلکی می سانس بھر کر پلکیں جھکا گئی اور پچھ مجوب می ہوگئی۔ غازی شاہ کے علاوہ دوسر بےلڑکوں کی موجود گی کا احساس کر کے اس کے گال انے لگے۔

طلحه احمد کو نگا جیسے شیرنی بل بھر میں اپنا طنطنہ بھول گئی ہو۔ ابھی پچھ دیر پہلے وہ جس طراری اور غصے کا مظاہرہ کر پچکی تھی غازی شاہ کے سامنے سارا غصہ جھاگ کی طرح ببیضتا دکھائی دیا۔

''طلحہ تم پہلے اس گاڑی کوٹھکانے لگاؤ۔ پلیز مومنہ'' اس نے اپنی چوڑی سرخ ہفیلی اس کے سامنے پھیلائی تو اس نے بغیر حیل و جمت جابی اس پررکھ دی۔
وہ اب تک جیسے ایک سحر میں تھی۔خوشگواری اس کے اندر پھلجو یوں کی طرح پھوٹ رہی تھی۔ ایک خوب صورت دمکتا رنگ وہ غازی شاہ کی آ تکھوں میں بھی دیکھ چکی تھی جو اے یہاں دیکھ کر ابجرا تھا جس میں ستائش تھی قبولیت کی سندتھی اور ایسی ہی خوشگواری تھی جو وہ اپنے تن من سے ابجرتی محسوس کر رہی تھی۔

وور میں بہاں اس طرح نہیں آنا جائے تھا۔ یہ بہت غیر محفوظ علاقہ ہے اور مجر بیجھا کرتے ہوئے کوئی بھی یہاں تک آسکتا تھا۔ آؤ میرے ساتھ۔ وہ اپنائیت کے اس احساس کے ساتھ اس کا ہاتھ تھا م کر جلنے لگا۔

مومنہ ایک عجیب اُحساس کے خصار میں گرفتار اس کے ساتھ چلنے گئی۔ یہ وہی راستہ تھا جہاں اسے ریوالور کی زو میں لایا عمیا تھا گر آج وہ جیسے ستاروں پر چل رہی تھی کو کہاس روز بھی اس کی دھڑکن غیر معمولی تھی اور آج بھی گر اس دھڑکن کے شور میں آج کوئی خوف کوئی وہشت نہیں تھی۔ یہ بوسیدہ عمارت کا تہ خانہ تھا جو گئی کمروں پر مشمل تھا جس میں اسلحہ خانہ بھی تھا۔ زخمیوں کو امداد و بینے کا سامان بھی تھا اور رہائش کی ادنی سہولیات بھی تھیں۔

وہ اسے ایک ہال نما کمرے میں لے آیا جو خالی تھا۔ ایک میز کے سامنے خالی کری پر مومنہ کو بٹھا کر وہ خود اس کے مقابل کی خالی کری پر سنجل کر بیڑھ گیا۔ دونوں کے درمیان ایک چھوٹی مگر اونچی میزتھی جس کی کھر وی سطح پر مومنہ طارق نے اپنے لرزتے ہاتھ رکھ دیئے تھے۔ وہ اب تک ایک سرخوشی کے عالم میں تھی۔

ملنا چاہتی ہوں۔ "اس کا لہج قطعی بے کچک تھا اور تھکم آ میز بھی مگر طلحہ احمد اور اس دوسرے الا کے واس کے لیجے سے زیادہ اس کے منہ سے "غازی شاہ" کا نام ورطۂ جیرت میں رفیل گیا۔ چونکہ اس نام سے سوائے قریبی عزیز اور دوستوں رفیقوں کے کوئی واقف نہیں تھا۔ طلحہ احمد کا چہرہ بڑی تیزی سے تناؤ کا شکار ہوا تھا۔ اس کی آنکھوں میں تشویش کلیلانے گئی۔ وہ کچھ پرخیال انداز میں اسے دیکھنے لگا پھر دوقدم پیچھے ہے کر اس کی کلیلانے گئے۔ وہ کچھ پرخیال انداز میں اسے دیکھنے لگا پھر دوقدم پیچھے ہے کر اس کی گاڑی میں جھانکنے لگا۔

" الحلی احمد! مجھ پر یہ فابت کرنے کی کوشش مت کرو کہ تشمیر کی آزادی کے خواہش مند صرف تم لوگ ہو۔ قربانیاں تم ہی دے سکتے ہو۔ بھارتی درندوں کی نفرت صرف تہاری رکوں میں آگ بن کر دوڑ رہی ہے۔ ہرگز نہیں بلکہ ہر تشمیری مسلمان ای نفرت میں جسلس رہا ہے۔ میں مومنہ طارق احمد، تنہارے کما نڈر غازی شاہ سے یہی کہنے آئی تھی۔اسے کہددینا کہ اس جدوجہد میں میں بھی شامل ہوں۔ "دہ غصے سے لال بھبوکا چہرے کے ساتھ ہی بلخی گر و ہیں منجمد ہوگئی۔ اس کے اعصاب پر ایسا اثر ہوا جیسے سخت آئر ہو ہوئے تاروں کو درمیان سے کوئی کاٹ دے اور وہ ڈھیلے پڑجا کمیں۔

'' خوش آمدید مومند!''اس کی ہیروں کی طرح دکمتی سنہری آنکھیں مومند کی چٹم خوش سے گرا کر اس کے چہرے کو انو کھے احساس سے سرخ کر گئیں۔ نیلے رنگ کے شلوار سوٹ میں وہ دونوں ہاتھ سینے سے باند ھے دوستانہ مسکراہٹ کے ساتھ کھڑا تھا اور مومند کی رگ رگ کو بیمسکراہٹ بیآ تکھیں چھو گئیں۔

ا ہے دفعنا تمحسوں ہوا جیسے اس کے سینے میں موجود ول زبروست انقلاب سے دوجار ہونے لگا ہو۔ اس کی ساری ہستی تندموجوں میں آئی کشتی کی طرح ڈول کررہ گئی

ہوں ہے ہیں کی تصویر جو معدوم ہوتی چلی جاتی رہی تھی' کیک دم توانا ہوکر جس خوب صورت رنگ میں ڈھل کر سامنے آئی تھی اسے نہ صرف دل کوسنجالنا مشکل ہوگیا بلکہ فرط مسرت سے توت کویا کی بھی چھن گئی تھی۔ وہ جانے محویت کے عالم میں اسے کب تک مسرت سے توت کویا کی تھا ہے کہ تاکہ دیون کئی تھی۔ وہ جانے محویت کے عالم میں اسے کب تک دیکھتی رہتی کہ غازی شاہ کی آ داز اسے عالم مدہوثی سے عام خود شناسی میں لے آئی۔ ''سرجن مومنہ میں اور میرے رفیق تمہیں خوش آ مدید کہتے ہیں۔''

''مومنہ! بابا ہے میری رات کو بات ہوئی تھی۔ انہوں نے جھے بہت ڈانٹا۔ انہوں نے مجھے یہ بھی بتایا کہتم میرے رویے پر بے حدد کھی ہوئی ہو۔ مجھے سے خفا ہو۔ سیجے پوچھومومو! مجھے یقین نہیں آرہا کہ''

" کہ میں بھی اپنے دل میں کشمیریوں کے لئے ایک نرم گوشہ رکھتی ہوں اوریہ کہ میں مادہ پرست نہیں ہوں۔' وہ اس کی بات کاٹ کراستہزائیا نداز میں ہنی۔ "دنہیں نہیں مومنہ۔' وہ کویا تڑیا اٹھا۔

''خدارا جھے غلامت جھو۔ار پورٹ پر میں پہنچ نہیں سکا۔ یقین جانو باد جود چاہئے کے میں یہاں سے نگل نہیں سکا۔اس کے بعد تم سے ملنے کو بے قرار تھا مگر پہ چا کہ کہ م طارق ہاؤس کی ہو پھر تمہاری سرکاری جاب کا سن کر ول بجھ سا گیا۔ یوں لگا امید کی جو چاور بن رہا تھا اس کا کوئی ٹا نکا نکل گیا ہواور چاورادھ نی چی سا گئی ہو۔اس کے بعد تم یہاں آئیں۔ تمہیں یوں بلوانا میری بالکل غیر انقیاری حرکت تھی۔ تمہیں است سالوں بعد اپنے روبرو و کھے کر میرے اندر کیے کیے طوفان اٹھے تھے گر جھے اس وقت شدید تکلیف ہوئی جب تم جھے و کھتے ہی بہچان نہ پائیں۔ میں نے نقاب ہٹا کر بھی صرف تمہارے چرے پر اجھن ہی دیکھی۔ بہچان کے رنگ ندو کھے سکا۔ یہ ساری با تمی میرے دل کے میرے لئے اعصاب شکن اور ول برداشتہ کر دینے والی تھیں گر پھر بھی میرے دل کے میرے دل کے میں امید کی لوجگی رہی تھی۔ میں خود کو ناکا م محسوں کر رہا تھا ٹا مید نہیں اور جب بابا نے کل جھے بتایا کہ تم نے نہ صرف جھے بہچان لیا ہے بلکہ تھی ہرکے لئے تمہارا ول اتنا ہی گداز ہے جتنا ہونا چاہئے تو بس مت پوچھومومو! میں مارے خوثی کے دیوانہ ول اتنا ہی گداز ہے جتنا ہونا چاہئے تو بس مت پوچھومومو! میں مارے خوثی کے دیوانہ ہو جاتا۔ میرا دل چاہا ای وقت او نے تی تیقے لگا کرا پی بے پایاں مسرت کا اظہار کروں۔'

اس نے فرطِ جذب سے اپنے وونوں گرم ہاتھوں میں اس کے تن بستہ نازک ہاتھ جکڑ لئے۔ اس کے رویے کی بے ساختگی اور جذبوں کی شدت نے کخلے بھر کے لئے مومنہ کو جیران کر دیا۔ دوسرے بل وہ ایک ول فریب احساس میں ڈوب گئی۔ کتنے بل وونوں کے درمیان سنسنی خیز خاموشی طاری رہی پھر وہ سنجل کر بولی۔ ''غازی! میں بھی ہر شمیری مسلمان کی طرح اپنی حیات کا ہر لمحداس کی آزادی کے بولی۔ ''غازی! میں بھی ہر شمیری مسلمان کی طرح اپنی حیات کا ہر لمحداس کی آزادی کے

کے مرف کر دینا جائی ہوں۔ جمعے بھی موقع دو کہ جس اپنے پروفیشن ہے اس کھوئی دھرتی کی آگ بھاسکوں۔'' دھرتی کی آگ بھاسکوں۔'' دھرتی کی آگ بھی بہاسکوں۔'' فداخمیس سلامت رکھے موسد! میری عمر بھی حمیس لگ جائے۔ جس زعرہ رہوں یا نہ رہوں تم اپنی آنکموں ہے اس دھرتی کی ما تک جس آزادی کی افشاں چکتی دکھے سکو۔ کشمیر بنے گایا کتان! بہ نعرہ میری قبر پر ۔۔۔۔''

"تمہاری زعر کی جھے اپنی زعر کی ہے بھی زیادہ عزیز ہے۔ "وہ یہ کہتے ہوئے سرجمکامنی۔

عازی شاہ چھ لیے اے دیکھا رہ کیا۔ اس کی چٹم خش میں پھیلنے والی نی کو دیکھنے گا۔ اس کی چٹم خش میں پھیلنے والی نی کو دیکھنے لگا۔ بڑے بہ ساخت پن کے ساتھ اس نے موسد کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں جکڑ لئے اور کری ہے اشا مگر دوسرے ہل مجھ خفیف سا ہو کراپنے ہاتھ کھنے کراپنے سنے پہا کے اور کری ہے اشا مگر دوسرے ہل مجھ خفیف سا ہو کراپنے ہاتھ کھنے کراپنے سنے پہا ہم ساتھ لئے اور ایک گھری سانس کھنچے ہوئے اپنی بشری کمزوری پر قابو یا لیا۔

" کھیریوں کے مقدر میں سامیاں بحری جاری ہیں۔ان کے لیوں سے ہلی چین لی گئی ہے۔ ان کے لیوں سے ہلی چین لی گئی ہے۔ خوشیوں کے سارے دروازے ان پر بند کر دیئے گئے ہیں مرہم آج بھی بھی کہتے ہیں اور کہتے رہیں گے کہ ممیرکا الحاق بھارت کے ساتھ مکن جب سے

كازك باته اينااعماد بإرب تعد

اجا تک اس نے گمبرا کراہے ہاتھ کھنٹی لئے اس گرفت سے جواس کے دل پر بھی مضبوط ہوتی جاری تھی۔حیاہے اس کی میکیس جھکتے گئیں۔

طلحہ احمد اعدر داخل ہوا تو عازی شاہ اس خوب صورت منظرے نظریں ہٹانے رمجبور ہو کمیا۔

"آؤآؤ الطحدائ م ایک ذبین سرجن کے ناتے تو جانے عی ہو مے مگریہ نہیں جانے کہ مدسی مسلم اہم کی ایک نہیں جانے کہ میں مسلم اہم کی اللہ کا اور کی شاہ کے سرخ لیوں کی تراش میں معم کی مسلم اہم کی کی طرح کوند می ۔ اس نے جملہ ادھورا جھوڑ کر بیزی ملائم نظری مومنہ کے چیرے پر ڈالیس پھر طلحہ احمدے تناطب ہوا۔

"طلحد بھین کے تعش بہت گرے ہوتے ہیں۔ مٹائے تیل منتے اور جب کوئی مٹانا بی نہ چاہد بیش منتے اور جب کوئی مٹانا بی نہ چاہے تب ریقش روشنی بن کر اجرتے ہیں اور وجود کوچاروں طرف سے گھر لیتے ہیں۔ اندر باہر ہمارا منور ہو جاتا ہے اور پھر ای روشنی میں آپ اپتا باقی سنر طے کرنا چاہتے ہیں۔

'' طلح، انبیت ادر محبت تو بہت چھوٹے سے الفاظ ہیں۔ اگر میں کھوں کہ جھے موسنہ سے محبت ہے۔ اگر میں کھوں کہ جھے موسنہ سے محبت ہے تو میرا خیال ہے کہ میں اپنے جذبات کی کھل ترجمانی نہیں کرسکا ہوں بلکہ''

''غازی۔شاہ۔'' مومنہ کو اپنے گال تمتماتے ہوئے محسوس ہونے گئے۔اسے بالکل بھی اندازہ نہیں تھا کہ وہ طلحہ احمد کے سامنے کوئی الی بات کر دے گا۔ اس کا مطلب تھا وہ اس کا بہترین رفیق تھا محرشرم وحیانے اسے بوکھلا کر رکھ دیا تھا۔

طلحہ احمد کے لیوں کی تراش میں بیری خوش کن مسکرا ہے کھیل رہی تھی جیسے وہ بھی غازی شاہ کے دلی جذبات ہے آگاہ ہو چکا ہو۔"تو سہ ہے وہ عازی! جس کی آمد نے جناب کو بیال موجودگی جناب کو بیکل کررکھا تھا۔ جس کی جاب نے ہرٹ کیا تھا جس کی بیال موجودگی

جمارتی وحی در عرب برروز نیخ تشمیر یول کے مکانول پر ٹوٹے بین ان کی آداز کو دبانے

کے بجائے ان کے خون کو اور گرمارے بیں۔ بہاں بر کشمیری کو ایک بی سین آتا ہے کہ
ایمیت اس بات کی نیس ہے کہ کوئی گئی دیر زعمہ رہا۔ ایم بات یہ ہے کہ زعم کا اعداز
کیمار ہا۔ بہال موت سے کوئی خاکف نیس ہے اور جو تو بھی موت سے بیاد کرنا سیکہ لی کی بیں در حقیقت آزاوی کی نعمت سے بہرہ ور بوتی ہیں۔ جینے کا للف انہی لوگول کو آتا ہے
جومرنا جانے بیں جوموت سے خوفز دو نیس بی۔ جن کی نظریں افروی زعم کی بھی رہی رہی

فا فی اللہ کی تہ عمل جا کا راز معمر ہے جے مرا نہیں آتا"

مون طارق اس کی آواز کے حراور بیان کی دکھتی میں جکڑی اس بہادر مجاہد، ولیر کماغ رکود کھتی ری۔ اس کے الفاظ اثر انگیز تھے۔ اس کا جذب لائق تحسین تھا۔ مومنہ کوائی رکوں میں نیاری مرائیت کرتا محسوس ہونے لگا جس کے ذائع ہے وہ اب تک محروم تھی۔

"موسد! بدایک اعدها راستہ ہے جہاں سے والیسی ایک مجورے والی بات ہو گی۔ بیان ہر سانس زعر کی کی ڈوئی ناؤ میں سفر کرتی ہے۔ کب ناؤ ڈوب جائے یا سامل پر آ گئے۔" وہ کری مجینے کردوبارہ اس کے سامنے بیٹھ کیا۔

" من من تو کہتے ہو جے مرنائیل آنا اے بینائیل آنا اور جینے کا ہنر وسلیقہ اور للف انہی لوگوں کو آتا ہے جومرِ تا جانتے ہیں۔" وہ جواباً ملکے سے مسکرانی۔

"میں ہزول خاموثی آور مغاہمت کی موت کو جذبہ قربانی سے فکست دینا ہائی ہوں۔
ہائی ہوں۔ بجائے اس کے کہ زعم کی جھے گزار دے میں زعم کی کوگزارنا چائی ہوں۔
ایک تفاخر کے ساتھ جینا اور عزت کے ساتھ مرنا چائی ہوں۔" اس کی لرزتی آواز میں بیتین تھا۔عزم ملکورے لے رہا تھا اور عازی شاہ کے ہاتھوں کے مضبوط حصار میں اس

ٹرائسمیٹر کی سرخ لائٹ کے جواب میں عازی شاہ نے کوئی تین نمبر دہرائے۔ ''میں۔''اس کی آواز ادر چہرہ اپنے مخصوص رعب میں ڈھلا اور پھر لیے جسے

> کاچیرہ دکھائی دیے لگا تھا۔ دوسری ست آواز بے صد بکی تھے مرف وی س یار ہا تھا۔

ادد كيا؟ حميس يعين ہے وہ كرال رميش درما عى ہے۔ اجھا۔ اجھا۔ مول۔

ہوائی اڈے پردکھائی دیا تھا۔ گڈ۔ اچھا طبہ بتاؤ۔ " موائی اڈے پردکھائی دیا تھا۔ گڈ۔ اچھا طبہ بتاؤ۔ "

دوسری سمت بھی آواز میں تھم کی تعمیل ہونے گی۔

مومنہ نے دیکھا عازی شاہ کا چرہ خطرناک مدتک سرخ ہوتا جارہا تھا جیے جسم کا سارا خون صرف چرے پرسٹ آیا ہو۔اس کی سنہری آنکھوں کے ہیرے کچھاور جیکتے کھائی دے دہے تھے۔

مرخ لائث بحد تقی آواز بھی بند ہوگئی مر عازی شاہ ای کیفیت میں رہا۔ اس نے دانوں میں لب اس شدت سے دبار کھے تھے کہ مومنہ اور طلحہ احمد کو بیک وقت میں فیال آیا کہ ابھی خون ان مرخ ہونوں سے چھک پڑے گا۔

''کیا بات ہے عازی شاہ؟'' طلح احمد نے تولیش کے عالم جن اس کی طرف یکھا اور نری سے اس کے کند سے کو چھوا تو وہ عدم ہوں چونکا کویا گہری فیند سے بیدار اوا ہو۔ تاہم اس کے چہرے کے نازک حصول جن تھیمر نے والی سرخی موجود رہی۔ اس نے خالی خالی نظریں طلحہ احمد پر جمادیں۔ وہ شاید خود کو اب تک سنبال نیس پایا تھا پھر چا کی نشور کو جملک رہا ہو۔ نگاہوں کے جا کی سرکری کی پشت پر نکا کر یوں جملکا جیسے کی نشور کو جملک رہا ہو۔ نگاہوں کے مانے بنتے کی منظر سے منہ موڑ رہا ہو۔

تہمیں بے پایاں مرت سے ہمکنار کررہی ہے اور جس کے لئے تم رات رات بر تیقیم لگاتے رہے تھے بچوں کی طرح۔"

دورے ارے برمعاش۔ برتمیزی بالکل بھی نہیں۔ ' عازی شاہ جمینپ کررہ میں اور کے اور میں ہوں ہوں کے ایک میں اور کی می میا اور کری ہے اٹھ کر طلحہ احمد کی کردن و ہوج کی پھر دونوں کمل کر جننے گئے۔

ادھرموں در جما کرشرم وحیا ہے خود کو کتا ہوا محسوں کرنے گی اور سوچنے گی
کہ جذبہ جہاد سے سرشار یہ مجاہدین ان برتی کولیوں اور ظالموں کے اعد سے مظالم میں
اپنے لئے کچھ مسکراتے گیات کھید کر لیتے ہیں کہ ان پر آشوب حالات میں مجر ایک
دوسرے سے یوں ل پائیں مے یانہیں۔ شاید ان کی ذعر کیوں میں خوشی کے ایسے چھ لیات می ہوتے ہیں۔

وہ عبت بحری نگاہوں سے عازی شاہ کو سکتے گئے۔ اس کا پورا وجود ایک انوکی خوشی سے سرشار ہور ہاتھا۔

ا جا تک عازی شاہ کی جیب میں پڑے ٹرانسمیر کا بٹن سرخ رنگ کی لائٹ ویے ٹرانسمیر کا بٹن سرخ رنگ کی لائٹ ویے لگا اور بلکی بلکی کمرر کمرر کی آواز سنائی دینے گئی۔ عازی شاہ کے ساتھ طلحہ احمد بھی چونک پڑا۔

♦.....♦.....

کمانے کی۔

"کیا ہوا۔ بیگاڑی چلا رہے ہو یا جمولا جملا رہے ہو؟" اس نے اپی چموٹی جموٹی مروہ آتھیں سکیڑ کرڈرائیور کو کھورا۔

"مرکار۔گاڑی تو تھیک جل رہی ہے پر میرا خیال ہے اگروں میں کھے گڑید موکی ہے؟" ڈرائیور بایونے محمرا کرکھا۔ای دم گاڑی کھمل رک گی۔ دہ جلدی سے نیچے اترااور ٹائروں کو چیک کرنے لگا۔

"بہت ہرا شکون ہے بیرتو۔ نکلتے سے تو نے ٹائروں کو چیک نہیں کیا تھا کیا؟" کرتل رمیش نے کھا جانے والی نظروں سے ٹائروں پر جھکے بالد کو کھورا پھر خود بھی جمنجملا کر نیجے اتر کیا۔

میرا کوئی ووش بیل ہے سرکامہ بید یکھیں بھال کیلیں بھی بیں اورا گلے پہلے
دونوں ٹائروں کا بیڑا غرق ہو کیا ہے۔ بید یکھیں کتی بدی کی کیل ہے۔ بایو کی نظریں
مضبوط کیلی کیلوں پر بڑیں۔

کرل رئیس خود بھی جھک کرفرش پرایک مکٹنا تکا کرکیلوں کا معائنہ کرنے لگا پھرآ کے کیا تو اس طرح کی کئی اورکیلیں وکھائی دیں۔اییا لگ رہاتھا کویا جان ہوجہ کر بچھائی گئی ہوں۔اس کا ماتھا ٹھنگا۔

"بریقیناکی راکشس (شیطان) کی شرارت ہے۔ تم آئے جاکر دیموزرا،
برسلملہ کہاں تک ہے۔ "وہ پرسوی اعداز میں کیوں کود کھتے ہوئے بولا اور خود جھک کر
ٹائر کا معائد کرنے لگا پھرایک کیل اٹھا کر جیب میں ڈال لی۔ اے اجا تک خطرے کا
احساس ہونے لگا تھا۔ اس نے احتیاطاً جیب میں پڑے پیٹل پر ہاتھ رکھ لیا اور بابو کے
آنے کا انتظار کرنے لگا جوآئے جاکر نظروں سے اوجمل ہو گیا تھا۔

سامنے درخوں کے لہاتے جنڈ تنے اور مہیب جنگل پھیلا ہوا تھا۔ وہ متعکر ہو میا کہ جنگ سے پیدل گزرنا خطرے سے خالی نہیں تھا۔

"بیمور کے کہاں مرکمیا؟" ڈرائیور باہد کا انظار طویل ہونے نگا تو کرل رمیش کے جبڑے نصے سے بھنچ محے۔ اس طرح اس کے محدے نقوش اور بدہیں وکھائی دینے گئے۔ اس طرح اس کے محدے نقوش اور بدہیں وکھائی دینے گئے۔ اس طرح اس نے آئے چلتا شروع کر دیا محر ابھی چند قدموں کا دینے گئے۔ کچھ سوچ کر اس نے آئے چلتا شروع کر دیا محر ابھی چند قدموں کا

"کواسکارگا ہے اس کی موت اے یہاں کھنج لائی ہے۔ اس نے میزی سطح پر کہنیا اسکارگذا ہے اس کی موت اے یہاں کھنج لائی ہے۔" اس نے میزی سطح پر کہنیا اس کا کر طلحہ کی طرف دیکھا پھر جو تک کرمومنہ کی طرف متوجہ ہوا۔

''مومنہ تم جاؤ۔ تمہیں طلحہ با تفاظت پہنچا دے گا۔'' اس نے ٹرانسمیٹر اٹھا کر جیب میں ڈالا۔

"مراابھی آنا مشکل ہوگا۔ بابا سے رابطہ رہتا ہے تم سے بھی انشاء اللہ رہ گا۔ جاؤ مومو!" اس نے اس کی اشخاء والی نگاہ کے سوال نظرا نداز کرتے ہوئے قطعی لیجے میں کہا۔ اس کا لیجہ اتنا سیاف اور تھکم آمیز تھا کہ وہ جیران ہونے کے باوجود کچھ نہ کہہ سکی۔ بس جیب جیاب طحہ احمہ کے ہمراہ ہال نما اس کمرے سے باہر آمی ۔

محقمیرکاخس آج بھی ہرآ کھ کو خیرہ کرتا ہے۔ طلوع ہونے والاسورج اس کی تمام تر رعائیوں کو بے نقاب کرویتا ہے۔ اسے پھولوں کی خوشبو، پھلوں کی فراوانی، بہتے جمرنوں کی سبک پائی، پہاڑوں کی بلندی اور سبزے کی لھلھا ہٹ سب ل کرایک طلسمی وادی کاروی ویتے ہیں۔

علی العباح کرل رمیش کشتواڑ کے لئے روانہ ہوا تھا جو ایک نوبی ہوائی اڈا اسپارے کرل رمیش کشتواڑ کے لئے روانہ ہوا تھا جو ایک نوبی ہوائی اڈا ہے۔ وہ فوتی جیپ کے بجائے اپنی ذاتی گاڑی میں تھا جسے اس کا ڈرائیور بابو ڈرائیو کر مہاتھا۔ گاڑی فرائے سے اپنا سفر ملے کر رہی تھی۔

کرل رمیش درما راشریہ سیوک سکھ کا ایک مرکزم رکن تھا۔ اس نے نہتے کھیریوں پرجس قدرمظالم ڈھائے سے اس کا کوئی حساب نہیں تھا۔ جب ادرجس کو جاہتا دواجی نفرت کا نشانہ بنا ڈالا۔ اے سرکار کی طرف سے کملی چھٹی کی ہوئی تھی۔

وہ مسلمانوں سے جھنی نفرت کرتا ہوگا اس سے کہیں ذیادہ حریت پنداس سے کہیں ذیادہ حریت پنداس سے نفرت کرتے ہے۔ عورتوں کی آبروریزی اس کا پندیدہ مشغلہ بن کررہ گیا تھا۔ اس کا شکرہ موآ بھولی بھالی معصوم اور نوخیز کشمیری لڑکیاں ہوتی تھیں۔ وہ جس گر میں گھستا وہاں موت کا سناٹا بھیل جاتا۔ اس کا شیطانی کروہ وجود مسلمانوں کے لئے نفرت اور غلا علت انگیز تھا۔

ر اس وقت وہ اپنے کسی ذاتی کام سے کشتواڑ جا رہا تھا جب گاڑی بچکولے إبتا ہوں كرتل اور ما يى۔ 'وہ دوقدم چل كراس كے اتنے نزديك آھيا كہاس كے اور لرق ميش كے درميان به مشكل ايك ہاتھ كا فاصلہ رہ ميا۔ اس كى مسكرا ہث ميں ايك روم برى تھى كہ كرتل رميش كو اپنى ريڑھ كى ہڑى ميں سنسنا ہث دوڑتى محسوس ہونے كئى۔ اسے معلی كہ كرفل رميش كو اپنى ريڑھ كى ہڑى ميں سنسنا ہث دوڑتى محسوس ہونے كئى۔ اسے معلی درنہیں كئى كہ دہ كوئى كشميرى باہر ہے۔ باہر ہے۔

" کیا۔ کیا جا ہے ہوتم؟" وہ اپنی آواز کومضبوط بنانے کی کوشش کرتے ہوئے

'' جواباً اس نو جوان کی مرج دار داز کوچی۔

" مرکوں؟" کرل رمیش کا یہ تعجب اس نوجوان کی رگ رگ میں دوڑتے لہو ہی طوفان لے آیا۔ اس کی سنہری آنکھیں وہرے دھیرے دہکئے لگیس پھران میں جیسے ہو تیرنے لگا۔ اس کے جزرے اندرونی خلفشار سے جھنچ گئے۔ اچا تک اس نے ایک نائے دارتھیٹر کرئل رمیش کے منہ پردے مارا۔ یہ تھیٹر اس قدر طاقت سے مارا کیا تھا کہ کرئل رمیش توازن قائم نہ رکھ سکا۔

"کے! ہزاروں معموم بے مناہوں کا قبل کرتے ہوئے تم نے کھی ان معموم سے یہ پوچھا۔ ان کے اس سوال کا جواب دیا۔ ہزاروں بے گناہ پاکیزہ ورتوں کی آبروریزی کرتے ہوئے کھی ان کی کراہوں، سسکیوں، التجاوٰں کا جواب یا۔"وہ زمین پراڑ کھڑا کرگرنے والے کرئل رمیش کے اوپر جھک میا اور اسے خون آشام کا ہوں سے تکنے لگا۔

کرٹل رمیش اپنی پوری وحشانہ زندگی میں پہلی بارخود کو ایک مسلمان مجاہر کے اُ مے پسیا خیال کرنے لگا۔

"ویکھودیکھو۔تم میری ہتیا کر کے بہت نقصان اٹھاؤ کے۔میری زندگی لینے ہے تہمیں کوئی فائدہ نہیں پنچ کا بلکہ الثاثم مصیبت میں پھنس جاؤ کے۔" وہ لرزتے وے وکی قائدہ نہیں پنچ کا بلکہ الثاثم مصیبت میں پھنس جاؤ کے۔" وہ لرزتے وے وکم کی آمیز لیج میں بولا۔خوف سے اس کا رواں رواں کا نپ رہا تھا۔ اچا تک اس کی آسیس دہشت سے اہل پڑیں۔

ا ملے طیاتھا کہ دھپ ہے کوئی شے بکدم اس کے قدموں کے پاس کری۔ وہ الجھل کر چیجے بٹا۔ دوسرے بل اس کی آتھیں خوف ہے لحظہ برکوساکت ہوگئیں۔
اس کے تجج ہے ڈرائور بابولال کی سکڑی مٹی لاش اس کے قدموں کے پاس پری تمی جس ہے گرم کرم خون ایل رہا تھا۔ ٹھیک دل پر تینج کھونیا کیا تھا۔

مارے خوف کے اس کا دل سے کی دیوار علی سکڑا، پھیلا مرددمرے ہل دو تربیت یافتہ فرتی ہونے کے ناتے خطرے کو محسوں کرکے چوکتا ہو کیا اور پسل کے ہمراہ جیب سے موبائل بھی نکال لیا مراہے پسل کی سیغٹی کی ہٹانے علی ذرای تاخیر ہوگئ جیب سے موبائل بھی نکال لیا مراہے پسل کی سیغٹی کی ہٹانے علی ذرای تاخیر ہوگئ محسی۔ ایک سنتاتی کولی اس کے ہاتھوں سے ریوالور اور دومری کولی موبائل اڑا کر لے میں۔

ن اس قدر ماہرانہ تھا کہ اس کی انگلی پر ذرا بھی خراش نہ آئی تھی اور دونوں جڑیں اس کی دسترس سے دور ہوگئی تھیں۔

عرین میں اور اللہ کی ایک و تحقہ بند آیا۔ کو کہ نہاے گھیاتم کا تحقہ ہے کر چین اللہ کر ایک کھیاتم کا تحقہ ہے کر چین کرنے کا اعداز بہر حال اتنا برائیں ہے کہ آپ کو بند ند آیا ہو۔" اچا تک ایک کسرتی بدن کا دراز قد نوجوان کرنل رمیش کے سامنے آگیا۔ دہ قریب کے ایک چوڑے شے بہت کہ دیا ہے۔ مہدت ا

"کیالگا؟" وہ ملکے ہے مسکرایا۔ گراس کی سنہری ہیرے کی تی جیسی آتھیں اس مسکراہٹ کا ساتھ نہیں دے رہی تھیں۔ ان میں ایک سردسردی کیفیت رہی ہوئی متمیہ۔

''کون ہوتم اور ہے۔ یہ سب کرنے کا مقصد کیا ہے؟'' کرٹل رمیش نے اپنے خوف پہ قابو پانے کے لئے لیجے کو تھم آمیز بنانے کی کوشش کی محراس کا دل خوف کی دلدل میں دھنتا جارہا تھا۔

پائیں یہ اس سامنے کھڑے پراعتاد سرائے کی دہشت تھی یا پیروں میں پڑی باید لال کی لاش کی یا پیروں میں پڑی باید لال کی لاش کی یا پھر نہتے ہو جانے کا خوف۔ اس نے کن آگھیوں سے اپنے ریوالورکو دیکھا جواس سے چھوقدم کے قاصلے پر پڑا تھا۔
دیکھا جواس سے چھوقدم کے قاصلے پر پڑا تھا۔
دیکھا جواس سے چھوقدم میں تعمیل سے بتاؤں گا تحریب پوچھوکہ میں کیا

اس مسلمان مجاہر نے اپنے موزے سے ایک تیز دھار چاقو نکالا اور اس کی آئے موں کے سامنے اس کی چیکتی دھار کا رخ کیا۔

وہ عالم وحشت میں سن سارہ کیا۔ اس کے طلق سے آواز نکلنے کی کوشش میں محض کھر کھراکررہ گئی۔

"یاد کردشیطان! اپ تمام جرم۔ اپ تمام گناه۔ اپ وہ تمام کارناہے جن
پرتم فخر سے جام لنڈھایا کرتے تھے ادر دھرم سیوک کا نعرہ مارا کرتے تھے۔ یاد کردابلیس!
جب تم نے اس رات ایک مال کی عزت کی چادر کو تار تارکیا تھا۔ ایک جنت کو پامال کیا
تھا۔ میں نے ای ردزشتم کھالی تھی کہ تجھے جہنم رسید نہ کیا تو چین سے نہ بیٹھوں گا۔ تجھے
کے کی موت ماروں گا۔ تیرا کروہ چرہ تو میرے دل پرنقش ہے۔ یاد کر وہ رات وہ
گنا ہوں سے پر رات ۔ "وہ بالوں سے اس کا سر پکڑ کر کنگر یکی زمین پر کھرانے لگا۔
کرا رمیش کے ہونٹوں سے سکاری نکل گئی۔

' ہا۔' اس نوجوان نے پوری طاقت سے اس کا سرز مین پر دے مارا۔ اس کی رکتی آئھوں سے آگ برس رہی تھی ۔ وکڑل رمیش کوجلا کر بھسم کر رہی تھی۔

"میں غازی شاہ ہوں۔ غازی شاہ۔ جس طرح تو نے میری اور میرے جیسے
کتنوں کی جنت اجاڑی ہے دلوں کو کھنڈر کیا ہے اس طرح میں تمہیں کھنڈر کر دوں گا۔
ایک ایک درندے کو اجاڑ دوں گا۔ میرا دل برسوں سے ایک آگ میں جل رہا ہے۔ اس
آگ کو میں تمہارے نایا ک خون ہے بجھاؤں گا۔"

''تت۔ تم۔ وہی غازی شاہ ہوجوسری تکریں۔''کریل رمیش کی آواز طلق میں سخت نوالے کی طرح کیمنے لگاجس کی سخت نوالے کی طرح کیمنے لگاجس کی جوان مردی اور دلیری نے بھارتی فوجی ورندوں میں ہلچل میا ڈالی تھی۔ اسے پاکستانی جاسوس کہا جارہا تھا تو بھی دہشت گرد کہا جارہا تھا۔

''ہاں۔ وہی غازی شاہ۔ اللہ کا سابی۔ ایک مجاہد جس نے تم بھیڑیوں اور درندوں کو تگنی کا ناچ نیچا رکھا ہے۔ یا ورکھنا شیطان! تم جیسے ہزاروں بھی مل کر جتنے بھی مظالم ڈھالو۔ اسلام کی آواز کونہیں دبا سکو مے۔مظلوم مسلمانوں کے دل سے جذبہ جہاد کو نہ نکال سکو مے۔ بیکفر کی بیلخار مسلمانوں کے خلاف کفار کی بیریا شورشیں ان کے لیو

کو اور گرما رہی ہیں۔ تم جذبہ جہاد کو دبا ہی نہیں سکتے اس لئے کہ مسلمانوں کی بقا کا راز ہی اس میں مضمرہے۔''اس نے جاتو عین اس کے دل کی جگہ پر رکھا۔

" فن منہیں۔ تھبرو۔ تھبرو۔ تہبیں بھگوان کی سوگند۔ تہبیں تمہارے اللہ رسول کا واسطہ۔ دک جاؤ جھے معاف کر دو۔ " کرتل رمیش بن پانی کی مجھلی کی طرح ترب کرتا وہیش بن پانی کی مجھلی کی طرح ترب کرتا وہیش بن پانی کی مجھلی کی طرح ترب کرتا وہیلا۔ اس کی ساری مکاری ہرن ہو چکی تھی۔ وہ خود کو اس مجاہد کے رحم وکرم پرمحسوس کررہا تھا۔

'' تم کافروں کے لئے معافی کا کوئی دروازہ ہے بی نہیں پھر معافی کا کیا سوال۔ تمہارے لئے تو جہم کی آگ وبک رہی ہے۔' اس کا لہجہ سرسراتا ہوا تھا۔ دوسرے بل کرتل رمیش کی دفراش چیخ نصا میں بھر گئے۔ اس کے سینے سے گاڑھا سیال خون الجنے لگا۔ اس کی آگھیں دہشت سے کھی آسان کو بھی رہ گئیں۔

فضا میں چھایا سکوت بس بل بھر کے لئے منتشر ہوا تھا۔ کرتل رمیش کی لاش
اس زمین پر پڑی اپنی بے بی اور بے وقعتی کورور بی تھی جہاں بھی وہ اکر کر چلا تھا اور
کشمیر بیوں کے بہتے لہو سے ہاتھ دھوتے ہوئے کہتا کہ وہ اپنے گناہ دھور ہا ہے۔ خود کو
پوتر کررہا ہے اور پھر لاش کے سینے پرٹا تگ رکھ کر قیقے لگاتے ہوئے جام لنڈھا تا تھا۔
عازی شاہ نے اس کی لاش کونفرت آمیز نظروں سے دیکھا۔ اگر اسلام میں
لاش کی بے جرمتی نا جائز نہ ہوتی تو وہ اس لاش کے تلاے تکڑے کر کے جیل کوؤں کو ڈال

دیتا۔اس نے خون آلود چاتو ایک طرف مجینک دیا۔ اس کے دماغ میں کھولن آہتہ آہتہ بڑھنے گلی اور آٹکھوں کے سامنے کئی منظر لہرانے لگ۔ اس کے جبڑے باہم بھنچ مجئے ایک ممبری سانس بحرتے ہوئے اس نے

اینے آپ کوسنجالا اور رائفل اٹھا کرایک طرف چل پڑا۔

♦..... ♦ ♦

برات غازی شاہ کے لئے بڑی بھاری تھی۔ اس نے نہ طلحہ احمہ سے رابطہ کیا نہ مولوی خطر محمد شاہ سے۔ استے برس اس نے جس آگ کو اپنے اندر سلکتا محسوس کیا تھا اس پر چند چھینٹے بڑے سے آج مگر وہ کیف ومستی میں ڈو ہے ہے بجائے ایک کونے میں سر محمد وں میں دیتے بیٹھا تھا۔ ول کے اندر اداسیوں کا میلا مجا جوا تھا۔ یہ بیس تھا کہ میں سر محمد وں میں دیتے بیٹھا تھا۔ ول کے اندر اداسیوں کا میلا مجا جوا تھا۔ یہ بیس تھا کہ

اے اس شیطان کی موت پر دکھ تھا بلکہ آج انقام کی آگ کو شنڈا کرنے کے ساتھ دہ سارے زخم یاد کررہا تھا جوروح کوسلگاتے رہتے تھے۔

اس کی سنہری آنکھوں کی زمینیں آہتہ آہتہ بھیگنے لگیں اور ایکا کی بہت ساپانی کدم بہہ لکلا۔ ہمیشہ خٹک رہنے والی آنکھ الیسی بری کہ مولوی اور بخت بی بی دیکھ لیتے تو بجائے غزدہ ہونے کے مسرور ہو اشختے۔ آئیں تو برسوں آرزو رہی کہ بدلڑکا انہا غم آنسوؤں میں بہا ڈالے۔ دل کی آگے کو بھی آنسوؤں کی بارش تو بجھا سکتی تھی۔ اور آج اس آگے کو آئی کو آئی اس آگے کو آئی برسول کی اس آگے کو آئی برسول کی اس آگے کو آئی وہ گھٹوں میں سر دیتے اپنی برسول کی اس تنہیں اور جلن کو آنسوؤں کی بورش سے بجھار ہا تھا اور ساتھ ساتھ ماضی کی یادوں سے سلکا بھی رہا تھا۔

وہ ماضی کی ایک دل دوز۔ تاریک۔ دحشت ناک اورخونی رات تھی جس نے اس کی دس سالہ بنستی مسکراتی زعدگی کی خوشیوں اور مسرتوں کا قطرہ قطرہ نجوڑ لیا تھا۔

اس نے ابھی دیکھائی کیا تھا۔ ابھی تو ''می'' کی میٹھی گود میں ہمکتا تھا۔ احمہ شاہ (پایا) کے سینے پر چڑھ کرناچتا تھا۔ ان کے ہمراہ شرارتوں کی بہار سجاتا تھا۔ نیندا تی تو دادی کی لج لج کرتی گود میں دبک کرآ تکھیں موند لیتا اورخوابوں کے دلیں میں پریوں کے رئی طاتا۔

می کی کہانیوں کی پریاں اسے ہرروز خوابوں میں لوری دیتیں۔ وہ آتھیں بند

کے الی وادی میں چلا جاتا جہاں رنگ و کہت کی بارش ہوتی۔ جہاں حسن کا دریا بہتا ،

بالکل وادی کشمیر جیبا۔ گراچا تک جہاں حقیقی وادی میں آگ گئ وہاں اس کے خوابوں کی وادی میں بھی شعطے بورک المجھے۔ ایک دحشت تاک شور اٹھا اور وہ وادی کی گود سے ہڑ بوا کر کھڑا ہو گیا۔ وادی کی گود سے ہڑ بوا کر کھڑا ہو گیا۔ وادی کے ہاتھ سے بیچ گرگئ ۔ وہ گھراکر پوتے کو پکڑنے دوڑیں۔

مرکھڑا ہو گیا۔ وادی جاتی بیٹا۔ "وہ دروازہ کھول کر باہر نظام کر وہیں جم کررہ گیا۔ بیت میں بیت کی ہورہ کیا۔ بیت میں بیت کی ہورہ کیا۔ بیت میں بیت کی ہورہ کیا۔ بیت میں بیت کر ہورہ کی ہیں ہورہ کی ہورہ کی ہورہ کی ہورہ کی ہورہ کی ہورہ کی ہیں گی ہورہ کی ہورہ کی

کرے میں تیز روشی پھیلی ہوئی تھی اور تین بندوق بردار اپنی مکروہ صورتوں
کے ہمراہ کھڑے تھے۔ ان میں سے ایک پاپا کوری سے باعد صدم اتھا جبکہ ایک شیطان
صفت اس کی من مؤتی نازک می کو دہوہے ہوئے تھا۔ ہمیشہ سے آپیل سے ڈھکا
دہنے والامی کا سرزیا تھا۔ وہ مقدس آپیل اس شیطان کے پیروں تلے تھا۔

''خدا کے لئے رتم کرد۔ چھوڑ دو مجھے۔'' ممی اس کے تاپاک بازوؤں سے نکلنے کو پل رہی تھے گر رائفل کے ناپاک باندھ کر رائفل کے بیٹ کا دی تھے۔ ادھر پاپا بھی پورا زور لگا رہے تھے گر وہ انہیں باندھ کر رائفل کے بیٹ مارنے نکے تھے۔

عازی شاہ اپنے باپ اور مال کی بے بی پرتزب اٹھا۔ بچہ تھا گراس بچے کے اندر ایک مستقبل کے مرد کا دل تھا۔ وہ اپنی طرف سے مدد کے لئے لیکا گر بیجھے سے دادی نے مین کا کر بیجھے جھیا دیا۔ وہ خود بھی تحر کانپ رہی دادی نے مینے لیا اور خبر دار کر کے پردے کے بیجھے چھیا دیا۔ وہ خود بھی تحر تحر کانپ رہی تھیں۔

" آج کشمیر کی آزادی کے سپنے دیکے رہے ہومور کھوا تم جیسے سوروں کوایک ایک کر کے نزک میں نہ جیونکا تو میرانام رمیش ور مانہیں۔ کشمیر پرداج پاٹ کے سپنے دیکے دہے دیے دیے دیا ہو۔ "ایک بڑی مونچھوں اور شیطان صفت چرے والا اس کے پاپا کے منہ پر طمانچ مارتے ہوئے توقعے لگا رہا تھا پھر چیچے ہٹا اور استہزائیہ انداز میں ہنتے ہوئے بولا۔

"احمد شاہ! رن بھوی میں ایبا تو ہوتا ہے۔ آزادی کے لئے بیسب تو قربان کرنا بی پڑے گا۔" اس نے اپنی ہوس زوہ نظریں جواں سال می کے سراپے پر ڈالیس اور ہونٹوں پرزبان پھیرتے ہوئے مسکرانے لگا پھر لیکفت ہاتھ بڑھا کراس نے می کواپئی جانب تھینجے لیا۔

"السي سندر ـ مد ماتي بيوي هيمتهاري احمد شاه!"

''نہیں۔ نہیں۔ نہیں خدا کے لئے بیالم مت کرنا۔ بے شک مجھے جو جا ہو اذیت دے لوگر میری عزت کو یوں تار تار نہ کرو۔'' پاپا کی چینیں درود یوار کو دہلانے لگیں اور ہر طرف تعقیم اللہ یڑے۔

کدم اذیت آمیز اور کرب ناک منظر کی تاب ندلاتے ہوئے پاپانے آتھیں بیج لیں۔

می کی ولخراش چین کا نکات کی ہر شے کومنتشر کر رہی تھیں۔ دادی تو وہیں ردے کے پیچے بی لڑھک کر بے ہوش ہو چکی تھیں۔

پاپاس بیخ رہے مضاور درندے ان کی عزت کی جادر کوتار تار کررہے تھے۔

) آگ ان آنسووک سے نہیں بھے گی۔ بیخون سے بھے گی۔ بھارتی ورندوں کے خون سے ۔ کھے گی۔ بھارتی ورندوں کے خون سے۔ کو م

مرآج اس کی آئیس میل تغییر۔ اس کی سنہری داڑھی نم نم تعید۔ اس کے سنہری داڑھی نم نم تعید۔ اس کے راف وہی مانوس خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔ اس یاؤڈر کی جواس کی ممی لگایا کرتی تھیں۔ وہ ماک سینے سے لگتا تو جیسے خود بھی معطر ہوجا تا۔

" آوُ کھانی سناؤں۔''

" مربول والى " وه حبث فر مائش كر ۋاليا_

''ویکھااحمہ آپ کا بیٹا ابھی سے پریوں میں ولچیسی رکھتا ہے۔'' ممی کی کھنگتی میل جاتی۔ میل جاتی۔

''رپاں کیبی ہوتی ہیں پایا۔'' وہ می کوچھوڑ کر پاپا سے لیٹ جاتا۔ ''رپاں۔آں۔ پریاں۔'' پاپا سوچنے لگتے پھران کے لب مسکرانے لگتے اور نگھیں ممی کے چہرے کا طواف کرنے لگتیں۔

"رپیال بالکل تمہاری می جیسی ہوتی ہیں۔ ایس سنہری آتھوں اور سنہرے دل والی۔تمہاری می کو بھی تو ہم پرستان سے لے کرآئے ہیں۔ اڑتے قالین پر بٹھا ""

وہ می کو تورے و یکھنے لگا۔ اس کے ذہن ہیں می واقعی کسی پری کی طرح اس نیں۔ دوسنہرے پرلگا کر چمکدار میکی پہنے ہوئے۔ سنہرے بالوں کی شیس۔ سنہرا تاج بیل سے بچی آئکھیں اور بے حد تیز گلائی ہونٹ۔ لیکفت سب پچھٹوٹ گیا۔ پری کی بین اس کی بے بسی اور اب حد تیز گلائی ہونٹ۔ لیکفت سب پچھٹوٹ گیا۔ بری کی اور اس کی آئیں، کرائیں۔ سارا تصور دھڑام سے نیچ آگرا۔ کہاں باوہ تاج ۔ وہ لہراتا پروں کے مانداڑتا آخیل۔ بس سفید چادر ہر منظر پر پھیل گئی۔ باوہ تاج ۔ وہ لہراتا پروں کے مانداڑتا آخیل۔ بس سفید چادر ہر منظر پر پھیل گئی۔ "فازی عازی شاہ" کی مرائی اسے جنجوڑ نے لگا۔ اس نے سراو پر اٹھایا۔ "شازی عالی مرائی سنہری آئکھوں کی زمینوں پر جیکتے شفانی آنووں کو پھر تحر آمیز بے بیٹی سے اس کی سنہری آئکھوں کی زمینوں پر جیکتے شفانی آنووں کو بھٹے گیا۔ پھنے لگا اور فرش پر اس کے قریب دوزانو ہو کر بیٹے گیا۔

اسے نگا اور فرش پر اس کے قریب دوزانو ہو کر بیٹے گیا۔

اسے نگا اور فرش کر اس کے قریب دوزانو ہو کر بیٹے گیا۔

اسے نگا اور فرش کر اس کے قریب دوزانو ہو کر بیٹے گیا۔

"کم رو رہے ہو عازی؟ کیا۔ کیا تم نے کرتل رمیش کا سراغ لگا لیا؟" وہ پچھ

پھرجام انڈیلے مے۔ قبقہوں کی بازگشت تیز ہوگئ مرظلم کو و کھنے والی آکھیں اورسنے والے بدن ٹھنڈے پڑ چکے تھے۔ البتہ ایک بدن اور دوآ تکھیں اب بھی زندہ تھیں جو ان کھڑیوں کو اس تاریک منظر کو، چنگار یوں کولہو میں اثر تامحسوں کر رہی تھیں۔ وہ بروے کے پیچھے کھڑا یوں ساکت تھا جیسے اب بھی نہ بل پائے گا محر دوسرے بل اس کی آئے ہوں کے آئے دھند جھانے گئی۔

صبح اس کھر میں کہرام بیا تھا۔ دادی نے جانے اسے کس کی کود میں ڈالا اور پھردل پر ہاتھ رکھ کرخود بھی ایک طرف اڑھک کئیں۔

می کا بدن سفید جاور سے ڈھکا ہوا تھا۔ ان کے برابر پاپا لیٹے ہوئے تھے۔ جن کے اوپر بھی سفید جاور تھی بھر جب کسی نے دادی کے بدن اور چہرے کوسفید جاور میں ڈھانینا جاہا تو وہ چیخ اٹھا۔

"بٹاؤ۔اسے بٹاؤ۔" وہ پاپا کے جسم سے جادر کھینچنے لگا۔اسے لکفت سفید رنگ سے دحشت ہونے لگی۔اس کی ہر بیاری ہستی کوسفید جادر میں لیبٹا جارہا تھا جواس کے لئے غیر معمولی بات تھی۔

اس کی آنکھوں میں جو سناٹا اتر آیا تھا وہ وقت کے ساتھ ساتھ و بیز ہوتا چلا

" " بہی تو رولو غازی! جی کا بوجھ بلکا ہو جائے گا۔" بخت نی نی نے اسے مال بن کر بالا تھا۔ وہ بہی اصرار کرتی رہیں کہ بھی رولو۔ انہیں اس کی خشک آتھوں سے خون آنے گئی جس کے چھے ایک آتش فشاں بک رہا تھا۔ جیسے ایک سکتی بھٹی ہواور اس میں مسلسل لکڑیاں ڈائی جاتی رہی ہول۔

سی اور ہیں ہیں ہی ہی! جو پچھ نہیں کر سکتے۔جن کو اپناغم بہا دیتا ہوتا ہے۔ روتے وہ ہیں جنہیں سب پچھ بھلا دیتا ہوتا ہے اور میں پچھ بھولنا نہیں جاہتا۔میرے اندر سوچ کر یو چھنے لگا اور غازی شاہ کے تیز سرخ ہونٹوں کی تراش میں بری ولفریب

الی مسکراہ ہے جو یقینا فاتح جرنیل کے چہرے پر ہوتی ہو گی یا اس شیر کے لبول پر جب وه شکاری کوخود شکار کر لیتا موگا۔

"نەصرف سراغ بلكه اسے جہنم رسيدكر كة آيابون " وه كمزا بوكميا جبكه طلحه احمد بكا بكا رہ كيا كوياكى بنن سے اسے منجد كر ديا كيا ہو۔ كمر ايبا مرف لحه بجر رہا۔ ووسرے بل وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔اس کے چہرے پر خوشی کا ایک رنگا رنگ جہاں اللہ آیا۔وہ دیوانہ دارآ کے بردھاا درغازی شاہ کو بازوؤں مس مجرلیا۔

'' کا تمریجولیشن غازی شاہ۔ کا تمریجولیشن! تمر۔ کیے؟ کب تم نے بید کارنامہ سرانجام دے دیا اور اتن بردی خوش خبری مجھے آ کر کیوں نہیں بتائی۔ اوہ میرے خدا۔ وہ سیوک دهرم کا نعره مارنے والا یحمیری مسلمانوں کی لاشوں کی بے حرمتی کرنے والا۔ تشميريوں كونرك ميں جمونكنے كى خوابش ركھنے والا خود زك كا ايندهن بن كيا۔ إا غازى!" طلحه احمد ياكلوس كى طرح الحصلنة لكا_اور غازى شاه كوايك بارتيمر بازووس مس

"اس خوشی میں مومنہ کوشر یک تہیں کرو مے؟" اس نے بوجھا۔ " ابھی خوش کہاں ملی ہے۔ ابھی تو ادھوری خوش ہے۔ ابھی خواب کہال بورے ہوئے ہیں۔ 'وہ اس کے شانے برسرر کھے دمیرے سے بولا وطلحہ احمد کو استے کندھے برنمی کا احساس ہونے لگا۔

خوداس کی سیاہ آلکھیں بھی آنسوؤں سے ترخمیں۔ "ابھی خوشی کو بایا ہی کہاں ہے۔ ابھی خوشیاں منانے کے ون تبیس آئے ہیں۔'' وہ طلحہ احمہ سے الگ ہوا۔

ادهر كرتل رميش در ماكى جيبت ناك موت يرسركاري ايوانون ميس كويا زلزله أ عمیا۔ حریت پیندوں کے بوے بوے لیڈر ہٹ لسٹ برآنے لکے۔غازی شاہ نے کا ہلچل میا کرر کھ دی تھی۔

كرتل رميش كوئى معمولى سيابى نەتھا-سركاركا خاص منظور نظراور برجوش ذے ركن تفا-اس كى اليي ببسموت كيي كهرام نديجاتى جبكه تشميري مسلمانون مل كويا ندكى كى لېر دور تنى _ برزبان اس عظيم كارنامه انجام دين والے كو دعائيں دے رہى

مولوی خصر محمسلسل غازی شاہ سے رابطہ کرنے کی کوشش کر رہے تھے مگر ابطدند ہو یا رہا تھا۔ آخرطلحہ سے بات ہوگئی۔

" کہاں ہے وہ لڑکا؟ اس سے کہووہ اتنی بڑی خوشی کی خبر لے کرمیرے یاس کیوں تبیں آیا؟"ان کی آوازمسرت سے مغلوب ہو کرلرزنے لگی۔

طلحداحمہ نے ایک لمحد توقف کے بعد مہری سائس مجری۔ ' وہ امجی اپنی خوشی مل جبیں سمجھ رہا مولوی جی! میں اسے لے کرآپ کی خدمت میں حاضر ہونے ہی والا وں۔بس ذرا حالات بہتر ہو جا کیں۔میرا خیال ہے ابھی بہت شورا تھا ہوا ہے۔ بھارتی دی درندے سروکوں پر نفرت اور غصے میں بلبلاتے پھررہے ہیں۔ ہر مخص پر کڑی نگاہ

'' ہاں۔ جھے اس کا خیال ہے مگر اس لڑ کے سے کہو۔کوئی رابطہ تو کرے۔'' "اس نے تو سی سے بھی رابط نہیں کیا۔ مجھے بھی۔اس نے نہیں بتایا تھا بس یں بی اسے کھوجما' اس تک پہنچ ملیا۔ وہ بہت اواس ہے مولوی جی! برسول کی آگ کو جھایا بھی ہے اور سلکایا بھی ہے۔ رج اور خوشی نے اس کے اندر ایک طوفان اٹھایا ہوا ے۔آپ اس کی آنھوں میں آنسود مکھنے کے متمنی تھے نا۔ تو وہ میں نے ویکھے ہیں۔ وہ بہت رویا ہے مولوی صاحب! بہت رویا ہے۔اب ایک دن کھل کر ہنے گا بھی۔" ''انشاء الله وہ دن ضرور آئے گا جب ہر تشمیری کے لیوں پر مسکراہوں کے جگنو

چکیں ہے۔'' مولوی خصر محمد کی آواز آنسوؤں کی پورش سے بھاری ہوگئ۔ "اے لے آؤ طلحہ! میرے یاس لے آؤیا مجھے اس کے یاس۔" ''جی بہتر۔ جونبی موقع ملاہم حاضر ہو جائیں ہے۔'' دوسری طرف طلحہ احمہ نے رابطہ منقطع کر ویا۔

مولوی خصر محمد نے چھوٹے سے ٹراسمیٹر کا ایریٹس پٹ کر دیا پھر آسٹین سے

ماتا بی کویتا کوجنجھوڑ کر اٹھا رہی تھیں مگر وہ کسلمندی سے پڑی رہی۔ بس آئلمیں کھول دیں۔ "ادل۔ کیا ہوا؟"

''ہوتا کیا ہے۔ ہپتال نہیں جاتا کیا۔ اٹھ۔'' بے نور چہرے والی ماتا جی اس
کے بدن سے چادر کھینچتے ہوئے خت اکمائی اور بے زاری دکھائی دے رہی تھیں۔
''من نہیں ہے آج میرا جانے کا؟''اس نے کروٹ بدل لی۔
''میں کہتی ہو اٹھ کوی۔ ہپتال نہیں جاتی تو نہ جا پر مندر چلنا ہے آج کجے میر سے ساتھ۔ ہرروز بہانے سن کر تک آگئی ہوں۔ شرم نہیں آتی۔ بھوان سے منہ موڑ نے بیٹی ہے۔ دیکھ کو تا اٹھ۔ اری آ نندتو اسی در پر جانے سے ملے گا آتما کو۔ چل۔ موڑ نے بیٹی ہے۔ دیکھ کو تا اٹھ۔ اری آ نندتو اسی در پر جانے سے ملے گا آتما کو۔ چل۔ اتی شبھ کھڑی ہے نہیں تی نہ کھیلا۔'' ماتا جی بولئے ہوئے کرے میں بھری چیزیں بھی اٹھا

اٹھا کرقرینے سے لگائی جارہی تھیں۔ کونیا نے سخت بے زاری کے عالم میں بدن سے چا درنوج کرچھینگی اور اپنے سیاہ بھرے بالوں کے رئیمی نچھوں کو پکڑ کر جوڑے کی شکل دینے لگی۔ سیاہ بھرے بالوں کے رئیمی نچھوں کو پکڑ کر جوڑے کی شکل دینے لگی۔

كه كويتان بوجاك لئ مندراً ما كيول جيور ركما ب-"

"مندر_مندر_ پوجا۔ تنگ آگئی ہول میں روز ایک ہی جی جی سے۔ "وہ بھنا

کر بیڈے نیچے اتر گئی۔ ''آپ پرارتھنا کر آتی ہیں۔ بہت نہیں ہے کیا؟ مجھے وشواس نہیں ہے کسی بھوان پر۔'' وہ دھم دھم کرتی عسل خانے میں جاتھسی۔ آئکھیں پو نچھنے گئے۔ مومنہ نے ان کے کندھے پر اپنا سر نکالیا۔

"کننے دن ہو گئے تا بابا! اس نے ہم سے رابطہ نہیں کیا۔ دہ یہاں کیوں نہیں

آتا۔ "اس کے لیجے میں بے جارگی آمیز شکوہ تھا۔ اس کے دل میں ایک بجیب ہی تؤپ

مجی ہوئی تھی غازی شاہ سے ملنے کی۔ اس دن کے بعد سے اس سے رابطہ نہیں ہوا تھا۔

"دوہ آئے گا تو میں اس سے خوب جھڑ اکروں گی۔"

مولوی صاحب نہیں پڑے۔ دہ اس لیے سرجن نہیں بلکہ معموم ہی سکول گرل
دکھائی دے رہی تھی۔

"ارے نگل-اس نے اپنے آپ کو جہاد کے لئے دقف کر دیا ہے۔ وہ ان چھوٹی چھوٹی چھوٹی شکانتوں اور فکووک پر ہنتا ہے۔ ہاں مگرتم اس سے فکوہ ضرور کرتا۔ وہ تنہاری بات ضرور سنے گا۔ تنہارے فکو ہے کو اہمیت دےگا۔"

انہوں نے بہت سادے سے انداز میں کہا تمر جانے کیوں مومنہ کا دل معمول سے ہٹ کر بڑے مختلف انداز میں دھڑ کا۔لہو میں تندی سی آئی۔اس کی خوشما ملکیں ایک انو کھے احساس سے بھاری ہوکر آئھوں کی سیاہ جعیلوں پر جھک تئیں۔
ایک انو کھے احساس سے بھاری ہوکر آئھوں کی سیاہ جعیلوں پر جھک تئیں۔
یہ بڑا انو کھا ساتجر بہتھا خود اس کے لئے۔ یوں بے اختیار ہوکر دل کا دھڑک

وہ خود بھی نہ بھے پائی کہ بیہ ایکا کیک عام سے جملے نے اس کے اندرالی پلچل کیوں مچادی کہ دہ بنیادوں تک سے بل کررہ گئی۔
کیوں مچادی کہ دہ بنیادوں تک سے بل کررہ گئی۔
دہ مولوی خصر محمد کے پاس سے آئمتگی سے اٹھی اور اندر چلی گئے۔

♦..... **♦**..... **♦**

اب تو کا کات کی ہر شے ہے ہی اس کا دل اچائے ہوتا جارہا تھا۔ پرکاش اس کے بچپن کا ساتھی جونو جوانی کی دہلیز پر قدم رکھنے تک اے کا کتات کی ہر شے ہے عزیز لگتا تھا۔ اس کی ہا تیں وہ س کر ہنستی تھی اس کے ساتھ با ٹیک پر گھومنا، سینما جاتا اچھا لگتا تھا۔ اس کی ہا تیں وہ س کر ہنستی تھی اس کے ساتھ با ٹیک پر گھومنا، سینما جاتا اچھا لگتا تھا مگر پھر ایک وہ غیر محسوس طور پر اس ہے دور ہوتی چلی گئی۔ جس طرح مندر ہے، ہمگوانوں سے پھر ہر شے ہے۔ شاید اس بھوی میں شانتی اور سکھ ہے ہی نہیں یا پھر اس کے اپنے من میں اتنا اندھیارا ہے کہ کہیں کوئی روشنی کی کرن پھوٹی دکھائی نہیں دیں۔

اس نے سخت بے دلی کے عالم میں کندھے پر جھولتا چرمی بیگ کری پر پھینگا۔
مومندا ہے دیکھے کر جیران ہوئی۔

ر سیات دیتے تاہیں آنے والی تعیں۔ خیریت۔ کیا سرنے تمہاری لیوایکسیپ ''تم تو آج نہیں آنے والی تعیں۔ خیریت۔ کیا سرنے تمہاری لیوایکسیپ نہیں گی؟''

''رات تک تو موڈ آنے کا بالکل نہیں تھا مکر سورے موڈ بن کیا۔'' اس نے خودکوکری برگرالیا۔

"مُ تُعَكِّلُ لَوْ مِونًا كُويَّا؟"

ا بیت بر است کا کا ہے۔ کویتا نے اپنی سیاہ آتکھیں اٹھا کمیں پھر ہلکی مسکان کے ساتھ اس کے کندھے دیاتھ رکھ دیا۔

''کھیک ہوں۔ تم چنا مت کرو۔ میری توصورت بی الیی منحوں ہے کہ۔'
''کویتا! بکواس بند کرواور مجھے تم بالکل ٹھیک نہیں لگ رہیں۔ کیا ماتا تی سے
کوئی جھٹرا ہو گیا ہے؟''مومنہ نے اس کو کھوجتی نظروں سے ویکھا۔ اس بل سرایش اندر
داخل ہوا۔ اس کی کچولٹی سے کال آسٹی تو وہ کویتا کو وہیں بیٹھا رہنے کی تاکید کر کے
کمرے سے نکل گئی۔

جب وہ کچولٹی سے لوٹی تو جائے کا وقت تھا مگر کو یتا وہاں موجود نہیں تھی۔

'' آئے آئے ڈاکٹر مومنہ! ہمارے ساتھ شیئر سیجئے۔'' ڈاکٹر سنیل اسے و کیھتے ہیں خوشکواری سے اٹھا۔اس کے سواگت کو۔

ماتا جی منہ پر ہاتھ رکھے بیٹھی رہ کئیں۔ پھراپنے گال بیٹے لگیں۔
"ارے کم بخت ماری۔ تو نے بھگوان کا انہان کر ڈالا۔ اری شرم کر۔ بے شرم۔ چار جماعتیں پڑھ کرخود کو کیا سمجھ بیٹھی ہے۔ ٹھیک ہی کیا ہے پرکاش نے جو یہاں آنا چھوڑ رکھا ہے۔"

''اونہد۔ میں کب جاہتی تھی وہ بہاں آئے۔''وہ تولیہ پھینک کر باور چی خانے میں چلی آئی محرجیے ہی ہندن میں ہیں ہنڈیا کا ڈھکن اٹھایا۔ بھاجی (سبزی) و کھے کراس کے تن بدن میں آگ گئی۔ میں آگ گئی۔

''''میں تو موش پکالیا کرو ماں!'' اس نے منہ نکال کر بادر ہی خانے سے باہر حجما نکا۔'' تنگ آئی ہوں میں تو ان بھاجیوں سے۔ آخر جانورانیانوں کے لئے ہی ہیں ۴۲''

''کویتا۔کویتا۔مت من جلا میرا۔ میں تو تیرے انت (انجام) ہے ڈرنے لکی ہوں۔ جانے کیا ہوگا تیرے ساتھ اس بھومی میں بھی اور۔ا مجلے بنم میں۔''

''ہمنش کے انت کا ایک دن اس کے بھاگ میں لکھا جاچا ہے۔ آپ کو چتا کرنے کی ضرورت نہیں۔'' وہ باور چی خانے سے باہر آگئی اور ای گڑے موڈ کے ساتھ کپڑے بدل کر ہپتال چلی آئی حالانکہ آج اس کا ہپتال جانے کا قطعی موڈ نہیں تھا مگر ما تا جی سے خواہ مخواہ کی چیج چیج سے بیچنے کے لئے وہ چلی آئی۔

بقول ما تا جی کہ" تیری تو آتما ہے آند فارج ہو کیا ہے۔"

شاید ٹھیک ہی کہتی ہیں۔ اس کی بے چین آتما کو قرار نہیں تھا۔ پتا نہیں میہ اضطراب مید بیسکونی اس کے جیون میں کیسے اور کب واخل ہو گئی تھی۔

شاید چند برسوں سے یا پھر جب شعور سنجالا تھا یا اس ہے بھی پہلے۔جنم لینے سے بھی پہلے۔ وہ خودا بی اس کیفیت کو بھی نہ جھے یا گی تھی۔

ماتا جی کہتیں مندر جا کرآنند ملتا ہے۔ پوجا میں بڑی جاٹن ہے۔ وہ مندر بھی علی مندر بھی ایکھی ایکھی ایکھی ایکھی ایکھی ایکھی کی ایکھی بھی ایکھی کی طرح دیوتاؤں کا پرساد بھی لیا مگر آنند کہا۔ کہاں ملا آنند؟ کب ملی اس کی بے جین آتما کوراحت؟ اسے تو جانے کیوں بچپن سے ہی یہ سب ایک نداق لگتا تھا۔

"اس سے دوئی ہی کب تھی۔" وہ کپڑے جماڑتی کھڑی ہوگئے۔ اس کی ہنسی ی عجیب تھی جیسے خالی برتن میں بہت سے پھرلڑ ھکا دیئے ہوں۔

مومنہ نے اس کا ہاتھ کھینچا اور اسے دوبارہ کھاس کے فرش پر بٹھا دیا۔
"اس قدر اواس تو تم بھی نہیں لگیس کو بتا۔ کیا بچھے نہیں بتاؤ گی۔ بچھ سے شیئر
یں کروگی؟" وہ اس کے چہرے کے آمے جھی اپنائیت آمیز محبت سے بولی تو کو بتا
ہے ہونٹوں کو اضطرابی انداز میں وبا کررہ گئی۔

" اچھا چلو۔ ایسا کرتے ہیں آؤٹنگ پر چلتے ہیں۔ کھلی تازہ ہوا ہیں۔ ' وہ دل رائد انداز ہیں کہتی اس کا ہاتھ پکڑ کر اٹھ گئی اور پارکنگ لاٹ کی طرف بڑھ گئی۔ گرکو یتا نے کسی پارک ہیں جانے یا آئس کریم بار جانے سے منع کر دیا اور اس کے گھر جانے کی ابش ظاہر کی گھر پکھی رہ گئی۔ ابش ظاہر کی گھر پکھی رہ گئی۔ ابٹس ظاہر کی گھر پہلی انداز سے کہ مومنہ تخیر اور رہ نج سے اسے دیکھی رہ گئی۔ "مومنہ! پانہیں مجھے تہارے گھر ہیں قدم رکھنا بھی چاہئے یا نہیں گرمیری ۔ "مومنہ! پانہیں مجھے تہارے گھر ہیں قدم رکھنا بھی چاہئے یا نہیں گرمیری ۔ " اور مولوی جی سے ملنے کی۔ کیا ہیں اس قابل ہوں کہ۔ "

بی ایر در این بی آواز کانپ رئی تھی۔ اس کی خوش نما آنکھوں میں ایک اداس ملکورے تی دکھائی دے رہی تھی۔

اس نے مومنہ پر نظر ڈال کر بلکوں کی لرزتی باڑھ جھکالی۔

''مولوی صاحب کا گھر کوئی عام سا گھر تو نہیں ہوگا نا۔ تہماری تربیت میں نہی کا رنگ ہے نا مومو! وہ خود کتے عظیم ۔ کتے معتبر ہوں کے اور میں ایک پائی ہوں۔ برے قدم ناپاک ہیں۔ نہیں مومنہ رہنے دو۔ ہاں جھے دہاں نہیں جانا چاہئے۔ ب نو بس یونہی کہہ دیا۔' اس نے یکدم گھبرا کرسٹیئرنگ وہمل پرد کھے مومنہ کے زم تھوں پراینا ہاتھ دکھ دیا۔

" ایک مسلمان کے گھر ہندو کے قدم وہ بھی شودر ہندو کے۔"

" کو تا! گاڈ سیک۔" چپ ہو جاؤ اس سے زیادہ فضول بکواس اور کیا ہوسکتی ہے۔" مومنہ انتہائی کرب اور دکھ سے چلائی۔ اس کے چبرے کو ایک تکلیف دہ رنگ چھو کیا تھا۔

کیا تھا۔

''نو۔ محصنکس۔ میں جائے پی چکی ہوں۔ آپ پلیز چیجے'' اس نے مسکرا کر معذرت کرلی۔

"اب ایسے مایوں تو نہ کریں۔ جائے نہ سی اسکٹ بی لیجے۔ بیضوصی میرے جیب خرج سے خریدے میں۔ وہ شرارت سے بولا تو دوسری ساری ڈاکٹرز ہننے گئیں۔

' ہاں ہاں مومنہ! ڈاکٹر سنیل بے چارے اتنے پیار سے کہدر ہے ہیں اور ان فیکٹ۔ یہ خریدے ہی تہمارے گئے ملئے جیں۔ ہمیں تو یہ مجبورا کھلا رہے ہیں۔' ڈاکٹر لٹا بڑی شرارتی اور بذلہ سنج تھی۔ ایکٹر مومنہ کو چھیٹرا کرتی تھی۔

مومنیہ جھینپ کررہ گئی۔

'' پھر بھی آپ کی اس خاطر کاسوا دا ٹھاؤں گی۔ اس ونت میں پچھ جلدی میں ہوں۔'' وہ کہتی سرعت سے کمرے سے نکل بھا گی۔ مول۔'' وہ کہتی سرعت سے کمرے سے نکل بھا گی۔ کو بتا اے لان کے آبک کو شے میں بیٹھی مل گئی۔

"برتمیزلزگ! بیدکون سا وقت ہے باغ میں بیٹھنے کا۔ میں تو ڈھونڈ ڈھونڈ کر ہلکان ہوگئ اورمحترمہ یہاں استراحت فرما رہی ہیں۔" اس نے اپنا بیک اس کے سر پر ملکے سے مارا۔

> کبھی بستیاں بن، کبھی کوہ و ومن رہا کتنے دنوں، یہ جی کا چلن جہاں حسن ملا وہاں بیٹے رہے جہاں بیار ملا وہاں صاد کیا وہ چنبلی کی ڈالی تو ڑ کے ہولے سے گنگنائی۔

''اوہو۔تو شاعرانہ مزاح ہور ہا ہے جناب کا؟'' '' پیانہیں کون سا مزاج ہور ہا ہے۔ میں خود نہیں سمجھ یا کی ابھی تک۔'' اس نے ایک ممبری سانس کھینچی۔

''کوی!''مومنہ نے بغوراس کی طرف دیکھا۔ ''اتی ڈیرلیس کیوں ہورہی ہو۔ پرکاش سے جھکڑا وگڑ اتونہیں ہوگیا؟'' اور پرتپاک انداز میں کو بتا کو بڑھ کر سینے سے لگالیا اور اس کی پیشانی چوم لی۔
"ارے بی بی! کمال ہو گیا۔ آپ نے کیسے پہچان لیا۔ استے برسوں بعد۔"
مومنہ مصنوی جیرت سے چلائی۔ پھر کھلکھلا دی اور بی بی کی بانہوں کے حصار میں کھڑی
کو بتا کا سرخ سرخ چرہ و کھنے گئی۔

"میں نے کہا تھا تا بی بی جہیں و کھے کر بہت خوش ہوں گی۔"

''ارے لڑکیو! تم لوگوں نے اطلاع بی کردی ہوتی تو میں کچھ چیزیں پکالیتی۔
اچھا اب بیٹھو بس ذرایہ تبلغ پوری کر کے تم شریروں سے منٹی ہوں۔ کو بتا بیٹی! یہ خت
نامعقول لڑکی ہے۔ غازی شاہ کی طرح اسے بھی ہروفت سر پرائز۔ وہ کیا کہتے ہیں ہاں
بس وہی دینے کا شوق ہے۔' بی بی مومنہ کو پیار بحری ڈانٹ کے ساتھ دیکھنے لگیں۔

غازی شاہ کے نام پرایک لحظہ مومنہ کے دل پر وہی مانوس می دھند چھاگئی۔ دو سنہری آنکھوں کا رنگ دل کے ساحل پر پھیلا اورسکڑ ممیا۔

''تم بیٹھوکوی۔ میں پہلے ظہر کی نماز پڑھ لوں۔ بابا کہتے ہیں کہ نماز ترک کرنے والا اللہ سے تعلق نہ رہے تو پھر ایک مسلمان کرنے والا اللہ سے تعلق نہ رہے تو پھر ایک مسلمان کے پاس کیارہ جاتا ہے۔' وہ اسے تخت پر بیٹھنے کو کہہ کر اندر کی طرف بھاگ لی۔

'' کننی اچھی باتیں بتاتے ہیں تنہارے بابا۔خوش نصیب ہومومنہ طارق! کہ تمہاری پرورش ایس ہستیوں نے کی ہے۔''

وہ تخت پر پیر لٹکا کر بیٹے گئی اور بخت نی بی کو و کیھنے لگی جن کا چہرہ سفید براق حاور کے ہالے میں کوئی نورانی سی شے محسوس ہور ہا تھا۔ اس کے ذہن کی سکرین پر ماتا جی کا چہرہ ابھر آیا۔ بے نور۔ بھیکا۔ ہردم ملول رہنے والا جیسے بے آب و کمیاہ صحرا۔

مولوی خفر محمد شاید کسی قریبی معجد میں نماز پڑھ کرآئے تھے۔ ان کے بل کر کو بتا کا وہ سارا خوف، بے نام سے اندیشے رفع ہو مجے۔ او نچے لمبے۔ سرخ و سپید چہرے اور سفید لمبی واڑھی والے مولوی خفر محمد بارعب شخصیت کے ساتھ انتہائی شفیق، وضع وار اور باوقار دکھائی وے رہے تھے۔ جنہیں و کی کر شھنڈے بادل کا احساس ہونے مسلم وارد و بی تاثر امجرآئے۔ آٹھیں اور دل خود بخو داحر ام کرنے گئے۔ ایسے سے۔ کسی اور دل خود بخو داحر ام کرنے گئے۔ ایسے

کویتا کا وہنی اضطراب اس کے دل کی پراگندگی اسے جیرت کے ساتھ دکھی کر

اس نے سرکو خفیف سی جنبش دے کر ہلکی سی سانس بحری اور نرمی سے اس کا ہاتھ اسینے ہاتھ میں تھام لیا۔

"اسلام میں اللہ اور رسول کی اطاعت کے بعد بڑا درجہ انسانوں سے بیار کرنا ہے۔ بیطبقاتی تقیم ہماری اپنی بنائی ہوئی ہے۔ بابا اور بی بی تم سے ال کر بہت خوش ہوں کے۔ یقین کر وکوی! بی بی تو میرے منہ سے تمہارا اتنا ذکر سنتی ہیں کہ اکثر مجھ سے کہتی ہیں کہ کو بتا کو کئی دن لے آؤ گھر؟" اس نے کو بتا کی جیرت سے اٹھنے والی آئھوں میں جھا تکتے ہوئے یقین ولایا۔ گاڑی مولوی خفر محمد کے گھر کے سامنے رک گئی تو کو بتا کے ول کے اندر عجیب سا نامانوس احساس بھر گیا۔ اس کے سینے کی ویواروں پر ناویدہ سا بو جھ تھکنے لگا۔

اس نے بے اختیار مومنہ کا ہاتھ پکڑ کر کرزتا قدم اس دہلیز پر رکھا۔ مومنہ کو پہلی بار اس کی کیفیت نے سیاحساس ولایا کہ کویتا ڈاکٹر بننے کے بہا وجووخود کوکس قدر کم ماییاور بے حیثیت بھتی ہے۔ باوجووخود کوکس قدر کم ماییاور بے حیثیت بھتی ہے۔

شایدیدان کی ذات پات اور طبقاتی تقتیم کا اثر تھا جس نے انسانوں کو استے طبقوں اور درجوں میں منقسم کر کے رکھ دیا تھا۔ برجمن۔شودر۔کھتری اور اس طرح کی درجہ بندی ازخود کر کے کتنوں کو برتری کے احساس اور کتنوں کو کم تری کے احساس میں مبتلا کر رکھا تھا تحر المیہ کم تری کے احساس میں جکڑے ہوؤں کا تھا جو بدترین وجنی اذبت میں زندگی گزار رہے تھے بلکہ زندگی انہیں گزار رہی تھی۔

''بی بی! دیکھیں ذرا کون آیا ہے؟'' مومنہ نے کویتا کا ہاتھ پکڑ کراہے بخت
بی بی کے سامنے کر دیا۔ وہ نماز سے فارغ ہوکر جانماز پر بیٹھی تبیع پھیرری تھیں۔
''بوجھیں تو جانیں۔''ان کے سراٹھانے پروہ شرارت سے ہلی۔
''ارے شریر مجھے پہیلیاں بجوائے گی۔ یہ تو کویتا ہے۔ اسے نہ بچانوں گی
کیا؟'' بخت بی بی کے پرنور چرے پرشیق مسکراہٹ کی جاندنی مجیل گئی۔ وہ آئھیں

''ارے نہیں۔ یہ یونمی بول رہی ہے۔'' کو بتا پھیکی ہٹسی کے ساتھ بولی۔ ''کیا تم نے نہیں کہا تھا کہ ایک ہندو شودر کو مسلمانوں کے گھر نہیں آتا عاہے'۔''مومنہ نے اسے محورا۔

''بات بینیں ہے۔'' کو تا کے چہرے پر سجیدگی آمیز کرب سمٹ آیا۔
''کہاں کھیم میں جو حالات ہیں اس نے یقیغا مسلمانوں کو ہندوؤں سے دول کر دیا ہوگا۔ بھارت راج پاٹ کھیری مسلمانوں کے ساتھ جوسلوک روا رکھ دی ہو گا۔ بھارت راج پاٹ کھیری مسلمانوں کے ساتھ جوسلوک روا رکھ دی ہو گا۔ بھارت راج پاٹ کھیری نظر میں جائز ہو یا ناجائز گر میری نظر میں یہ ایک المانہ نعل ہے۔ میں اس کارن یہاں نہیں آنا چاہ رہی تھی کہ شاید آپ کو نہ بھائے۔ المانہ نعل ہے۔ میں اس کارن یہاں نہیں ہیں تیراانت (انجام) براا ہوگا۔ تو بھگوان البہان کرتی رہتی ہے پر میں کیا کروں مولوی جی! میں جان کرتو ایرا نہیں کرتی۔ بس پالا المانہ کی رہتی ہے پر میں کیا کروں مولوی جی! میں جان کرتو ایرا نہیں کرتی۔ بس پالاس کرتی ہوں اور چلا گیا۔ میرے اندر سے شانتی نکل گئی ہے مولوی جی! ماتا جی بالاتوں سے جھے سے دور چلا گیا۔ میرے اندر سے شانتی نکل گئی ہے مولوی جی! ماتا جی بالاتوں سے بھے سے دور چلا گیا۔ میرے اندر سے شانتی نکل گئی ہے مولوی جی! ماتا جی بالاتوں سے بھی سے دور چلا گیا۔ میرے اندر سے شانتی نکل گئی ہے مولوی جی! ماتا جی بالاتوں سے بھی سے دور چلا گیا۔ میرے اندر سے شانتی نکل گئی ہے مولوی جی! ماتا جی بالاتوں سے بھی ہوں اور پائی کی ناؤ منجد ھار میں ڈوبتی ہے۔''اس کی باتوں سے بھی ہیں شاید۔ میں پاپن ہوں اور پائی کی ناؤ منجد ھار میں ڈوبتی ہے۔''اس کی باز بھرا گئی۔ اس نے مر جھکالیا۔ بخت بی بی نے بیار سے اس کے گروا پنا باز وہما کل کر

"ایبانہیں کہتے۔ ہو جاتا ہے بھی بھی انسان یونمی بے سبب اداس اور بے اسے ہرشے بے کار اور بری ملکنے گئی ہے۔ مگر یہ کیفیت عارضی ہوتی ہے۔"

مولوی خفتر محمد سر جھکائے کئی گہری سوچ میں گم ہتے۔ انہیں کو بتا کی یہ کیفیت نی ناراضی، مایوسی یا وقتی ناامیدی کی نہیں گئی بلکہ وہ محسوس کر رہے ہتھے کہ اس لڑکی کو پاکن '' کی تلاش ہے۔ اس کی آتما سکون کی متلاشی ہے۔ ایسا سکون اور طمانیت بھان ، سوانگ میں ہرگز نہیں مل سکتا تھا۔

انہوں نے سراٹھا کرایک مہری سانس سینے میں کھینی۔
''زندگی میں حقیقت بھی ہے اور نائک بھی۔ بس حقیقت کو پہچانے والی آئکھ
د ہونی چاہئے۔حقیقت اور جھوٹ میں فرق صرف نقطہ نظر کا ہوتا ہے اور تم ایک

چہرے کو بتانے شاید اپنی زندگی میں آج تک نہیں دیکھے تھے۔ اسے بافتیار مومنہ پر رشک آیا جو الی محبت کرنے والی ہستیوں کے درمیان حیات گزار ربی تی ۔ ان کی گفتگو میں بہت تھہرا دُ تھا۔ لیجے میں لوج تھا۔ انہوں نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا تو کو بتا کو سائبان کا احساس ہونے لگا۔ اس کے اندر کی محردمیاں چھنے لگیں۔ دہ خوش ہوتے ہوتے اندر سے جیسے یکدم خالی ہوجانے کے احساس کے ساتھ ممکین ہوگا۔

روس میں از کر کرتی ہے مومنہ تمہارا۔ یوں سمجھو۔ سپتال سے آ کرتمہاری باتیں کے بغیراس لوگ کے حال سے کھانا نہیں از تا۔''

ہ میں سے سر ان روحمی ۔ مومنہ کو دیکھا جو بی بی سے لگی اسے محبت پاٹن نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

ر بیران کے میں اتنی محبت کے کہاں قابل ہوں؟'' بےساختہ بی لیوں ہے بھسل پڑا۔ اس کے جملے پر مومنہ کے دل میں اداسی بھیل گئی۔مولوی خفر محمد نے بہلی بار اس کے چبرے کی طرف دیکھا۔

وہ مومنہ کی ہم عمر تھی۔معصوم اور سادہ چیرے والی بیہ بچی انہیں قلبی طور پر مصطور پر مصطور بر مصطور بر

"معبت حاصل کرنا ہر انسان کا پیدائش حق ہے۔ وہ اپنے پیدا ہونے سے بردے ہونے تک اپنے اطراف لوگوں سے مختلف رشتوں، ناتوں سے پیار وصول کرتا رہتا ہے۔ یہاں قابل یا ناقابل کا کیا سوال؟" مولوی صاحب نے نرماہث بھری مسکراہث کے ساتھ اسے سرزنش کی۔

ر بہت ما سے است کی اپنے اپنے خصے کی خوشیاں اور محبتیں دصول ''چور۔لئیرے۔ ڈاکوسب ہی اپنے اپنے خصے کی خوشیاں اور محبتیں دصول کرتے ہیں۔ تم تو بہت معصوم ۔ پاکیزہ اور حجوتی بچی ہو۔تمہارا دامن تو ابھی خوشیاں اور محبتیں سمیٹنے کے لئے بچسیلا ہوتا جائے۔''

یں ہے۔ سے میں زبردتی اسے ''اے میں فربردتی اسے ''اسے میں زبردتی اسے کی رہتی ہے۔ میں زبردتی اسے کی کر کرلائی ہوں یہاں۔'' مومنہ اپنی جگہ سے اٹھ کرتخت پر آ کر بیٹھ گئی۔

"میرے من کے اندر بہت گرد ہے مولوی جی! یہ بھلا کیے صاف ہوگ۔
انہیں۔ نہیں مولوی جی۔ میری روح کی گرد جھاڑنا چاہیں گے آپ تو خود پورے ان
باکیں گے۔ مگر بیتو وراثق گرد ہے۔ یہ تو پیدائش اند جیرا ہے یہ کیے چھٹے گا؟" وہ ایک
بنگے سے تخت سے کھڑی ہوگئے۔ اس کے ہونٹ کیکیا رہے تھے اس کی انتخصوں میں بجھے
سے کا سادھواں پھیلنا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔

''مولوی جی۔' وہ اچا تک مولوی خفر جمر کے قدموں میں جھک گئی۔ ''ساحل کی تمنا وہ مخص کیسے کرسکتا ہے جو سمندر کے بچ تندموجوں میں گھر اہو ر چہاروں طرف بھٹور کے دائرے ہوں۔ آپ۔ آپ مجھے روشنی دکھا رہے ہیں مولوی باگر آپ کو کیا خبر کہ میں جہاں ہوں وہاں تاریکی بھوت کی طرح مسلط ہے میرے جم روح پ' وہ شدت کرب سے اپنے باریک خوش نما لب دائتوں سے کچل ری تھی۔ ''باریک سے باریک روشنی دبیز سے دبیز تاریکی کا سینہ چیر ویتی ہے۔گھپ رجیرے میں اک ذرا سا در بچہ واکر کے دیکھو۔ روشنی کی باریک لکیر کمرے میں مرے اندھیرے کا دم توڑ دیتی ہے۔'' مولوی خفر محمد کا لہجہ تسلی آ میز تھا۔ انہوں نے مرے اندھیرے کا دم توڑ دیتی ہے۔'' مولوی خفر محمد کا لہجہ تسلی آ میز تھا۔ انہوں نے

وہ اچا تک اٹھی اور بلیٹ کرتیزی سے دروازے سے باہرنکل گئی۔مومنہ نے کے طرف کم میں ہوں ہوں ہے دوجار بیٹھی تھی اس کے یوں بھا گئے پراس میں جیسے جانا چاہا تو مولوی صاحب نے اسے روک دیا۔

''اے جانے دو۔اس کا اس وقت چلے جانا ہی بہتر ہے بٹی!'' ''مر بابا!'' اس نے الجھ کرمولوی صاحب کو دیکھا جوسر کو ہلکی ہی اثباتی جنبش یکر بولے۔

''ہاں۔اس کا جانا بی بہتر ہے ابھی۔اس کے اندر جو در پچہ کھلنا چاہتا ہے جو) پھوٹ رہی ہے اس کا سہارنا اسے بہت مشکل ہوگا کیونکہ اس کی روح کے در یچے جو روشنی اندر آنا چاہ رہی ہے وہ کوئی عام سی فانی روشنی نہیں ہے بلکہ ایمان کی روشنی '' راحی لکھی۔ سمجھ دارلاکی ہو۔ اپنے اندر کو شول سکتی ہو۔ تبدیلی کومسوں کرسکتی ہو۔ اپنے ضمیر پر پڑے اس بوجھ کوئم در حقیقت شدت سے محسوں کر رہی ہو۔ تہمیں '' راستی'' کی تلاش ہے۔ تہمارے اطراف کا ماحول تہمارے ضمیر پر بوجھ کی طرح لدا ہوا ہے اور بیتو بردی خوش آئند بات ہے کہ تہمارے باس سیائی کی روشنی اور بدی کی تاریکی میں فرق محسوں کرنے والی آئکھ ہے۔

" د جس طرح خوبصورتی ہمارے اندر ہوتی ہے ای طرح سچائی بھی ہمارے اندر ہوتی ہے ای طرح سچائی بھی ہمارے اندر فطرت نے ود بعت کی ہے۔ بس اسے ڈھونڈ نے کی ، تلاشنے کی ضرورت ہے اور صد شکر کہ تمہارے پاس حق آشنا ایک قوت ہے۔ "مولوی خصر محمد اپنے میں کو یتا کے دل کو کو یا جمنجھوڑ رہے ہے۔

"" تم اپنے ماحول سے بے زار نہیں ہو بلکہ اس بدی ہے۔ کروفریب اور مجموف سے بے زار ہو جو تہمارے اردگرد کھیلا ہوا ہے۔ بینی! غداکو جب سی کوسچائی کا راستہ دکھانا مقصود ہوتا ہے تو اس کی روح میں ایک اضطراب برپا کر دیتا ہے۔ اسے تاریکی کا ادراک ہونے گئا ہے اور روشنی کی تلاش میں وہ سرگردال ہو جاتا ہے۔ تہمارے اندروہ در بچے کھلنا چاہتا ہے جس سے آگی کا سورج چیکنا دکھائی دے۔"

کویتا دم سادھے مولوی صاحب کے منہ سے نگلنے دالے لفظوں کا قطرہ قطرہ بیتے ہوئے ایک عجیب لذت، ایک انوکی چاشی ردح جس سرایت کرتی محسوں کر رہی اس کے وجود جس عجیب شندی لہریں دوڑ نے لئیں۔اسے لگا مولوی صاحب اس کے اندرجھا نک رہے ہوں۔ان کا لفظ لفظ اسے اپنے اضطراب کا ترجمان لگا۔اسے لگ رہا تھا جسے کوئی چکیلا سیال جسم جس ایسے سرایت کر رہا ہو جسے صحراؤں جس شندی پھواڑ میں میں اور میا رال کے جھکڑے کر یکدم اس کی آنکھوں جس جی دکھی جسے روح کے دریانے جس باد دبارال کے جھکڑے کر یکدم اس کی آنکھوں جس جی دکھی کائی دبیز ہونے گئی۔اس کی روح کا اضطراب پہلے سے کہیں اور زیادہ بڑھ گیا۔

"ہاں۔ میرے اندر بہت اندھیارا ہے مولوی جی۔ اتنا اندھیارا کہ چھ جھائی میں دیتا۔ایک سیاہ تاریک جھ جھائی اس کی آواز ایسے انجری جسے بہت دور سے آرہی ہو۔

اس کی آواز ایسے انجری جسے بہت دور سے آرہی ہو۔

دوسرے دن مومنہ ہپتال آئی تو پتا چلا کو بتانبیں آئی۔ اس نے سوچا واپسی پر وہ اس کے محرجائے کی مگر کچھسوچ کر جانے کا ارادہ ملتوی کر دیا اور طارق ہاؤس کے بہاں چلی آئی۔ بجائے مولوی صاحب کے بہاں چلی آئی۔

''افاہ۔ خیرت تو ہے تی تی اکون مہمان آرہے ہیں جو اتی خوشبو کیں اٹھ رہی ہیں؟'' وہ باور چی فانے میں بی تی بی کو برڑے جوش وخروش سے مصروف عمل دیکھ کرچونگی۔ ہیں؟'' وہ باور چی فانے میں بی تی تو برڑے جوش وخروش سے مصروف عمل دیکھ کرچونگی۔ ''فازی شاہ آیا ہوا ہے۔'' بخت بی بی نے بغیر پلٹے اپنے کام میں منہمک رہے ہوئے ہی اسے جواب سے نواز ااور وہ جہاں کھڑی تھی وہیں کھڑی رہ گئی۔

اسے لگانی بی نے بڑے زور ہے اس کے دل کے ساز پرمضراب مار دیا ہو۔ ہرتار ہی جھنجھنانے لگااور ایک مدھر موسیقی رگ رگ میں بیخے گئی۔

'' ملو گی نہیں اس سے؟'' بی بی اسے خاموش دیکھے کر پلٹیں۔اس نے ایک مہری سانس نے کر دیکھی کا ڈھکن اٹھا کر یونمی جھا نگا۔

"اتناسادا کھاس کے آنے پرکرتی ہیں آپ؟ مگراسے کون سااحساس ہے آپ کا۔ ہوا کے محوث برسوار آتا ہے اور جھو نکے کی طرح گزر جاتا ہے۔اسے کب روا ہے آپ کی۔بس آپ ہی ہیں جواس کے لئے ہلکان ہوتی رہتی ہیں۔"

اس کی آواز میں رنجش تھی۔ شکوہ تھا۔ بی بی اسے اتنا دل گرفتہ دیکھ کرسنجیدہ ہو گئیں۔ قبوے کا چولہا آ ہستہ کر کے اس کی طرف جلی آئیں۔

" بیاں کرتھوڑا ہی ایسا کرتا ہے۔ بھارتی درندے کوں کی طرح اسے مونڈتے پھرتے ہیں۔ وہ اس طرح کھلے عام آ جانہیں سکتا۔ حالات دیکھ کر آتا پڑتا ہے۔ اس نے یہ جو تھم اپنی ذات کے لئے تونہیں لیاتا۔"

بخت بی بی اور مومنہ نے بیک وقت چونک کر پھر قدرے ہے بیٹی سے مولوی صاب کے چہرے کی طرف دیکھا اور دیکھتی رہ کئیں۔ صاب کے چہرے کی طرف دیکھا اور دیکھتی رہ کئیں۔

چے ہے۔ بہت ی باتوں کے جواب دفت کے پاس ہوتے ہیں اور مولوی خفر محمر بھی وقت کے منہ ہے ہی سننا جا ہ رہے تھے جوان کا دل کواہی دے رہاتھا۔ "بی بی! اگر میں سری تکر میں ہی ہوتی تو کیا آپ لوگوں سے رابطہ نہ رکھتی؟"
اس کی بات پر برامان کر مومنہ نے بی بی کو مد دطلب نظروں سے دیکھا۔
اس کی آنکھوں کے سحر انگیز رنگوں میں بڑی مدھرسی مسکرا ہے کہ بکھر گئی۔
د بھی اب تم وونوں آپس میں انجھو۔ جھے تو درمیان میں مت تھیدٹو۔" بخت بی وامن بچا گئیں۔

"میراخیال ہے دوریاں محبت کی شدت کا احساس دلاتی ہیں۔ فاصلے زیادہ قریب لانے کا باعث ہوئے ہیں۔ فاصلے زیادہ قریب لانے کا باعث ہوتے ہیں۔" بی بی کے باور چی خانے سے جانے کے بعد وہ ہولے سے بولا۔

مومنہ نے پلیس اٹھا کیں۔ اس کی بڑی بڑی روش تابتاک آکھیں اس کی سری آکھوں اس کی سنہری آکھوں کے ماندلرزتا سنہری آکھوں کے سمندر سے کلراکیں تو غازی شاہ کواپنا وجود لحظہ بجریانی کے ماندلرزتا محسوں ہوا دوسرے بل وہ جیسے چونک سام کیا اور ایک مہری سانس کھینی۔

"سوری مومنہ! میں جہاں ہوں اور جو حالات میرے اردگرد ہیں وہاں ایس اور ہو حالات میرے اردگرد ہیں وہاں ایس باتوں کے سوچنے کے لئے بھی وقت نہیں ملا۔ وو گھڑی ساتھی ہل بیٹے کر بنس بول لیس تو بھی ایسا گلا ہے جیسے کوئی جرم کر لیا ہو۔ اطراف میں سسکتے انسانوں کا بجوم۔ بھارتی در ندول کے مظالم کا نشانہ بننے والے بے گناہ سمیریوں کی آہ و بکا، ایک وقت میں دس دس دس جنازے۔ یہ سارے حالات اور واقعات ہماری سوچوں اور مسکراہٹوں کو یوں چوس فرس جنازے۔ یہ بست کی جنا کہ بات کا بہا ہوا تھا بیا اوقات ہمارے اندر سے بہت کی تمنا کیں، خواہشیں سراٹھاتی ہیں مگران کا یا تو گلا بسا اوقات ہمارے یا جو اندر سے بہت کی تمنا کیں، خواہشیں سراٹھاتی ہیں مگران کا یا تو گلا بھون ہیں۔ "اس کا لہجہ دھیما لو دیتا ہوا تھا جو مومنہ کی ساعت پر بھلامحسوں ہور ہا تھا۔

وہ دونوں قبحن میں چلے آئے جہاں خوشگوار دھوپ بکھری ہوئی تھی۔ ''میرا خیال ہے تم نے مجھے معاف تو کر دیا ہوگا؟'' وہ اس کی جھکی جھکی پکوں برنگا ہیں ٹکاتے ہوئے یو جھنے لگا۔اس کا لہجہ مسکراتا ہوا تھا۔ وہ پکوں کی باڑھ جھکانے پر کون مہ گئی

"معاف تو كرديا ب مرفكوه تواب بهى ب عازى شاه-" وه چند لمح توقف

روروں ہیں ہی ہی! زبردتی احساس دلانے سے کیا حاصل۔ یہ کوئی ہوشاک تو نہیں ہے کہ آپ نے زبردتی پہنا دی۔ احساس تو خود دل کی زمین سے پھوٹنے والا ہودا ہے۔ اسے خود ہی احساس کیول نہیں کہ بابا ادر آپ کے علادہ کوئی تیسرا بھی اس کا منتظر ہے۔'اس کی آ داز بھرا گئی۔

"میں تو ہوئی خوش فہم ہی رہی اسے برسوں کہ "" وہ دانتوں میں لب کیلئے اور آئھوں میں افریق خوش فہم ہی رہی اسے برسوں کہ "" وہ دانتوں میں المرنے والے قطروں کو جھیانے کی غرض سے باور چی خانے سے باہر تکلنے کے لئے بلٹی تو دھک سے وہیں کھڑی کی کھڑی رہ بھی۔ یا ہم تکلنے کے لئے بلٹی تو دھک سے وہیں کھڑی کی کھڑی رہ بھی۔

وہ دونوں ہاتھ سینے پر باندھے وہیں تو کھڑا تھا۔ آنکھوں سے ہم رنگ شلوار سوٹ اور سادہ می چپل کوئی اہتمام نہیں تھا تمریجر بھی وہ بہت خاص لگ رہاتھا۔ سوٹ اور سادہ می چپل کوئی اہتمام نہیں تھا تمریجر بھی

" مومنه طارق! آپ پانچ سال با ہررہ کر کیا ہمیں بھول گئیں کہ یہاں بھی استحد کے۔ یونہی خوش نہم سے لوگ۔ بھی یادآئے کیا؟"
کتنے لوگ منتظرر ہے تھے آپ جناب کے۔ یونہی خوش نہم سے لوگ۔ بھی یادآئے کیا؟"
اس کی بھاری آواز چھوٹے سے باور چی خانے میں بردی گونجداراور بھاری محسوس ہورہی مقی۔

'' دہ میری مجبوری تھی۔'' دہ سرجھکا کرآ ہستگی ہے کویا ہوئی۔ ''مجبوریاں انسان کی اپی خود ساختہ ہوتی ہیں۔'' وہ جیسے ماننے کو تیار نہ ہوا۔

کے بعد ہولی۔

" من مجھے سے وعدہ کیا تھا کہ اپی تنظیم میں مجھے ضرور شامل کرو مے محرابھی جی وعدہ وفائیس ہوا۔ کہاں تو میری سرکاری جاب نے تہمیں مجھ سے متنظر کر دیا تھا اور اب عندی بار اس جاب کو خیر باد کہنے کا کہا تم نے بابا سے کہلوا دیا کہ میں ابھی ایسا کوئی قدم نہا تھا وک کے ایسا کوئی وجہ سے مجھے ردک رہے ہواگر ایسا ہے تو پاپا سے میں خود بات

"دنہیں مومنہ! یہ بات نہیں ہے۔تم تو ہماری تنظیم میں بہت اہم ہوسٹ پر ہو کی۔تمہاری اہمیت تو بہت زیادہ ہے۔ سرجن ہونے کی حیثیت سے بھی اور "اس نے جملہ اوھورا حچوڑ کرایک مجکی می سائس بحری مجرمر جھٹک کر بولا۔

"میراخیال ہے بیجکہان باتوں کے لئے ہیں ہے۔"

''تو پھر مجھے اس جگہ لے جاؤٹا جو مناسب ہے۔ میں خود آنا جاہتی ہوں تو وہاں تمہارے باہر کھڑے جمجھے اندر نہیں جانے دیتے۔''

ودوہ چھیے ہیں مجاہد ہیں۔' عازی شاہ نے سخت برا مان کر فہمائی نظروں سے

اسے ٹوکا۔

"وسوری مکراس وفت وہ مجھے بہت برے لکتے ہیں جب مجھے تم سے ملنے ہیں ویتے۔ "وہ پوری سچائی اور سادگی سے کہ گئی۔

غازی شاہ نے بے افتدیاراس کی طرف دیکھا اور دیکھا رہ گیا۔ اس کی آنکھوں کی خوش نما جھیوں میں وہ اپنے گئے پندیدہ رنگ دیکھ رہا تھا بلکہ محبت آمیز چک بھی۔ وہ سادہ لوح یا کم فہم نہیں تھا کہ وہ رنگ نہ پہچان یا تا جوشنق کی طرح ول کے آسان پر سج کر آنکھوں کو خیرہ کرنے گئے ہیں۔ وہ خود بھی اپنے دل میں محبت کی الی ہی روشن کی موثق محسوں کر رہا تھا۔

بہوں میں روہ ہوں ہے۔ لئے لندن چلی تئی تھی وہ ہر ہر آ ہث پر اس کا گمان کرتا رہا تھا۔ ہر ہر آ ہث پر اس کا گمان کرتا رہا تھا۔ ہر ہر لیجے اسے یاد آتی رہی تھی۔ بھی رات کی تاریکی میں آسان پر جیکتے ستاروں میں اس کی تعکیما ہٹیں ڈھونڈ تا بھرتا۔ اس کی ہنسی کے اس میں اس کی تعکیما ہٹیں ڈھونڈ تا بھرتا۔ اس کی ہنسی کے موتی ہمیشہ اس کے دل کی سیب میں محفوظ تنظے مگر اب وہ جذباتی نوجوان بن کرنہیں سوچنا موتی ہمیشہ اس کے دل کی سیب میں محفوظ تنظے مگر اب وہ جذباتی نوجوان بن کرنہیں سوچنا

چاہتا تھا۔ محبت کی مسرور کن مہک اور دل گداز رکوں کے ہمراہ سفاک حقیقت ہمی اس کے سامنے پھیلی ہوئی تھی۔ وہ مولوی خضر محمد کی نہیں طارق احمد کی بیٹی تھی جوایک سرکاری آفیسر تھا جے سمیری مسلمانوں کے مفاد سے بھینا کوئی دلچیں نہتی جے صرف اپنی نوکری اپنے اثر درسوخ اور سینٹس کی فکر رہتی تھی۔ پھر بھلا وہ ایک حربت پند لیڈر کو دامادی میں کسے قبول کر سکتا تھا اور پھر جن حالات سے وہ نبرد آزما تھا اس کے آس پاس زندگیاں سسک ربی تھیں۔ اذبت اور دکھ کا سفر تھا جو کا نثول سے پر تھا اور جانے کتنا طویل تھا۔ جہاں اسے بہت سے نہتے ، ب گناہ فلم کی چکی میں پستے انسانوں کی حق خوداراد بت اور آزادی کی جنگ جاری تھی ایسے میں وہ اپنی خوشیاں وقت کے مشکول سے س طرح چن سکتا تھا۔

اور ضروری نہیں اس کے ہاتھ خوشیوں کی ان مہکتی کلیوں کو چننے کے لئے برحتے تو وہ کا میاب رہتا۔ خالی ہاتھ رہ جاتا۔ بہت کی الیم سوچیں اسے اپنے جذبوں کے آئے گئے کی طرح بہنے سے روکے ہوئے تھیں۔

" بھارتی حکومت میڈیا پر پابندی لگا کر یہ بجھ بیٹی ہے کہ وہ اپ مظالم جو کشمیریوں پر روار کھے ہوئے ہے وہ چھپانے بیل کامیاب ہوگئ ہے۔ اس کی بربریت کے کھلے مظالم تو سر کول پر دکھائی دیتے ہیں۔ غازی شاہ! ایسے میں میرا دل چاہتا ہے میں یہ بہتال چھوڑ دول جہاں انہی درندوں، ظالم ہندوؤں کے زخموں کا اند مال ہوتا ہے جہاں ایک زخمی مسلمان کے ساتھ تعضباتی سلوک روار کھا جاتا ہے۔ "

" وهرج سرجن! وهرج - تمهارا جذبه قابل تحسین ہے مگر ہر کام سوج اور کئے۔ تمہارا جذبہ قابل تحسین ہے مگر ہر کام سوج اور کئے۔ عملی سے کیا جانا جاہتے۔ ہماری محض چند جذباتی با تیں ہمیں آزادی نہیں ولا کیں گی۔ وہ مخمرے ہوئے لیجے میں اسے جذباتی کیفیت سے نکالنے لگا۔

" ہاں۔ غازی ٹھیک کہدر ہا ہے بیٹا۔ ہر کام مضبوط ارادے اور بہترین حکمت عملی سے کیا جائے تو کامیا بی کا امکان رہتا ہے۔ "مولوی خطر محمد بھی ادھر چلے آئے۔
" بھارتی سرکار جس طرح ایک با قاعدہ منصوب کے تحت پوری دنیا ہیں اپنا ہندہ مت کلچر پھیلا رہے ہے میڈیا کے ذریعے بیدکوئی وقتی نہیں ہے اس کا اثر دیریا ہوگا۔ جس طرح مغربی کلچر بردے منصوب اور سازش کے تحت غیر محسوس طریقے سے آدھی دنیا

جا ہتی ہوں۔ میں اب حمہیں اس طرح ہر گزنہیں جانے دوں گی جب تک تم میرے لئے کوئی فیصلہ نہیں کرو مے۔''

"بہت ضدی لڑکی ہو؟" غازی شاہ بےساخت مسکرا دیا۔

'' بنیس غازی شاہ۔ میری بیٹی حقیقتا اس قابل ہے کہتم اے ایک بار آزباکر دیکھو۔ یہ کیسے پورا اتر تی ہے۔'' مولوی خضر محمد اس کی حمایت میں بولے تو وہ کھل اٹھی۔ '' اب تو بابا بھی میری حمایت کر رہے ہیں۔ بولو کیا کہتے ہو؟'' وہ فرضی کالر جماڑنے گئی۔

''ارے میں تو کہتی ہوں لڑکی ذات کی صلاحیتیں تو اس کے شوہر کا تھر چلانے اور بال بچوں کی پرورش میں صرف ہونا جا ہمیں۔'' بخت بی بی دستر خوان پر برتن رکھتے ہوئے بول اٹھیں۔

"اب طارق ہے کہو کہ اس کی شادی کا سویے۔ کیا بٹھائے رکھنا ہے اسے۔ "
صحن میں لحظہ بھر بڑی خاموش ہی نضا تن گئے۔ بی بی کے جملے بڑے غیر متوقع سے ۔ مومنہ اور غازی شاہ کے دل کیبارگی ایک ہی احساس سے ہم آ ہنگ ہو کر دھڑ کے سے ۔ مومنہ نگا ہیں ملیں مگر نگا ہوں کا بی تصادم لمحہ بھر کا تھا۔ مومنہ کی خمدار پکوں میں حیا کا بوجھ سمٹ آیا۔ وہ چہرہ جھکا کر شخت سے اٹھ گئی۔

ی بیا ہی! آپ کو تو بس ایک ہی موضوع یاد رہتا ہے۔'' وہ رخ موڑ کر دستر خوان پر پلیٹیں تر تیب سے رکھنے گی۔ عجیب می شرم نے اسے آگھیرا تھا۔

میں کھیل کر بربادی کا باعث ہوا اس طرح اب بھارتی کلچر ہے ہودہ فلموں کے ذریعے
معصوم ذہنوں میں بٹھایا جارہا ہے۔ چند دیدہ زیب اور وقتی خیرہ کن رگوں کے ساتھ بہ
ز برنس نس میں اتارا جا رہا ہے جو مشیات سے زیادہ مہلک ہے جو روحانی اور جسمانی
تبائی کا باعث ہے۔ بس رب العالمین اس ز برسے عالم اسلام کو محفوظ رکھے۔ بیز برجسم
کی نہیں روح کی موت ہے۔ دنیا بی نہیں آخرت بھی برباد ہاس ہے۔ "مولوی خصر
محمد کے چرے برتاسف اور دکھ کے سائے لرزنے گئے۔

''بابا۔ اسلام کسی انسان کا تخلیق کردہ دین ہیں ہے۔ بیداللہ کے مانے والوں کے قلوب میں اسلام کسی انسان کا تخلیق کردہ دین ہیں جس طرح شریانوں میں خون ہما گتا دوڑتا ہے۔ اگر شریانوں سے خون نکال دیا جائے تو موت واقع ہوجاتی ہے۔''

''یہ ہزاروں کشمیری بھارتی درندوں کے تیروں کا استقبال کرتے ہیں۔ اپنے سینوں پر، تلواریں تمغول کی طرح سجالیتے ہیں۔ وجنی اور جسمانی اذبیتیں سہدرہ ہیں۔
کیمے کیے ظالمانہ طریقوں سے انہیں ٹارچ کیا جاتا ہے کہ عام آدی دکھ کرلرز جائے گر سیمیری مسلمان ہی ہیں جو زخموں سے چور، کئے ہوئے اعضا کے ساتھ بھی چیخ چیخ کر کی کہتے ہیں'' نعرہ تجمیر۔اللہ اکبر۔' بیہ جذبہ جہاد ہے جو دنیا کے بڑے سوں میں موجزن سے زیادہ پاورفل ہے۔ ایمانی طاقت ہے جو ان کے کرور اور نجیف جسموں میں موجزن رہ کر انہیں کرور نہیں پڑنے دیتی۔' عازی شاہ کے انداز بیاں اور جملوں میں ہلکورے لیتا جوش ماحول پر مجیب ساسحر طاری کر رہا تھا۔ مومنہ کی پلکوں پر یک بیک ستارے جوش ماحول پر مجیب ساسحر طاری کر رہا تھا۔ مومنہ کی پلکوں پر یک بیک ستارے جوشملانے گئے۔ اسے تختوں پر لیٹے وہ زخی یاد آئے جو بھارتی فوجیوں کی بربریت کا جململانے گئے۔ اسے تحقول کی بربریت کا شانہ بنائے گئے تھے۔ میں اللہ اکبر کہنے کے جرم میں۔

ا تنا بڑا بھارت اور اتنی ہزاروں فوج نبھی نہتے تشمیر یوں کی آ واز کو د بانہیں پا رہی تھی۔اس لئے کہ بیرت کی آ واز تھی۔سیائی کی بیکارتھی۔

اس نے ایک مہری پر ملال سانس بھرتے ہوئے بلکوں پر ازتے نمی کے امروں کو یو نچھا۔

''میرے اندر بھی وہی خون ہے غازی شاہ اور ایسے ہی طوفان اٹھائے ہوئے ہے جو تہاری رکوں میں موجزن ہے۔ کشمیر کو میں بھی بھارت کے ظلم وستم سے آزاد دیکھنا

وہ بی بی کو بادر چی خانے کی طرف آتے دیکھ کر تیزی سے باہرنکل آئی۔ بی بی برئی خاموش راز دال تعییں۔ اس کا ادراک اسے آج ہوا۔ اس نے ان پر دز دیدہ نگاہ ڈالی اور محن کے اس حصے میں جلی آئی جہاں غازی شاہ کھڑا تھا۔

'' میں یہ بھی بھی پیند نہیں کروں گی غازی شاہ کہتم بی بی کی بھیک میں مجھے ملو۔ میں کوئی کشکول لے کرنہیں کھڑی ہوں کہان کے کہنے پرتم اپنی عنایت 'توجہاور محبت کا سکہ ڈال دو۔'' وہ بڑی سنجیدگی کے ساتھ اس کے سامنے آکر کھڑی ہوگئی۔

"رفاقت میں آدمی دل و جاں سے شامل نہ ہوتو وہ سراب ہوتی ہے۔ محبت تو ایک دوسرے کے اندر امکنے کا نام ہے غازی شاہ کوئی کسی کے اندر زبردی اپنی جڑیں نہیں ڈال سکتا۔ یہ تو خود کوئیل کی طرح پھوٹی ہے اور آ ہت آ ہت نہو یا کر پھر بلی زمین کو بھی زم کر دیتی ہے۔ دوسرے کے دل میں آپ زبردی آگ نہیں سکتے جا ہے وہ زمین کتنی ہی زرخیز کیوں نہ ہو۔"

اس نے بیکہ کرغازی شاہ کی آنکھوں سے جھلکتے تخیرکوایک نظر دیکھا پھر بلٹنے ہی گئی تھی کہ اس کی کلائی غازی شاہ کے مضبوط ہاتھ کی گرفت میں تھی۔ اس کی آنکھوں کے تخیر میں ایک وارفیانہ ہی چیک بھی اتر آئی تھی۔

اس کے کمس کی کرنوں نے مومنہ کی رگ رگ میں طوفان مجا دیا۔ یہ س کسی معصوم بچے کانہیں تھا جسے تھام کر معصوم بچے کانہیں تھا۔ یہ باتھ اس بچے کانہیں تھا جسے تھام کر وہ مزے سے گڑھے بارکیا کرتی تھی۔

یہ ہاتھ تو ایک بھر بور مرد کا تھا جس نے بورے استحقاق کے ساتھ اسے تھاما

وہ خاموش نظریں اور عنابی لب جنہوں نے بھی کھل کر اظہار نہ کیا تھا تو کیا ہوا۔ وہ پہلی ملاقات کی بے تابی مسرخوشی ۔طلحہ احمد کی شرارتوں پر اس کامحظوظ ہوکرمسکرانا اس بات کی غمازی ہی تو کرتا تھا کہ وہ بھی اس سفر کا مسافر ضرور ہے۔

"اے لو۔ تم سب لوگ تو یوں چپ ہو گئے جیے سانپ سوتھ کیا ہو۔ میں نے آپ سے کہا ہے مولوی جی !"

"ارے نی بی۔ آپ بہت دور کا سوچنے گئی ہیں۔ بھلا ایک مجاہد۔ حریت پہند طارق احمد جیسے بڑے آفیسر کی بیٹی کے قابل کہاں۔ وہ اپنی بیٹی کے لئے یقینا کسی اعلیٰ عہدے دار داماد کے خواہش مند ہوں مے۔ آپ ناحق خواب دیکھنے گئی ہیں۔ "غازی شاہ آستین فولڈ کرتے ہوئے تخت سے کمڑا ہو کہا۔

اس کے لیجے میں استہزا آمیز مسکرا ہٹ تھی جو تیر بن کرمومنہ کے جگر کوچھائی کر علی استہزا آمیز مسکرا ہٹ تھی جو تیر بن کرمومنہ کے جگر کوچھائی کر علی ۔ احساس تذلیل ہے اس کا چہرہ تمتمانے لگا۔ اس نے پلیٹ چٹھنے کے انداز میں دستر خوان پر رکھی اور اٹھے کر باور چی خانے کی طرف چلی گئی۔

مولوی خصر محمد شاہ بے حد خاموثی سے اٹھ محمے ادر جاکر نکلے پر ہاتھ دھونے لکے جیسے اس موضوع پر ہات کرنا ان کے لئے قطعی غیر ضروری تھا یا پھر قبل از دفت۔ یوں بھی وہ کم کو تھے اور عملی انسان تھے۔

''غازی! پھرخفا کر دیا میری بچی کو؟ یہ جانتے ہوئے کہ یہ تمہارے علاوہ کسی اور کے بارے میں نظروں سے غازی اور کے بارے میں نہیں سوچتی۔'' بی بی کی آواز دھیمی تھی۔ وہ فہمائٹی نظروں سے غازی شاہ کو د کھے رہی تھی اور باور چی خانے کے درواز ہے کو تھا ہے کھڑی مومنہ کا دل دھک سے رہ گیا کہ یہاس کے جذبے بی بی پر کیسے عیاں ہو مجے۔

♦..... **♦**..... **♦**

کے آھے اتنی کمزور مجی نہیں ہوں۔' وہ مسکرائی۔

''یہ میرا وعدہ ہے مومی کہ تمہارے انظار کولمبائبیں ہونے دوں گا۔تمہاری آنھوں کو تھکنے نہیں دوں گا۔تمہارے ضبط کو آزماؤں گانبیں کہ جسے چاہتے ہیں۔اسے دکھ نہیں دیتے۔اسے آزماتے نہیں ہیں۔''اس نے بڑے باافتیاراندانداز میں کہا۔ مومنہ خود میں سمٹ گئی۔

♦..... ♦..... ♦

کھانا بہت خوش کوار ماحول میں کھایا جا رہاتھ۔ بی بی غازی شاہ کو ایک ایک چیز اصرار کر کے کھلا رہی تغییں جیسے وہ کوئی حجوثا ساشرمیلا سابچہ ہو۔
اسی دم دروازہ کھول کراجیا تک طلحہ احمد اندرواخل ہوا۔
"فازی! غازی شاہ!" اس کی آواز میں گھبراہٹ تھی مکر لہجہ دھیما تھا۔ غازی

شاہ خطرے کا احساس کر کے ایک جھکے سے دسترخوان سے کھڑا ہو گیا۔ "او معرض میں ہوئے۔" مولوی خصر محمد بھی اٹھے مسے۔ "کیا ہات ہے طلحہ؟" مولوی خصر محمد بھی اٹھے مسکئے۔

" جلدی سے نکل چلو بہاں سے غازی۔ سرکاری گاڑیاں اس محلے میں گھر گھر تلاشی لے رہی ہیں۔ افضل نے بتایا ہے۔ رمیش ورما کے قبل کے بعد سرکاری کتے اور زیادہ حرکت میں آمنے ہیں۔جلدی نکل چلو۔"

غازی شاہ نے سرعت سے اپنی جا دراٹھائی۔طلحہ باہر کی طرف مڑتمیا تھا۔ ''خدا خیر کرے۔ جانے آج کتنے معصوم گھروں کے چراغ کل ہوں سے۔'' بخت بی بی جلدی دمتر خوان سمیٹنے لگیس۔

مومنہ مجی اپنی جگہ سے کھڑی ہو گئ تھی۔

''دمکروہ ہمارے کھر میں کیا تلاثی لیس سے۔کیا ہے یہاں پر؟'' دہ متعجب ہو کرمولوی صاحب کو دیکھنے لگی۔

'' دوسروں کے گھروں میں کیا ملتا ہے بھلا انہیں۔بس مار دھاڑ کرلڑکوں کو پکڑ کرتشدہ کا نشانہ بناتے ہیں اور عورتوں کی بے حرمتی کرتے ہیں۔'' ''تم ایبا کرومومنہ کہ طارق ہاؤس جلی جاؤ۔تمہارے پاس اپنی گاڑی تو ہے اس کے اس ہاتھ میں وہ ول وھڑک رہا تھا جس میں مومنہ طارق بی ہوئی

"" تنهارا به روپ تو بهت پیارا ہے مومو! میں تو تمہیں اب تک وہی روتی بسورتی کم عقل مومنہ مجھ رہا تھا۔ گرتم تو آج تیکھی مہی مہی مہی سرجن لگ رہی ہو۔"
وہ کھسپا کر ہاتھ چھڑانے گئی۔ وہ بہ سب نہیں کہنا چاہتی تھی گر بس ایک طرح کی باعثیاری تھی جس کی لیپیٹ میں ایک طرح کی باعثیاری تھی جس کی لیپیٹ میں ایک خت چلی تھی۔

"حچوژ وميرا ماتھ-"

" أكر نه چهوژول تو؟" وه لطف اشار با تفار الله ليح اس كى سنهرى آتكهول كي سنهرى آتكهول كي سنهرى آتكهول كي سندر ميں اليي تندى اور روانی منی كه مومنه كولگ ربا تفاوه اس روانی میں تنكيے كی طرح بهہ جائے گی۔

"مِس بي بي كو بلالول كي-"

"بلالول بلکہ بابا کو بھی آواز دے لوتا کہ وہ بھی و بکے لیس کہ میں نے تنہارا ہاتھ پورے استحقاق کے ساتھ تھا ا ہوا ہے۔ اسے بھی نہ چھوڑنے کے لئے۔ ہم تو بنے ہی ایک دوسرے کے لئے ہیں مومنہ!" اس کا لہجہ تبییر ہو گیا چراس کا ہاتھ چھوڑ کر سنجیدگی ہے گویا ہوا۔

"فی فی کی خواہش بے جانہیں ہے۔ ہر مال باپ کی بیخواہش ہوتی ہے کہ وہ اولاد کی خوشیال دیکھیں اور ہوتا بھی یہی چاہئے۔ یہی قانون فطرت ہے کہ انسان ہر حال۔ ہیں ایک فطری انداز میں گزارے۔ شادی ایک سوشل ضرورت ہے۔ جہال بی عورت کو تحفظ فراہم کرتی ہے دہاں مرد کو دہنی آسودگی مہیا کرتی ہے۔ یہ بندھن زندگی کو مہل بنا دیتا ہے۔ گر میں وہنی طور پر اس وجہ سے ڈسٹرب ہوں کہ ڈرتا ہوں پا نہیں اس رہتے کے نقاضوں کو پورے خلوص سے ادا کرسوں گا یانہیں۔ میں دراصل کھل نہیں اس رہتے کے نقاضوں کو پورے خلوص سے ادا کرسوں گا یانہیں۔ میں دراصل کھل کیموئی کے ساتھ اس بندھن کو نبھا تا جا ہتا ہوں گر جانتا ہوں کہ کیموئی کے لئے چند برس کیموئی کے ساتھ اس بندھن کو نبھا تا جا ہتا ہوں گر جانتا ہوں کہ کیموئی کے لئے چند برس کیموئی کے ساتھ اس کی حق میں اور پوری عربھی۔ کیا تم انظار کرسکتی ہو جندنا میں کہوں؟'' وہ اس کی آئیکھوں میں جھا تک کر یو چھنے لگا۔

"مومنه طارق مرتے وم تک انظار کر سکتی ہے غازی شاہ۔ میں اپنے جذبوں

"_t

خوف میں روز و شب گزارنا اور شب بیداریاں تو تشمیریوں کا مقدر ہو چکی تقییں۔ ہر آ ہٹ پر دل خوف کی دلد لی زمین میں دھننے لگتے۔عورتیں اندر کمروں میں دبک جا تیں مگر چھوٹے محمروں کے کمزور دروازے انہیں کہاں تحفظ دے سکتے سے ۔ان ہوں زدونظروں سے۔ایک کھرسے اچا تک جیخ و پکارکی آوازیں آنے لگیں جو

ماحول پر چھائی دہشت کو پچھاور نبردھارہی تھیں۔

دوفوجی درندے ایک جوان دوشیزہ کو سینج کھانچ کر دہلیز سے باہر نکال رہے تھے۔اندرعورتوں کے چیخے اور رونے کی آ وازیں آ رہی تھیں جبکہ ایک بوڑھا ان فوجیوں کے قدموں میں گراان کے پیروں سے لیٹا اپنی عزت کی بھیک ما تگ رہا تھا۔

کتنا کم فہم تھا جوعزت کے سب سے براے لئیرے تھے جوعزت کامفہوم بھنے نہ تھے ان سے الیمی بھیک مانگنا سوائے نا دانی کے کیا ہوسکتا تھا۔

''حجوڑ دو مجھے۔ خدا کے واسطے مجھے چھوڑ دو۔ میں نے کوئی جرم نہیں کیا۔'' لڑکی کی چینیں آسان و زمین کو ہلا رہی تھیں مکران کا فروں کے دل کی تاریک زمین میں ذرابھی ہلچل نہ ہوئی۔

اس کا دویٹا ان کے پیروں میں پڑا رُل رہا تھا اور کھینچا تانی ہے اس کے گریبان کے بٹن ٹوٹ مجئے تھے۔ اس روح فرسا منظر نے مومنہ کوشدت کرب سے گئگ کر دیا۔اس نے مارے خوف کے غازی شاہ کا باز و جکڑ لیا۔اسے نگا جیسے اس لڑکی کی جگہ وہ خود ہے۔

ہاں وہ بھی تو تشمیری عورت تھی۔ دوسری مسلمان عورتوں کی طرح اتنی ہی غیر محفوظ۔

''غازی شاہ! یہ درندے اسے کہاں لے جا رہے ہیں؟''اس کی آوازخوف سے مرتعث میں۔ غازی شاہ کی نظریں بھی سامنے تعیس جہاں ایک نوجی اس بوڑھے کواپنے وزنی بوٹوں سے تھوکریں مار رہا تھا مگروہ ان نا قابل برداشت ضربوں کے باجود اپنی بیٹی کی طرف لیک رہا تھا۔

'' بچھ کروغازی شاہ۔'' وہ رو دینے کوتھی۔ بدمشکل اپنی سسکی کواس نے منہ پر ہاتھ رکھ کرروکا تھا۔ " د نہیں۔ میری گاڑی ورکشاپ میں ہے۔ مگر میں طارق ہاؤس نہیں جاؤں گی۔ وہ یکدم ضدی کہتے میں یولی۔

''دیکھو۔ بحث مت کرو۔ غازی ٹھیک کہہ رہا ہے تم یہاں سے نکل جاؤ۔ ان درندوں کا پچھ بحر دسانہیں۔ وہ کب' مولوی خفر محمد اسے پچیار نے لگے۔ وہ خود بھی یکدم متوص نظر آنے لگے ہتھے۔

''مگر بابا۔ کیا یہاں ہر محلے۔ ہر گھر کی عورت طارق ہاؤس ہی جائے گی پناہ کے لئے۔ طارق ہاؤس ہی جائے گی بناہ کے لئے۔ طارق ہاؤس کوئی پناہ گاہ تو نہیں ہے۔ بس نہیں جاؤں گی میں۔ دیکھاوں گی وہ کیا اگاڑ سکتے ہیں میرا؟'' وہ جھک کر ہاتھ دھونے گئی اور جیسے ہی سیدھی ہوئی غازی شاہ نے جھکے ہے اس کی کلائی پکڑی۔

"بہت ضدی لڑکی ہوتم۔" وہ اے تھسیٹما ہوا با ہرنگل عمیا۔ طلحہ احمد اے اشارہ دے کر دوسری جانب نگل عمیا تھا۔

غازی شاہ اسے ساتھ لئے احتیاط سے سنسان گلیوں کی طرف بھا گئے نگا۔ گلیوں میں نیم تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔سرکاری گاڑیوں کی آمد پر ہر گھر میں خوف و ہراس طاری تھا۔ لائیں تو یوں بھی کسی نے نہیں جلا رکھی تھیں جو ایک طرح سے ان کے لئے ۔ ا سودمند ہی تھا۔

وہ درخوں کے جمنڈ میں ایک جگہ رک کر ماحول کا جائزہ لینے لگا۔مومنہ اس کے پیچھے دیک کر بیٹھ گئی۔

" اب بم کہاں جا کیں گے غازی؟ ' وہ آہتہ آواز میں پوچھنے گی۔
" میرا خیال ہے ابھی ای جگہ ہمیں ظہر کر حالات کا جائزہ لینا ہوگا۔ ابھی آگے بردھنا مناسب نہیں ہے۔ یہ قدرے محفوظ جگہ ہے۔ ' اس نے ایک فوجی گاڑی کو آتے دیکھا تو کمل اس طرف متوجہ ہو گیا مجراس کی طرف منہ کر کے دبی زبان میں بولا۔ دیکھا تو کمل اس طرف متوجہ ہو گیا مجراس کی طرف منہ کر کے دبی زبان میں بولا۔ ''میرے خیال سے فوجی گاڑیاں اپنی کارروائیوں میں آ دھا گھنٹا تو ضرور لیں ''میرے خیال سے فوجی گاڑیاں اپنی کارروائیوں میں آ دھا گھنٹا تو ضرور لیں ''میرے خیال سے فوجی گاڑیاں اپنی کارروائیوں میں آ دھا گھنٹا تو ضرور لیں ''میرے خیال ہے فوجی گاڑیاں اپنی کارروائیوں میں آ دھا گھنٹا تو ضرور لیں ''میرے خیال ہے فوجی گاڑیاں اپنی کارروائیوں میں آ دھا گھنٹا تو ضرور لیں ''میرے خیال ہے فوجی گاڑیاں اپنی کارروائیوں میں آ دھا گھنٹا تو ضرور لیں ''میرے خیال ہے فوجی گاڑیاں اپنی کارروائیوں میں آ دھا گھنٹا تو ضرور لیں ''میرے خیال ہے فوجی گاڑیاں اپنی کارروائیوں میں آ دھا گھنٹا تو ضرور لیں ''میرے خیال ہے فوجی گاڑیاں اپنی کارروائیوں میں آ دھا گھنٹا تو ضرور لیں گھی ۔''

ے۔ پچھہی در میں سرکاری گاڑی ہے بھارتی فوجی ارنے بھینیوں کی طرح اتر کڑا گھروں کے دردازوں پرککریں مارنے لگے۔

"میرے پاس اس وقت ہتھیار نہیں ہے اور ایبا کہلی بار نہیں ہو رہا۔ کتنی عورتیں آزادی کی اس جنگ میں قربان ہو گئی ہیں۔ان بھیٹر یوں کے ہاتھوں۔" وہ بے عارکی آمیز کرب سے بولا۔

بہت کھے کرنے کی خواہش اور کھھ نہ کر سکنے کی لا چاری اسے بھی آزردہ کئے رہنے گ

"وہ ہتھیاروں سے لیس ہیں اور ہم نہتے ہیں۔ پچھ کرنا سوائے بے وتوفی کے کچھ نہ ہوگا۔ اس سے زیادہ دل کچھ نہ ہوگا۔ اس سے زیادہ دل دوز منظر دیکھے ہیں میں نے کہ سینہ شق ہو جاتا ہے۔ ایسے مواقع آئے ہیں ہم پر جب ایسی ہی ہے ایشی ہی رول کی زنجیر بن جاتی ہے۔ 'وہ اسے تسلی دینے لگا۔

وہ الرکی کسی کئی شاخ کی طرح اس فوجی کے باز دیے حلقے میں فوجی کا ڑی تک پہنچی تھی کہ اچا تک ایک مکان کی حصت سے زبردست فائرنگ ہونے گئی۔ یہ فائرنگ سیدھی فوجی کا ڑی گئی تھی۔ الرکی کو کھینچے والا فوجی کسی پرندے کی طرح پٹ سے زمین بوس ہو گیا۔ اسے تڑ پنے کا موقع بھی نہ ملا تھا۔ سنستاتی کولیاں سیدھے دل کے مقام پر کئی تھیں۔

فائر نگ شین کن ہے ہورہی تھی اور لگا تار ہونے کے باعث سرکاری بھیڑوں میں بوکھلا ہٹ بھیل می تھی۔ لڑکی موقع پاتے ہی اپنے بوڑھے باپ کی طرف بھاگی۔ اس غیبی المداد نے ضعیف اور زخی بوڑھے کے اندر بھی کویا تو انا ئیاں بھردیں۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور بٹی کو پکڑ کر دوڑ لگا دی۔

آمیز بے بینی سے اسے ویکھنے گی۔ "طلحہ کیا مطلب؟"

" ہاں مومنہ۔ بد فائر تک طلحہ احمد نے کی ہے۔ میں ہزاروں میں پہچان سکتا

وں۔ اتنا زبردست افکی طلحہ ہی کرسکتا ہے۔ وہی اللہ کا سپاہی ، کشمیر کا محافظ طلحہ۔ خداتم برحمت نازل کرے۔ حمہیں شمع حق کی حفاظت کے لئے لمبی حیات وے ہم اس دھرتی نا مان ہو۔''خوشی اس کے انگ انگ سے چھوٹ رہی تھی۔

فوجی گاڑیوں سے نصامیں چھوٹے چھوٹے بم اچھالے جانے کیے جبکہ دوسری رف فائر نگ کا سلسلہ رک چکا تھا۔

''چلومومنہ'' غازی شاہ نے اس کا ہاتھ پکڑااور پیچلی طرف دوڑنے لگا۔ ''مم میمروہ طلحہ'' وہ پرتشویش سی ہوکر بولی۔اس کے دھیان کی روطلحہ احمد کی ۔ بھٹکنے گئی۔

"وہ آ جائے گا۔ اس کا اللہ تھہان ہے۔ ہمیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہمیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جہاد کرنے واللہ کے دائیں ہاتھ پر بیٹے ہوتے ہیں۔ اس کے قرب سے ف اغدوز ہورہے ہوتے ہیں۔ "غازی شاہ ملکے سے مسکرایا پھر بولا۔

'یو تو کھی جمی نہیں ہے۔ طلحہ نے اس سے عظیم جرائت کا مظاہرہ کیا ہے۔ وہ اَل عام مخص نہیں ہے۔ وہ شیر ہے شیر۔ کشمیر کا۔ اللہ کا۔ وہ مسلمانوں کا فخر ہے۔ جہاد الذت کا گرویدہ۔ جنت کا رائی ہے۔''

اورمومنہ کا دل بھی اس کھمیری لڑ کے کی ولیری کو دل ہی دل میں خراج تحسین ساکھیے کی ولیری کو دل ہی دل میں خراج تحسین ساکھیے کی دعا کیں نکلنے ساکھیے کی دعا کیں نکلنے ہیں۔ اس کے لئے خیریت اور عافیت کی دعا کیں نکلنے ہیں۔

♦..... **♦**..... **♦**

ایک فوجی کی جوابی فائرنگ سے طلحہ احمد کی ٹاٹک زخمی ہوگئ تھی۔سنساتی مولی اک پنڈلی کے گوشت میں پیوست ہوگئی تھی۔خون بہنے کی رفتار خاصی تیز تھی جس کی سے بھا گئے میں خاصی دشواری کا سامنا تھا۔اسے لگ رہا تھا جیسے پنڈلی میں آگ۔ ۔افٹی ہو۔۔

وہ بہت مضبوط اعصاب کا لڑکا تھا۔ اس کے لئے یہ بات پریشان کن تھی نہ تبیعی شیاست مضبوط اعصاب کا لڑکا تھا۔ اس کے لئے یہ بات پریشان کن تھی نہ تبیعی شیاری مجاہدا ہے سود و زیاں سے تبیعی شیاری مجاہدا ہے سود و زیاں سے

وہ آگے بردھی۔ دوخر مدار

"زخی معلوم ہوتے ہو؟"

''کیا مجھے اتنا موقع دیا جائے گا کہ میں اپنا زخم صاف کرسکوں۔اس کے علاوہ برایہاں کودنے کا کوئی مقصد نہیں تھا۔'' طلحہ احمدنے یہ کہتے ہوئے اس کے چہرے کے ثرات کا بھی بغور جائزہ لیا۔

وه دوستاندانداز مین مسکرا دی اور ایک طرف ہوگئ۔

" ماں۔اندرآ جاؤ۔مسلمان ہو؟"

"الحمد للد" اس کے پیچے کمرے کا رخ کرتے ہوئے طلحہ کے لبول سے بے وفی کے ساتھ جواب اکلا تھا۔ وہ تھٹک کر بلٹی ۔ لحظہ بحر کے لئے اس کی آتھوں میں مجیب ماتار پیدا ہوا جیسے اس جواب سے اسے خوشی بھی ہوئی ہواور رنج بھی۔

وہ اے آیک کمرے میں بٹھامی اور خود جب دوبارہ کمرے میں آئی تو اس کے ہاتھ میں فرسٹ ایڈ باکس تھا۔

"کیاتم بھی مسلمان ہو۔ میرا مطلب ہے یہ گھر کسی مسلمان کا ہے ہا؟"

اس کے دوستانہ رویے نے طلحہ احمد کو البھن میں جتلا کر دیا۔ اس کا البھن میں تلا ہونا ایبا غلط بھی نہیں تھا۔ کشمیر کے حالات کے پیش نظر مسلمانوں اور ہندوؤں میں فت قت قتم کی کشیدگی پائی جاتی تھی۔ کسی ہندو کے گھر کا ورواز ہ مسلمانوں کی مدو کے لئے ہیں کھل سکتا تھا۔ کئی ایک گھروں نے تو دھو کے سے مسلمان مجاہدوں کو پناہ دے کر انہیں ملی حکام کے حوالے کر دیا تھا۔

'''زخموں کا اند مال کرنا کیا صرف مسلمانوں کا ہی شیوہ ہے؟'' وہ ہولے سے سکرائی اور مزید کچھ کہتی کہ اندرکسی عورت کی آ داز ابھری۔

"كويتا كون ہے؟ بركاش آيا ہے كيا؟"

وونہیں ماں۔کوئی نہیں ہے۔تم سورہو۔ میں اپنا کام کررہی ہوں۔"اس نے روازے کی طرف منہ کر کے ملحقہ کمرے میں سوئی اپنی مال کو جواب دیا۔طلحہ کو اپنی بات کا جواب اس کے لیجے سے ل کیا۔

بے گانہ تھا۔ زندگی کا نشہ ان کے لئے کوئی اہمیت نہیں رکھتا تھا کیونکہ ان کی نظریں رہنی) پر ہوتی ہیں۔ زمین پرنہیں۔

جذبہ آزادی اور جذبہ شہادت کی جاشتی ہے جب دل وروح کا رشتہ اٹوٹ ہو جائے تو پھر بردی سے بردی رکاوٹ اور برے سے برداخوف بھی ریت کی دیوار ثابت ہوتا ہے۔

اس نے رک کرا طراف کا جائزہ لیا۔ اس کے اپنے خیال کے مطابق وہ جہال کھڑا تھا یہاں ہندوآ بادی کی اکثریت تھی اور وہ جس ویوار کو پھاند نے کا سوچ رہا تھا اس کے خیال میں وہ بھی یقینا کسی ہندو کا بی مکان ہوسکتا تھا مگر اس لیمے وہ کہیں بیٹھ کر اطمینان سے اپنا زخم و کھنا چاہتا تھا جس طرح گوشت میں آگ دبکی ہوئی محسوں ہورہی تھی اس سے بیٹا بت ہورہا تھا کہ کولی ابھی گوشت میں ہی موجود ہے جونقصان وہ ٹابت ہو کہا تھا کہ کولی ابھی گوشت میں ہی موجود ہے جونقصان وہ ٹابت ہو سکتی تھی۔

الله كانام لے كراس نے ويوار كھلا تك لى-

یہ ایک چھوٹا سا صاف سفراضی تھا جس میں جاند کی ملکی ہی روشی بھری ہوئی سا استخراضی تھا جس میں جاند کی ملکی ہی روشی میں استخراف کا جائزہ لیتے ہوئے بیدم ٹھٹک کر رک میا۔ جاند کی ملکی روشی میں اجا کے صورت میں موجود کم دانے کے بلب کی روشی بھی شامل ہوئی۔

وہ ایک اڑی تھی جواندر کا وروازہ کھول کر صحن میں آئی مگر دوسرے بل ایک مرد کو دیکھے کر ہراساں نظر آنے گئی۔اس کی نظر اس کے خون آلود پیر پر پڑی تو اس نے اپنی چنخ کواندر ہی اتارلیا۔

ی رسمیر می باتی سے بیٹویٹن بری پریٹان کن تھی۔اس کا ہاتھ سرعت سے اپی ا طلحہ احمد کے لئے میں پہویٹن بری پریٹان کن تھی۔اس کا ہاتھ سرعت سے اپی ا جیب کی طرف ریک گیا۔

بیب رسور بیال ہے تہہیں 'اس' کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔' وہ اس کی جیب میں موجود ربوالور کو جسوس کر کے زی سے بولی تو اس نے چونک کرلڑ کی کو بہ تظرِغور دیسے میں موجود ربوالور کو حسوس کر کے زی سے بولی تو اس نے چونک کرلڑ کی کو بہ تظرِغور و کیھا۔ ساوہ سے سوٹ اور ہم رنگ دو پے میں وہ بالکل عام تشمیری لڑکیوں کی طرق اس تھی۔ نہ پیشانی پر بندیا، تلک نہ ساڑی جوعمو تا یہاں کی عورتوں کا پہنا وا تھا۔

وه طلحه احمد کو بول و کیچه ره کانتی جیسے وه کوئی و بوتا ہو۔ کوئی انو کھی مخلوق کے ماز کم ۔ سمجومی کی تونہیں۔

اس کی خوش نما آنکھوں میں اس کے لئے پہندیدگی کی چمک نہرانے گئی۔ یہ منبوط اعصاب،مضبوط بدن کا مرواس کے اعصاب کومنتشر کر رہا تھا۔ ہولے ہولے مارے بندکواڑ برٹھوکریں مارر ہاتھا۔

اسے لگ رہا تھا جیسے وہ اپنی بنیادوں سے بھی بل رہی ہو۔ پھیلی رات کا لوت جیسے درہم برہم ہوکررہ کمیا ہو۔

وہ جیسے عالم خود فراموثی سے عالم خودشناس میں چلی آئی۔ اس کے چہرے لے دلکش نفوش میں رنج تھیل ممیا۔

"میں نے کوئی احسان نہیں کیا۔ ایک ڈاکٹر ہونے کے ناتے یہ میرا فرض

''فرض تو اس وقت ہوتا ڈاکٹر جب میں ہمپتال میں آتا۔ بہر حال اللہ تم پر سنجل کر وروازے کی طرف بڑھا۔
ت نازل کرے۔ میں شکر گزار ہول تمہارا۔' وہ سنجل کر وروازے کی طرف بڑھا۔
''میں انظار کروں گی۔' وہ اس کے پیچھے آتے ہوئے بولی۔
وہ ٹھٹکا اور ذرا ساچہ ہوڑ کر استفہامیہ نظروں سے اس کی طرف و یکھا تو سے دھیکا لگا۔

اس ساوہ سے چہرے پر انو تھی تحریریں تھیں اور آئکھوں میں رنگ بول رہے

اس کا چہرہ بکدم پھر بلا ہو گیااوراعصاب تن گئے۔ ''کس بات کا انتظار؟''اب کے لہجہ قدر ہے سپاٹ ہو گیا تھا۔ ''احسان چکانے کا۔'' وہ مہم سے انداز میں مسکرائی۔ ''ڈاکٹر!اگرزندگی وفا کرے گی تو میں اپنا وعدہ پورا ضرور کروں گا۔اگر شہید ''چنا مت کرو۔ تم وشواس کر سکتے ہو۔ ویسے تم مجاہد معلوم ہوتے ہو۔' وہ اس کے پیرکا زخم ویکھنے کے لئے ذرا ساجھی کہ اس نے جلدی سے اپنا پاؤں سینج لیا۔
'' بیں ایک ڈاکٹر ہوں۔ میرا خیال ہے کولی گوشت کے خاصی اندر تک وہنس کئی ہے۔ اسے تم خودا ہے ہاتھ سے نہیں نکال سکو گے۔' وہ اس کے بہتے ہوئے خون کو وکھے کرتشویش سے بولی۔ پھر نرمی سے اس کے پیر کے زخم کا معائد کرنے گئی۔ طلحہ احمد نے کوئی مدا ضلت نہ کی۔ بول بھی خون کے اخراج نے اسے زیادہ مزاحمت کے قابل بھی نہیں رکھا تھا۔ وہ جلد از جلد اس کولی سے چھٹکارا پاکریہاں سے نکل جانا جا ہتا تھا۔

تمام وقت وہ ایک چھوٹے سے سٹول پر بیٹھارہا۔ اس کے لیوں سے ایک کراہ تک نظام تھی۔ ڈاکٹر کو بتا اس کے چہرے پر پھیلے استقلال کو دیکھ کرول ہی ول بی اس کے مضبوط اعصاب کو سراہتی رہی۔ اس نے تو ہا پیلل بی مریضوں کو معمولی خراشوں پر بھی چیختے چلاتے ویکھا تھا مگر بیاس کے لئے بڑا انو کھا تجربہ تھا۔ وہ مضبوط اعصاب کا مرد نہ صرف ضبط کے ساتھ بیٹھا تھا بلکہ مختلف اوز اربھی اٹھا کراسے دے کراس کی مدد کر اپری تھی۔ کوئی آ دھے گھنٹے کی خاموثی میں بید رہا تھا۔ وہ بینڈ تخ کر کے کھڑی ہوئی تو سوچ رہی تھی کہ ایسے حوصلہ مند ولیر اور جری مسلمانوں کو بھلاکون فلست دے سکے گا۔ ان کی اس جرائت، جوال مردی اور بلند حوصلے نے تو بھارتی سرکار کو ہلاکرر کھ ویا تھا۔

وہ اس کے لئے وودھ کا گلاس بھر کر لائی مگراس نے پینے سے انکار کرویا۔
''اس کی منہیں اس وقت ضرورت ہے۔خون بہت بہہ کمیا ہے بیفوری توانا کی ہے۔ کا مہیں۔''

'' ڈاکٹر! بیخون اللہ کی راہ میں بہا ہے اور میرے نزدیک بہت معمولی سابہا ہے۔ یہاں تو بھارتی فوجی کشمیری مجاہدوں کے بدن سے لہو کا قطرہ قطرہ نجوڑ لیتے ہیں تب بھی وہ کمزور نہیں پڑتے۔ بید چند قطرے بہہ جانے سے بھلا کیا نقابت آئے گی۔''
اس کا لہجہ خشک اور ساوہ تھا۔ کو بتا کے ول کے کوشے میں مانوس سا ورد بھیل میا۔ وہی بے قراری اور اضطراب روح میں چنکیاں بھرنے لگا۔

ہے۔ تو بس مولوی جی۔ میرے اندر بھی ایبا در بچہ کھلنا چاہتا ہے۔ آگی در راستی کا سورج چھکنا چاہتا ہے۔ آگی در راستی کا سورج چھکنا چاہتا ہے۔ جھ پر کر پاسیجے مولوی جی! مجھے زاش نہ سیجے گا۔ آپ کواپنے پرمیشور کا داسطہ۔''اس نے جھک کرمولوی خفر محمد کے پیر پکڑ لئے تھے۔

مولوی صاحب یوں چونک اٹھے جیسے گہری نیند سے میکم بیدار ہوئے ہوں۔ انہوں نے روتی بلکتی کو بتا کی طرف دیکھا پھراس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اپنے پیر تھینچ لئے۔

''انھو بٹی۔او پر بٹیھو۔''ان کالہجہ نیم کی ٹھنڈی چھاؤں جیسا تھا۔ ''تمہارے اندر کی اس طلب کو بیں پہلے دن ہی پہچان کیا تھا۔ بیس منظر تھاتم پر جر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اٹھو بٹی۔مسلمان ہونے کی سعادت عاصل کرنا کوئی معمولی خوش نصیبی نہیں ہے۔ یہ دنیا فانی ہے اور آخرت کی زندگی ہی اصل حقیقت ہے۔اس دنیا بیس آیا ہی انسان اخروی زندگی پانے کے لئے اچھی یا بری۔ جزایا سزا۔اخروی زندگی کی مسر ٹیس اور لذتیں اس فانی دنیا کی مسر توں سے ہزار گنا زیادہ اور پائیدار ہیں گر جس نے محض دنیا کی لذتوں سے ہی خودکو سیراب کر لیا اس کے لئے وہاں پھے بھی نہیں ہے۔ ''غوث الاعظم عبدالقاور جیلائی فرماتے ہیں کہ جسم پھونہیں جو پھے ہے قلب ہے۔ جسے صندوق پچھنیں اس کے اندر کا خزانہ ہی سب پھے ہے۔

سیب کھی ہیں ساری اہمیت اندر موجود موتی کی ہے تو بس اصل جسم قلب ہے اور اس کی صفائی کی ضرورت ہے اور اس کا اہتمام قدرت نے کلمہ طیبہ سے کیا ہے۔ ابتدا اس کی صفائی کی ضرورت ہے اور اس کا اہتمام قدرت نے کلمہ طیبہ سے کیا ہے۔ ابتدا اس سے ہوتی ہے جس طرح فرش کی صفائی کے لئے سب سے پہلے جھاڑ و پھیر کر کچرا اور گندگی نکالی جاتی ہوتی ہے۔ اس طرح ول و روح کی تمام گندگی نکالی جاتی است کلمہ طیبہ سے صاف ہوتی ہے۔ "

''تو پھر پڑھائے تا وہ کلمہ مولوی تی!''اس کے وجود میں اضطراب بڑھنے لگا جیسے کوئی سمندراندر آٹھ ہراتھا۔ سرسراتی لہریں پہیم بلغار کررہی ہوں۔

مولوی خطر محمد اس کی بے قراری کومسوس کر رہے تھے۔ انہوں نے اسے بتایا کہ اسے پہلے قسل کرنا ہوگا۔ پھر جب وہ قسل کر کے آسمی تو بخت بی بی بے اس کے سر ہو گیا تو معاف کر دیتا۔' وہ متانت سے کہہ کرصحن میں آیا پھر اس کے بتائے ہوئے راستے سے باہرنکل گیا۔ مگر کو بتا کے کھنڈر، ویران ول میں روشنی کی کرن بن کر در آیا۔ اس نے جلدی ہے گھر کے وروازے کے ساتھ اپنے دل کے دروازے کو بھی

بندكردياب

اتی دل نواز، باندازہ جگر جگر کرتی روشی کو وہ کیے نکل جانے دیں۔
وہ بستر پر گری تو اس کی دنیا ہی بدل گئی تھی۔ روح میں ایس ہی بے قراری چل رہی تھی جومولوی خفر محر کے گھر سے واپسی پر ہو کی تھی جومومنہ سے ل کر ہوتی تھی۔
اس کی بے خواب آ تکھیں جھیت کو گھور رہی تھیں۔ یکدم اے لگا جیسے وہال سے روشنی بھوٹ رہی ہواور روشنی کا دائرہ بڑھتے بڑھتے اسے حصار میں لیتا جا رہا ہو۔
پھر یکدم وہ روشنی میں نہا گئی۔

د بیزاندهیراکسی بوسیده جا در کی طرح پیشتا جار ما تھا۔

بس ایک جھکے کی ضرورت تھی۔اس اند میرے کو ہمیشہ کے لئے کا شنے کے

لخ_

اس روشی کوتھا منے کے لئے بس ایک قدم کی ضرورت تھی۔ وہ بستر سے اٹھ گئی۔اس کے پورے بدن پرلرزہ طاری ہو گیا۔ صبح وہ مولوی خصر محمد کے قدموں میں بیٹھی بلک رہی تھی۔

" بجھے شانتی چاہئے۔ مجھے اس اضطراب سے نکال دیجئے مولوی تی! میر سے
اندر بھی اپنے جیسا اطمینان اور شانتی ڈال دیجئے۔ ہیں اس روشیٰ کو تعامنا چاہتی ہوں۔
میرامن کھنچا جاتا ہے اس روشن کی طرف مگر جب قدم اس کی طرف بڑھاتی ہوں تو پردہ اس آ جاتا ہے۔ شاید خوف کا، وحشت کا، نادیدہ ہاتھوں کا مگرمگر پھر بھی کوئی فنکتی ہے،
جو مجھے آپ کی طرف تھنچے لاتی ہے۔

آپ نے کہا تھا ٹاکہ پرمیشور (خدا تعالی) جب کسی کوسپائی کا راستہ دکھاتا،
ہاہتا ہے تو علوم کی طلب اس کے اندر پیدا کر دیتا ہے۔ ایک اضطراب اس کی آتما میں ا بریا کر دیتا ہے۔ اے تاریکی کا ادراک ہونے لگتا ہے تو وہ روشن کی تلاش شروع کر دیتا

پر آنچل ڈال دیا اور جب مولوی خصر محمد اسے کلمہ پڑھانے کیے تو اسے ذرا بھی دفت نہیں ہوئی حالانکہ عربی زبان اس کے لئے قطعاً ایک اجبی زبان تھی مکر اسے لگا بیالفاظ مانوس موں۔ وہ پڑھتی جل میں۔

ایک بار۔ دوبار۔ باربار۔

اسے بوں لگا گویا اس کے اندر روشی اترتی جا رہی ہو۔ اس کا پورا بدن ایک
انوکھی لذت سے سرشار ہور ہا ہو۔ اسے اپنا بوراجسم دل کی طرح دھڑ کتا محسوں ہور ہا تھا۔
دل جیسے رکوں میں خون کی طرح دوڑ رہا ہو۔ شدت شوق نے اس کی رگ
رگ کو جکڑ رکھا تھا۔

وہ زندگی میں پہلی ہارایک ٹی کیفیت، ایک ٹی لذت سے آشنا ہورہی تھی۔

♦.....♦.....

غازی شاہ میٹنگ برخاست کر کے مومنہ کی طرف آیا جو ایک طرف قدرے نفاخفاس بیٹھی تھی۔

"اب کیا ہوا سرجن ہم یہاں آنا چاہتی تعیں میں لے آیا۔ ہماری تحریک میں شامل ہونا چاہتی تعیں میں نے رضامندی دے دی پھر چرے پرخفکی کا سال کیوں ہے؟" اس کے لیوں کی تراش میں مدھم مسکرا ہے تھی مگر آنکھوں میں تخیر بھی جھکک رہا تھا۔

'' بھے یوں لگا ہے غازی شاہ کہتم نے جھے یہاں لاکرس بچے کی طرح ول بہلانے کی کوشش کی ہے۔ ہاتھ میں چاکلیٹ دے کر جھے خوش دیکھنا چاہتے ہو۔ میں محض یہ چہار دیواری دیکھنے کی خواہش مند نہیں تھی نہ تہاری تنظیم میں بے کارعضو کی طرح رہنا چاہتی ہوں۔ تم کیوں نہیں سجھتے میرے جذبی میں بھی عملی طور پر پچھ کرنا چاہتی ہوں۔ تم کیوں نہیں سجھتے میرے جذبی میں بھی عملی طور پر پچھ کرنا چاہتی ہوں۔ ایک چاہتی ہوں۔ ایک انسان ہوں تم لوگوں جیسی۔ میری اندر بھی تشمیر کی آزادی کا جذبہ موجزن ہے۔ مسلمانوں پر ڈھائے جانے والے مظالم میرے دل کو بھی اذبت دیتے ہیں۔'' وہ زج ہو می تھی۔

اس کے خیال میں غازی شاہ اسے صرف بہلانے کو بہاں لے آیا تھا۔
طلحہ احمد کے لب بے اختیار مسکرا اٹھے تاہم مومنہ کی خفکی اور رنجیدگی کا خیال
کرتے ہوئے اس نے مسکرا ہٹ کے تصلیعے سے قبل ہی اسے ہونٹوں کی تراش میں
سمیٹ لیا اور غازی شاہ کی طرف دیکھا جس کے چہرے پر بدستور سنجیدگی تھی۔
سمیٹ لیا اور غازی شاہ کی طرف دیکھا جس کے چہرے پر بدستور سنجیدگی تھی۔
"میٹ نے کیے سوچ لیا مومنہ کہتم ہماری شظیم میں بے کارعضو کی طرح ہو۔

دارشاخوں کی طرح جھک سنگئیں۔

غازی شاہ کے لئے بہ انہائی دلچسپ تجربہ تھا۔ بتنے ہوئے چہرے پر ایکاخت شرم کی لالی کا اند آنا جیسے بھری دھوپ میں یکدم برسات ہوگئی ہو۔

اس کا دل پہلو میں بڑے زور سے دھڑکا تھا مگر وہاں صرف اس کا شریر دوست طلحہ احمد بی نہیں تھا اور بھی دوسرے ہتھے۔

''سوری مومند۔ تمہیں طلحہ نے یونہی پریشان کر دیا۔ تم البحومت ہیں تمہیں سمجھا تا ہوں۔''اس کا تھہرا اور تمبیعر لہجہمومنہ کے لئے تقویت کا باعث بنا۔خود کوسنجال کروہ اب قدرے شجیدگی اور متانت کے ساتھ اس کی طرف متوجہ تھا۔

''تم تو جانتی ہو کھیری مجاہد کس کھیری کی حالت میں جہاد کر رہے ہیں۔ نہ اسلحہ ہے ان کے پاس ضرورت جتنا نہ دوسرے وسائل۔ بس ان کا جذبہ ایمانی ہی ان کے لئے ہر طرح کا ہتھیار بنا ہوا ہے۔ آئے دن کھیری ہزاروں بھارتی فوجیوں کے مظالم کا نشانہ بنتے ہیں۔ کتنے نو جوانوں کو وہ ہر روز اذبی مراکز میں لے جاکر اذبیتی دے کر پھر انہیں سراکوں پر بھینک جاتے ہیں جنہیں ہمارے لاکے لے آتے ہیں مگر دے رخم ایسے ہوتے ہیں جن کا مداوا ہمارے پاس نہیں ہوتا اور اکثر دواؤں کی عدم دستیابی کے باعث وہ معذور ہو جاتے ہیں۔ بہرحال آج کل ہمیں جن دواؤں کی اشد صرورت ہے ادر شدید قلت ہے وہ ایستھیلک Anesthetic ہیں۔' یہ کہہ کرعازی شاہ نے ایک لیے تو تف کیا پھر کھی سانس کھینچے ہوئے بولا۔

"اسلیلے میں جہیں ہاری پوری عملی مدد کرنا ہوگی۔"
اس کے بعد غازی شاہ اے اپنے منصوبے ہے آگاہ کرنے لگا اور مومنہ کے لئے عملی میدان میں اتر کر بچھ کرنے کا تصور ہی خوش آئند اور مسرت انگیز تھا۔
لئے عملی میدان میں اتر کر بچھ کرنے کا تصور ہی خوش آئند اور مسرت انگیز تھا۔
"میں بیرکام ضرور کروں گی چاہے اس میں میری جان کیوں نہ چلی جائے۔"
اس کے اندر کویا نئی توت بیدار ہوگئی۔

"خدا نہ کرے۔" غازی شاہ نے بے اختیار اس کے لیوں پر ہاتھ رکھ دیا ہمر دوسرے بل شیٹا کر تھیجے لیا مگر مومنہ محوری بیٹھی رہ گئی تھی۔ دوسرے بل شیٹا کر تھیجے لیا مگر مومنہ محوری بیٹھی رہ گئی تھی۔ "تمہاری زندگی مجاہدوں کے لئے بہت قیمتی ہے۔ حمہیں بہت جینا ہے

''آپ کا ہاسپلل میں رہنا ہمارے لئے سودمند ہے۔'' اس نے استفہامیہ نظر دل سے طلحہ احمد کی طرف دیکھا۔ ''ہاں۔ طلحہ ٹھیک کہدر ہاہے۔'' غازی شاہ کے لب مبہم انداز میں تھیلے۔ مگر اس کی آئکھیں اس مسکرا ہے ہے عاری رہیں وہاں تو سوچوں کا ڈیرا تھا۔ ایک فکر آئکیز خیال

وہ کری اٹھا کراس کے مقابل رکھ کر بیٹھ گیا۔ ''تم فی الحال اپی جاب نہیں چھوڑ وگی۔ بیہ میرانتکم سمجھائو۔'' ''کس برتے پرٹم بیٹکم صادر کررہے ہو؟'' وہ کم سن ناراض بچے کی طرح بلبلا

ر بوی۔

ایک کظ تو غازی شاہ گر برا کررہ گیا جبکہ طلحہ احمد سکرا کرائی جگہ ہے اٹھا۔

'' گتا خی کی معافی جا ہتا ہوں سرجن! مگر کے بنارہ نہیں سکنا کہ آپ کے اور غازی کے درمیان تو بہت ہے تعلق ہیں۔ اس میں جوسب سے پیارا اور مضبوط تعلق ہو سمجھے لیجئے اس برتے پراس نے حکم دیا ہے۔' وہ قدرے شریر ہوا تھا۔

اس کی یہ شرارت بالکل غیر متوقع ثابت ہوئی۔ مومنہ کا تنا ہوا چرہ لیکفت رنگ بدل میا۔ اس کی میونٹ آپس میں جڑ کئے اور دراز پکیس خوش نما جھیلوں پر نرم اور کیک بدل میا۔ اس کے ہونٹ آپس میں جڑ کئے اور دراز پکیس خوش نما جھیلوں پر نرم اور کیک

سرجن!"

ر ک اس کالہجہزم، میٹھا اور اتنا اپنائیت آمیزتھا کہ مومنہ طارق کے اندر واقعی جینے کی امتکیں کروٹیں لینے لکیں۔

♦.....**♦**

کویتا فرش پر بالکل ساکت بیٹی تھی تھراس کے چیرے پر سناٹانہیں بلکہ ایک سکون آمیز تھہراؤ تھا۔

ماتا جی نے اس کے چیرے پراییا سکون اییا اطمینان پہلے بھی نہیں ویکھا تھا۔ محر خود ان کا وجود اَن دیکھی آگ میں جل رہا تھا۔ اس کے انکشاف نے انہیں بوسیدہ جا در کی طرح ادھیر کررکھ دیا تھا۔

" باین! میں تو سوچ بھی نہیں سکتی تھی تو بھگوان کا ایبا ایمان کرے گی۔ تیری آتما میں راکشیس (شیطان) کہاں سے تھس کیا۔ دور ہو جامیری نظروں سے۔' ما تا جی وہیں فرش پر بیٹے کر دھاڑیں مارکر رونے کئی تھیں۔

''میری آتما ہے تو راکشس اب لکلا ہے ماں! الی شانتی مجھے پہلے کب ملی مسلمی سرشاری ایبا انو کھا سکون۔ مال وہ شکتی مجھے اندر سے جنجھوڑتی رہتی تھی۔ بدی شامی ہے اندر سے جنجھوڑتی رہتی تھی۔ بدی شامی سے دور لے جانا چاہتی تھی۔ مولوی جی کہتے ہیں اللہ جس بندے کو چاہتا ہے اپنی طرف سمینج لیتا ہے اور ہدایت دیتا ہے۔ اس بندے کو جو اللہ کی طرف رجوع و توجہ اختیار کرتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ فرما تا ہے۔

"اللہ تعالیٰ جس کسی کی ہدایت کا ارادہ کرتا ہے تو اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول ویا تو اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول ویا تو اس کے سے کھول ویا تو اسلام کے لئے کھول ویا تو اس کے بیٹر مرکز رفار کی طرف سے روشنی میں ہے۔" کو بتا کی آواز دھیمی تھی اور نگا ہیں افیر مرکز تھیں جیسے وہ خود فراموشی کے عالم میں مولوی صاحب کی باتوں کے اسمرائکیز جزیروں میں بھٹک رہی ہو۔

ر ایر برای کا برجابد بخت ۔' ما تا جی کا روال روال کا نپ اٹھا ان کی نظریں مورتی ا پر پڑیں پھر جھک کئیں۔ پر پڑیں پھر جھک کئیں۔ ''کاش۔ مجھے میری کو کھ نے جنم نہ دیا ہوتا۔ تو اس کھرے نکل جا۔ میں تھے۔ ''کاش۔ مجھے میری کو کھ نے جنم نہ دیا ہوتا۔ تو اس کھرے نکل جا۔ میں تھے۔

برداشت نہیں کرسکتی۔ تو اپنے ساتھ جھے بھی نرک میں لے جائے گی۔' ال کا بس نہیں چل رہا تھا کہ دہ اپنی اس لا ڈلی بیٹی کے کلڑے کلڑے کر کے چیل کوؤں کو ڈال دیتیں۔
''ہائے۔ پر کھوں کی عزت خاک میں ملا دی تو نے۔اگر برادری میں خبر پڑگئی کہ کو بتا مسلمان ہوگئی ہے تو اس گھر پر قیامت ٹوٹ پڑے گی۔ میری برسوں کی تہیا تو نے خاک میں ملا دی۔ میں بھگوان کے سامنے کیا منہ لے کر جاؤں گی۔ ابھا کن تو نے میرا خیال بھی نہ کیا۔ کیسی ڈشٹ اولا دے تو۔''ما تا جی کا واویلا اس کے لئے کسی تشویش کا باعث نہ تھا۔ وہ مطمئن تھی۔ اس لئے کہ اس نے اندھیرے سے اجالے کا سفر کیا تھا۔

صحرا ہے نخلتان کا سفر کیا تھا۔

اس کاسمبندھ فرش کے ہزاروں خداؤں سے نہیں عرش کے پر ماتما سے ہوا۔ وہ ماتا جی کوبھی اس اندھیرے سے نکالنا جا ہتی تھی۔

"دو کیے مال۔ میری طرف و کیے۔ تو تو اولا دکا چیرہ پڑھ سکتی ہے۔ اس کے من کا حال اس کی آنکھوں سے جان سکتی ہے۔ تو تو مال ہے اور مولوی جی بتاتے ہیں کہ مال کے قدموں تلے۔ وہ ہونٹ بھینج کے قدموں تلے۔ وہ ہونٹ بھینج کر چیس ہوگئی۔ کر چیس ہوگئی۔

زد کی موڑھے پر بوں ڈھے گئیں جیسے پیروں نے مزیدجسم کا بوجھ اٹھانے سے انکار کر دیا ہو۔ان کا چہرہ جھکا ہوا تھا اور آنکھوں سے اشک بہدرہے تھے۔

♦.....♦

مومنہ کے لئے بیخبر بے صدخوش کن تھی کہ آج کل سٹور کا جارج ڈاکٹر سنیل کے پاس تھا۔ اس مسرت انگیز خبر کے ساتھ ہی اس کا ذہن سوتے جا گئے ایک پلان سرت کررہا تھا۔

وہ سرجن بھن ناتھ کے ساتھ وارڈ کا راؤنڈ لے کر سپرھیاں اتر رہی تھی کہ گراؤنڈ فلور پرڈاکٹرسنیل ہے کمراؤ ہو گیا۔

وہ اتفاق سے سٹور سے باہرنگل رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں پچھ رجٹرز تھے۔
س کا رخ ایم ایس کے کمرے کی طرف تھا مگر مومنہ کو دیکے کروہ رک میا۔ لبول پر مدھر
سکراہٹ بھر گئی۔ آنکھوں کی چیک میں اضافہ ہو گیا۔ ہاتھ بلا ارادہ بالوں پر پھیرنے

''ہیلوڈاکٹر سنیل!'' میں آپ ہی کو تلاش کر رہی تھی۔'' اس نے پہلی باراپنے لہجے میں آئی مٹھاس بھری تھی کہ ایک بل کوڈاکٹر سنیل حیران ہوا مگر دوسرے بل اس کی آئیسیں لودینے لگیں۔

''زہے نمیں۔ وہ آئیں خود ہاری طرف خدا کی قدرت ہے۔ ویے مجھ نقیر پُرتفقیر کی تلاش کیونگر ہورہی تھی؟''اس کے لہجے میں انوکھی کھنگ اتر آئی تھی۔ ''دراصل آج سرجن سری کانت کے ساتھ میرا آپریش تفا مگر پتا چلا پیشد کی عالت کے چیش نظر آپریش انہوں نے ڈیلے کر دیا ہے۔ کو بتا بھی نہیں آئی ہے سوچا آپ کی کہنی میں کچھ وفت گزارلوں۔''

" چلیں۔ آپ کو ہماری سنگت کا خیال تو آیا ورنہ بقول غالب۔ اگر اور جیتے ۔ بھی انتظار ہوتا۔ 'ڈاکٹر سنیل کا چبرہ دیدنی تھا۔ اس کی چھوٹی چھوٹی چیکتی سیاہ انکھوں میں خمار ارتے لگا۔

" آپ نے کر پاکر ڈالی۔ اس عنایت۔ اس نوازش۔ اس کرم کا شکریہ۔ " وہ سرکوخم دیتے ہوئے شوخی سے بولا تو مومنہ بنس بڑی اور اس کے ساتھ طویل راہداری

اس کی آنکھوں میں لیکخت ملال کا رنگ اندنے لگا۔وہ ما تا جی کی طرف و کیھنے گئی جو ایک خود اسے تک رہی تھیں۔نظریں ملیس تو وہ مصطربانہ انداز میں کھڑی ہو مسلم بانہ انداز میں کھڑی ہو مسلم بانہ انداز میں کھڑی ہو مسلم بان کا بوڑھا وجود اب تک مرتعش تھا۔ دہ نہ کو بتا سے نظریں ملا پا رہی تھیں 'نہ ان مور تنوں کی طرف د کھے رہی تھیں جو جا بجا دیواروں پرتجی تھیں۔

"بیاراوہ مجھ سے نہ ہوگا۔ نہ ہوگا۔ بھگوان کر پاکر۔ کر پاکر مجھ پر۔اس کھر پر....، وہ بزبردا تیں کمرے سے نکل گئیں۔

کوئی مھنٹا بھر بعد کو یتا بڑا سا بیک کندھے پر ڈالے کھرسے نکلنے کلی تو ماتا جی کک کرآئیں۔

" کہاں جا رہی ہو؟" ان کے لیجے میں جیرت اور خوف تھا۔ کویتا کی آتھوں میں کوئی کرب۔ ملال نہ تھا۔ یوں لگ رہا تھا داقعی کوئی بڑی شکتی اس کے ہمراہ ہے جو اے ایبا مضبوط بنائے ہوئے ہے۔

''میں اپنے اللہ کو ڈھونڈ نا چاہتی ہوں ماں۔اسے پانا چاہتی ہوں۔اس کے نزدیک ہونا چاہتی ہوں۔ اس کے نزدیک ہونا چاہتی ہوں۔ یہاں بتوں کے ڈھیر لگے ہیں۔ یہاں مجھ سے آپ کے بھوان کا ایمان ہو جائے گا اور میں آپ کو دکھ دیتا نہیں چاہتی۔ مجھ سے آگر کوئی ایرادھ میں ہوگیا ہوتو معاف کر دیتا۔'اس نے قدم اٹھائے گر ما تاجی نے اس کا باز دیکڑ لیا۔

" کھے تیرے برجوکا واسطہ کو بتا! تیرے اللہ کا واسطہ بیٹے یہاں مجھ بدھی کو اس بردھا ہے میں دکھ وے کی کچھے شرم نہ آئے گی؟" انہوں نے ایک اضمحلال سے اسے دیکھا اور پھر کو بتا کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولیں۔

'' میں جانتی ہوں تو میری ڈانٹ ڈیٹ پردگھی ہوگئی ہے۔ پر کیا کروں تو نے دھیکا ہی ایبا پہنچایا ہے۔ رک جاکوی۔ مجھے سوچنے دے۔ سوچنے دے بٹی!'' کویتا جھکھر سرکھی

"کیا سوچنے دوں ماں۔ تو۔ تو کیا سوچ رہی ہے؟" اس کی آواز زنجیر کی لیپیٹ میں آ کر مرتعث ہوگئی۔ اس کا ول پہلو میں کسی خوش آئند تصور سے زور زور سے دھڑ کئے لگا۔

" يبي كه تيرك الله اورمير ع بعكوان من كون حق يرب " ما تا جي ميدكم

بھے۔' وہ کچھ کھسیا کر ہاتھ پہلو میں گرا کرہنس دیا۔ وہ اس کے ہمراہ ڈیوٹی روم کی طرف چلی آئی جواس وقت خالی پڑا تھا۔ ''ویسے آج کل میر کے ابیات، غالب کےمصرعے ذہن میں ہلچل مجائے

کھتے ہیں۔ بقول شاعر

اس عشق کے درو کی کون ووا محر ایک وظیفہ ہے ایک وعا ردمو میر و کبیر کے بیت کت سنو فعرِ نظیر نقیر و غنی و اکثر سنیل کا خمار سرچ هر بول رما تھا۔مومنہ دل ہی دل میں پچھتا رہی تھی ہناحق ڈاکٹرسٹیل کوچھیٹر دیا۔ وہ تو تھی ہے سرے راگ کی طرح نج اٹھا تھا اور بیالیی یبقی تھی جو وہ کم از کم افورڈ نہیں کرسکتی تھی تاہم مارے بندھے اس کے ہمراہ رہی۔

ود آب تو برے مصروف ہو مے ہیں ان دنوں۔ بھی سٹور سے برآمہ ہوتے اتو بھی ایم ایس کے کمرے ہے۔ یہ بیت کبت کا وقت کب مل جاتا ہے؟'' وہ کہج ی خوش دلی کا تا ترسموتے ہوئے بولی اور ایک خالی کری پر بیٹھ گئے۔

"نید دیوتی میچھ بے زار کن تہیں ہے؟" وہ میز پر رکھی فائلوں کو یونہی سرسری از میں اٹھا کرد یکھنے گئی۔

"ارے جناب! ہم تو برے سواد میں ہیں۔ کم از کم اس ویوتی میں صبح صبح بفنوں کے سو کھے سڑے منہ کے درش سے تو نجات ال می ہے۔ ہاں کچھ ذمے یاں بڑھ گئی ہیں۔'' وہ اس کے مقابل دوسری کری تھینج کر بیٹھ کیا اور درمیانی میزیر میاں نکا کر کری سمیت آھے کی طرف جھکتے ہوئے بولا۔

''چھوڑو۔ یہ بتاؤ کہ کیا سیوا کی جائے۔ بیت کبت کے ساتھ کولڈ ڈرنگ جلے

''میرا خیال ہے بیت کبت کے ساتھ تو اسپرین عی چلے گی۔'' وہ جوایا برجستہ ا - ڈاکٹر سلیل کا بڑا جاندار قبقہہ کوئے اٹھا۔

" و واکثر سنیل جی!" سریش اندر داخل مواراس کے ہاتھ میں ایک سفید برجی) جواس نے اس کے سامنے میز کی سطح پر رکھ دی۔ '' بيہ چھود وائياں جا ہئيں فورى۔ ۋاكٹر جگن ناتھ نے متكوائی ہيں۔''

میں دھیرے دھیرے قدم اٹھاتے ہوئے بولی۔ "ایک تو مجھے اہمی راستوں سے دا تفیت ہیں ہے۔ بار بارراستے محول جاتی

ہوں۔ کدھر جاتا ہوتا ہے کدھر چکی جاتی ہوں۔''

"واقعی _ بیرتو بردی البحن کی بات ہے۔ ایک راستہ چن کیجئے بار بار راستہ بھتلتی رہیں کی تو میں بے جارہ تو مارا جاؤں گا۔ وہ اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ایک مصندی سائس کیتے ہوئے بولا۔ مومنہ اس کا جذبوں سے برلہے قطعی نظرانداز کرتے

"اس کئے تو سوجا ہے کہ آپ کی سنگت میں ذرا تھوم پھر کر راستوں سے واقف ہو جاؤں۔کیا خیال ہے آپ میری مددتو کریں مے نا۔''

اندھے کو کیا جاہتے ڈاکٹرسنیل کے تو دل کی کلی کھل آتھی۔ وہ تو مومنہ کے قرب كاخوامال ربتا تهابية ادرموقع كيم كنوا ديتا-

" كيوں نبيں _ميرے لئے بيشھ كھڑى ہوكى اور ياتينا بيدن بھى ميرے لئے یادگار ہوگا۔ ویسے آپ کی کریا ہوتو میرا بورا جیون بی یادگار بن سکتا ہے۔ ' دہ دونول ا ہاتھ سینے پر باند ھے اس کی سمت جھکا۔اے جذبے لٹاتی نگاہوں سے سکنے لگا۔ مومنہ کے لئے بیر چوپشن ماقنیا شیٹا دینے والی تھی۔ ڈاکٹرسٹیل کے اس طرب کے افیک کے لئے بہر حال وہ وہنی طور پر تیار نہیں تھی۔اس نے صرف مسکرانے پر اکٹھ کیا اور اس کی بہی مسکراہٹ ڈاکٹرسٹیل کے لئے حوصلہ افزا ٹابت ہورہی تھی۔ وہ خمیر کی

آئے کی طرح پھیلتا ہی چلا حمیا۔ قمر دل کیا ہے میں تو ان کی خاطر جان بھی دے دوں میری قسمت اگر ان کو نہ پھر بھی اعتبار آئے '' خوب _ تو شاعری کا شوق بھی رکھتے ہیں ۔'' مومنہ دل ہی دل میں اسے **کولا** كرره تني مكر بظاہر نرمى ہے اس كا ہاتھ ہٹا دياتہ جواسنے بڑے جذب اور خاصى بے تعالیا سے اس کے زم گداز کندھے بررکھ دیا تھا۔ جیسے مومنہ طارق آج اس برسب مجھ وائع دینے کو تیارتھی۔

"ارے شوق کا ایک جہاں ہے۔ ہارے من میں۔ مجھی جھا تک کو ا

Scanned By Wagar Aziem Paksitanipoint

بی بی بی کی رپورٹ کے مطابق بھارتی فوج کے وحشیانہ مظالم سے 22 عبد بین سمیت 25 کشمیری شہید ہو چکے تھے اور الشکر طیبہ کے ڈسٹر کٹ کما غرر بھی شہید ہو چکے تھے اور الشکر طیبہ کے ڈسٹر کٹ کما غرر بھی ان اور کی دو مساجد پر بھارتی فوج نے پہرا لگا دیا تھا۔ اس کے علاوہ ایک اسرائیلی خاتون کی جانب سے حضور سی شان میں گنا خانہ تصاویر کے پیشر آ ویزاں کرنے کے مکروہ واقعے کے خلاف پورے سری مگر میں احتجا بی مظاہر میا جاری تھے۔ تقریباً ساری بی تحریکیں اس احتجاج میں شامل تھیں۔ مسلمانوں میں فم وغصے کی لہریں کروئیں لیا ساری تھیں۔ اس طرح کی گھناؤنی سازشوں سے ان کو ذہنی ایذا کہ بہی کی میڈیا جنون، شدت پندی کا نام دیتا تھا۔ دراصل یہ سب کچھ مسلمانوں کے مغربی میڈیا جنون، شدت پندی کا نام دیتا تھا۔ دراصل یہ سب کچھ مسلمانوں کے فلاف سوچ سمجھ منصوبے کے تحت کیا جارہا تھا۔

اس احتجاج میں غازی شاہ کی تحریک بھی شامل تھی ان کے جوان جگہ جگہ بڑے پوسٹر چسپاں کر کے مظلوم تشمیر یوں کے حوصلے بڑھا رہے تھے۔

♦.....

ان دنوں غازی شاہ کا ایک فجیر غیر کمکی اخبار میں سلسلے دار آرہا تھا جو خاصا تہلکہ خیز ثابت ہورہا تھا۔ پہلی قسط میں اس نے مدل الفاظ میں کفر کی طاقتوں ادران کی سازشوں پر کھلے لفظوں لکھا تھا جو مختلف معتبر حوالوں سے لکھا حمیا تھا جس کا متن بہت سقرا، سچا ادراثر انگیز تھا۔

۔ ''اس وقت دنیا کے منظرنا ہے جمل اسلام اور کفر دوفریق بن کر سامنے آ چکے جیں۔مسلمانوں کے خلاف یہود و نصاریٰ کا اتحاد ان کی سفا کانہ اور گھناؤنی سازشیں کھل ڈاکٹرسنیل کوسریش کی بے وقت آمد سخت کھلی تھی۔اس نے سریش کو با قاعدہ م محور کر دیکھا اور دل ہی ول میں ایک موٹی سی گالی دی پھر پرچی اٹھا کر تیکھے چتون کے ساتھواس پرنظریں ڈال کر بدمزہ ہوکر بولا۔

" بید دوائیاں سٹور میں Available نہیں ہیں۔ "اس کا لہجہ اتنا چہمتا ہوا اور تلخ تھا جیسے قمین کے برتن میں کسی نے پھرلڑ ھکا دیئے ہول۔

" اچهاسنو-" میجهسوچ کروه بیدم کری دهکیل کرکھڑا ہوگیا۔ " اچھاسنو-" میجهسوچ کروه بیدم کری دهکیل کرکھڑا ہوگیا۔

" بنتم چلو۔ میں آتا ہوں۔ "اس کے چرے پرلحہ بھر میں سارے جہال کی اس کے چرے پرلحہ بھر میں سارے جہال کی اس کے چرے پرلحہ بھر میں سارے جہال کی طرف بے زاری رقم ہو چکی تھی۔ جیب سے چاہیوں کا مجھا نکالتے ہوئے وہ مومنہ کی طرف حکا

ا گرو ' كا نام بھى ديا جانے لگا ہے۔

دہشت گرد کہہ کر انہیں کرور کیا جانے لگا حالاتکہ دیکھا جائے تو قلطین، افغانستان، کشمیر، بوسنیا ہر جگہ ڈھائے جانے والے مظالم کافروں کی درندگی اور دہشت گردی کا کھلا ثبوت ہیں۔ وہ کس طرح اپنی برتری اور طاقت کومسلمانوں کے قل عام کے لئے بے دریخ استعال کر رہا ہے۔ اس بے دردی اور سفا کی اوراس غیرانسانی سلوک کو''امن' اور'' قانون' کا نام دیا جا رہا ہے۔ یہ اہل مغرب جنہوں نے احترام انسانیت، اکرام آدمیت، خوا تمین، بچوں اور بوڑھوں کے جداگانہ حقوق، حیوانات کے تحفظ اور ماحولیات کے سمھارنے کے لئے جامع اور مؤثر قوانین بنا رکھے ہیں گر حقیقت یہ ہے کہ یہ کش ان کی درند گیوں، عیار یوں، مکاریوں پر مع سازی ہے۔ اگر ان کے ول میں انسانیت کے جذبات کا رتی مجر خیال ہوتا جس کا اظہار کر کے وہ اپنا رعب کے ول میں انسانیت کے جذبات کا رتی مجر خیال ہوتا جس کا اظہار کر کے وہ اپنا رعب مسلمانوں کے ساتھ وہ سلوک نہ کرتے جن کی خبروں سے اخبار بحرے پڑے ہیں اور ان کے منہ برطمانچوں کی طرح ہیں۔

یکی انفان مجاہد جب جہاد میں روس کو فکست وے رہا تھا تو ان اعلیٰ حکام کے سامنے وہ مجاہد ہیرو تھے اور آج اسلام کے نام پر کھڑے ہوئے تو ان کے ساتھ نا قابل بیان سلوک روارکھا جارہا ہے۔

تاریخ کواہ ہے کہ جب ظلم بڑھتا ہے تو مظلوم خواہ کمزور ہی کیوں نہ ہوں این حق کے اٹھ کھڑا ہوتا ہے اور یہی جہاد ہے۔ جب کفر، اسلام کی شع کل کر کے اللہ کی مخلوق کو کفر وشرک اور نفس برتی کی اندھیر محریوں میں وهکیلنا چاہتا ہے انسانوں کو اسلام کے سایم عدل سے نکال کرظلم، ناانسانی اور اپنی نفسانی خواہشات کی جینٹ چڑھانا چاہتا ہے تب اسلام شع حق کی حفاظت کے لئے کمواں تھانے کا تھم دیتا ہے۔ اسے جہاد کہتے ہیں۔ ارشاد باری تعالی ہے۔

''اور ان سے لڑو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور وین سارا کا سارا اللہ کے اللہ علیہ ہوجائے۔''

يى جہادآج كشمير ميں ہور ہا ہے۔ كشمير كے مظلوم عوام 55 برس سے انساف

کرسا منے آپی ہیں کیونکہ آج کے مسلمانوں نے ایک مرتبہ پھر فدوی الی ، فدوی نی کا روپ وھارلیا ہے۔ غفلت اورستی کی چا درا تارکران کفر کی طاقتوں کے آگے گئے فیک کر ذلت وخواری کی زندگی کو ترجیح دینے کے بجائے بہ زورشمشیرا پنے حقوق حاصل کرنے کا ارادہ با ندھ لیا ہے۔ ان کے اندرحسین ابن علی ، طارق بن زیاڈ ، عبداللہ بن زبیرہ ، خالد بن ولیڈ ، نیپوسلطان کی یاوی زندہ کرنے کا جذبہ پیدا ہوا ہے۔ سو کفار نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف نت نے پروپیکنڈے شروع کروئے ہیں جن میں پہلا اور بیانڈ ا' نبیاد پرتی' کا ہے۔ اس پروپیکنڈے کا مقصد مسلمانوں کو بدنام کر کے انتشار اور بدامنی کا ذمے وار قرار دینا ہے اور مسلمانوں کو دین اور جہادے منتظر کرنے کی ناکام اور گھٹیا کوشش ہے۔

ورحقیقت بنیاد پرست ان لوگول کوکها جاتا ہے جو اپ دین جمل اصل، اور وی عقائد جس مضبوط ہول۔ اسلام درحقیقت ایک ممل اور جامع دین ہے۔ اس جس دوسرے نداہب کی طرح تو ہمات اور تخیلات اور چنداعمال بی نہیں بلکہ اس کے عقائد کھرے ہیں اور اعمال انسانیت کوشرف بخشنے والے ہیں۔ اس وین جس عباوات کا بی وظل نہیں، سیاست، معیشت، معاشرت، خلافت، حکومت، اقتصادیات، حدووقصاص اور انسانی زندگی کے ہرشعبے کے تمام احکام موجود ہیں۔

سواسلام کے سوا دوسرے ندہب کے لوگ بنیاد پرست ہو جی نہیں سکتے۔ان
کے پاس ہے ہی کیا جس پر پختہ ہوں۔ان کا دین اسمبلیوں اور پارلیمنٹ کے تالی ہے
جو وہاں سے پاس ہوتا ہے اے اپنا لیتے ہیں۔سوکفر کی طاقتیں یہ چاہتی ہیں کہ
مسلمانوں میں جو پختہ ایمان مسلمان ہیں وہ ختم ہو جا کیں اور جومسلمان عقا کداور ایمان
میں کمزور ہیں وہ اس جملے کے خوف سے خوو کوسیا مسلمان ثابت کرنے کی کوشش نہ
کرس۔

بنیاد پرتی کی بید اصطلاح اب بڑے زور شور سے استعال ہونے گئی ہے حالانکہ مسلمان ہر دور میں موجود رہے گر آج مسلمانوں نے ذکت اور غلامی کی زندگی کے خلاف آواز اٹھانی شروع کر دی ہے۔ وہ کفار کے مظالم کا مقابلہ کرنے کے لئے وٹ کر میدانِ عمل میں اتر آئے ہیں۔ یوں انہیں بنیاد پرتی کے ساتھ ساتھ" دہشت وٹ کر میدانِ عمل میں اتر آئے ہیں۔ یوں انہیں بنیاد پرتی کے ساتھ ساتھ" دہشت

آواز جذبات کی بورش سے بھاری ہوگئ تھی۔

وہ خاموش ہوا تو کتنی در کمرے کی فضا میں بوجمل اداسی طاری رہی مجربیہ

بوجمل کمح سرکے۔غازی شاہ نے شیپ کا بٹن کھول دیا۔

لمحه بعر بعد بى ايك برجوش بعارى آواز كو نخ كل _

ہم دین کے داعی ہیں اللہ کے سابی ہیں ہم دین کے داعی ہیں اللہ کے سابی ہیں ہم دیں کی حفاظت ہیں سر ابنا کٹا دیں گے ہم قصر صلالت کی بنیاد ہلا دیں گے جو پاک کے دشمن ہیں، کشمیر کے غاصب ہیں اس سرکش و رہزن کو ہم انہی سزا دیں گے ہے خونی شہیدال سے رتگین حسیس وادی ہم اپنی سملال سے سرتگین حسیس وادی سالار مسلمال سے سہا ہوا باطل ہے سالار مسلمال سے سہا ہوا باطل ہے اصنام کے بندوں پر دہ برق گرا دیں گے امید نہ رکھ ہرگز امریکی، یہودی سے امید نہ رکھ ہرگز امریکی، یہودی سے امید نہ رکھ ہرگز امریکی، یہودی سے بی شاطر عالم ہیں، موقع پہ دغا دیں گے پر شمع النی کو پھے ادر جلا دیں گے پر شمع النی کو پھے ادر جلا دیں گے پر شمع النی کو پھے ادر جلا دیں گے

ایک عجیب ساسحرتھا جس نے ان سب کوجکڑ رکھا تھا۔ ایبا لگ رہا تھا سب کے دل سینے کی چہار دیواری میں شخصے کی طرح ہو محتے ہوں۔ اب ٹوٹا کہ اب ٹوٹا۔ ذرا آواز تھے می اور بیٹوٹ کرکر چیوں کی طرح فرش بر بھر جائے گا۔

ٹھیک کہتے ہیں کہنے والے کہ آواز کا تعلق براہ راست دل سے ہے۔ آواز کا تعلق براہ راست دل سے ہے۔ آواز کی کمان سے لکلا ہوا تیرٹھیک نشانے پر جا لگے بات تو تب ہے۔ اور یہ آواز دل پرلگ رہی تھی۔ تھی۔ تھی ۔ تھی ۔ تھی ۔ تھی ہوئے با یوں ٹیپ ریکارڈرکو تک رہی تھی کویا چکیں جھیکئے سے یہ سحر

کا دامن پھیلانے کے باوجود انصاف نہ ملنے پر آج بہزورشمشیرمیدان میں کود پڑے ہیں۔''

♦.....

ریمضمون ابھی جاری تھا۔ تشمیر کے بیمتوالے تکوار کے ساتھ قلم سے بھی جہاد میں مصرد ف عمل تنے۔ ایک روز غازی شاہ نے ایک کیسٹ مومنہ کو دکھائی۔

و بیرو کیموسرجن! الیمی تقریباً ایک لاکھ سے زائد بھارت میں تقلیم کی جا چکی ہیں۔ جبکہ اب تک پندرہ ہزار سے زائد صبط کی جا چکی ہیں۔ یہ کیشیں آج بھارتی

سامراج کے لئے بردا مسئلہ نی ہوئی ہیں۔ ہر کھر میں نج رہی ہیں۔"_

مومندنے اس کے ہاتھ سے کیسٹ لے کرالٹ بلیٹ کرویکھی۔

" مرية عامى آ دُيوكيت ہے۔اس من كيا ہے اييا؟"

" ہاں۔ بظاہر تو بیام ی آڈیو کیسٹ بی ہے۔ جوعمونا گانوں کی ہوتی ہے مگر اس میں بجنے والا ترانہ جذبہ جہاد کو تو انا کر رہا ہے۔ اس جھوٹی می کیسٹ میں کشمیری مسلمانوں کے خون کو کر مادینے والی آواز بند ہے۔ سنوگی؟"

"فشرور مکر بیس کی کوشش ہے؟"

"اس سوال کا جواب تو خود ہمارے پاس بھی نہیں ہے۔" طلحہ احمد نے پہلی بار لب کشائی کی۔ غازی شاہ نے ایک منی سائز نیپ ریکارڈر میں کیسٹ لگاتے ہوئے اس کی طرف چہرہ موڑتے ہوئے کہا۔

''ہاں مومو! یہ ایک معما ہے۔ ہمارے پاس یہ کیشیں درجنوں کے حساب سے پہنچائی جاری ہیں۔ بھیخ والاخودکو پوشیدہ رکھے ہوئے ہے۔ ہم ان کیسٹوں کو گھر گھر تقسیم کر دیتے ہیں بہرحال جو بھی ہے وہ اس جہاد میں شامل ہے ادر بہی ہمارے لئے بہت ہے۔ یہاں ہر شمیری مسلمان اپنی بساط کے مطابق جہاد میں مصروف ہے۔ مومنہ! کشمیر یوں کا بہنے والاخون، جانوں کے بینڈرانے کشمیر کی آزاد کا چراغ بجھنے نہ دیں گے۔ اذبت رسیدہ کشمیری اس چراغ کو آخری سائس تک اپنے خون سے جلاتے رہیں گے۔ اذبت رسیدہ کشمیری اس چراغ کو آخری سائس تک اپنے خون سے جلاتے رہیں گے۔ جب تک ایوانوں میں بیٹا سامراج فکست فاش سے دوجار ہوکر منہ چھیانے پر مجبور نہ ہو جائے اس چراغ کو اپنے لہوسے جلاتے رہیں گے۔' غازی شاہ کی

ٹوٹ جائے گا۔

یہ چند کھے بجیب کشاکش کے گزرے۔ غازی شاہ نے ٹیپ بند کرویا اور جیسے سارا ماحول اس ٹرانس سے باہرنکل آیا۔ سینے میں انکی سانسیں پھررواں ہوگئیں۔ساکن بلکوں کا رقص پھر جاری ہو گیا۔کا کتات اینے مدار پر گروش کرنے گی۔

ایک ممری سانس مینج کرمومنہ نے ہاتھ بڑھا کر غازی شاہ سے وہ کیسٹ لے لی۔اس کے سرخ رخساروں سے اس کی اندرونی کیفیت کا اندازہ ہورہا تھا۔

اس آواز کی بازشت نے کسی طلسی ڈور سے اس کا ذہن، اس کا ول اور اعصاب باندھ ویئے تھے۔اسے پہلے تو لگا یہ آواز پہلے بھی سنی ہے محرکہاں، کب، ذہن کی گرفت سے باہر تھا۔ پھر سر جھنگ کرسوچا شاید وہم ہی ہو۔ بھی بھی کوئی صورت، کوئی آواز یونہی وہم میں جمل کردیتی ہے کہ یہ صورت پہلے بھی دیکھی ہے۔

یہ آواز پہلے بھی ساعت نے سی ہے مگر ایسانہیں ہوتا۔ ول میں کھب جانے والی آواز یا صورت عموماً مانوس محسوس ہوتی ہے۔

"سات لا کھ کی فوج کیا پیاس لا کھ کی فوج بھی مسلمانوں کے اس جذبے کو نہیں دیا سکے گا خازی شاہ!"مومنہ برعزم انداز میں ملکے سے مسکرائی۔

"بالکل سرجن! اب تو بیتر کیس اور زور پکر گئی ہیں۔ مجاہدین کی کارروائیوں میں وسعت اور سرعت آ رہی ہے۔ لداخ سے لے کر جمول کے دور دراز علاقوں تک اور دادی تشمیر کے کیواڑہ سے لے کر کشتواڑ تک کے علاقے تحریک کے دائرے میں آ چکے ہیں اور کشمیر کے باہر ہما چل پردلیش کی سرحدوں تک بلکہ خود ہندوستان کے اندراس جرو استبداد کے خلاف آ واز اٹھائی جانے گئی ہے۔ بیدت کی آ واز ہے۔ بیآ داز ایک دن بھارت کے فلاف آ واز اٹھائی جانے گئی ہے۔ بیدت کی آ واز ہے۔ بیآ داز ایک دن بھارت کو اکھنڈ خیال کر نوالے خود اپنی آ تکھوں سے اس کی موت کا منظر دیکھیں گے۔"

♦.....♦.....

وہ طارق ہاؤس آئی تو ممااس کا بے چینی سے انتظار کررہی تھیں۔

''کہاں رہ می تھیں تم نے تو کہا تھا ہا سپلل سے سیدھے یہیں آؤگی؟'' وہ جھو مجے بی سرزنش کرنے والے انداز میں استفسار کرنے کیس۔

وہ بڑی محمن اور محمن محسوں کر رہی تھی۔ بیک کندھے سے اتار کر لائی کے صوفے پرڈالا اور مماکے کندھے برزمی سے ہاتھ رکھ دیا۔

" "سوری مما بس مصروفیت مجھالی ہو گئی ہے"

''مرڈاکٹرسٹیل کو میں نے فون کیا تو اس نے بتایاتم ہاسپائل سے تو جلدی نکل سے تو جلدی نکل سے تو جلدی نکل سے تعمیں اور مولوی صاحب کی طرف بھی نہیں تعمیں ۔''مما کے لیجے میں ہی نہیں آئکھوں میں بھی کھوج تھی۔

''بہ آج کل کن کاموں میں معروف رہنے گئی ہوتم۔ ذرا مجھے بھی تو پا چلے؟'' وہ اس کا چہرہ ٹو لنے لکیں جہاں اس غیرمتوقع باز پرس کے حملے نے بو کھلا ہٹ عیاں کر دی تھی۔

"مری اور کیا معروفیت ہوسکتی ہے مما۔ سوائے ہا بھل کے۔" اس نے کندھے اچکا کرزبروئی مسکرا ہث ہونٹوں پرلا کران کی تشویش کا تو ڈکرنا جاہا۔

وموی۔ عازی شاہ سے ملاقا تیں ہوتی ہیں تمہاری؟ وہ بلنے کی کہ مماکی اور نے اس کے قدموں کو جکڑ لیا۔ اس کا ٹھٹک جانا اور نگاہیں چرالینا بی ان کی اس ساری کھوج کا جواب بن گیا۔

''ہاں۔ ملتی ہوں۔'' وہ سر جھکا کراعتراف کر گئے۔ پھر بڑے اعتاد کے ساتھ ایڈیوں کے بل کپٹی۔

"مراخیال ہے آپ سے چمپانا بے کارہے۔"

"مومنہ جانتی ہوتم۔ تہارے پاپا کے علم میں آئے گا تو وہ کس قدر برہم ہول مے۔ دہ پہلے ہی تہہیں خبردار کر بچے ہیں کہتم کسی قتم کی سیاست میں انوالوہیں ہو گی اور۔"

کی اور۔"

د میں کسی سیاست میں انوالونہیں ہوئی۔ مائٹڈ اے مما۔ بیسیاست نہیں ہے۔

بیآ زادی کی جنگ ہے۔ بیہ ہماری زندگی کا سوال ہے۔ بیمرتے ہوئے تشمیری مسلمانوں

کے لہوکا سوال ہے جوہم زندہ لوگوں کے کریبانوں کو پکڑ کرجمنجوڑ کر کہہ رہے ہیں کہ

ہمارےلہوے جلا چراغ بجھنے نہ یائے۔''

ممانے تخیر ہے اسے دیکھا پھر جیسے سنجل کر سر کو خفیف سی جنبش دے کر مسکرائیں اور پیار ہے اس کے گردا پنا بازوحمائل کردیا۔

یں و خودوں سے بیل جاتی ہو۔ دراصل وہ تہماری بیان جیری مہاوں کہ جی اور کے بین اور کے بین میں میں دراصل کو گئی کے ہوگر بیٹی تم اپنے باپا کو بھی جانتی ہو۔ دراصل وہ تہمیں بہت جا ہے ہیں۔ تہمیں کوئی گئی میں میں ہے۔'' گزند بہنچے وہ کیسے برداشت کر تکیس میں۔''

ر میں ہوگی مما!' وہ ایک مہری سانس تھینج کران کو دیکھنے لگی پر قدر نے دل کرفکی ہے کویا ہوئی۔ پر قدر نے دل کرفکی ہے کویا ہوئی۔

''یا ہے آزادی کی جنگ میں شہید ہونے والے بھی تو اپنی ماؤں ، باپوں کے جگر کے گوشے تھے اور جو دوسرے ہیں وہ بھی تو کسی کی اولا وہیں۔ کیا ان کے والدین ان سے تھی محبت نہیں کرتے؟ کیا مولوی جی اور بی بی کو جھے سے اور غازی شاہ سے محبت نہیں ہے۔ نہیں مما۔ ہر محبت اپناحق وصول کرنے بیٹے جائے تو اس دنیا ہیں محبتوں کا دم کھٹ جائے ۔ لوگ محبت پانے سے خوف زدہ ہو جا کیں۔ محبت وصولی کے لئے نہیں کی جاتے ۔ سولی کے الئے نہیں کی جاتے ۔ بیتو ہمیں فطرت کے مطابق والدین سے ملتی ہے وار آپ لوگوں نے تو ہے بھی نہیں وی۔' اس کی آواز وجسی ہوگئے۔ اس کی محرومیاں پھر چھے اور آپ لوگوں نے تو ہے بھی نہیں دی۔' اس کی آواز وجسی ہوگئے۔ اس کی محرومیاں پھر چھے کر سامنے آگئیں۔ ممااس کے آخری جملے پر تزپ سی گئی تھیں۔

''مومی!میری جان! تم شکوہ کرنے میں حق بجانب ہو تکر بیٹا!'' ''سوری مما_میرا مقصد آپ کو ہرٹ کرنائبیں تھا۔'' دہ جلدی سے بولی مجرمما

کے ہاتھ تھام کرائی نم آتھوں سے لگا گئے۔

'' بھے تو اتن بے پایاں محبتیں ملی ہیں کہ کہیں بھی جھے خالی بن کا احساس نہیں ہوئے۔ ہوا بلکہ بھی بھے خالی بن کا احساس نہیں ہوئے۔ ہوا بلکہ بھی بھی تو اپنا دامن تک محسوس ہونے لگتا ہے خوشیاں اور جا ہتیں سمیٹتے ہوئے۔ ایسے بھی ماں باپ ہوتے ہیں جو اپنی اولا دکو اپنی اپنی مجور یوں کے پیش نظر پجرا کنڈی یا

یتم فانوں میں پھینک جاتے ہیں۔ میں تو آپ کی احسان مند ہوں کہ آپ نے جھے بی اور مولوی صاحب جیسی کود میں ڈالا۔ میں تو اپنی خوش قسمتی پر جتنی نازاں ہوں کم ہے۔ رئیلی مما۔ آئی ایم تھینک فل ٹو ہو۔' اس کے لیجے میں حقیقی تشکر تھا گر زہرہ طارق کے اندر بہت کچھ ٹوٹ رہا تھا۔ وہ اپنا سینہ کھول کر وہ زخم نہیں دکھا سکتی تھیں جس سے بھی تک خون رس رہا تھا۔ ان لیحوں کی اذبت ناکی کے وہ آ بلے ابھی تک روح پر تپک سے میں خو

" میں تقیم کرنی تھیں ہے کیسٹ جھے دراصل کچھ کھروں میں تقیم کرنی تھیں کی تھیں کے آج کھروں میں تقیم کرنی تھیں کی اسے آج لیٹ ہوگئے۔ "اس نے جلدی سے موضوع بدل ڈالا۔ مما کا ول کرفتہ چہرہ سے اندر ہی اندر ندامت میں دھکیل رہا تھا۔ اس نے وہ آڈیو کیسٹ اپنے بیک سے کال کرمما کودکھائی۔

و کیسی کیسٹ ہے۔ کیا ہے اس میں؟ "مما چونک کر پھر قدرے جیرت سے س چھوٹی سی آ ڈیو کیسٹ کو گھورنے لگیں۔

"بہ غازی کو ملتی رہتی ہیں۔اسے مجینے والا کون ہے بیروہ خود مجی نہیں جانیا۔ ہرحال جو بھی ہے اس جدد جد میں شامل ہے۔آب سنیں گی؟"

ممانے اثبات میں سر ہلا دیا۔ وہ فطری تجسس کے مارے وہیں ہی ڈی پلیئر کے پاس جا بیٹھیں۔مومنہ نے پلیئر آن کیا چند کمجے ہی سرکے تنصے کہ وہی ترانہ کو نجنے ا۔

مما دم بخودرہ گئیں۔ان کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ کیسٹ سے بیآواز مرہوگی۔

وہ کتنی دیرایک سنائے کا شکار رہیں۔مومنہ نے بٹن آف کیا اور کیسٹ نکال راسے احتیاط سے دوبارہ بیک میں رکھ دیا۔

''آن کشمیرکا بچہ بچہ جس نفرت سے سلک رہا ہے۔ بینفرت بھارتی تعکمرانوں ما طرف سے بی دولیعت ہوئی ہے۔ ان بڑے بڑے ایوانوں کو آگ لگا دینی چاہئے ہوں سے بی دولیعت ہوئی ہے۔ ان بڑے بڑے ایوانوں کو آگ لگا دین چاہئے ہوں نے انسانیت سوز مظالم ڈ معائے ہیں جس نے کشمیرکو تاریخ کا بدترین ظلم کا شکار لم بنا ڈالا ہے۔ جہاں حواکی بیٹیاں بدترین اذبیت کا شکار ہیں۔ ان ایوانوں کو آگ لگا

زہرہ طارق کے دل پر برجیمی کی طرح لگ رہی تھی۔ ''تمہارا قصور بھی نہیں ہے بیٹی۔تم اپنے باپ کو بچھنے میں غلطی کر رہی ہو۔'' انہوں نے افسردگی سے سانس تھینجی۔

" آئی کا اوراک انسان پر بالکل اجا تک ہوتا ہے مربھی دفت کی ڈور ہاتھ سے اتنی دورنکل جاتی ہوتا ہے کہ مداوے، تلافی کا کوئی امکان ہیں ہوتا۔ تبہارے ساتھ کی گئی زیاد تیوں اور تبہارے دامن میں ڈالی کئی محرومیوں پر ہم دونوں اپنے اللہ کے سامنے شرمسار ہیں۔ ہم محدونت خودکوا یک مجرم خیال کرتے رہتے ہیں۔ مرمومنہ! تم ایے مجرم کوکیا سزا دے سکتی ہوجس کی پشیمانیاں اس کے جرم سے بڑھ گئی ہوں۔ "وہ افسردگی سے بنس دیں۔ پھراس کے کندھے کوئری سے تھیتھیایا۔

" وریاں کم نہیں ہوئیں۔" دوریاں کم نہیں ہوئیں۔"

" مما۔ آئی ایم سوری۔ "وہ انہیں ول گرفتہ رنجیدہ ویکھ کرخود بھی آزردہ ہوگئ۔
" مجھے اپنے معالمے میں نہ آپ سے فنکوہ ہے نہ پایا سے۔ وقت ہرزخم خود ہی بحر جاتا ہے۔ یقین کریں مجھے آپ سے کوئی فنکوہ نہیں ہے گر۔ "اس نے ایک کیلمدرک کراب دانتوں میں دبا کرچھوڑ ہے۔

" پاپا کی بے حسی سے شکوہ ضرور ہے جو بااثر ہونے کے باوجود کشمیر کی جدوجہد کے لئے کچھ نہیں کر سکتے۔ بلکہ میرے قدموں میں بھی زنجیریں ڈالنا چاہتے ہیں۔ کیا انہوں نے مجھے اس لئے ڈاکٹر بنایا ہے کہ میں ان کی طرح محض پیسہ کمانے والی مشین بن حاؤں؟"

ردی ہو بلکہ ایک عربی ہوں کہتم اپنے پاپا کو بھتے میں غلطی کردہی ہو بلکہ ایک عربے تک تو میں کہ رہی ہوں کہتم اپنے پاپا کو بھتے میں غلطی کردہی ہو بلکہ ایک عربے سے تک تو میں بھی انہیں جان ہی نہ پائی۔ آؤ ادھر آؤ۔ میرے ساتھ۔ تہارے شکوؤں کا جواب وہ تو شاید عمر بھر نہ دیں مگر جھ سے برداشت نہیں ہو رہا۔ میں ایک مشرقی، وفاشعار اور شوہر پرست عورت ہوں اور عورت اپنے شوہر پرلگائے مجے الزام محمی برداشت نہیں کر سمتی چاہے بیاس کی اپنی اولاد کی طرف سے ہی لگائے مجے ہوں۔ ادھر آؤ۔ میرے ساتھ۔ آج اس راز کو طشت ازبام ہو ہی جانا چاہے۔ مما کیارگی ادھر آؤ۔ میرے ساتھ۔ آج اس راز کو طشت ازبام ہو ہی جانا چاہے۔ مما کیارگی

د بی جائے جس میں بیٹھ کراند ھے مظالم ڈھائے جانے کے احکامات جاری کئے جاتے ہیں۔''

اس کا چرہ شدت رن سے لال ہورہا تھا۔ شریانوں میں خون کی جگہ آگ ہوا تھا۔ شریانوں میں خون کی جگہ آگ ہوا تھا۔ درزتی محسوس ہوری تھی۔ اس کی نگاہوں میں وہی منظر گھوم رہا تھا جب بھارتی درندے حوا کی معصوم پاک باز بیٹی کوسٹوں پر بے دردی سے مینج کر لے جارہے تھے۔ "مما! پاپا سے کہد دیجئے گا کہ ان لوگوں سے دوئتی بھی ہو ہی نہیں سکتی۔ کا فر مسلمانوں کے بھی دوست ہو ہی نہیں سکتے۔ مولوی تی کہتے ہیں مسلمان اللہ کا دوست ہوتا ہے اور کا فر شیطان کا۔ چر بھلا اللہ کا دوست۔ شیطان کا دوست کے فکر ہوسکتا ہے۔ شیطان تو اللہ اور اس کے رسول کا دیمن ہے۔ ان ایوانوں میں بیضنے والے بااثر کہلانے والوں سے تعلقات استوار کرنا فخر کی نہیں شرم اور ذلت کی بات ہے۔ سرخروئی کی نہیں والوں سے تعلقات استوار کرنا فخر کی نہیں شرم اور ذلت کی بات ہے۔ سرخروئی کی نہیں اللہ کے آگے رسوائی کی بات ہے۔ سرخروئی کی نہیں

المدات المدال المراق المام ال

''اپنے پاپا کے بارے میں ایسا کہتے ہوئے شرم آئی چاہئے مہیں۔' ''میں پاپا کو برا بھلانہیں کہ رہی ہوں مما! میرے دل میں پاپا کا بہت احترام ہے۔ وہ میرے لئے باپ ہونے کے ناتے قابل احترام، قابل عزت ہستی ہیں مگر سے بات بھی من لیجئے کہ مجھے پاپا کے اس اثر ورسوخ اور اعلیٰ عہدے پرکوئی فخر نہیں۔ کوئی خوشی نہیں ہوتی۔ برے لوگوں کی پارٹیاں اٹینڈ کر کے ہم برے نہیں بن جاتے۔'' اس کا لہد بردامتا سفانہ تھا۔ جسے اسے افسوس ہور ہا ہو طارق احمد کی بینی کہلانے پر۔

ہجہ براہم الله معاب بری طرح متاثر ہوئے تھے۔ پتانہیں دور یوں نے کتنی غلط فہمیاں بخش دی تھیں۔ وہ لا کھ خود کو مسرور ظاہر کرتی تھیں گر ماں ہونے کے ناتے محسوں کر رہی تھیں کہ اس کے بچپن کی محرومیاں اب بھی موجود ہیں جواسے گاہے مشتعل کر رہی تھیں کہ اس کے بچپن کی محرومیاں اب بھی موجود ہیں جواسے گاہے مشتعل کر دیتی ہیں۔ وہ تو خود کواپنے دل کی عدالت میں اب تک مجرم ہی گردانے ہوئی تھیں۔ وہ اس وقت جس کبیدگی کا شکارتھی وہ در حقیقت اس کی غلط نہی تھی اور بیہ اجنبیت وہ شکتا وہ شائعگی سے ہم کلام تھی ماں سے مگراس کی اس شائعگی میں اجنبیت تھی اور بیہ اجنبیت

جذباتی ہوکراس کا ہاتھ کھینچنے لگیں۔ وہ جیران پریشان ان کے ہمراہ منجی چلی گئے۔ سیر صیاں اثر کر دہ اے ایک اند میرے کمرے میں لئے آئیں۔ بیشاید کوشی کا تہہ خانہ تھا۔ وہ زندگی میں پہلی باریہاں آئی تھی۔ ممانے سونج آن کیا تو پورا کمرا روشن ہے نہا گیا۔ روشن ہوتے ہی اس کی آنکھیں تجیر آمیز بے بھیل کئی تھیں۔

♦.....♦....♦

اس کی آئمیں تخیر آمیز بے بیٹن سے اس کشادہ کمرے کا جائزہ لے رہی تھیں اس مختلف تنم کے اسلیح کا ڈھیر لگا ہوا تھا۔ کی طرح کے کارٹن اوپر تلے رکھے ہوئے اس مختلف تنم کے اسلیح کا ڈھیر لگا ہوا تھا۔ کی طرح اس کی آئکھوں کے سامنے تھا۔ وہ بھی اور بواروں کی طرح مختلے کے گھڑی تھی۔ وہ بھی ادبواروں کی طرح مختلے کی کھڑی تھی۔

''دو کھو یہ اسلحہ تشمیری مسلمانوں کوسپلائی کیا جاتا ہے گریہ پاکستان سے سمگل کرنی ہیں جنہیں صرف ہیں ہے وکار ہے اور ادھر آؤ۔'' مما اس کا ہاتھ پکڑ کر اے ایک دوسرے کمرے ہیں لے کئیں۔
وکار ہے اور ادھر آؤ۔'' مما اس کا ہاتھ پکڑ کر اے ایک دوسرے کمرے ہیں لے کئیں۔
یک چھوٹا سا سٹڈی روم تھا جہاں ایک لبی سی میز رکھی تھی جس پر آڈ یو کیسٹ کے انبار فی شخصہ ساتھ ہی برقی تاروں کا ایک جال بچھا ہوا تھا جو دیواروں اور چھت ہے لپٹا فی سے۔ساتھ ہی برقی تاروں کا ایک جال بچھا ہوا تھا جو دیواروں اور چھت ہے لپٹا اتھا۔ اس کے علاوہ فاکوں اور کا غذوں کے پلندے تھے۔ وہ ابھی پچھلے کمرے ہیں اسلے اور انہیں کشمیری مجاہدوں کوسپلائی کرنے کے انکشاف پر ہی دیگ تھی اور اب

''اٹھاؤیہ کیسٹ اور لگاؤا ہے اس ٹیپ ہیں۔''
''کیا پہلیاں بچھوارہی ہیں مما!'' جیرت اور البحن نے اسے جھنجطا کرر کھ دیا۔
ممانے خود ہی ایک کیسٹ اٹھائی اور اسے کیسٹ پلیئر ہیں نگا کر بٹن آن کر ۔ دوسرے بل اس پر گویا جیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے وہی ترانے کو بختے لگا جو غازی ، کی دی ہوئی کیسٹ ہیں تھا۔

"بہ کیا معمہ ہے مما؟" اے اپنی آواز جیرت سے شدت سے بھرتی ہوئی دس ہونے تھی۔ مومنہ طارق احمد کی طرف چلی آئی۔ پچھ کمھے دونوں باپ بیٹی ایک دوسرے ، مقابل خاموش کھڑے رہے چھر طارق احمد نے نرمی سے اس کے کندھے پر اینے ال ہاتھ رکھ ویئے۔ ان کے چبرے برنرم برشفقت اور مبربان مسکرا ہا کھیلنے لی۔ سرے بل وہ ان کے سینے سے لی وہ تمام آسودگی سمیٹ رہی تھی جس سے محروم تھی ا ں سے دل کا ایک کوشہ خالی تھا۔

اے لگا اس کے وجود کے اندر کہیں جو ایک خلاتھا وہ پر ہو گیا ہے۔ جس سود كى كے جال نے اسے ايك عرصے سے جكر ركھا تھا وہ كث كيا ہو۔

جود کهٔ محله دل میں آبلے کی طرح نتیکتا رہتا تھا۔جس نا مانوس می اذیت کو وہ ہر مسوس کرتی رہی تھی وہ حبیث رہی تھی۔اب کسی ملے شکوے کی ضرورت نہ رہی تھی۔ مول سے بہنے والے بے آواز آنسواس گردکوا تارر بے تھے۔

'' میں بھی کتنا بے عقل تھا کہ بیٹیوں کو بے کار شے کی طرح سمجھتا رہا تھا۔ ں تو پھول ہوتی ہیں۔ تھر میں رہیں تو آنگن کھلا رہتا ہے اور رخصت ہوں تو اپنی مو این چھے چھوڑ جاتی ہیں اور مال باب عمر بحراس معطر خوشبو میں مسر ور رہتے ہیں۔ اس رحمت سے منہ موڑے رہا کتنا نادان تھا میں۔"

یا یا کہدر ہے تھے اور وہ س رہی تھی۔ وہ انہیں نادم نہیں ویکھنا جا ہتی تھی مگر بے مسرت کے احساس نے زبان سلب کر کے رکھ وی تھی۔

سراٹھا کراس نے باپ کا چہرہ ویکھا اور نم نم پلکوں کو جھیک کرمسکرا دی پھر ا اطراف ایک نگاه و ال کرایک مهری سانس تھینج کر بولی۔

' بیرسب کیا ہے پاپا! آپ نے مجھے اس میں شریک کیوں نہیں کیا؟'' 'بیسب ''' طارق احمد کے چرے پر پھیلی سجیدگی ممری ہو گئی جس میں بجھی بجھی ول گرفتی بھی تھی۔

'' سیسب ایک ادنیٰ سی کوشش ہے اس سرز مین کوآ زاد کرانے اور اسے ثمر بار نے کے لئے ہما بے خواب ہمارا درداور ہماری محبیس مشتر کہ بی تو ہیں۔ یہاں ہر تشمیری ں ایک ساتھ دھڑ کتا ہے۔ چوٹ ایک کولکتی ہے تکلیف ہر تشمیری کو ہوتی ہے۔ شہید ہوتا ہے تو ہزارلہو بہانے کو تیار ہوجاتے ہیں۔ ہم سب شریک ہیں اس جدوجہد میں

" بیادراس طرح کی لیسٹس تہارے یا یا ہی سیلائی کررے ہیں۔آج جوترانہ نج رہاہے بیترانا'' طارق احمہ'' کی اپنی آواز میں ہے۔''

مما کے کہے میں کیسا فخر بول رہا تھا کویا وہ بنی کے سامنے سرخرو ہورہی ہوں جبكه مومنه كے لئے بيدانكشاف كسى دھاكے سے كم نہ تھا۔ جيرت اور خوشى كي شدت نے اس کی قوت مویائی سلب کر لی تھی۔ وہ بس ککر تکر مجھی اس کمرے کو دیکھتی مجھی مما کے چرے کی طرف پھر ایکاخت ان سے لیٹ کئی اور رو پڑی۔

"" آب نے مجھے.... مجھے کیوں نہیں بتایا آج تک اور یایا نے مجھی چھیائے رکھا اس بات کو۔ کیوں مما؟ ' اے لگا وہ بیخوشی سہار تہیں یائے گی۔اس کے وجود برخفیف ی لرزش طاری تھی۔ممانے اے تھام رکھا تھا۔خود ان کی استعمیل بھی

اجا تک مومندان کے بازوؤں کے تھیرے سے نکل اس کی آتھوں کی پہلیوں میں خوشکواری ہمک رہی تھی۔ چہرے کے نفوش میں جیرت اور خوشی کا ستھم بڑا پیارا لگ

'' مجھے یقین نہیں آرہا مما! ہے بیسارا کھوتو میرے گمان میرے تصور میں ا بھی نہ تھا۔ مائی گاڑ! میں یا یا کو کتنا غلط جھتی رہی ان سے شاکی رہی۔ کیا خبر تھی وہ اسے سینے میں ایک تشمیری مجاہد کا دل رکھتے ہیں۔ آئی ایم سوہیں مما!'' وہ ایک بار پھران سے

"مما! ما مجھے سے خفا تو نہیں ہیں؟"

''ارے نہیں جان! بالکل نہیں۔ وہ بھلا کیونکر خفا ہوں گے؟'' ممانے اس کے آنسوؤں سے ترچمرہ اونچا کیا اورائے سکارف سے بو چھنے لیں۔

'' خفا تو تنهبیں ہونا جا ہے میری بچی! کہ مجرم تو ہم میں تمہارے.....تمہار**ی**! محرومیوں اور نا آسود کیوں کے مجرم۔ ' پایا کی آواز کمرے کی فضا میں امجری جس میں ا ندامت بلکورے لے رہی تھی۔ دنوں مال بیٹی چونک کر پلیس۔ممالحظہ بحر کے لئے اور کرے میں اپنی اور مومنہ کی موجود گی پر چوری بن کئیں مگر طارق احمہ کے چیرے سیا نقوش میں کسی طرح کی سرزنش نہھی۔ عنراب مارر ما ہے۔

سیائی کی ان دیمی آگئی جو انہیں جاروں طرف سے گیر رہی تھی مگر ہمسم بیں کر رہی تھی بلکہ ذہن کے دریجوں کو دھڑ ادھڑ کھولنا جا ہتی تھی مگر وہ اپنا ذہن دل اور ان سب اسی طرح بندر کھنا جا ہتی تھیں جس طرح ایک عرصے سے بند تھے۔

"اسسندار میں بڑاروں معبود ہیں سب اپ اپ معبود کوئی ہے ہے ہیں پر بی مال کہ ان معبود کوئی ہے ہیں ہی انسانوں کے ہاتھوں سے تخلیق پانے کے ہیں۔ چاند سورج کے بجاری اصنام کے بجاری آگ اور بہاڑوں کے بجاری ناسب کا تو کوئی نہ کوئی محرک ہے جو انہیں متحرک رکھتا ہے اور اگر انہیں کوئی متحرک رکھتا ہے تو انہیں متحرک رکھتا ہے۔ یہ تو انہیں متحرک رکھتی ہے۔ یہ تو اس کا مطلب ہے کوئی اس سے بھی بردی شکتی ہے جو انہیں متحرک رکھتی ہے۔ یہ تو سرورتمام اجمام کا سلسلہ بت تا کہ ہر متحرک کے لئے کسی محرک کی ضرورت ہوتو اس کے بت ہوتا ہے جو خود متحرک نہیں کے ونکہ اگر وہ بھی متحرک ہوتو اس کے سالم کا سلسلہ کے بعنی محرک کی ضرورت ہوگی اور محرک اول جو خود متحرک نہیں اور تمام اشیاء کی حرکت کا مثل ہے ہو تا ہے جس کا وجود از نی ہے۔ اس کے وجود کی کوئی ابتدائییں ہے ہر مدہ میز سے بہلے وہ بی ہے۔

''توسوج مال کہ ایک بچہ مال کیطن میں جیون کیسے پاتا ہے'کون اسے زندہ کے ہوتا ہے۔ وہ باہر آتا ہے تو اسے منہ کھول کر دودھ بینا کیسے آجاتا ہے۔ سوج مال یہ بار کی کا نتات کا ظہور اور تخلیق تحض اتفاق ہوسکتا ہے؟ جبکہ ایک چھوٹا سا کمرہ بھی اس زوسامان کے ساتھ خود بخو د مرتب نہیں ہوسکتا تو یہ اتنی بڑی کا نتات کسی طاقت کے ہرکس طرح پیدا ہوگئی۔ اسے استے منظم طریقے سے کون چلا رہا ہے' یہ نظر آتے بود سے بین بڑی گئی ہے جونظر نہیں آتی مگر ہر جگہ موجود ہے۔ واحد الشریک ہے بود سے ہوں اس کے ساتھ کسی ایسے کو شریک کس طرح کرلیں جس کا محرک انسان کی بار گھری ہو گئی ہو ''

چپ کر جا کو بتا! چپ کر جا۔'' ما تا تی زورزور سے چلانا چاہ رہی تھیں گران کی ۔ از کسی کمزورلہر کی طرح اندر ہی ابھر کر ڈوب گئی۔کو بتا ان کے آئے پڑے اندھے ۔ انے بروے ہٹائے جا رہی تھی۔ایک انوکھی روشن سے آشنا کر رہی تھی۔ان کی آٹھیں یہ حوض کا تھہرا ہوا مقید پانی نہیں ہے بلکہ ایک روال دریا ہے جس کا بہاؤ ایک دن ظالموں کی ان زنجیروں کو کاٹ ڈالے گا' یہ چڑھتا دریا ظلمتوں کے سارے بندتوڑ دے آھ میں۔''

" فرور انشاء الله " مما کی آنکھوں میں ایک عزم ہلکورے لے رہا تھا۔ ان کی نظریں ان باپ بیٹی پڑھیں محر ذہن لفظوں کولباس پہنا رہا تھا۔

می نظریں ان باپ بیٹی پڑھیں محر ذہن لفظوں کولباس پہنا رہا تھا۔

ایک وزوں بعد زمانے کی ہوا بدلے گ

ایر کڑے گا فضا رنگ وفا بدلے گ

ٹوٹ جائے گا ہر ایک طقہ زنجیر ستم

یہ نواؤں کی آہوں سے فضا بدلے گ

ہے۔ رہی ایمان نہیں ہوا مال! یہ سارے ہاے اپنان کی کمزوری ہے کہ ہم اپنے ہی ہوا مال! یہ سارے ہاے اپنے ایمان کی کمزوری ہے کہ ہم اپنے ہی ہاتھوں میں اپنے معبودوں سے خوف زدہ رہتے ہیں۔ جن کے ہاتھوں میں خود ان کا اپنا جیون بھی نہیں ہے۔ کیا تیرامن پرشاد اور ڈنڈوت کے بعد شانت ہو جا اللہ ہے۔ کیا تیرامن پرشاد اور ڈنڈوت کے بعد شانت ہو جا اللہ ہے۔ کیا تیری آتما کواس پوجا پاٹ ہے آرام ماتا ہے؟''

۔ '' '' '' '' '' '' کی کرکوئ چپ ہو جا۔ جپ ہو جا۔ تھے تیرے پر بھو کا واسطہ چپ کو اسطہ کو اسطہ کو اسطہ چپ کو اسطہ کو ا

انہیں ایبا لگتا کوئی ان کی رک رگ کوجنجوڑ رہا ہے۔ ان کے اعصاب ا

چندھیار ہی تھیں۔ ہانہیں روشنی تیزتھی یا ابھی ان کی بیتائی کمزورتھی۔

"مال! حضرت ابراہیم اپنے باپ اوربستی والوں کی بت برستی سے بے زارہ ہ استے وہ کہتے ہتے کہ آخر پھر کی خود تر اشیدہ مور تیاں خدا کس طرح بن کئیں۔تمہارے باپ وادا گمراہ اور بے وتو ف منے مگرتم تو مگراہ نہ بنو۔

''ایک بار جب بستی کے یکی بت پرست لوگ شہر سے باہر میلے میں گئے تب حضرت ابراہیم نے بت کو باتی رہنے حضرت ابراہیم نے بت خانے میں جا کر بتوں کو تو ڈوالا۔ صرف ایک بت کو باتی رہنے دیا جو تعظیم و تکریم میں ان کے نزدیک سب سے برا تھا اور جس کلہاڑی سے تو ڈا تھا وہ اس بڑے بت کے مجلے میں لئکا دی۔

"وہ لوگ جب واپس آئے تو ہوئے ہرافر وختہ ہوئے۔ حضرت ابراہیم کو بلا کر لائے اور ان سے دریافت کیا تو وہ فرمانے گئے کہ" بھے سے دریافت کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ بیفرض کرلیا جائے کہ اس بوٹ گرو گھنٹال نے جو بھی وسالم کھڑا ہے اور تو ڑنے کا آلہ بھی اس کے پاس موجود ہے بیکام کیا ہوگا۔اب آپ لوگوں کے پاس کیا ولیل ہے کہ ایبا نہیں ہوا؟ کیا دنیا میں ایبا نہیں ہوتا کہ بوٹ سانپ چھوٹے سانپ چھوٹے سانپ جھوٹے سانپ جھوٹے سانپ جھوٹے سانپ جھوٹے سانپ جھوٹے سانپ جھوٹے سانپ کھا ویک جات کے بہترین صورت میرے تہارے درمیان فیصلہ کی ہیں ہے کہ تم خودا بنے ان معبودوں ہی سے دریافت کرلو کہ ماجرا اس طرح ہوا۔

"" تو وہ بولے کہتم جان بوجھ کرہم ہے ایسی ناممکن بات کا مطالبہ کیوں کرتے ہا ہو' کہیں پھر بھی بولتے ہیں؟ تو حضرت ابراہیم فر مانے لگے کہ" تو پھرتم لوگ اس کی بوجا کیوں کرتے ہو' پھر پوجنے ہے کیا حاصل' جومورتی ایک لفظ نہ بول سکے کسی آ ڑھے وقت میں کام نہ آسکے ذرا برابر نفع ونقصان اس کے اختیار میں نہ ہواہے خدا تعالیٰ کا درجہ دے رکھا ہے۔"

کویتا ذرا در رکی اور ماتاجی کا زرد پھیکا ہے رنگ چبرہ دیکھا جہال پینہ جوا مسام سے پھوٹنا ہوا دکھائی وے رہاتھا۔

'' ان! میں نے رات کی تاریکیوں میں اسے دعامیں پکارا ہے تو اس نے جھنا اپنی موجودگی کا احساس ولایا ہے۔ میرے دل کے اندر رہ کر وہ سنتا ہے ماں! …مرف

ماستنا ہے وہی پر ماتما ہے وہی تیرا میراسب کا پر بھو ہے باتی سارے بھان متی ماں تو نامیر ہے۔ وہ نامیر ساتھ مولوی تی کے پاس۔ وہ تیرے من میں بھی شانتی بجر دیں مجے۔ وہ تی کا ایسا میتارہ ہیں ماں جس کے پاس جا کر ہمارا اندر باہر روش ہو جاتا ہے۔ سب ف دکھائی وینے لگتا ہے۔ "وہ آہتہ آہتہ ما تاجی کا سر دبانے گئی۔

کویتا کے لفظوں کے میرخ انگارے ان کے دل میں ایک نیا احساس جگا ہے تھے۔ان کی بینائی کھوتیز ہونے گئی۔

''کویتا۔''ان کی آواز پر بھی لرزہ طاری تھا۔کو بتاان کے چہرے پر جھکی۔ ''ہاں بول ماں؟''

" کوی! مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے تو مجھے چلتے چلتے اچا تک شعلوں میں دھکیل اے۔ میرے اندر کوئی الاؤ دہک رہا ہے۔ "ان کی آواز الی کر بناک تھی جیسے وہ پری ہوں۔ کر بناک تھی جیسے وہ پری ہوں۔ میں ہوں گر میں اور ایس کا دی ہوں گر میں اندھیرا حیث ندر ہاہو۔

''یہ وہ ضعلے نہیں ہیں ماں! بیالی آگ ہے جو بھسم نہیں کرے گی تجھے را کھ ماکرے کی بلکہ بیا چیکتی روشن ہے' د کہتا الا و نہیں۔

"بیرائی کی بجلیاں ہیں۔ سپائی کی آگ ہے جو حضرت موی کو دکھائی دی ا۔ ہاں بھی ۔۔۔۔۔ ہی آگ تیرے اندر بھی اتارنا جاہتی ہوں۔ بھی آگ تو میرے اتری تو مجھے اند میرے اور روشنی کا فرق سمجھ آیا۔ وہی تو روشنی بن کرمیری راہ کے ۔۔۔۔ اندھیارے کافتی گئی ہے۔''

اس نے ماتا تی کی طرف و مکھا پھر جب ہوگئے۔ ماتا تی عجیب عقیدت اور محبت اس کا چبرہ تک ربی تعییں۔ ان کے سو کھے پٹیری زوہ لیوں کی تراش میں ہلکی سی اس کا چبرہ تک ربی تعییں۔ ان کے سو کھے پٹیری زوہ لیوں کی تراش میں ہلکی سی راہٹ کرن کی طرح بھوٹی بھرانہوں نے اپنی دونوں لرزیدہ ہتھیلیاں اوپر اٹھا کیں ابتا کے چبرے کے گرد بھیلا دیں۔

'' بچھے اتن سندر باتنی کرنی' اتنا اچھا بولنا کیسے آمیا کو بتا؟ اوش کوئی بردی فکتی کے من کے اندر آکھ بردی میں۔' من کے اندر آکھ بری ہے جس نے اتنا وشواس بھرویا ہے تیرے من میں۔'' ''نہیں مال' ابھی تو صرف الف پڑھا ہے بیا عجاز تو مولوی جی کا ہے بیہ باتیں

اس کی متحیر اور مسرت بھری نگاہوں سے کو بتا کی نظریں مکیس تو اس کے لیوں پر مسكرا بث تجيل من - كويتا نے بھى ايك بلكى سے مسكرا بث اچھالى اور دوبارہ بى بى كوسبق

مومنہ اندر آ کر فرش پر ایک کونے میں بیٹے گئی۔ جب وہ قرآن یاک بند کر کے اٹھی تو وہ بے اختیار اپنی جگہ سے اٹھی اور اس سے لیٹ تی۔

" د کوی بیداتی بردی خراتو نے مجھے اب تک کیوں نہیں بتائی ؟" اس کی آ واز اندروئی خوشی ہے مرتعش ہوگئی۔

"اوں ہوںکو یتا انہیں عائشہ!" وہ اس سے الگ ہوتے ہوئے بولی۔ مومنہ نے دیکھا اس کی ساہ محور آجموں میں آج کوئی اضطراب وحشت رقم نہیں تھی بلکہ وہ الی پرسکون جھیل کے مانند دکھائی دے رہی تھیں جہاں شام کا محندا سابیہ

جب وهوب كى تمازت بار جانى ہے اور درختوں كے ليے ليے سائے اس مجيل کو اپنی چھاؤں سے ڈھانپ کیتے ہیں تب وہ اور زیادہ خوش نما اور پرسکون دکھائی دین

" اما تی مجمی مسلمان ہو تنی ہیں۔ " وہ مومنہ کے ساتھ والی چوکی پر بیٹے ہوئے بولی تو مومنہاس انکشاف براس کا چیرہ دیکھتی رہ گئی۔ پھرا یک ممہری سائس کھینچ کر خوشی کے بے مایاں احساس سے ہس پڑی۔

" " تم نے مجھے عجیب سی خوشی وے دی ہے کوئ سوری عائش مجھے سمجھ نہیں آرہا کہ میں اسے کس طرح سیلیمریٹ کروں۔' وہ ہستی ہوئی اپنی آ تھوں کے کوشے سے مسلنے والے قطروں کوسکارف کے کناروں سے یو تیجھے گی۔

"اے ہم سب ل كرسيليمر بث كريں مے لين آج رات كا كھانا عائشہ ہمارے ساتھ کھائے گی۔ '' بخت نی بی بولیس تو مومنہ چنگی بجاتی چوکی ہے اچھل کر آتھی۔ " کھی۔ یہ آئیڈیا اجھا ہے پھر کیا خیال ہے لی بی! آج ہم دونوں تکمی الركيال آپ كا باور جي خانه نه سنجال ليس "اس نے بير كہتے ہوئے كويتا كى طرف ديكھا جومسكرا وى اورسر بلاكر چوكى سے المح كئى۔

تو دو کرتے ہیں۔ میں تو صرف ان کا حرف حرف سنانی ہوں۔'' ود كوى! تو جيت من بارتى بال كوى من بارتى ، وه آئسكى سے بولیں جیے کوئی مجرم اپنے سارے ہتھیا ر پھینک کراپنے جرم کااعتراف کررہا ہو۔ کو بتائے تخیر آمیز بے بھٹن سے ماتاجی کو دیکھا۔اس کے لب ملے مرفرط مرت سے جیے توت کویائی سلب ہونے لی۔ لب مرف کیکیا کردہ محے۔ اس نے ب اختیاران کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کراینے چمرے پرد کھ لیے۔

د جس طرح کوئی ماں اولا د کا برانہیں جاہ سکتی اسی طرح شاید کوئی بیٹی بھی اپنی ماں کا برانہیں جا ہتی ہو گی۔تو جیت کئی کوی!''

"ماں!" كويتا ان كے ہاتھ چومنے كلى۔اس كى أتھموں سے آنسو بے آواز بہد نظے جیسے کوئی جمرنا پھوٹ نکلا ہو۔

" " ان تو ہاری تہیں ہے بلکہ ہار تو جموث کی ہوئی ہے باطل کی ہوئی ہے ہار تو ظلمت کی ہوئی ہے۔ تو یا میں تہیں جیتے بلکہ جیت سے کی ہوئی ہے جن کی ہوئی ہے۔' اس کی آواز خوش سے کانپ رہی تھی۔ وہ ما تا جی کا چہرہ چوے جا رہی تھی۔ دونول ماں بیٹی ردر بی تعیس مکر سے آنسون یا کینے کی خوشی کے تھے۔

مومنہ طارق ہاؤس سے سیدھی خصر محمد کی طرف پیچی وہ اپنی اس بے بایال مسرت میں بخت بی بی اومولوی جی کوشامل کرنا جا ہتی تھی۔اس نے سوجا بدا عشاف ال وونوں کے لئے یقنینا حیران کن ہی نہیں مسرت انگیز بھی ہوگا۔ طارق احمد کی ذات کا م بہلوائیں خوشی سے ہمکنار کردےگا۔

وه مسروراندر میں پینی تو ایک خوشی خود اس کی منظر تھی۔ سفید سکارف باند ہے کو بتا' بخت بی بی سے قرآن یاک پڑھرہی تھی۔

وہ دہلیزیر بی کتک رہ گئی۔اے لگا وہ دروازہ کھولتے ہی کیک گخت کسی گلستان میں آئی ہو۔ جہاں ٹھنڈی فرحت انگیز ہوا اس کے بدن سے ظرا کر اس کی روح کومعلم كر حمى مور الك الك كريز هن والى كويتاكى آواز كسى شندى بمواركى طرح اس الد ساعت میں اترتی محسوں ہونے گی۔ کو پکڑا دیا۔

وہ خود ڈاکٹرسنیل کو دینے کا رسک نہیں لے سکتی تھی۔ اب اس نے سوچا اک ذراس غفلت کتنے بوے نقصان کا پیش خیمہ بن سکتی ہے۔ اسے ڈاکٹرسنیل کی اس غیر ذمہ دارانہ حرکت برخاصی جیرت بھی تھی۔ بہرحال اس کی یہ غیر ذمہ دارانہ حرکت اس کے لئے اللہ کی مدد ہی تھی۔ بے شک وہ اتنا قادر المطلق ہے جب اور جس طرح چاہے بندوں کی مدد کرتا ہے۔

" اس بی بی جمیر ہائے گربھی تو کھلنے چاہئیں تا آپ پر۔اب ہم استے برے کک بھی نہیں ہیں۔" اس کا لہجہ شوخ اور کھنکتا ہوا تھا۔ وہ دونوں بی بی کے نہ نہ کرنے کے باوجود باور چی خانے میں جا تھے ہیں گرکتنی دیر تو دونوں کی سمجھ میں نہیں آیا کہ کام کہاں سے شروع کیا جائے اور کیا بکایا جائے۔

بی کی تخت پر بیٹیس ان دونوں کو الجھتے سلجھتے دیکھتی رہیں اور ہنستی رہیں گر سرشام وہ دونوں کافی چیزیں بنا کر دسترخوان پرسجا چکی تھیں۔مولوی خصر محمد نے ان کی بنائی ہر چیزی دل کھول کر تعریف کی بی بی نے بھی سراہا۔

دونوں محظوظ ہوکر ہنگی مان مسلے کہ تم دونوں صرف ڈاکٹرز ہی نہیں تھر پلولڑ کیاں بھی ہو۔ زخموں کا اند مال کرنا ہی نہیں آتا معدے کا اند مال کرنا بھی جانتی ہو۔' بی بی کی بات پروہ دونوں محظوظ ہوکر ہنتی تھیں۔

`**♦** **♦** **♦**

آج صبح ہی صبح مومنہ کو قدرت نے برا سنہرا موقع فراہم کر دیا تھا۔سٹور کی چاپی اس کے ہاتھ لگ گئے۔ ہوا کچھ ہوں کہ سریش چاپی کا کچھا لئے ایم ایس کے کرے میں آیا۔ وہ ڈاکٹر سنیل کو ڈھونڈ تا پھر رہا تھا۔ انفاق سے ڈاکٹر سنیل ایڈ منٹریئر کے ساتھ باہر گیا ہوا تھا اور وہ اس وقت ایم ایس کے کرے میں اکبی بیٹی تھی۔ اس نے سریش کے ہاتھ سے چابیاں لے لیس کہ وہ ڈاکٹر سنیل کو دے دے گی۔ پھر سریش کے جاتے ہی وہ خود بھی سرعت سے کرے سے باہر نکل۔ اس کا رخ پارٹنگ لاٹ کی طرف تھا جہاں اس کی گاڑی موجود تھی۔ گاڑی میں بیٹے ہوئے اس نے اردگر د نظریں دوڑا کیں جہاں اس کی گاڑی موجود تھی۔ گاڑی واضی درواز سے سے خاصی دور شکلے کے کنارے پر پارک کی تھی۔ اردگر د سے مطمئن ہوکر اس نے جلدی سے کچھے سٹور کے کنارے پر پارک کی تھی۔ اردگر د سے مطمئن ہوکر اس نے جلدی سے کچھے سٹور کے درواز سے کی چاپی اتار نے گئی پھر چاپی دوبارہ اس سیچھے میں ڈال کر وکیس بار دونوں رخ پر چاپی کی چھاپ اتار نے گئی پھر چاپی دوبارہ اس سیچھے میں ڈال کر وکیس بار دونوں رخ پر چاپی کی چھاپ اتار نے گئی جر چاپی دوبارہ اس سیچھے میں ڈال کر وکیس بار تھی۔ پس شی ڈال دیا ادرگاڑی سے باہر آگئی۔

" در ریش! مجھی ڈاکٹر سنیل تو مجھے کہیں دکھائی نہیں دیے ہیں۔ ہوسکتا ہے کافی بار ملے محیے ہوں تم یہ چیابیاں خود ہی انہیں دے دینا۔ "اس نے جابیوں کا سمجھا سریش "تو کیا یہ خطرے والی بات نہیں ہوگی؟" مومنہ قدرے تشویش سے بولی۔
"سرجن! ہم خطروں میں تو دن رات ہی کھرے رہتے ہیں اور خطرے سے
رکر ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹے تو نہیں رہیں گے۔ میں غازی شاہ کے آئیڈے سے متفق
دل۔"

رں۔ "تو پھر جھے کیا کرنا ہوگا؟" مومنہ نے غازی شاہ کو دیکھا جو گھری سوج میں تم و کیا تھا۔اس کے سوال پر ایک ہنگارا بھرا پھر کاغذ کو سمیٹ کرنتہ کرنے لگا جس پرمومنہ زنقیشہ بنایا تھا۔

دوجہیں ایک مریض کو بہت اچھی طرح ڈیل کرنا ہوگا۔ اس کے زخموں پر توجہ بنا ہوگا ہوگا۔ اس کے زخموں پر توجہ بنا ہوگی کر وہ خالص تنہارا مریض ہوگا اور اب بیتمہاری ملاحیتوں کی آزمائش ہوگی کہ مراہے کو مرے ڈاکٹرز کی نظروں سے بچا کر کسی قتم کا شک پیدا کئے بغیر علاج کرتی ہو۔' غازی شاہ کی آتھوں میں پر اسراری چک تھی۔ ایک دو بل مومنہ کو سجھنے کے لئے گئے چردہ یکدم ہنس بڑی۔

" منیک بوکما تذرا انشاء الله میں اپنی ملاحیتوں کا استعال کروں کی تحرمریف کوبھی ذرا تیزشم کے آلات کی تکلیفیں سہنا ہوں گی۔ هیقیت کارنگ بحرنے کے لئے۔'' اس کی بات پر غازی شاہ اور طلحہ دِنوں ہنس پڑے۔

غازی شاہ کی سنہری آنکھوں میں مومنہ کے لئے وہی مانوس سے رنگ بل بھر کر بھر سے بھر کا ہیں ہے۔ گائی شاہ کر بھر سے شعے۔ گلابی سکارف میں اس کا چہرہ بڑا دل موہ لینے والا تھا جس پر غازی شاہ کی لیحہ بھر کی محویت سے اپنی جگہ سے کھڑی ہو کی لیحہ بھر کی محویت سے اپنی جگہ سے کھڑی ہو میں۔

"اوکے کما تڈرا پنڈ طلحہ احمہ پھر ملیں ہے۔"

غازی شاہ اے چھوڑنے باہر تک آیا۔ ''ڈاکٹر سنیل ہے ایک حد تک فاصلہ رکھ کر اپنے کام نکالنے کی کوشش کیا

واسر ماں سے ایک طرف برھتے ہوئے اچا تک بولا تو پرس سے جانی تکا لئے موسے موسے اچا تک بولا تو پرس سے جانی تکا لئے

ومردا محشیات کا ڈاکٹر ہے اس کی رپورمیش کھھا چھی نہیں ہے۔ دل پھینک تنم

شام کو وہ سیدھے غازی شاہ کی طرف چلی گئی۔ ویکس بار اور ہپتال کے اندرونی جھے کا نقشہ پنسل سے کاغذ پر بنا کر اے تھایا۔ سٹور تک آنے والے مخلف راستوں کا نقشہ اس نے بے حد عمر کی سے بنایا تھا۔ غازی شاہ کے ساتھ طلحہ احر بھی اسے سراہے بغیر نہ رہ سکا۔

''اہمی سراہنے کا وقت نہیں آیا کما تڈر ابھی تو میں نے کیا ہی ہونہیں ہے۔'' وہ بردی سنجیدگی ہے اس تحسین کو کو یا رد کرتے ہوئے بولی۔

"قابل محسین تو وہ بیں جو اپنا نہواس چراغ میں ڈال محے۔ اپنی وے میرا خیال ہے ۔ اپنی وے میرا خیال ہے آپ لوگوں کو اس راستے ہے آنے میں قدرے آسانی ہوگی۔ مہتال کا یہ حصد عموماً سنسان رہتا ہے۔ گاڑیوں کی بھی آمد ورفت نہ ہونے کے برابر ہے ایک جنگلا ہے اس پر چڑھ کر مہتال کی ویوار کو بچاندا جا سکتا ہے۔

'' بنیں میرا ذہن مختلف خطوط پر سوج رہا ہے۔' عازی شاہ نے پر خیال انداز میں نقتے سے سراٹھایا تو دونوں نے سوالیہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔

''دیکھوطلی! ہمیں دوائیوں کے باقاعدہ سٹاک چاہئے ہوں گے۔ ظاہر ہے جب اتنا بڑا رسک لیں محے تو چند دوائیوں کے لئے تو نہیں تا۔اس طرح چوری چھے جا جب اتنا بڑا رسک لیں محے تو چند دوائیوں کے لئے تو نہیں تا۔اس طرح چوری چھے جا محمد میں عمر کی سے کامیاب ہوسکیں محے۔''

"" تو تمہارے خیال میں ہمیں سب کھے با قاعدہ پلاننگ کے تحت کرنا ہوگا۔

اندراینا کوئی آ دی بھیج کرطلح احمر نے جیسے اس کا خیال پڑھ لیا۔

غازی شاہ کے سرخ لیوں کی تراش میں تحسین آمیزمسکراہٹ ابھر کرمعدوم ہو ''مین''ہوں۔'' " بین کین کے کسی آشنا سی ساتھی کی معبت کا اعجاز ہے۔" بے حد آ ہمتی ہے وہ کویا ہوئی دوسرے مل ایکسی لریٹر پر ہیررکھ دیا۔ وہ جھکے سے مٹا تھا اور پچھ کہتا وہ تیزی سے گاڑی ہمگاتی لے گئے۔

وہ ہونٹ بھینچ اس دھول کو کھڑ اکتنی دیر و یکمتار ہا۔گاڑی نظروں ہے اوجمل ہو کئی مگراس کی موجود کی کا احساس معطر جمو تکے کی طرح اس کے آس پاس پھیلا رہا۔
طلحہ احمد کا ہاتھ البینے کندے پرمحسوں کر کے وہ چونکا اور اس خوشبو کے کھیرے باہر لکلا پھر قدرے خفیف سے انداز میں ہنس دیا۔

اس کی ہنی ہے ساتھ اس کی آنکھوں کی سطح پر بھی بردی معصومانہ خفت تھی جوطلحہ احمد کو بدی معصومانہ خفت تھی جوطلحہ احمد کو بدی بیاری گئی۔ بالکل اس چراغ کی لوکی ملرح جو ننمے سے بے ضرر شعلے کے ساتھ بنم تاریکی میں جگر جگر کر رہا ہو۔

" تیار ہو جا وطلح! مریض بنے کے لئے۔" اس نے اس کے کا ندھے پر ہاتھ

''اصولاً تو مریعن جہیں ہوتا جاہئے تھا۔'' طلحہ احمہ نے معنی خیز سانس کھینی۔ غازی شاہ نے اسے مصنوی خفتل سے کھورا پھر ہنتے ہوئے اس کی گردن د ہوج کراندر کی طرف مڑمیا۔

♦..... **♦**..... **♦**

مومنہ نے آج میں سے چومریض اٹینڈ کیے تنے جن میں ایک طلحہ احریمی تھا۔ سفید پلاسٹر میں اکڑی ٹاعک کے ساتھ وہ کسی دوسرے سرکاری ہیںتال سے دل برداشتہ ہوکر ادھرآیا تھا۔

وہ او پی ڈی سے فارغ ہوکر راؤیڈ لینے وارڈ میں آئی اور جرال وارڈ کے بیڈ برتمن پررکتے ہوئے بافتیاراس کے لیول پرمدھم کی مسکراہت ابجر کرمعدوم ہوگئی۔

سپاٹ چہرے کے ساتھ لیٹے ہوئے طلحہ احمد نے بھی اسے دیکھا' رسی انداز بس انکھیں بندکر لیں۔ وہ اس کے پاسٹر کا معائد اسلام کر کے نقابت آمیز انداز میں آنکھیں بندکر لیں۔ وہ اس کے پاسٹر کا معائد ارنے کی پھرزس کے بہت جانے کے بعد آبستی سے بولی''خوش آمدید طلحہ احمد''

اس نے بہت جانے کے بعد آبستی مول دیں اور ملکے سے جوابا مسکرایا'' تھینک یو

کا آدمی ہےوہ۔' وہ اس کی اشخے والی نگاہوں پر وضاحت دیتا ہوا بولا۔ وہ ملکے سے بنس پڑی۔''اگر دل مجینک تشم کا نہ ہوتا تو اتنا غیر ذمہ دار بھی پند مدم ''

اس کااشارہ جانی کی جماب اور فائل کی طرف تھا۔ غازی شاہ بے ساختہ مسکرا کررہ ممیا ممرد وسرے بل بیمسکرا ہے گئے ہوگئی۔

"ببرحال اسے ذرائم بی لفٹ دیا کروتو اچھا ہے۔" مومنہ نے محسوں کیا اس کے لیجے میں رقیبانہ ی پیش تھی۔

''بڑا روماننگ فتم کا آدمی ہے۔ کیت کبت سے بھی شغف رکھتا ہے ویسے ہمی شغف رکھتا ہے ویسے ہمیتال کے مڑے ماحول میں اس کی معبت ذہن وول دونوں پر اچھااثر ڈالتی ہے۔''وو اسے چھیٹرنے کی غرض سے بولی۔

'' ہاں' ظاہر ہے میرے جسے ختک بندے سے تمہارے ذہن ودل کا ماحول کیا محستان ہوگا۔'' اس نے شنڈی سائس مینجی۔

" فی سن از کی کھل ایک میں ناجل کر کہاب ہونے سے بہتر ہے اوی کھل کر گلاب ہو جائے۔" اس نے جمک کر گلاب ہو جائے۔" اس نے جمک کر گلاب ہو جائے۔ اس نے جمک کر گلاب ہو جائے کی ضرورت نہیں انظروں سے اسے دیکھا پھر جلدی سے بولی۔ ' خیر'ا تناول پرداشتہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے کمانڈر! دانا یہ بھی کہتے ہیں کہ آ تکھیں روح کی کھڑکیاں ہوتی ہیں۔ ان میں جمانگنا سیکھئے دھوکے سے محفوظ رہیں کے اور جملے یہ فن آتا ہے۔ ' یہ کہہ کر اس نے ڈرائیونگ سیٹ سنھال لی۔

غازی شاہ نے فرنٹ ڈور پہ ہتھیلیاں جہا کر جمک کراہے گھور کر دیکھا۔" یہ بات تم گاڑی ہے بائی وا و ہے تہ ہیں یہ بات تم گاڑی ہے بائی وا و ہے تہ ہیں یہ فن کب اور کیسے آیا؟۔" اس نے اپنی سنہری آئی تھیں اس کے مسکراتے کھلے گلاب جیسے فن کب اور کیم ائی تھی کہ ان میں ڈوب جانے کا خوف چہرے پر جما دیں جن میں ایسی لیک اور کیم ائی تھی کہ ان میں ڈوب جانے کا خوف انجرنے لگا۔

مومنہ طارق نے نگاہوں کا زاویہ جلدی سے بدل لیا اور ایک مہری سانس تھینے؟! کراکنیفن میں جانی ڈال کر محمائی۔ " کیا بات ہے؟۔" اس نے جلدی سے کو بتا کا کندھا ہلا کر اس کی توجہ ادھر ہے مثالی جاس

"اوہ آل ہاں!" کو یتا یوں چوکی جیسے کسی نے اسے ٹرانس سے باہر نکال ا ہو۔ایک مری سائس مینج کراس نے مومنہ کی طرف رخ کیا۔

"اسمريض كوتم في آج بى ايدمث كيام عالبا؟"

" ال ك بيرك ووآيريش ناكام مو يك بيل اب جو موائد ميرك بال میں بیکامیاب ہے مکروہ خود ہوپ فل نہیں ہے سوول برداشتہ ہو کر اس ہپتال میں یا ہے۔" مومنداے بتانے کی مردوسرے بل اس کے اعصاب کو بری طرح جھٹالگا ب کویتا اس کے ساتھ قدم اٹھاتے ہوئے بولی۔

''بیدایک مجاہر ہے۔''

"تم" كيے جانتى ہو ميرا مطلب ہے يہ بات تم وثوق ہے كيے كہ سكتى ہو؟"

"جانتا جاننا تو صديوں كاعمل ہے اور ميں تو اس كے نام تك ہے واقف ں ہوں۔ ' وہ ملکے سے ہلی عجیب خوداستہزائیہ ہلی تھی پھر مومنہ کے چہرے بر پھیلی تن محسوس کرتے ہوئے بولی۔

"میالک بارمیرے کھر میں و بوار مھاند کر اترا تھا۔ اس کے پیر میں کولی تلی ا۔ وہ کولی میں نے بی نکالی تھی۔ تہیں بدوبی زخم تونہیں بڑمیا اس کا۔ اس کے لیج تشویش اتر آئی۔ اس نے رخ موڑ کر طلحہ احمد کی طرف ویکھا جو ہنوز آتکھیں بند کئے تھا۔اس کے دونوں کسرتی باز وسینے پر بندھے ہوئے تھے۔

" آؤینے چلتے ہیں۔" مومنہ کی خوف سے گھبرا کر اس کا ہاتھ پکڑ کر سرعت وارڈ کے داخلی وروازے سے لکل می۔

كويتا كاطلحه احمد كومجابد كے روب ميں جان لينا اس كے لئے بے حد تشويش كى

وہ سرفروش جان جھیلی پر لے کرجس مقصد کے لئے یہاں تک آیا تھا اس میں لى لغزش بھى خطرناك ثابت موسكتى تھى _ و پیے آپ کو مجھے یہاں دیکھ کر دکھ ہوا ہوگا کہ میری جگہ کی اور کو یہاں ہونا چاہئے تھا۔'' اس کے انداز میں شرارت تھی جبکہ اس کی شرارت کا پس منظر جان کر اس کے رخساروں ر موجود سرخی تیز ہوگئی۔

و و اس کی فائل کمول کر اور کو ہونا جا ہے تھا؟" وہ اس کی فائل کمول کر ا یکسرے دغیرہ چیک کرنے گی۔

''اصول وصول کی تو مجھے خبر نہیں بس یونہی سوچا کہ ڈاکٹر آپ ہیں تو مریض

"و کیمو بیرجوتمهاری دوسری ٹاتک چی ہے تا اس پر کہیں سے مج کا بلاسٹر نہ آ جائے۔' وہ معنوی خفل ہے اسے کھورنے گئی۔

دوتم يهاں ہواور ميں مهبيں اولي ڈي ميں ويکھنے تي تھي۔ ڈاکٹر سٽيل کهدر ہے تعيم جا چكى مو-" كويتا كند هے ير بيك لئكائے اپنا كاؤن ہاتھ ميں پكڑے چكى آئى۔ و سیجه مریض ایدمث کئے تھے انہیں ہی ویکھنے آئی تھی۔ ' وہ کویتا کی طرف ہلٹی۔'' بیدڈاکٹر سٹیل میری بڑی جاسوی کرتے ہیں۔''

" ہاں مروہ بھی غلط ' کویتانے یہ کہتے ہوئے قبقہہ لگایا مراحا تک اس کی نظر بیڈ برسوئے ہوئے طلحہ احمد پر بڑی تو اس کی ہلی تھم گئی۔

اس کی تکابوں میں شناسائی کی چک لہرائی۔طلحہ احمداے پہلے بی وارڈ میں داخل ہوتے و کیے چکا تھا۔اے اعصابی جھٹکا ضرور لگا تھا تمراس کی خوش نما آتھوں میں سی طرح کی شناسائی کی رمتی تک نہ پھوتی تھی۔

اس نے این اعصاب پرسکون رکھے ہوئے محض خالی نظروں سے اسے و کم ڪرآ محکميں موند لي تعين ۔

اس کے یوں آتکمیں موند لینے پر کویتا کے چیرے پر تاریک سا سایہ آ کرگزر میا۔ تیزی سے دھر کتا دل جیسے ایک وم بند ہو کیا تھا۔

"آج سے تہاری نائٹ ڈیوٹی ہے نا وارڈ میں؟" مومنہ ووسرے بیڈ کی طرف برصتے ہوئے بولی مرکویتا کی طرف سے کوئی جواب نہ یا کر بلی تو اس کا دل معمول ہے ہٹ کر دھڑ کا۔ وہ اپنی جگہ ایستاوہ طلحہ کو تکے جارہی تھی۔ ''تم سامنے بیٹھے رہو پلکیں میری جم جا ئیں'' دو جمع کے بعد میں سند

"بیاجی کی آپ نے ڈاکٹرسنیل! سانجھ سورے۔" کو یتانے کری پر بیٹھے فیے ڈاکٹرسنیل کی طرف رخ کیا۔" یوں تو یہ بے جاری ماری جائے کی صبح وشام بھوں کو بھٹاتے۔"
پینوں کو بھٹاتے ہوئاتے۔"

کویتا کی بات پر ڈاکٹرسٹیل کا قبقہہ خاصا برجستہ تھا'' بھی میرا مطلب بیہ ہرگز بن ہے۔ میں تو کسی ادر حوالے سے کہدر ہاتھا۔'' اس نے بیہ کہتے ہوئے ایک مخمور نگاہ منہ پر ڈائی۔

'' پچھشعر ذہن میں آرہے ہیں اس حوالے سے ارشاد کروں۔' اس نے اہر مخاطب کو بتا کو ہی کیا تھا۔ دہ ہنستی ہوئی کورنش بجالائی اور اندھے کو کیا جا ہے۔ڈاکٹر پل کا خمار آئکھوں کے ساتھ لہجے میں بھی کروٹیس لینے لگا۔

نظرکے سامنے حسن بہارر ہے دے جمال دید کو پروروگارر ہے وے سوال شوق کا کوئی جواب ہو کہ نہ ہو ہمارے دلے ہمارے دل میں امید یارر ہے دے ہمارے دل میں امید یارر ہے دے رہے انداور نے خواب کیوں دکھانے لگا بس ایک خواب نگاہوں میں بارر ہے لگا بس ایک خواب نگاہوں میں بارر ہے لگا

"میرا خیال ہے مجھے اب چلنا چاہئے۔ ادھر ممانے مجھے سو جوتے لگوانے ا۔ میں نے انہیں ٹھیک دو ہبجے کا ٹائم دیا تھا اور اس دفت ہور ہے ہیں تمن نج کر ہیں ...

مومنہ نے بڑی سرعت سے ڈاکٹرسٹیل کی طرف سے رخ موڑ کرکو یتا ہے کہا شتر کہ دونوں کو ہاتھ ہلاتی ہوئی جمو نکے کی طرح باہر لکل گئی۔
اس میں اب مزید بے سرا راگ سننے کی طاقت نہیں تھی۔ جسمانی تحکن سے ۔ و ذبنی تحکن نے اسے بری طرح نڈھال کر دیا تھا۔
و دبنی تحکن نے اسے بری طرح نڈھال کر دیا تھا۔
و و طارق ہاؤس آئی تو ملازمہ سے پتہ چلا کہ مما اور یا یا دونوں مولوی خصر محمد کی

''اس کا نام کیا ہے مومنہ'' کو بتا کی سوئی تو جیسے وہیں اٹک گئی۔
او پی ڈی میں آ کر اپنا گاؤن کری سے اٹھاتے ہوئے مومنہ نے یونمی اسٹ ا دیکھا''کس کا نام؟'' وہ قطعی انجان بن گئی اور اپنے بیگ پر جھک گئی۔ ''اسی مریض کا نام جس کے متعلق میں تمہیں بتاری تھی!'' مومنہ کے چیرے پر تغیر ردنما ہوا' تاہم کو بتا اس کی طرف متوجہ نہ تھی۔ وہ تو

مومنہ کے چہرے پرتغیر ردنما ہوا کا ہم کو بتا اس کی طرف متوجہ نہ کی۔ وہ لو کسی اور ہی خیال کے جہان میں از کی ہوئی تھی۔ جوتصور وہ دن رات چلتے پھرتے رکیمتی رہتی تھی تھے وہ یک لخت زندہ ہوکر سامنے آ رکیمتی رہتی تھی تھے وہ یک لخت زندہ ہوکر سامنے آ میں میں از گئی ہوا ایک موڑ کا منتے ہی نخلتان میں از گئی ہوا ایک موڑ کا منتے ہی نخلتان میں از گئی ہوا ایک موڑ کا منتے ہی نخلتان میں از گئی ہوا ایک موڑ کا منتے ہی نخلتان میں از گئی ہوا ایک موڑ کا منتے ہی نخلتان میں از گئی ہوا ایک موڑ کا منتے ہی نظر اسین منظر

وبی جره ربره میں اس کا دل تمناؤں کے سیل رواں میں بہنے نگا تھا۔ وہ خود بھی نہ بھو تکی کہ اس کا اس کا دل تمناؤں کے سیل رواں میں بہنے نگا تھا۔ وہ خود بھی نہ بھو تکی کہ اس کا دل ایک سکول کرل کی طرح کیوں اس مخص کو دیکھی کر دھڑ کئے لگا تھا۔

''شاید طلحه احمه ہے۔'' مومنه جھے سرکے ساتھ بولی''طلحہ…!''

''طلحہ احمہ!'' کویٹا کو لگا مومنہ نے اس کے دل پرمضراب مار دیا ہو۔ اس کے روح کے ساز کو چیٹر دیا ہواور عجیب نا آشنا تمر مدھرموسیقی نج آتھی ہو۔

روں سے مارو بارو بیرور بیب ہو ہوں ہے ہے یہ نام زیراب دہرایا مجرسرکری ا "طلح احمد!" اس نے بہت آ ہمتگی ہے یہ نام زیراب دہرایا مجرسرکری ا پشت سے لگا کر آنکمیں زور سے بھی لیں۔

تقا۔

دوہ پ نالے کے دریے ہیں تو بس جایا ہی جاہتے ہیں' وہ ملکے سے ہمگیا اللہ ماری میں معالی کی مجمود کی مزرز کی تھی۔

ڈاکٹرسٹیل سے اپنائیت بر تااس کی مجبوری ہن گئی گی۔

''ارے رئے اب ایسے دارتو نہ سیجئے۔ہم اور آپ کو نکالنے کے در پے ہول ارے ہمارے من کی تو خواہش ہے کہ آپ سانجھ سویرے ہمارے سامنے ہیں۔

ارے ہمارے من کی تو خواہش ہے کہ آپ سانجھ سویرے ہمارے سامنے ہیں۔

کریں۔'' ڈاکٹرسٹیل ایک شنڈی سانس لے کرکری تھنچ کر بیٹے گیا پھر میز کے اوپر الکیاں مارتے ہوئے گئانانے لگا۔

کی موت کی میم کھائی تھی اور رومیوں کی متحدہ طاقت کو باغہ کے مقام پر فکست فاش دی اور بحراطلائیک کے ساحل تک بڑھتے چلے گئے اور سمندر پر نظر پڑتے ہی خدا کے حضور جھک کرعوش کی کہ ''خدایا! اگر بیسمندر درمیان میں حائل نہ ہو جاتا تو جہاں تک تیری زمین ملتی میں تیری راہ میں جہاد کرتا چلا جاتا۔ خدایا! تو خوب جانتا ہے کہ میں وہی چاہتا ہوں جو تیرا دوست ذوالقر نین چاہتا تھا کہ تیرے سواکسی اور کی بوجا نہ کی جائے۔''

'' مجاہرہ! ہم طارق بن زیاد کی طرح نڈر' دلیراور جری ہیں۔ جب تک ہارا ایمان مفبوط ہے ہاری نظر دنیا پر نہیں آخرت پر ہے۔ ہم طارق بن زیاد کی طرح کشتیاں جلا کرآ مے بر صنے کو پہند کرتے ہیں اور میں بھی طارق بن زیاد کے الفاظ میں کہوں گا کہ' خدا کی قتم! صرف پامردی اور استقلال میں نجات ہے۔ یہی وہ فات کہوں گا کہ' خدا کی قتم! صرف پامردی اور استقلال میں نجات ہے۔ یہی وہ فات فوجیں ہیں جومغلوب نہیں ہوسکتیں۔ اگر یہوہ با تیں موجود ہیں تو تعداد کی کی سے پچھ نقصان نہیں بین عمال کیکن بردئی کا الی سستی' نامرادی' اختلاف اور غرور کی موجود کی میں تعداد کی کئرت کوئی فائدہ نہیں دے سکتی۔

''خبردار! ذلت پر برگز راضی نہ ہونا اور اپنے آپ کو دشمن کے حوالے مت کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے جہاد اور جفاکش کے ذریعے سے دنیا میں تمہارے لئے جوعزت وشرف اور آخرت میں شہادت کا جوثواب مقرر کیا ہے اس کی طرف بردھو جس طرح طارق بن زیاد اپنے بارہ بزار ساتھیوں سمیت راڈرک کے ٹڈی دل نفکر پرثوٹ پڑا تھا اور کچھ دیر میں میدان صاف کر کے فتح ولھرت کی خوشیوں کے ساتھ مجاہدین نے سرز مین اندلس پر پہلی نماز شکرانہ اواکی۔ اس طرح ہم بھی بہت جلد اس ٹڈی دل بھاری لفکرکو فکست فاش دے کر تشمیر کی سرز مین پرنماز شکرانہ اواکر یں گے۔''

"الله اكبر"ك نعرول سے زمن كونجة كى - مجاہدول كے چبردل پر جذبہ ايمان سرخی بن كردوڑ نے لگا تھا۔ ان كے نورانی چبر ادرروشن دکھائی دينے لگے تھے۔ ايمان سرخی بن كردوڑ نے لگا تھا۔ ان كے نورانی چبر ادرروشن دکھائی دينے كے تھے۔ ايك كونے ميں كھڑى مومندان الله كے فدائی ديوانوں كو ديكھ كرسوچ رہی تھی كہ" بملاشع حق كو بجھانے والے نسخہ كيميا كوجڑ سے اكھاڑنے كی سازشیں كرنے والے

طرف محے ہیں۔ پاپا کے وہاں جانے کاس کر ایک بے تام می خوشی اس کے دل ہیں المرتی محسوں ہوئی۔اس نے سوچا وہ یہاں بے کار میں پڑی رہے اور ان دونوں کا انتظام اللہ تی رہے۔اسے غازی شاہ کی طرف چلا جاتا چاہئے کو کہ غازی شاہ نے اسے ہدایت کر رکمی تھی کہ وہ اس کے بلانے سے یا رابطہ کرنے سے پہلے خود نہ آیا کرے مگر اس وقت جانے کیوں دل پھر سے اس آشیانے کی طرف جانے کے لئے تیارتھا اور جذبات کو اگر اڑان دی جائے تو پھر وہ قید کہاں ہوتے ہیں۔

وہ چینج کرنے کے بعد غازی شاہ کی طرف جانے کونکل آئی۔

سیاہ شلوار سوٹ میں غازی شاہ کا سرایا سحرانگیز دکھائی دے رہا تھا۔ وہ اپنی تنظیم کے تمام مجاہدوں کے جذبہ ایمانی پراپی اثر انگیز آ واز کا جادو جگارہا تھا۔

'' کفرونفاق کے بیر پجاری ہمیشہ سے مجاہدین کے خلاف سازشوں میں مشغول اسے ہیں۔ بلکہ بیرتاریخ کاتسلسل ہے اس لئے گھبرانے 'ورنے یا مایوس ہونے کی کوئی بات نہیں ہے۔ بلکہ بیخوشی کا پہلو ہے کہ ہماری جدوجہد دشمنان اسلام کوشد بدخوف میں بہتلا کئے ہوئے ہے۔ ان کی نبیندیں اچائ ہوگئی ہیں۔ وہ تکلیف میں دن رات رہجے ہیں اور اپنے دماغ کو کھیاتے پھرتے ہیں۔

" رہے ہے۔ اپنی جنر میلیں تھانے اور ٹارچیل جہاد کے راستے کی رکاوٹ ہیں ہے۔ ہولوگ صرف اللہ تعالی سے ہیں مہیز ہیں۔ انہی چیز دل سے جہاد کو مزید توت ملتی ہے۔ جولوگ صرف اللہ تعالی سے ڈرتے ہیں اللہ تعالی ان کے دشمنوں کو ان سے خوفز دہ کر دیتا ہے اور بالآخر غلبہ تو اللہ والوں کو ہی حاصل ہوتا ہے۔

" بھارتی جس روشی کو کشمیر کی وادی میں بجھا دینے کا عہد کئے ہوئے ہیں وادی میں بھا دینے کا عہد کئے ہوئے ہیں واد انشاء اللہ بچھ تو نہ سکے گی بلکہ بدروشی جموں سے لداخ تک اور امریکہ سے برطانیہ تک پہنچے جائے گئے۔ پہنچے جائے گی۔

وہ شمع کیا بھے جسے روش خدا کرے

''ساتھیو! ہر طرف سے ہمارا گھیراؤ کیا جا رہا ہے۔ ہمیں فکست دینے کے لئے ہر حربہ استعال کیا جا رہا ہے مگر ہم ذلت کی زندگی تبول نہیں کریں ہے۔ ہم نہو سلطان میں عزت کی موت کو ترجیح دیں مے۔ ہم عقبہ بن نافع ہیں جنہوں نے شہادہ ہ مجمعر منی۔

'' توتم اس لئے وہاں نہیں گئیں کہ کہیں بی بی طارق احمہ سے ہماری شادی کا ذکر نہ چھیڑ بیٹھیں۔'' پھراکی مرائس تھینج کر بولا۔

" حالانکہ جہیں جانا جائے ہدد کیمنے کہ نی نی کی اس خواہش پرتمہارے یا یا کا کیار ممل ہوتا ہے۔ "اس نے کو کہ منطق سے کہا تھا مگراس کے اندر چھے طنز کومومنہ نے واضح طور پرمحسوں کیا۔

''تہماری برگمانیاں ہجا ہیں غازی شاہ میں بھی ایک عرصے تک الی ہی برگمانی کا شکار رہی۔ بہت ہے سوالات مجھے بھی آکو پس کی طرح جکڑے رہے تھے۔
پاپا ہے جھے بڑے فکوے تھے۔''وہ سارے کنکر ہاتھ سے جھٹک کر کھڑی ہوگئی۔
پاپا ہے جھے بڑے فکوے تھے۔''وہ سارے کنکر ہاتھ سے جھٹک کر کھڑی ہوگئی۔
''اگر میں کہوں غازی کہ پاپا بھی تہمارے ساتھ اس جہاد میں قدم بہقدم شامل ہیں تو۔۔۔۔۔''

اس کی بات س کر غازی شاہ یوں مسکرایا جیسے انتہائی بچکانہ بات س کر مسکرایا باتا ہے۔

" بہرحال میں تمہارے پاس ایک بہت دوش آئند خبر لے کر آئی ہوں 'وہ اس کی استہزائیہ مسکرا ہٹ تطعی نظر انداز کر منی اور اپنے پرس سے وہی کیسٹ نکالی جو غازی شاہ نے اسے دی تھی۔ شاہ نے اسے دی تھی۔

جانتے ہوئیہ کیسٹ تنہیں کون سپلائی کرتا ہے؟''اس کے لیجے میں عجیب طرح وثن تھا۔

غازی شاہ کوایک بل کے لئے اپنے اعصاب تھنچتے ہوئے محسوں ہونے لگئے دہ سیمنٹ کی تنی سے کھڑا ہو گیا۔

" كون؟ "ال كالبجه دهيما مكرسرسراتا مواتقا_

"طارق احمد!" اس نے اس کی آنکھوں میں براہ راست جمانکا تھا۔

غازی شاہ کے وجود پر سناٹا طاری ہو گیا' حمرت کی شدت نے اسے گئگ کر دیا فا۔ بیراس کے لئے بے حد غیرمتوقع بات تھی۔ اس کے ذہن کے کسی بھی موشے میں کم کب اور کیے کامیاب ہو سکتے ہیں۔ اس شمع کی حفاظت کرنے والے پروانے صرف پروانے تو اسلے کامیاب ہو سکتے ہیں۔ اس شمع کی حفاظت کرنے والے پروانے صرف پروانے تو نہیں دیوانے بھی ہیں اور اللہ کے دیوانوں کو بھلا تاریخ محواہ ہے کون کلست دے سکا ہے۔''

اس نے غازی شاہ کو باہر آتے دیکھا تو اس کے پیچیے چلنے گئی۔ وہ باہر آکر ایک سینٹ کی کنی پر بیٹھ کیا۔اس کے چہرے کے نازک حصوں میں سرخی قدرے کہری مقی۔مومنہ کو دیکھ کراس نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا تو وہ دوسری کنی پر بیٹھ گئی۔

"بہت ضدی لڑی ہوئیس نے تم سے کیا کہا تھ؟" وہ خفکی بھرے انداز میں اس کی طرف دیکھنے لگا۔

مومنہ کے لیوں کی تراش میں مسکراہث ابھر آئی۔ ایک شریر سی جیکتی سسکراہٹ۔

غازی شاہ نے نظری اس کے چہرے سے ہٹا کر جھکالیں۔
'' میں کچھ پوچھ رہا ہوں تم ہے؟''اس کے انداز میں سرزنش واضح تھی۔
'' کیا کروں' خالی جیٹھے جیٹھے سوچا تمہاری طرف ہی چلی آؤں۔ پاپا اور مما تو بابا کی طرف سے ہوئے ہوئے۔ بابا کی طرف سے ہوئے ہوئے میں دانستہ وہاں نہیں سی گئے۔''

'' ''طارق احمد بابا کی طرف '''''' اس نے جیرت سے اس کی طرف کیکھا۔

ریاں اب پاپا کا بابا کی طرف جاتا کوئی تاممکن ی بات بھی نہیں ہے۔' وہ اس کی جیرت پر بولی۔

" دنہیں خیرنامکن تونہیں کر جیرت آمیز ضرور ہے۔ ویسے تم دانستہ وہاں نہیں مسکنیں نے بہت کا استہ وہاں نہیں مسکنیں نے بہت کی طرف دیکھنے لگا۔

مسکنیں نے بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔ '' وہ یکدم چونک کراس کی طرف دیکھنے لگا۔

مٹی سے چھوٹے جھوٹے کئکر اٹھا کر ایک طرف ڈھیر کرتے کرتے مومنہ کا

ہاتھ ایک بل کورک کیا۔ جھکا ہوا سرادر جھک کیا۔

اس کا بھی غازی شاہ کی اس سادگی پر ماتم کرنے کو دل جاہتا مکر خیروہ اتنا سادہ لوح بھی نہیں تھا' اس کے سر جھکا لینے پر اس کے لیوں کی تر اش میں مدھم مسکرام بھی نہیں رکھتا ہوں بلکہ میں تو پچھتا رہا ہوں کہ میں اب تک ان سے بدگمان کیوں رہا' خیر!''اس نے سرکوخفیف سے انداز میں جھٹکا۔

"آؤیا کی طرف چلتے ہیں۔" وہ یکدم بی خودکو بادلوں کی طرح بلکا مجلکا محسوس کرنے لگا تھا۔

' دنہیں غازی ابھی نہیں ہوسکتا ہے پایا ابھی تک وہاں ہوں۔' وہ ایک دم جھجک کر پیچھے ہٹ گئی۔

" ديمي تو من جا بهنا مون!" وه زيركب مسكرايا

وہ بلیس جمائی۔ اس کے چہرے پرشرم کی سرخی بھر آئی۔ اسے غازی شاہ کے اس معنی خیز جسم سے بے طرح شرم آنے گئی۔

''ارے ہال مریض تو پہنچ کیا ہے میرے ہیںتال۔'' وہ اس کی مویت ختم کرنے کی غرض سے موضوع بدل گئی۔

"طلحاحد كوايد مث كرلياب من نهـ"

"اوه بال مجمعة خيال عن نبيس رماكوني مسئله تونبيس موا"

غازی شاہ بھی میکدم سنجل میا۔اس کے چمرے کے زاویوں میں سنجیدگی از

''پراہلم تو الی کوئی نہیں ہوئی' ہاں ۔۔۔۔ ایک پریشانی ضرور ہے۔'' وہ اس کے ہمراہ دھیرے دھیرے قدم اٹھا کر چلنے گئی۔

"کیسی پریشانی؟" جنگے کے پاس عازی شاہ رک میا۔

" ڈاکٹر کو بتا طلحہ احمد کو مجاہد کے طور پر جانتی ہے۔ طلحہ احمد کو دیکھے کر اس نے بس طرح کا ردمل ظاہر کیا میرے لئے یہ تشویش کی بات ہے۔ ' پھر وہ اسے پوری تفصیل بتانے کئی کہ وہ کس طرح طلحہ احمد سے واقف ہوئی۔

غازی شاہ بھی فکر مند ہو گیا۔

"تہمارے کہنے کے مطابق کو بتا اگر مسلمان ہو پیکی ہے اور تہماری فرینڈ بھی ہے تو پھروہ کس حد تک ہمارے لئے مسئلہ پیدا کر سکتی ہے؟"

از کم اس مخص کا نام نہیں آسکتا تھا۔

حیرت انگیزیا قابل یقین!" بہت دیر بعد اس کے لیوں سے بھنجی بھنجی است سانس آزاد ہوئی۔

'' بھے پنہ تھاتم بھی کہو ہے۔'' وہ کیسٹ ودیارہ پرس میں ڈالتے ہوئے عجیب انداز میں مسکرائی۔

اگریہ سے ہے تو پھر انہوں نے اب تک چھپایا کیوں؟''اس کی تخیر آمیز بے بیتن نظریں مومنہ برکی تھیں۔

یقین نظرین مومنہ پر کئی تھیں۔
''کیا نیکی چھپا کر کرنے سے نیکی نہیں رہتی؟ اس کا اجر کم ہو جاتا ہے؟''اس
کے ہونٹوں کے تراشیدہ کوشوں میں پھیلی مسکرا ہث ممہری ہو گئی اور آنکھوں سے بڑا
معھومانہ فخر جھلکنے لگا۔

وہ سر پر ہاتھ پھیرتا پرخیال انداز میں ایک کمھے کے لئے خاموشی ہے اس کی طرف ویکھتارہ میا۔

" بوسكتا ہے حالات كے پیش نظروہ ايبا كرنے پر مجبور بول يا بوسكتا ہے وہ اس طرح كام كرنے سے چھپايا كول؟ اس طرح كام كرنے سے زيادہ بہتر محسوں كرتے ہوں۔ ہاں البنہ تم سے چھپايا كول؟ ميسوال تم پايا سے كر سكتے ہو۔ "

غازی شاہ نے ایک گہری سانس تھینج کراہنے اعصاب کوسنبالا گرحقیقت یہ تعلی کہ وہ سنبالا کر حقیقت یہ تعلی کہ وہ سنبل کر بھی نہ سنبل پایا تھا۔ یہ خبراس کے لئے جہال کسی دھیکے کی طرح تھی۔ وہیں بے حد مسرت کا باعث بھی بی تھی۔ لیکخت اسے ان تمام کموں پر تاسف اور ندامت ہونے کی جو بے خبری میں بی نہیں برگانی میں بھی گزر مجے تھے۔

"بوسكائے اس ميں كوئى مصلحت ہو!" وہ غيرارادى طور پر اپنے باپ كا دفاع كرنے كى۔"كياتم پايا ہے اب بھى خفا ہو؟"

غازی شاہ نے بے اختیار اس کی طرف دیکھا۔ وہ پچھ مضطرب دکھائی دے رہی تھی۔ یہ اضطراب شاید غازی شاہ کے چیرے کے تاثرات سے ابھراتھا۔ دی تھی۔ یہ اضطراب شاید غازی شاہ کے چیرے کے تاثرات سے ابھراتھا۔ دو میرے بزرگ ہیں میں خفا ہونے کا کوئی حق میرے بزرگ ہیں میں خفا ہونے کا کوئی حق

فاصے معقول کام لئے جاسکتے ہیں۔'' ''میرا خیال ہے لوگ مجیل رہے ہیں۔اب نکل جانا جا ہے'او کے بائے!'' وہ تیزی سے بھاگ لی۔غازی شاہ ہنس دیا۔

♦.....♦.....

وہ مولوی خصر محمد کے یہاں پہنی تو مما اور بابا جا بچکے تھے۔ مولوی صاحب مغرب کی نماز پڑھ کرفارغ ہوئے تھے اور بہتے پڑھ رہے تھے۔اے د کھے کران کے لیول مشققانہ مسکرا ہٹ آئی جس میں ایک انوکھی تازگی اور روشنی تھی۔

' د سلام بابا! بی بی کہاں ہیں دکھائی نہیں دے رہی ہیں؟'' وہ تخت پر آرام دہ عداز میں بیٹے گئے۔ عداز میں بیٹے گئے۔

وریبیں کہیں ہوگی وہ نیک بخت کہاں جا سکتی ہے۔ انہوں نے تبلغ کا آخری وانہ گرا کر تبلغ سکیے کے نیچ رکھ دی۔

"طارق احدا یا تعااج میرے پاس-"

" بی مجھے خبر ہے مما کے ساتھ آئے تھے۔" وہ پیر کے انگوشھے کو الکیوں سے دباتے ہوئے ہوئے کو الکیوں سے دباتے ہوئے ہوئے۔

'' بھلا اور کیا خبر ہے بچھے؟'' بی بی نے اس کے کندھوں کونرمی سے تھاما تو وہ سراٹھا کران کی طرف دیکھنے گئی۔

" يبى كه پايا وه نبيس جونظر آت بيل ممانے ان كا وه روپ مجھے وكھايا جو ميرے كئے نہ صرف جيران كن تھا بلكه بے حدمسرت آميز بھى ثابت ہوا۔"
ميرے كئے نہ صرف جيران كن تھا بلكه بے حدمسرت آميز بھى ثابت ہوا۔"
" پال اس پاگل اڑ كے نے بہت برى خوشى سے مجھے اب تك محروم ركھا۔ تا حق مجھے كناه گاركرتا رہا۔"

مولوی ماحب متاسف ہو مے۔ ایک بل کے لئے بی بی بھی افسردگی کے سحر میں گرفتار ہوئیں مگر دوسرے بل وہ اس افسردگی کے سحر کو کا شخے ہوئے ہوئے بولیں۔

"اس کے علاوہ اور کیا خبر ہے بچھے؟"

"اس بارے میں حتی طور پر تو سیجے ہیں کہ سکتی بہرحال طلحہ منرور محتاط ہو گیا ہو

"

'' ہوں!'' غازی شاہ ایک ہنکارا بحرکر رہ کمیا پھر پرسوچ انداز ہیں جنگلے کے ساتھ دھیرے دھیرے جلنے لگا۔ ساتھ دھیرے دھیرے چلنے لگا۔

''کیاطلحہ نے بھی اسے بچان لیا تھا؟'' کچھ توقف کے بعداس نے پوچھا۔ '' پیتہ بیں طلحہ احمہ کے چہرے سے میں بچھ اخذ نہیں کرسکتی مگر جب کو بتا اسے بچھان کئی ہے تو وہ نہ بچھانا ہوممکن نہیں۔''

' بہرحال اب ہمیں اپنا کام جلد ازجلد اور زیادہ متاط ہو کر کرنا پڑے گا۔تم کو بتا پر نظر رکھنا' ہو سکے تو نائث ڈیوٹی اپنی لکوالو۔''

ودنہیں اول تو یہ بہت مشکل ہے اور دوسری بات یہ کہ مسلمان ہونے کے ناطے میں زیادہ نظر میں آسکتی ہوں۔ ظاہر ہے پہلا شک مجھ بی پر ہوسکتا ہے۔ کو بتا کا رہتا ہی بہتر ہے۔ "مومنہ اس کی بات رد کرتے ہوئے بولی۔

غازی شاہ نے ابرہ اچکا کر اسے دیکھا اور تحسین آمیز انداز میں مسکرا دیا۔ "خاصی ذبین ہوتی جارہی ہو"

"اوہ بیں سمجھاتم کہوگی کمانڈر بیسب تنہاری محبت کا اثر ہے۔" غازی نے پہواس طرح معندی سانس کھینجی کہ وہ اسے کھورکر دیکھنے گی۔

'' بیتم مردول کو ہروقت سپرا پہننے کا شوق کیوں ہوتا ہے؟'' ''اس کئے کہ سرجو ہے۔''

''سرہے تو اس کا استعمال سہرا پہننے کے علاوہ بھی کیا جا سکتا ہے۔'' اس نے آنکھیں نکالیں۔

" کیا کرون اب بابا اور نی بی اس سر پرسیرا باند سے کیلئے مصرین وگرندمیرا تو ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا۔" اس نے متاسفاند سانس مینجی۔" حالا تکداس سرے واقعی

" کیوں پہلیاں بجواری ہومیری بٹی سے۔" مولوی صاحب نے بی بی کو ملکے سے کھرکا۔

"لو اس میں پہلیاں بھوانے والی کون کی بات ہے اچھا تھہر و میں ابھی آئی۔" وہ حد سے زیادہ خوش دکھائی دے رہی تھیں پھر لیک کراندر کئیں اور جب واپس لوٹیں تو ان کے ہاتھ میں پلیٹ تھی جس میں لڈور کے ہوئے تھے انہوں نے لڈو سے ایک کلاا تو ڈااورمومنہ کے منہ میں ڈال دیا۔

"ابتم میری بینی بی بین به به بی بن گئی ہو۔ تیرااور عازی شاہ کا رشتہ آج پکا کر ویا ہے ہم نے۔خود طارق احمد بیرشتہ منظور کر کے کمیا ہے۔ بیس نے کہا مومنہ غازی شاہ کے علاوہ کسی اور کے بارے بیل سوچ بی نہیں سکتی تو پتا ہے اس نے کیا کہا؟" مومنہ فرط حیرت سے کئے رہ گئی تھی۔لڈواس کے طلق بیل بھنس کررہ کمیا تھا۔

"اس نے کہا کہ جومومنہ کی خوشی وہ میری خوشی ہے۔ بھلا اس کی خوشیوں ہیں رکاوٹ بن سکتا ہوں اور پھر آپ دونوں جو فیصلہ کریں مے دہ غلط کیونکر ہوسکتا ہے۔ مجھے غازی شاہ سے اچھا داماد کہاں فل سکتا ہے اور ہنس کر بولا کہ اس کی آئلمیں تو مجھے بہت غازی شاہ سے اچھا داماد کہاں فل سکتا ہے اور ہنس کر بولا کہ اس کی آئلمیں تو مجھے بہت پند ہیں۔ ول جھیل جیسی سنہری سنہری آئلمیں۔" بی بی سے کہہ کرمخلوظ ہوکر ہنے لگیں جبکہ مومنہ کی میکیں حیا کے بوجھ سے جھکتی جا رہی تھیں۔ اسے یکدم بے طرح شرم نے آگھیرا۔ بی بی کی پرشوق نگاہیں اسے اس نے رشتے کا احساس ولا رہی تھیں۔ یکافت وہ بی بی بی بی رشوق نگاہیں اسے اس نے رشتے کا احساس ولا رہی تھیں۔ یکافت وہ بی بی بی بی بی بی کے جازوؤں کے جلتے ہے لکی اور بھاگ کر اندر چلی گئی۔

·•....•.....•

آج مہلی بار ایسا ہوا تھا کہ سپتال کا بد پودار ویران مہیب سناٹا ڈاکٹر کو بتا کے اعصاب پر گراں نہیں گزرر ہا تھا۔ راتوں کو سونے کی عادت تو یوں بھی اس کی کم ہوگئی تھی محرآج کی رات تو وہ ارادی طور پر جاگ کرگزارتا جاہ رہی تھی۔

دہ ڈیوٹی روم کی سخت لکڑی کی ہے آرام کری پر بے حد مزے سے فیک لگائے بیٹھی کھڑکی سے نظر آتے آسان پر نگاہیں لٹکائے ہوئے تھی۔

جُمُكًا تے ستارے اسے آج بے حدروشن دكھائی دے رہے تھے جیسے وہ بھی

اس کے دل کی طرح کسی انجانے ان دیکھے سنر پرگامزن ہوں۔ ایک مجری سانس لے کر وہ اٹھ کر کھڑی ہے ہیں ہے کارا کر میں میں میں میں کے باس آ کر کھڑی ہوگئی۔ شنڈے جبو کئے چبرے سے ککرا کر فرحت کا احساس بخش رہے ہے۔ فردت کا احساس بخش رہے ہے۔

اس نے سوچا اس نے ایک بار کہیں پڑھا تھا کہ ''مجت بالکل اچا تک ہوتی ہوتی ہے۔ ۔ ۔ جب آپ کو محسوس ہوتا ہے کہ کوئی دوسرا آپ کے اندر اسمان فروع ہو گیا ہے۔'' مجت ایک دوسرے کے اندر اسماناتی تو ہے اور اسے رات کی خاموثی میں ول سے ہمکلام ہوتے ہوئے محسوس ہور ہا تھا کہ طلحہ احمد اس کے اندر جانے کب سے اگنا شروع ہو گیا تھا اور وہ لحمہ ختم بن کر اس کے اندر انز کیا تھا پھر وہ فنا ہو گئی۔ اپنا پ مٹنے لگا اور طلحہ احمد اس کے اندر اگنا شروع ہوگیا۔ اپنی جڑیں پھیلاتا چلا گیا اور وہ و کیے کر جیران ہوگئی کہ اس کی جڑیں تو گہرائی جس بہت دور تک انز گئی تھیں۔ ایک پودا راتا دکھائی وے رہا تھا جو اس کے قرب کی کھاو کا متمنی تھا۔ توجہ اور التھات کی ہوا کا اسمنی مند تھا۔

وہ کمرے میں شیلنے لگی۔ اچا تک اس کا دل چاہا وہ وارڈ میں جائے ایک نظر سے وکھے آئے۔ نظر سے وکھے آئے۔ ایک نظر سے وکھے آئے۔ بینخواہش بالکل اچا تک اندی تھی کسی شوریدہ لہر کی طرح اور اسے تکلے اطرح بہا کر لے مئی۔

دہ ہے آ داز قدموں سے کمرے سے نکل کرسر جیکل دارڈی طرف بڑھنے گئی۔
امیڈیکل سٹاف ادھر ادھر او کھ رہا تھا۔ دارڈ میں گہری مہیب خاموشی کا راج تھا۔اس
ہوشی میں بھی بھی کسی مریف کی سانس کی آ دازیا خرائے کی گونج لھے بھر کے لئے
ماش پیدا کرتی۔

طلحہ احمد کا بیڈ داخلی دروازے سے نزویک ہی تھا وہ شاید مجری نیند میں غرق - سرحہ بی تھا وہ شاید مجری نیند میں غرق - سرحہ بیر تک چادر میں چھپا ہوا تھا۔ صرف اس کی پلستر شدہ ٹا تک چادر سے باہر اجوسٹینڈ سے بینگ کی ہوئی تھی۔ اجوسٹینڈ سے بینگ کی ہوئی تھی۔

اسے مابوی ہوئی۔ وہ اس کا چہرہ دیکھنا جاہ رہی تھی۔ اس کے چہرے کا ایک نقش دیکھنا اور محسوں کرنا جاہ رہی تھی۔ وہ اس کے بیٹر کے نزدیک آئی۔ اس کی ڈاکٹر کو بتا کو بیڈ کے نزویک دیکھ کرطلحہ احمد کے اوسان لحظہ جرکو خطا ہوئے
تھے۔ یہ صورت حال اس کے لیے قطعاً غیر متوقع اور پریشان کن تھی۔ تاہم دوسرے پل
دوا پنے منتشر حواس سنبال چکا تھا گر کو بتا کو لگا وہ لہرا کر گر جائے گا۔ وہ اپنی ٹاگوں پر
کمڑا کو بتا کوطلحہ احمد کا''جن' ہی لگا۔ اس نے آسمیس زور سے بھی کر کھولیس گر وہ حقیقاً
میٹر کا حالت میں کمڑا تھا۔ دھیرے دھیرے چانا ہوا بیڈ تک آیا گھر جسک کر بڑی
گھرتی ہے اس نے اپنے پلاستر کے خول سے چھوٹا ساپھل نکال لیا اور ۔۔۔۔۔ایک لحد تا خیر
کے بغیراس کی نازک کردن کو ملکے سے دبوج کر پسل اس کی پہلی پر دکھ دیا۔

" ڈاکٹر! تم نے جو پھے دیکھا ہے۔ اگر کس سے بیان کرنے کی کوشش کی تو بیہ تہارے حق کوشش کی تو بیہ تہارے حق میں بہت برا ہوگا۔" اس کی آ واز رات کے مہیب سنائے میں کسی بھنگار سے مشار کی۔

کویتا کو اپنی گردن کی خرم جلد پر اس کی مضبوط الگلیاں کسی سانپ کی طرح سربراتی محسوس ہوئیں۔ ایک بل کو وہ کا نبی شاید وہ اب تک اپنے اعصاب سنجال نہ پائی تھی۔ اس نے بس خالی خالی نظروں سے طلحہ احمد کا سرخ پھر بلا چرہ و یکھا۔

اس کی آ کھوں میں عجیب می سرد مہری تھی اور ہونٹ باہم شدت سے آپس میں جکڑے ہوئے تھے۔ اسے اپنے رگ و پے میں عجیب می شندگ ارتی محسوس ہونے میں جکڑے ہوئے جارہے تھے۔ بہر حال بہ جملہ اس کے نازک اعصاب کیلئے بے مد بھاری تھا اور اب سنجلنے کیلئے مضبوط قوت ادادی کی ضرورت تھی۔

یہ چند نمع عجیب مختلش کے گزرے۔ پھراس نے کسمسا کراس کی گرفت سے خود کو نکالتے ہوئے کہا۔ الكياں اس كى جاور پر ملكے سے لرز كررہ كئيں۔اس نے سوجا اگر وہ جاگ كيا تو وہ كھه دے كى كدوہ اس كى خبر بت يوجينے آئى ہے اور راؤ تلم پرنكى ہے۔

چادر کا کونا اس نے اٹھایا تو اس نے اپنے دیروں تلے سے زمین تکلی محسول ہوئی۔ اعصاب کوشد پرترین جھٹا لگا تھا۔ ایک بل کے لئے تو لگا جیسے اس کے اعصاب لاسٹک کی طرح کسی نے تھینج کر چھوڑ دیئے ہوں۔ لبائی میں رکھے مجئے دونوں تکے اس کا منہ چڑا رہے تھے اور خالی باستر کا خول تکھے سے ہوتا ہوا سٹینڈ سے لٹکا ہوا تھا۔

جیرت کی شدت نے اس کے دماغ کو ماؤن کر دیا۔ وہ خالی خالی نظروں سے ان تکیوں کو تکنے کئی۔ اچا تک آجٹ پراس نے سراٹھایا تو ایک بارجراس کے اعصاب ی ضرب پڑی تھی۔

♦.....**♦**......**♦**

غارت کرر ہا تھا۔اے اندر ہی اندر ہے سکون کرتا جا رہا تھا۔ وہ طوفان میں آئی موج کی لمرح منتشر ہوکررہ گئی تھی۔

" میں جانتی ہوں۔ بیشانتی کیدوشواس تہمارے من میں اللہ نے ڈال رکھا ہے درجس من میں خدا کا خوف ہو وہاں دوسرے باطل خوف مث جاتے ہیں۔ حق ایبا ہی ڈر ہوتا ہے۔ ایبا ہی ہے باک طلحہ احمہ نے چا در کا کونا چہرے پر ڈالتے ڈالتے دالے دکک کرغایت درجے جیرانی ہے اسے دیکھا۔

جواباً وہ ملکے سے مسکرائی۔'' مجھے بیہ با تنیں مولوی صاحب نے سکھائی ہیں۔ ومنہ کے بابانے۔'' وہ اس کی جیرت رفع کرنے کی غرض سے بولی۔

طلحه المحامم المجھن آمیز جرت سے جب ہو گیا پھراس نے جا در چرے پر ڈال لی کویا اب مزید کوئی بات کرنانہیں جا ہتا تھا۔ حقیقاً دہ الجھ گیا تھا اور غازی شاہ سے رابطہ لرنا جا ہتا تھا۔

مبح اسپتال میں ایک افراتفری کا عالم تھا۔ پولیس موبائل کھڑی تھی۔ ایم الیس کے کمرے میں کئی پولیس والے دکھائی وے رہے تھے۔ انتظامیہ الگ ادھر ادھر منتشر ی۔ڈاکٹرز میں کھلبلی مجی ہوئی تھی۔

اسٹور انچارج ڈاکٹرسنیل کی حالت سب سے پہلی تھی۔ اس کے چہرے پر
ائیاں اڑر بی تھیں۔ راتوں رات دوائیوں کے اہم اطاک عائب کردیے مجئے تھے اور
بارج ہونے کے ناتے سارا نزلہ اس پر گرا تھا جبکہ وہ سششدر تھا کہ اسٹور کے تالے
نرینیں مجئے بلکہ کھولے مجئے تھے اور پھرای احتیاط سے بند بھی کیے تھے۔ کوئی
ف بلیٹ نہیں ہوئی تھی۔ صرف اہم دواؤں کے اسٹاک اٹھائے مجئے تھے اور یہ سارا کام
محد بلانگ کے تحت کیا گیا تھا۔

ڈاکٹروں سے معمولی ہوجھ ہوئی۔ ایم الیس کے کمرے کے اندر سے لے باہر تک ایک رونق میں لگی تو اسے اپنے باہر تک ایک رونق می گئی تو اسے اپنے ، باہر تک ایک رونق می گئی تھی۔ مومنہ اس جموم کو چیر کر راہداری میں نگلی تو اسے اپنے ، ہوئے رخساروں پر ہوا کے جمونے ذنک خنک سے محسوس ہونے لگے۔ ایک ممری میں جینے کراس نے ادھرادھرد یکھا پھر بے حد نارال انداز میں چلتی ہوئی وارڈ میں چلی میں جلی

'' میرا خیال ہے طلحہ احمہ! تمہیں اس تھلونے کے استعال کی ضرورت پیش نہیں آئے گئ نہ کسی اور شم کی دھمکی کی ۔۔۔۔'' اس کالہجہ دھیما اور نرم تھا۔

" میں کو بتا نہیں ڈاکٹر عائشہ ہوں ادر مسلمان ہونے کے ناتے میں کسی مسلمان کے ندہ بی فرایشے کی راہ میں رکادث کیے بن سکتی ہوں۔ میرا خیال ہے کہتم اسے دائیں اس جگہ رکھ دو جہاں سے نکالا ہے۔ اگر کسی نے دکھے لیا تو مشکل میں بھن جاد کے۔ "دہ دنی زبان میں بول رہی تھی۔

ظلح احمہ نے چونک کراہے عجیب سی نظر دن سے دیکھا۔ جیسے یقین کرنا چاہ رہا ہوکہ دہ جو کہہ رہی ہے سے ہے۔ اس کی سیاہ آئٹھوں کی سطح پراسے اس کے باطن کی سچائی محسوس ہونے کئی تو خود بخود اس کا ہاتھ ڈھیلا پڑتھیا۔ اس نے ایک مجری سانس کھینچتے ہوئے پینل داپس رکھ لیا۔

'' اب جلدی ہے اپنی سابقہ حالت میں آجاؤ۔ ایبا نہ ہو کہ پیرامیڈیکل کا کوئی فردحمہیں اس حال میں دیکھے لے۔''

طلحہ احمد کو اس کا مشورہ خاصا معقول لگا۔ وہ جلدی سے بیڈ پر لیٹ کر اپنی ٹاگٹ پر پلاستر کا خول چڑھانے لگا۔ کو بتانے چا وراس کی ٹاگٹوں پر ڈال دی اور خاموش نظروں سے اسے دیکھنے گئی۔ پچھ لیے اس پراسراری خاموثی میں گزر گئے۔ کو بتا کو اس خاموثی میں صرف اپنے ول کی دھڑکن سنائی دے رہی تھی مگر طلحہ احمد کو خطرے کی مختیاں بجتی سنائی دے رہی تھیں۔ اس کا ذہن مختلف خطوط پرسوچ رہا تھا پھر یکدم وہ جو تکتے ہوئے بولا۔

" نظاہر ہے جس مقصد کیلئے تم نے بیسب کیا ہے۔ اس مقصد کے حصول کیلئے گئے ہو گے۔ " وہ اس کی پلاستر شدہ ٹا تک پرایک اچنتی لگاہ ڈال کر ملکے سے مسکرائی۔ " میں اس بات سے بالکل خوف زدہ نہیں ہوں کہ تم سب جان چکی ہو۔ " اس کے چہرے کے زاویوں میں تھنچاؤ پیدا ہوا۔ اس کمنے اس کی آ تکھوں میں کوئی خوف دہشت نہیں تھی بلکہ دہ بے حد پرسکون دکھائی دے رہی تھیں۔ یہی سکون تو کو بتا کا سکون و رہشت نہیں تھی بلکہ دہ بے حد پرسکون دکھائی دے رہی تھیں۔ یہی سکون تو کو بتا کا سکون

محسوس ہونے کی کہ غازی شاہ نے یافینا اسے بیخبردی ہوگی۔اپے خفیہٹراسمیٹر سے وہ جانتی تھی عازی شاہ اپنی ہرخوشی طلحہ احمہ سے ضرورشیئر کرتا تھا۔ پیانبیس وہ اس وقت خود کننا خوش ہوگا جب بی بی کے ذریعے اسے طارق احمد کی رضامندی ملی ہوگی۔

غازی شاہ کے تصور ہے ہی اس کا چہرہ لال ہو کیا۔اس پر طلحہ احمد کی مسکر اتی نگا ہیں وہ جانے کو پلٹی۔

" میری مشکل تو آسان کرتی جائے سرجن!" طلحه احمد جیسے کراہا تھا۔ اسے بہتا شامرم کے ہمراہ ہلسی بھی آسٹی۔ بہتا شامرم کے ہمراہ ہلسی بھی آسٹی۔

'' بیمشکل تم اپنے اس رفت کے ساتھ مل کر حل کر لینا۔ وہ تہہیں بہتر مشورہ ۔ےگا۔'' وہ بولی اور تیزی ہے آ مے بڑھ گئی۔

♦.....♦.....

وہ ہپتال ہے کھر جانے کے بجائے کو بتا کی طرف چلی آئی۔ ماتا جی اسے کھے کر بے حد خوش ہوئیں۔اے گلے سے نگا کر پیار کیا۔

" کیسی شبھ گھڑی ہے کہ آج مومنہ آئی ہے ہمارے گھڑ سورے سورے سورے منظر پر کا گابول رہا تھا۔ میں نے عائشہ سے کہا کہ آج کوئی ضرور آئے گا۔ وہ کہنے لکی منظر پر کا گابول رہا تھا۔ میں نے عائشہ سے کہا کہ آج کوئی ضرور آئے گا۔ وہ کہنے لکی منہارا وہم ہے۔ کوا پیاسا ہوگا اس لیے شور مجا رہا ہے۔ لو بھلا اب بتاؤ میرا وہم تھا؟ " وہ بے صدخوش وکھائی وے رہی تھیں۔

"بات کوے کے منڈیر پر بولنے کی نہیں ہوتی۔اصل بات ہمارے اپنے من لی ہوتی ہے۔ آئی کو اتو روز ہی منڈیر پر بولٹا ہے مگرآپ کے من میں بیدنیال آج یا ہوگا کہ کوئی ضرور آئے گا۔ "وہ ہنس پڑی ماتا جی بھی ہنس دیں۔

'' ہال شاید یمی بات ہے۔ من کی بھی تو اپنی بھاشا ہوتی ہے تا' پر کوئی سمجھے بائٹ ہے۔ من کی بھی تو اپنی بھاشا ہوتی ہے تا' پر کوئی سمجھے بائے۔'' اب تا۔'' ما تا بی نے ایک محمری سانس کھینچی پھر نرمی سے اس کے کند ھے کو تھیکا۔'' اب فی ہوتو جانے کی بات مت کرنا۔کھانا کھا کے جانا۔''

" جو تھم یہ تو بتائے کہ وہ مہارانی ہے کدھر؟" اس نے اوھر اوھر نظریں رائی ہے کدھر؟" اس نے اوھر اوھر نظریں رائی ہے دور مہارانی ہے کہ وہ مہارانی ہوگے۔ تا تن ویوٹی " اسے کہاں ہونا ہے۔ اپنے کمرے میں پڑی اینڈ رہی ہوگی۔ تا تن ویوٹی

آئی۔ وارڈ میں اس دفت کوئی ڈاکٹر یا پیرامیڈیکل کا شاف موجودنہیں تھا۔ سارے ہی سن کن لینے کیلئے گراؤ تڈ فکور پر جمع تھے۔

وہ طلحہ احمد کی طرف آئی۔ '' کا تمریج لیشن طلحہ احمد!''وہ اس کے بیڈ کے نزدیک آکر آ منتکی ہے ہوئی۔ طلحہ احمد نے بث سے آسمتیں کھول دیں۔ اس کے بینچے ہوئے لب ذرائے وا ہوئے مجراس انداز میں سکڑ مجے۔

وہ تھینک ہو محمولی می کر ہو ہوگئی ہے۔ سرجن! وہ ہمی آ ہمتی ہے۔ سرجن! وہ ہمی آ ہمتی ہے۔ سرجن! وہ ہمی آ ہمتی ہے م سمویا ہوا پھراسے رات کی تفصیل بتانے لگا۔ مومنہ کیلئے کو بتا پر یہ بات کھل جانا بہر حال تعویش کی بات تھی۔

"میراخیال ہے تہارا مزید یہاں تھہرنا خطرے سے خالی نہیں۔"

"در نے نہیں سرجن! اب اتنا گھبرانے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ کام اس قدر چا ہیں ہے کہ وہ صرف انگل ہی دوڑاتے رہیں گے۔ بیافراتفری بیالچل دو چا رہیں کے۔ بیافراتفری بیالچ کا۔" اب اس کا لہجہ سلی دیتا ہوا تھا پھر یکدم سر چھنگ کر ہلکی مسکرا ہے ہے ساتھ بولا۔" بیں صبح سے آپ کا ہی منتظر تھا۔"

مومنہ نے اپنے خیالات سے نکل کر چونک کراس کی طرف ویکھا۔" مبارک باد دینے کو" اس کی اشخے والی نگاہوں کے جواب میں وہ بولا۔" محرالٹا آپ مجھے مبارک وینے کو" اس کی اشخے والی نگاہوں کے جواب میں وہ بولا۔" محرالٹا آپ مجھے مبارک وینے لگیں حالانکہ میں کسی اور خبر کی وجہ سے آپ کا ختظر تھا۔"

مومنہ کو اس کے لیجے اور آئھوں میں ایک معصومانہ خوشی اور شرارت چہکتی وکھائی دی۔ اس کے طبع اور آئھوں میں ایک معصومانہ خوشی اور شرارت چہکتی وکھائی دی۔ اس کے قطعاً ناسمجھ آنے والے انداز میں اب کے اس کی طرف توجہ سے وکھائی دی۔ اس کی طرف توجہ سے وکھا تو وہ بنس ویا۔

" میرے رفتی میرے بھائی میرے ساتھی سے منسوب ہو جانے کے بعد اس میرے ساتھی سے منسوب ہو جانے کے بعد اس میرے ساتھی سے منسوب ہو جانے کے بعد اس میرے بھائی ہوں کا بعد اس میرے بھاروں سرجن مومنہ کھول یا بھائی ""

مومنہ شیٹا کررہ گئی۔اسے بالکل بھی اندازہ نہیں تھا کہ طلحہ احمد بیہ بات کہنے م رہا تھا۔ بے تحاشا شرم نے اسے لیکخت گھیر لیا۔ تاہم اسے جبرت ہوئی کہ یہال لیا لیٹے پی خبر طلحہ احمد تک کیسے پہنچ گئی۔ بھر بیسوچ کر اسے عجیب می خوشی دل میں افدائی یا کہ وہ بات کہاں سے شروع کرے اور کس طرح اسے اس راز کوراز میں رکھنے کی التجا کرے۔

اسے کو بتا کی سیاہ تھور آئموں میں وہ ساری داستان دکھائی دے گئی جوطلحہ احمر نے اسے سنائی تھی۔'' عائشہ۔۔۔۔!''

چند لمحول کے تو قف کے بعد اس نے کو بتا کی طرف رخ کیا۔ "اگر میں کہوں لہتم نے آئ کی رات جو کچھ دیکھا اسے اگر کوئی خواب سمجھ کر بھول جاؤ تو کیاتم میری ت مان لوگی اور ہاں اگر حمہیں کوئی تجسس ہے تو کھل کر پوچھ سکتی ہو۔ میں تہاری تمام تر نفیوژن دور کر سکتی ہوں گر دیکھو پلیز حمہیں واسطہ دیتی ہوں کہ "اس نے بکدم نوں ہاتھ کو بتا کے آگے جوڑ دیئے۔

'' پلیز آئے پیچومت کہنا۔'' کو بتانے فرط رنج سے اس کے جوڑے ہوئے عرکر کراسے بول دیکھا جیسے آل ہوتا ہوا کوئی فخص مرتے دم اپنے قاتل کو دیکھا ہے۔ منہ کے بقیہ الفاظ اس کے حلق میں ہی تھٹھر مجے۔

"اتنا وشوال توحمهیں مجھ پر ہونا چاہیے تھا۔ موموا تم نے مجھے ایک سے میں اتنا حقیر کر ڈالا۔ مجھے میری ہی نظروں میں گرا دیا۔ اتنا پست کر دیا مجھے میری ہی نظروں میں گرا دیا۔ اتنا پست کر دیا مجھے تہاراا نظارتھا المبلائی جیسے حقیقتا مومنہ نے اس کی گرون پر چھری پھیردی ہو۔" مجھے تہاراا نظارتھا سنہ! مگرمن کے ایک کوشے میں جانے کیوں آس تھی کہتم نہیں آ دُگی۔ اتنا تو وشواس ابی چاہیے تھا تمہیں کیا ایک مسلمان ہونے کے ناتے میں اتنی بااعتبار نہیں تھی؟"

" نیس عائشہ بین بات اعتبار کی نہیں ہے۔ ہمارے اطراف اس وقت جو است بیں اور جس سے ہم کشمیری مسلمان نبرو آ زما ہیں وہاں لمحد کو، پھو تک کے وقک کر ارتا پڑتا ہے۔ اک فراس لغزش اک ڈراس کوتا ہی مہلک ثابت ہوسکتی ہے۔ "اس کو بتا کے ہاتھ فرط جذبات سے تھام گئے۔ "میرا مقصد تمہاری ول آ زاری کرنا نہیں ۔ یقین کرو تم پر جھے اعتبار نہ ہوتا تو ہیں یہاں نہ آتی۔ میرا دل خوف سے بجرا ہوا نہ ہیں خوف زدہ ہوا کو است یقین ولانے گئی۔ اس کی بات پر کو بتا دھیرے سے مسکرا دی۔ اس کی آ تکھیں طلحہ احمد کے نام پر اس کی بات پر کو بتا دھیرے سے مسکرا دی۔ اس کی آ تکھیں سکتا۔ اس کی آ تکھوں ۔ "وہ اس کی آ تکھیں سکتا۔ اس کی آ تکھوں ۔ "وہ سے آگئیں۔" ہال میں جانتی ہوں۔ وہ شخص خوف زدہ ہو بھی نہیں سکتا۔ اس کی آ تکھوں ۔ "گئیں۔" ہال میں جانتی ہوں۔ وہ شخص خوف زدہ ہو بھی نہیں سکتا۔ اس کی آ تکھوں

کیا کر کے آتی ہے۔ مانواحسان ہی کرتی ہے۔'' ماتا ہی رسوئی کی طرف بڑھ کئیں۔ کویتا' مومنہ کی آ وازس کر بستر چھوڑ پچکی تھی اور ہاتھ روم میں تھسی منہ وھورہی م تھی

ی" تو جناب! نیندیں پوری ہو رہی ہیں؟" مومنہ اس کے کمرے میں چلی

ہیں۔ بس یونی ہیں۔ بس یونی سلمندی سے پڑی تھی۔ یہ بتاؤکہ تم آج کیے اوھر آ لکلیں۔ بہی غلطی ہے پرستان کی طرف جاتے جاتے اس صحرا میں بھی کر تو نہیں اتر آئیں؟''کویتا کھوٹی سے تو لیا تھینج کر منہ رکڑتی باتھ روم سے باہر آگئی۔ میں؟''کویتا کھوٹی سے تو لیا تھینج کر منہ رکڑتی باتھ روم سے باہر آگئی۔

ں۔ ''لکتا ہے ابھی د ماغ پر نبیند کا اثر ہے۔'' مومنہ نے اسے مصنوی خفکی سے محورا اور حسب عادت وہ زور سے ہنس پڑی۔ مکراس کی ہنسی میں وہ تازگی نبیل تھی۔

'' ویک تو تم استے سورے ہیں تال سے نکل جاتی ہو۔ ملاقات ہونہیں پاتی ' سوچا آج تہارے کمریر ہی جہاپا ماروں۔ یہ بتاؤ نائٹ ڈیوٹی کیسی گزری۔ میرا مطلب ہے کہ' وہ لیج کوختی المقدور سادہ بنانے کی کوشش کرتے ہوئے بوئی محر بقیہ الفاظ اس کے منہ میں ہی رہ گئے۔ کو بتا بڑے خور ہے اس کی طرف و کمچے رہی تھی۔ ابردا چکا کر دیا،

بیر میں ۔ '' خبریت' آج نے پہلے تو تم نے بھی بیسوال نہیں یو چھا۔ اس سے پہلے بھی ا میں کئی نائٹ کر چکی ہوں۔''

" اوراس كنزدية كراس كو خيراي و چيدايا . " وه خفيف ى مو كى - تب كوبتا يكدم انس برلى ا اوراس كنزدية كراس كى طرف به نظر غور ديك بوك بول - ادراس كنزدي آكراس كى طرف به نظر غور ديك بول - ادراس كنزدي تائم آج مير به پاس ضرور آوگى اور ميرى تائم فيونى كه دوال به ميرى آئمه جب كملى تقى تب سے ميں اب تك لا شعورى الله طور برتمهارى بى انتظر تقى - "

کویتا کی نگاہوں نے مومنہ کو بے اختیار نگاہیں جرانے پر مجبور کر ویا۔ وقار اضطرابی انداز میں رخ موڑ کر ایک ملکی سی سانس لے کررہ گئی۔اسے فوری طور پر سمجھ نہیں وجودگی کا احساس رہتا ہے۔"

کویتا کولگا جیسے مومنہ کے جملے اس کے دل پرمعنراب مار رہے ہوں۔اندر شنا کچھنا آشناسی موسیقی نج اتفی ہو۔

''مومنہ! تیری باتیں بھی بالکل مولوی صاحب کی طرح دل کولکتی ہیں۔'اس نے جذب سے مومنہ کا ہاتھ بکڑا۔

'' میری با تنگ تمہیں اس لیے انچی لگ رہی ہیں کہتم آج کل بہت انچھا ہوئے کی ہواور وہ بھی کسی کے بارے میں۔'' مومنہ نے ابرو انجا کر اسے محورا تو وہ بنپ کراس کا ہاتھ جھوڑ کر پیچھے ہٹی۔

''بات سنو! بیطلحه احمد کا کیا معالمہ ہے؟'' کویتا کے بلٹنے سے پہلے ہی مومنہ ا اس کی کلائی پکڑ کر کھینچی ۔ کویتا کے دل کی دھڑ کن تیز ہوگئی۔

"کیا معاملہ! میں تو یونی ایک بات کررہی تھی۔ کیا اجھے لوگوں کو اچھانہیں کہنا ہے۔ جولوگ قابل تعریف ہوں تو ان کی تعریف تو خود بخو د ہوتی ہے۔ " وہ خود کو مال کرنارل کیجے میں بولی مرمومنہ کے لیوں پر پھیلی مسکرا ہمٹ اس کے اعتاد میں دراژ مالی۔ "کی۔ "مالی۔ "کی۔ "مالی۔ "کی۔ "مالی۔ "کی۔ "مالی۔ "کی۔ "مالی۔ "مالی مالی۔ "مالیک مالی۔ "مالیک مالیک کیا۔ "مالیک مالیک مالیک مالیک مالیک کی تعریب اسلیک کی تعریب کی مالیک کی تعریب کی تعریب

'' فغنول بکواس کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ بتاؤ کہ لیج تو تم نے کیا نہیں ' ۔آج ما تا بی نے چکن کڑا ہی بتائی ہے' کھا کر جاتا۔'' کو بتاا سے پکڑ کر کھینچنے گئی۔ ''اچھا تا' کھا کر جاؤں گی تحریب لیے میری ایک بات سنو۔''

''کوئی بات وات نہیں سننا مجھے' بہت زوروں کی بھوک کی ہے۔ پائی پید کھ بھوجن جائے گا تو با تمس بھی سمجھ آئیں گی نا۔''کویتا اسے تھیٹی باہر لے آئی۔ ئی دسترخوان پر کھانا چن رہی تھیں۔

' پاکل تھے ایک بڑی اچھی خبر سانی تھی۔' وہ آ ہستگی سے بولی۔ کویتا نے لی پلیٹ میں سالن نکالے ہوئے اس کی شرکیس مسکرا ہٹ کو قدرے چونک کرویکھا مک کراس کے نزد کی آ

' کیسی خبر؟ اچھی خبرتو آتے ہی سنا دینی چاہیے تھی۔اب جلدی ہے ہتاؤ' مجھ اب ایک نوالہ تو ڑانہ جائے گا۔' اس کے رخساروں پر پھوٹی شفق نے کوئتا کو یکدم میں اس سے بھی کوئی خوف کوئی وحشت نہیں تھی۔ وہاں بلاکا اطمینان اور سکون تھا جیسے اردگر دیے بے نیاز ہو۔ صرف اپنے رب پراس کی نگاہ ہو۔ اس کا ڈرخوف ہو۔ کو بتلہ کی آئی موں میں طلحہ احمد بورا کا بورا جا دوال ہو گیا۔ دہ مانوس سے درد میں بہنے گئی۔ کی آئی موں میں طلحہ احمد بورا کا بورا جا دوال ہو گیا۔ دہ مانوس سے درد میں بہنے گئی۔ در کیا ہر کشمیری مسلمان طلحہ احمد ہی کی طرح ہوتا ہے مومنہ! کیا سارے مجاہد

کیا ہر سیری سمان کو ہو ایک ہوری کر اس ہوں ہے۔ اس جیسے ہی وہ سیاری سیری سیری سیری اس جیسے ہی ہوئے ہوئے ہوئے اس جیسے ہی ہیں۔ اس جیسے ہی ہیں۔ من کو چیو لیننے والے نجرز مین کو سیراب کرنے والے والے والے والے کے داول کو سخیر کر لیا دینے والے۔''

اس کا انداز خود کلامی کا ساتھا۔ وہ کھ جرکواتے اردگرد سے ہراحساس سے
بے نیاز ہوگئ تھی جبکہ مومنہ کو جیرت کے شدید دھیگے نے گئی دیر تک کی بھی رقمل کے
اظہار سے باز رکھا۔ جبکہ وہ نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر پکیس جھیک کر یکدم اس خواب
آگیس کیفیت سے جاگی تھی ادر مومنہ سے نظریں ملیں تو اس کے گندی رخسار بول دیک
اٹھے چیسے اس کے قریب ہیٹر آن کر دیا گیا ہو۔ اس کے رخساروں کی پیش کا احساس المحمد چیسے اس کے قریب ہیٹر آن کر دیا گیا ہو۔ اس کے رخساروں کی پیش کا احساس مومنہ کو است فاصوقی مومنہ کو است فاصوقی کی جادجود جسم کر دیتی ہے۔ فاصوقی کی چادر ادڑھ کم اور ہو جسے وہ جو بہت می باتوں کو داضح کرنے کے بادجود جسم کر دیتی ہے۔ فاصوقی کی چادر ادڑھ کم اوری خود سے بھی گویا چینے کی کوشش کرتا ہے۔ مومنہ کو تو کچھ ایسا ہی محسوس ہوا جسے وہ جیپ رہی ہو۔ اپنے آپ سے مومنہ نے اس کا ہاتھ تھام کر ملکے سے دبایا۔

متخسس كر ڈ الا پہ

"اب مبرنہیں ہورہااور جب کہدری تھی کہ خبرس لوتو بھوک ستاری تھی۔ ا اب جب چاپ جاپ بیٹھ کر کھانا کھاؤ۔' اس نے شرارت آمیز انداز میں اسے آ تکھیں ا دکھا کیں پھر ہننے کی۔

کویتا اےمصنوی خطکی ہے کھور کررہ گئی۔

ماتا جی بے حدیارے مومنہ کو کھانا کھلاری تھیں۔ کویتا کہنے گی'' مجھے جیلسی فیل ہورہی ہے۔اتے پریم ہے تو ماتا جی نے بھی مجھے بھی کھانا نہیں کھلایا۔''

'' نبھئی جو جس سلوک کے قابل ہو ایبا ی سلوک کیا جاتا ہے تا اس کے اس سے ا

ساتھ۔' وہ اسے چھیٹرنے گئی۔ ہلکی پھلکی شفاف مسکراتی فضامیں کھاتا کھایا گیا۔ کھانے کے بعد ماتا جی رسوئی کا پھیلا داسمینے لگیں جبکہ کو یتا اسے جائے کا کمٹ

کڑاتے ہوئے اس کے ساتھ تخت پر بیٹھتے ہوئے ہوئے "اب وہ اچھی خبر تو سنا دوجلدی سے۔" میرا خیال ہے وہ خبرتم بی بی سے ہی سن لینا۔" مومنہ بالکل سکول کرل کی طرف جھینے گئی۔ اس کے چبرے کے نازک حصوں میں اللہ نے والی شرکیس سرخی میں عجیب تا تھیں۔ کو بتا اسے با قاعدہ جانچی نظروں سے دیکھنے گئی۔ بھراس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ میں الم

رکھ کراس کی طرف جھکتے ہوئے بولی۔

"جب زبان شرم سے خاموش ہوجاتی ہے تا تو آئیسیں خود بخو و بولنے گئی ہے۔
ادر تیری آئیسیں اس سے وہ بعید کھول رہی ہیں جن کو سمجھنے کیلئے الفاظ کی نہیں احساس کی خردرت ہوتی ہے۔ مومنہ کے رخساروں میں بھری سرخی میں بندری اضافہ ہو گیا اس کی خمدار پلکیس رخساروں پر یوں جھک کئیں جیسے مہمئی نرم کی لدار شاخیس کسی جشمے ساری میں ہوجا کیں۔
ساریکن ہوجا کیں۔

'' میں نے کہیں پڑھا تھا کہ عورت جب کس سے محبت کرتی ہے تو اس کے جہا کی ساری خوبصور تیاں خود بخو د ظاہر ہو جاتی ہیں لیکن ناپندیدہ مرد کیلئے عورت اپنی سامانی جسمانی خوبصور تیاں کسی کھوے کی طرح اپنے اندر سمیٹ لیتی ہے۔ وہ ایسا کسی شعور تا کوشش کے تحت نہیں کرتی بلکہ خود بخو د ہو جاتا ہے ادر میں نے دیکھا تھا کہ ڈاکٹر سنیل تا کہ کوشش کے تحت نہیں کرتی بلکہ خود بخو د ہو جاتا ہے ادر میں نے دیکھا تھا کہ ڈاکٹر سنیل تا کہ کوشش کے تحت نہیں کرتی ساری رونق کسی ناویدہ خول میں جا چھپتی تھی مگر اس سے الیا

الک رہا ہے جیسے تیرے ایک ایک انگ سے خوبصورتی کسی شعاع کی طرح بھوٹتی جا رہی ہے۔ کون ہے مومو! وہ کون ہے جسے بی بی نے تیرے لیے چنا ہے۔ جس نے تیرے دل کے خوابیدہ ساز کو چھیڑا ہے؟"

مومنہ نے جوابا آئنمیں زور سے پیج کر کھولیں پھرایک گہری سانس یوں تھینچی جوابا آئنمیں زور سے پیج کر کھولیں پھرایک گہری سانس یوں تھینچی جیسے کسی احساس کے تصور سے ہی جسم و روح میں روشنی بھر رہی ہو۔ اسے اپنا پورا وجود ایک انوکھی لذت سے سرشار ہوتا محسوس ہور ہاتھا۔

" وہ خوشبو ہے۔مہک ہے۔الی مہک جوردح کومعطر کر دیتی ہے۔ اس کا وصیمالہجد آئج ویتا ہوامحسوں ہوا۔

'' ہاں' جبی تو تمہارا پور پورمہکا ہوا لگ رہاہے۔'' کو یتا برطا بولی۔ وہ سراسیمہ سی ہوکر اس سحر سے نگلی ایک دو بل کو یتا کو گھورا پھر ہنس پڑی۔

'' لگتا ہے تیری شاعرانہ تفتگو کا مجھ پر بھی اثر ہو گیا ہے۔' اس نے جائے کا محمل لیوں سے نگالیا۔

'' نہیں' مجھے تو یہ اس کا اعجاز معلوم ہوتا ہے جس نے تیرے من پر نقب لگائی ہے۔ بتا نا مومو! کون ہے وہ جو اتنا حسن بھر گیا ہے تہاری آ تکھوں میں' تہارے چہرے پر کہ نگاہ نہیں تھہر رہی تم پر ۔۔۔۔'' مومنہ نے جوابا شرما کرا ہے ایک ہاتھ جڑ دیا۔ چہرے پر کہ نگاہ نہیں تھہر رہی تم پر ۔۔۔'' مومنہ نے جوابا شرما کرا ہے ایک ہاتھ جڑ دیا۔ '' چلونہ بتاؤ' میں بی بی ہے آ کرخود بی پوچھاوں گی۔'' کو بتا کواس کی حالت پر دم آ گیا اور اس کی جال بخشی پر مومنہ نے ول بی ول میں شکر اوا کیا۔

پھودیر بیٹے کر وہ کو بتائے یہاں سے اٹھ آئی۔ ارادہ تھا کہ مولوی صاحب کی طرف جائے مگر آج وہاں غازی شاہ کی موجودگی ممکن تھی۔ اسے غازی شاہ سے یکدم ہی جھیک محسوس ہوئی تھی۔ کل تک وہ جس جرائت اور بے تکلفی سے اس کے سامنے جا کھڑی ہوتی تھی۔ وہ جس جرائت اور بے تکلفی سے اس کے سامنے جا کھڑی موتی تھیں۔ وہ موتی تھیں۔ وہ مولوی صاحب کی طرف جانے کے بچائے طارق ہاؤس چلی آئی۔

" بس ابھی کچھ ویر پہلے آئی ہوں۔ ' وہ کاؤچ پر لیٹی تھی اٹھ کر بیٹھ گئی۔

قدموں کی چاندنی بھری ہے اور تہہیں اپنی روشی میں سیٹنے کو بے چین ہے۔ میں بہت خوش ہوں مومنہ! بہت خوش ول کے کسی بھی کوشے میں کوئی بے اطمینانی کوئی بے سکونی نہیں ہے۔ " ہلکی مسکرا ہٹ کے ساتھ انہوں نے اس کے سبک ہاتھ کوا ہے لیوں سے لگا کر چوم لیا۔

مومنہ نے برعقیدت میں فروب کران کے کندھے پر بیٹانی ٹکالی۔ وہ ان خوش نفیب ترین لڑ کیوں میں سے تھی جنہیں مال باپ اپنی تمام تر دلی آ سودگی اور پرخلوص نیک دعاؤں تلے رخصت کرنا جا ہے ہیں۔

♦.....

پورے ہیںال میں ان دنوں مومنہ کی شادی کی خبر گرم تھی۔ خصوصاً سرجری وارڈ میں اور یہ خبر کو ہتا نے ہی ہم پہنچائی تھی۔ اس نے بی بی بی سے نہ صرف پوری معلومات حاصل کی تعین بلکہ چیکے سے غازی شاہ کو بھی دکھ لیا تھا۔ اسے مومنہ کی قسمت پر رہ رہ کر رشک آ رہا تھا۔ اسے غازی شاہ بہت سندر لگا تھا۔ اسے و کھ کر اسے اپنی بین میں نی کہانیوں کی یادآ گئی۔ جس میں پر بوں کے دلیں کا ایک شنرادہ اڑن کھٹولے سے زمین پر اثر تا ہے۔ اپنی شنرادی کو ڈھوٹھ نے اور زمین زاد بوں کو جیران بے قراراور رشک کے عالم میں چھوڑ کر اپنی شنرادی کو ڈھوٹھ نے اور زمین زاد بوں کو جیران کی طرف رشک کے عالم میں چھوڑ کر اپنی شنرادی کو اپنے سنہری پروں میں چھپا کر آسان کی طرف اڑ جا تا ہے۔ اسے لگا جیسے دہ بھی ایسا ہی ایک شنرادہ ہو جو اپنے پروں میں مومنہ کوسمیٹ کر لے جانے آیا ہو۔

اس نے دارڈ میں غازی شاہ کی اتنی تعریفیں کی تعیں۔ ڈاکٹر سنیل اس دن سے انگاروں پرلوٹنے لگا تھا۔ سوائے اس کے دارڈ کے تمام ڈاکٹرز نے مومنہ کو مبار کہاد دی اورٹریٹ کا مطالبہ کیا۔

یول بھی ان دنول وہ سٹور میں ہونے والی واردات کی تفتیق میں الجھا ہوا تھا اور اپنے اندر مسلمانوں کے خلاف شدید نفرت محسوں کر رہا تھا۔ اس کا رویہ مسلمان مریضوں کے ساتھ انتہائی ہنگ آ میز ہو گیا تھا۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ کسی بھی مسلمان کو اس واردات میں ملوث کر کے قبل کر دے۔ وہ بسپتال میں کھلے عام مسلمانوں کیخلاف زہرا گلنا رہتا تھا۔ اخباری صحافی کو بھی اس نے ایسا ہی کچھ بیان دیا تھا جسے اخبار

''چلواب منگنی کے بجائے تم نکاح کیلئے تیار ہوجاد'' ممانے یہ کہتے ہوئے اسے بڑے پیار سے دیکھا۔

" کیا مطلب؟" وہ ریموٹ سے ٹی وی کے چینل بدلتے بدلتے بری طرح

'' مولوی جی اور نی بی کی خواہش ہے بلکہ غازی کا بھی بی کہنا ہے کہ متنی کے جھیلے میں بڑنے کی ضرورت نہیں ہے نکاح کر دینا زیادہ بہتر ہے اور زھتی آپ لوگ جب بال مارے تالع نہیں ہیں۔'' جب جابیں۔ کی بھی دن ہوجائے گی۔ حالات یوں بھی یہاں ہمارے تالع نہیں ہیں۔'' وہ ریموٹ والا ہاتھ گود میں ڈھیلا چھوڑ نے یونی بیٹھی رہ گئی۔ مما مزید تفصیلات ہے آگاہ کرتے ہوئے پولیں۔

"مولوی صاحب تو رخعی بھی ای روز کرا دینے کے حق میں ہیں۔ عازی شاہ کو بھی اعتراض نہیں ہے۔ اب دیکھو تمہارے پاپا آتے ہیں تو بات کرتی ہوں۔ دیسے دیکھا جائے تو مولوی صاحب کی بات بھی درست ہی ہے۔ نیک کام میں در نہیں کرنی چاہیے۔" مما اٹھ کراس کے نزویک آ کر بیٹھ گئیں اور شرارت آ میز بیار سے اس کے چرے کارخ اپی طرف کرتے ہوئے بولیں۔" کیا خیال ہے تمہارا؟"

اس نے سکول کرل کی طرح جھینپ کرانہی کے کندھے پرسرٹکالیا۔ '' یہ کیا بات ہوئی۔ اتنی بڑی سرجن ہو کر بالکل بچوں کی طرح منہ چھپا رہی

ہو۔ بھی جواب دو مجھے۔' مما اسے چھیٹر نے لگیں۔ وہ ہننے گی۔

''آپ لوگ جو فیصلہ کریں ہے۔ مجھے قبول ہوگا۔''

'' تو ہمارا فیصلہ کیا ہوگا۔ پتا ہے جہیں۔'' ممانے ہینتے ہوئے اس کا شرم سے گلنار ہوتا ہوا چیرہ اوپر اٹھایا۔'' جیٹ منگنی پٹ بیاہ' کہو قبول ہے؟''

یہ مما بھی بس وہ شرم سے کٹ رہی تھی۔

مما یکدم سنجیدگی کی لپیٹ میں آئٹیں اور اس کے گرد اپنا باز و حمائل کرتے ہوئے اسے خود سے قریب کرلیا۔ ' مجھے بڑی آسودگی ہے مومنہ کہ میں تہمیں جس آئٹن میں بھیج رہی ہوں۔ وہ آئٹن تہماری بھین کی چہکار مہکار سے آشنا ہے۔ ان ہواؤں میں آج بھی تہمارے لیے آسودگی اور مسرتیں پنہاں ہیں۔ اس مٹی میں تہمارے نفھے منے آج بھی تہمارے لیے آسودگی اور مسرتیں پنہاں ہیں۔ اس مٹی میں تہمارے نفھے منے

نہ نے اسے دبی زبان میں کھرکا۔ اس کا اشارہ اپی مثلنی کی طرف تھا۔ کو بتا بے کی سے ہنتی رہی۔

ڈاکٹرموہن اور ڈاکٹر وملا وہاں ہے راؤنٹر لینے کی غرض ہے گزر مکئے تو مومنہ کو پتا کے ساتھ والی خالی کری پر آ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔

'' عائشہ! بیطلحہ احمد کو فارغ کرنے کا کیا قصہ ہے؟'' اس کا لہجہ سر گوثی ہے ذرا ونچا تھا۔ ساتھ بی اس نے سرلیش کو اشارہ کیا کہ ابھی کسی مریض کو اندر نہ جمیعے۔

کویتا نے کری کی پشت سے سرٹکائے ٹکائے مومنہ کو ہوں دیکھا کویا اس کی کوکوں رہی ہو پھرایک گہری سانس کھینج کرسیدھی ہوئی۔ ' اصولاً تو یہ کام تہمیں کل ردینا چاہیے تھا۔ یہاں کے حالات دیکھ رہی ہوتم! اس قدر بگڑتے جارہے ہیں۔ مان پیشنٹ بے چارے دیکے بیٹھے ہیں اور ایسے میں طلحہ احمد کا مزید یہاں رہنا کیا ، ہوتا۔ اگر اس کا بحید کھل جاتا تو؟''

'' یہ بتاؤ' یہ آئیڈیا تمہارا تھا یا طلحہ احمد کا؟'' مومنہ کے لیجے میں جیرت بھی تھی کمی س شرارت بھی۔

کویتا کی پلکوں پر بیک وفت خفیف سا بوجھ آن گرا۔ '' میرا' خالص میرا' اس اکوتو بردی مشکل سے میں نے راضی کیا ہے یہاں سے بھیجنے پر۔''

"اوروہ مان کمیا' ہے تا کمال کی بات!" مومنہ ایک مجری سانس تھینچ کر بے رہیں۔ رہنی۔

اس ہنسی نے کویتا کے چبرے کو دم بھر کیلئے متغیر کیا تھا۔ دوسرے مل وہ اتے ہوئے مومنہ کوآئیس وکھارہی تھی۔

ڈاکٹر موہن اور وملا کو اندر آتے و کمھے کروہ کری دھکیل کر اٹھتے ہوئے ہوئے۔ اب بجھے ان چھی دواورتم لوگ مریض بھکٹاؤ۔ نائٹ ڈیوٹی نے تو آج مجھے بڑا تھکا '،

مولمنہ نے دیکھا'اس کی آئیمیں رت جکے کی چغلی کھا رہی تھیں۔ سیاہ خوش نما ال کے زیریں کنارے سرخ دکھائی وے رہے تھے۔ اس کا خیال تھا یہ تھکن' یہ ل نائٹ ڈیوٹی کے باعث نہیں تھی۔ اس کی '' خاص وجہ'' طلحہ احمد تھا اور وہ کوئی والوں نے بھی بڑھا چڑھا کر لکھا۔ مسلمانوں اور خصوصا مجاہدوں پر پیچڑا چھالا۔
ہیتال کے مسلمان مریض پہلے ہی ہیتال کے عملے کے نارواسلوک کو سہتے
رہتے تھے اب تو سب کے رویئے ہی نا قابل برداشت ہوتے جا رہے تھے۔ ایسے میں
طلحہ احمد کی موجودگی مومنہ کیلئے اہم مسئلہ نی ہوئی تھی۔ آج ہیتال آتے ہوئے اس کا
ذہن طلحہ احمد کی طرف ہی لگا ہوا تھا کہ کو بتانے صبح ہی صبح چھو شیح ہی اسے یہ اطلاع دی
کہ اس نے وارڈ کے بیڈ نمبر دو کے مریض طلحہ احمد کو اربی مارنگ ہی فارغ کر دیا ہے۔
اس کا کہنا تھا کہ اس نے رات خاصا شور مجایا تھا اورڈ اکٹر زکو برا بھلا کہا کہ اس کا علاج
بہتر طور پر نہیں ہور ہا ہے سو وہ یہاں سے جانا جا بتا ہے۔ کو بتانے سرجن جگن ناتھ کی

اجازت کے کراہے میں جو ڈسچارج کردیا۔ مومنہ کیلئے بی خبر جہال تلی بخش تھی۔ وہاں جبرت آمیز بھی وہ کویتا کی طرف دیمنی رہ گئی جبکہ کویتا کا انداز بے حد اطمینان بحرا تھا۔ وہ جائے کی چسکیاں دھیرے دھیرے بحرری تھی بھر یکدم موضوع بدل کرڈاکٹرسنیل سے مخاطب ہوئی۔

و سنیل جی! آپ نے ڈاکٹر مومنہ کو ابھی تک اس کی مثلی ہو جانے کی مبارکبادہیں دی؟''اس کے انداز میں ہکی سی چھیڑتھی۔

ڈاکٹرسنیل جو پہلے ہی اس خبر پر دل شکستہ ہوکر بلبلا رہا تھا۔کو بتا کی اس چھیڑ نے اس کے زخموں پر نمک کا ہی کام کیا تھا۔ اس نے گرم گرم جائے کا کھونٹ یوں حلق سے اتارا جیسے وہ سیال شے نہ ہو۔ کوئی سخت تھوس چیز ہو۔ پھر پیالی پرچ پر پخ کر قدرے نا گواری سے بولا۔

"میرا خیال ہے۔ آپ لوگوں کی ڈیوٹی میں چائے کا وقفہ کھے زیادہ ہی لمباہو کیا ہے۔ آپ لوگوں کی ڈیوٹی میں چائے کا وقفہ کھے زیادہ ہی لمباہو کیا ہے۔ آپ مریض بھکتا ہے۔ یوں بیٹھ کر کیس نہلز ایئے۔ "وہ عکدم کری تھینج کر کھڑا ہو کیا تھا۔ اس کا انداز اس قدر زہر بجھا تھا کہ مومنہ نے چونک کر دیکھا۔ وہ چاپی جھلاتا ڈیوٹی روم سے باہرنکل گیا۔

کویتا کی بے اختیار بنی پرمومنہ نے اسے گھور کر دیکھا۔ " بے چارہ نراش

" ومتهمیں ضرورت کیا ہے جو بی خبر یہاں سے وہاں نشر کرتی پھر رہی ہو؟"

سکے۔ نی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ دسلم کی پاکیزہ تہذیب کے دشمنوں کوختم کر سکے۔ وہ میدان جہاد کا وہ پردانہ تھا جوزندگی کی شمع کے گردنہیں بلکہ شمع شہادت کے گردفدویا نہ نگار ہونے کو مچل رہا تھا۔

مومنه کوید خاموش مزاج اجلے سرایا والاطلحه احمد بالکل بھائی کی طرح عزیز تھا۔ وہ خود بھی مومنه کی بڑی عزت اور احترام کرتا تھا۔ بھی بھی کوئی شرارت بھی کرجاتا تھا۔

مومنہ نے دل بی ول میں سوچا کہ وہ طلحہ احمد کو کو بتا کے جذبوں سے ایک دن خود بی آگاہ کر دے گی۔ اسے کو بتا ہے حد عزیز تھی۔ جس دن سے وہ مسلمان ہوئی تھی اس دن سے وہ اسے ول میں کو بتا کیلئے اور بھی کشادگی محسوس کرنے گئی تھی۔

کویتا نائث ڈیوٹی بھگنا کر کھر لوٹی تو ماتا بی تھلے میں بے قرار روح کی مانند چک پھیریاں کھاری تغییں۔اسے دیکھتے ہی اس کی طرف کپیس۔

" عائشہ! برکاش آیا تھا۔ ابھی مجھے سے پہلے ہی ممیا ہے۔ "ان کے لیجے سے ی نہیں چہرے سے بھی وحشت فیک رہی تھی۔

اس کا ہاتھ لحظہ بھرائے کندھے سے لٹکتے بیک کے بیلٹ پرلرز کررہ کیا۔'' کیا کہدرہا تھا؟'' دوسرے بل ایک بھنجی بھنجی سانس تھینچتے ہوئے اس نے بیک صحن میں بڑے تخت پر پھینکا۔

"اسے خبر ہوگئی ہے کہ ہم مسلمان ہو سکتے ہیں۔ تیری بھنک تو پہلے بی پڑگئی تھی ۔ ہے آشا کے ذریعے۔"

" ہاں ہوئی ہوں میں مسلمان اس کو کیا تکلیف ہے۔ ہم نے کوئی پاپ نہیں کیا۔ ایک سے خرجب کو اپنایا ہے۔ کسی کی ہمیانہیں کی۔ ڈاکٹہیں ڈالا من اور راسی کا استہ چنا ہے۔ اسے ہم سے کیا لیما دینا کیوں آیا وہ ادھر! تم نے اسے اندر کیوں تھنے یا؟ " وہ غصے سے بچر گئی۔ اسے ماتا جی کا متوحش چرہ ہی سب سمجھا کیا تھا کہ پرکاش کس انداز اور روئے سے ماتا جی سے بات کر کے کیا ہے۔ کس انداز اور روئے سے ماتا جی سے بات کر کے کیا ہے۔ " میں میں کیا اندر نہ آنے دیتی۔ وہ تو استے کر دوھ میں تھا۔ کھر میں کھس کر " میں میں کیا اندر نہ آنے دیتی۔ وہ تو استے کر دوھ میں تھا۔ کھر میں کھس کر

نادان کم سن نہ می کہ کو بتا کی آئموں سے چھلکتے وہ رنگ نہ پہچان سکتی جوطلحہ احمد کے نام برشنق کی طرح اس کی آئموں کے آسان برا بحرآتے تھے۔

دہ بیسوی کر پریٹان تھی کہ کو بتا انجانے میں جس راستے پرقدم رکھ پھی ہے۔ دہاں آ سے اس کیلئے کوئی خوش نما منزل تھی بھی یانہیں۔ دہ نہیں جانتی تھی کہ طلحہ احمہ کے دل میں کو بتا کیلئے کوئی نرم کوشہ بھی ہے یانہیں۔ حتیٰ کہ دہ کو بتا کے جذبوں تک ہے بھی آگاہ تھایانہیں۔

وہ کم کو خوش شکل مضبوط جسم اور مصوم آئموں والاطلحہ احمد جس کا دل فطری تمناؤں کے سیل رواں میں بہنے سے زیادہ فنا کے جنون میں خدا کا فدوی تھا۔

وہ فتا کے اس سفر میں تھا جس پر بقا قربان ہوتی ہے۔ اس نے تو اپنے ول میں وہ عہد و پیان باعدہ سکتا۔ پانہیں وہ ان فطری میں تقاضوں براتوجہ دیتا بھی ہے یانہیں؟

' کونتا کے کونیل جیسے نازک جذبوں کو پذیرائی بخشا بھی ہے یائیس۔ اس کے اندر بہت می سوچیں' فکریں سراٹھانے کی تغییں۔

طلح احمد کے بارے میں اسے غازی شاہ کے ذریعے بی پتا چلا تھا کہ اس کا پورا گھرانا آج سے سات سال پہلے بھارتی فوبی در ندوں کے ہاتھوں پاہل ہوا تھا۔ وہ سب ایک رشتے دار کی شادی میں شریک تھے۔ جب براتیوں سے بحری بس پر بھارتی در عول نے دحشیانہ تملہ کر دیا۔ انسی کی چبکاریں دم تو ڈکئیں۔ بس میں بھونچال آگیا۔ تھے چیخوں میں بدل مجے۔ کتنے بی لوگ ان آگ بحری کو لیوں سے موقع پر بی دم تو ڈکئیں۔ بس می بدل مجے کے گئی ذخی می کئے کتنے خود کو بچانے کیا جس سے کود اور ٹائروں میں آگر کیا ہے۔ کئی ذخی موقع بر بی دنیا لئے بھی موئے۔ طلح احمد بھی ان زخیوں میں سے تھا اور جب ہوش آیا تو اس کی اپنی دنیا لئے بھی موئے۔ اس کی دونوں معموم دی اور بارہ سالہ بہنیں اور ہاں باپ اس سے بمیشہ کیلئے بھی میں۔ اس کی دونوں معموم دی اور بارہ سالہ بہنیں اور ہاں باپ اس سے بمیشہ کیلئے بھی میں۔ اس کی دونوں معموم دی اور بارہ سالہ بہنیں اور ہاں باپ اس سے بمیشہ کیلئے بھی میں۔ سے طلح احمد نے غازی شاہ کی تحریک میں شمولیت اختیار کر لی تھی۔

ہر کشمیری مسلمان کی طرح اس کے دل میں بھی بھارتی در تدوں کیخلاف نفرت کا ایک بحریکی مسلمان کی طرح اس کے دل میں بھی بھارتی در تدوی کی خلاف نفرت کا ایک بحریکراں موجزن تھا۔ وہ ایسی زندگی پر موت کوتر جمع دیتا تھا محرزندہ صرف اس کے رہنا جا ہتا تھا کہ خدا کی راہ میں جہاد کر کے ان ظالموں اور کفار کی بلغار کوتہس شہس کر

وہ ناشتا وہیں جھوڑ کر صرف جائے کا گک اٹھا کر چوکی برجا جیمی ۔اس کے كاش كيخلاف نفرت كاايك ريلا اثھ رہا تھا۔ بہمشكل وہ اس البلتے لا وے كو دہا رہى ابيا لگ رہاتھا۔ دماغ کی رکیس چنج جائیں گی۔

ا جا تک اس کے ذہن میں مولوی جی کا سائبان جیبا سرایا ابھر آیا۔ وہ جائے ے بروے محونث بھر کر چوکی سے اٹھتے ہوئے بولی۔

" میں ذرا مولوی جی کی طرف جا رہی ہوں ماتا جی بہت دن ہوئے بی بی ، جہیں کمی ہوں۔'' ماتا جی نے سر ہلا دیا۔ انہیں بتا تھا وہ جب بریثان ہوتی تھی' جی کی طرف دوڑ جاتی تھی اور سے تو بہتھا کہ مولوی جی کی باتیں اے برسی تقویت ں بلکہ وہ جب آ کر وہ امرت جیسے لفظ لفظ ان کی ساعتوں میں بھی محولتی تو ان رجھی الیمی شانتی اتر جاتی جیسے شام ہوتے ہی سمندر کی موجوں کی ہیم پلغار کا دم ہاتا ہے اور وہ دھیرے وھریے بہتی ساحل کی محود میں سر ڈال کر مھنڈی پرسکون یں جذب ہونے لکتی ہیں۔ كالم كلوج كرنے لگا۔ ميں تنهائقي۔ اس كے مندلكتي تو كيا خبر وہ مجھے جان ہے ہى مارا والتا- كهدر ما تقامسلمان مونا بي قرباني كيلي تيار موجانا من في كما مم في تيراكيا بگاڑا ہے۔ہمیں سکھ چین سے اپنے کھر میں پڑار ہے دے۔کو بتا ہے جا کرہیتال میں مل لے اور جو کہنا ہے جا کراہے سنا دے۔ پر تیرا نام سنتے ہی آگ پر جا بیٹھا تھا۔ کہنے لگا سارا کیا دھرااس حرام زادی کا بی ہے۔اس کوتو میں بعد میں نمٹوں کا پہلے سجے خبردار

" بس کرو ماں!" کویتا کواینے اعصاب غصے سے چیجئے ہوئے محسوس ہونے کے۔'' اس کی ہمت کیسے ہوئی کہ وہ ایس محشیا بھاشا استعال کرے تیرے سامنے منہ نہا نوچ لیا تو نے اس کا۔ 'وہ بری طرح چنجی تھی۔

ووسش مستدبول مبلے بی مطلے کے لوگ برکاش کی آ داز برچونک المطب تنے اور اب توسیمی کوخبر ہوگئی ہے ہمارے مسلمان ہو جانے کی۔' ماتا جی نے اس کے كندهے ير ہاتھ ركھ كر ملكے سے دبايا۔" چل اندرچل۔"

'' بہر حال اب جب بھی وہ تھٹیا آ دمی آئے۔ دروازہ نہیں کھولنا۔ باہر ہی سے چلنا کر دینا۔''اس نے غصے کو دباتے ہوئے ماتا جی کا ہاتھ اپنے کندھے سے ہٹا کراپنے ہاتھ میں تھام لیا پھر تھیتیانے لگی۔

" تو چتا مت کر وہ صرف بھو تکنے والا کہا ہے۔ بوں بھی میں پہلے ہی اس سے ہرتعلق توڑ چکی ہوں اور اب تو ہمارا اس سے تعلق بالکل ختم ہی سمجھو۔''

'' مجھے تو اس کے کردوھ سے بڑا ہی ڈر بیٹھ کیا ہے عائشہ! وہ بڑا دشٹ اور اناركست مندؤ ہے۔ابيا لگ رہا تھا۔ وہ اس سے ميرا خون بي جائے گا۔ كيول نہم يہ محلّمہ بدل لیں اور اب تو محلے والے بھی ہارے خلاف ہو محتے ہیں۔ آشا اور اس کی ماں ہر ایک سے ہارے خلاف زہر اگلتی مجر رہی ہیں۔' ماتا جی رسوئی کی طرف بوصتے

کویتا نے دیکھا ان کے کمزور بوڑھے وجود پر پرکاش کا خوف بری طرح مسلط تھا۔ بہرحال یہ بات اس کیلئے بھی تشویش کا باعث تھی کہ وہ اس کی غیر موجودگی من آ آ کر ماتا جی کوڈرایا' دھمکایا کرےگا۔

ال صرف اس کے جنم لے رہی ہیں کہ ان کے پاس روحانی سہار انہیں سیح عقیدہ

مولانا خواجه محمد في د بلوي في خوب فرمايا ہے كه وعقيده غيرمحسوس انداز من ے کردار کی تخلیق اور تعمیر پر ندصرف اثر انداز ہوتا ہے بلکہ اے ایک مخصوص سانچے ا هالنا ہے۔ ہمیں ہا بھی نہیں چانا اور جارا کردار ایک خاص سمج بر مرتب ہوتا چلا ہے۔ بیابن آ دم کے ذہن کی مجرائیوں میں جڑ پکڑ کر کردار کی صورت میں برگ و نا ہے۔اس کے ایک سے مسلمان کا کردار'ایک سے مومن کا کردار بین طور پراس نج میں ڈھلتا ہے اور پیرسانچا دوسرے سانچوں سے قطعی طور پرممیز ہے۔ جبیہا ، ہوگا چیز اس سے ولی ہی شکل اختیار کر کے نکلے گی۔ اس لیے صرف آپ کی ت اخلاق اور اطوار ا پنانے سے مسلم کروار حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ اگر آپ کے مسلم ر کی تمنا ہوتومسلم عقیدے کو اپنانا لازی ہے۔

حضرت عمر کوجس نے عمر فاروق بنایا وہ'' اسلام'' تھا اور طارق بن زیاد ہے نے کشتیاں جلوا دیں اور کہلوایا '' ہر ملک' ملک ما است کہ ملک خدائے ما است' وہ

جس نے خونخو ارمغلوں میں تیمور اور باہر پیدا کیے وہ'' اسلام'' تھا ورنہ اس کسل اكواور چنكيز پيدا موتے تھے اور "آتش سوزال" كالقب ياتے تھے۔ تينے بے نيام بہلے بھی تصےاسلام کے بجاؤنے انہیں فاروق حق و باطل بنا دیا۔

بس الله لاشركيك كى وحدانيت كا اقر ار دلول كوسكون بخشا ہے۔عقيدےكوراسخ ے۔ حق و باطل میں تمیز پیدا کر کے کردار کی تعمیل کرتا ہے۔ معجزانہ طور پر ہارے وسکون کی نعمت ہے مالا مال کر دیتا ہے اور بیہ وحدانیت کیا ہے۔'' کلمہ طیبہ۔''

جو مضطرب ہے اس کی طرف التفات ہے آخر خدا کے نام میں کوئی تو بات ہے '' ایک امیر خدا کی ہستی کا اس شدت کے ساتھ منکر و مخالف ہو گیا تھا کہ اس ہے دیوان خانے میں ایک بڑے شختے پر بیفقرہ موٹے حروف میں تکھوا رکھا تھا کہ

جرم سے ناول ، مالمند وانتجست ، بجوں کی کہانیاں ، عمران سیر میز جم سے ناول ، مالمند وانتجست ، بجوں کی کہانیاں ، عمران سیر میز جم سے ناول ، مالمند وانتجست ، بجوں کی کہانیاں ، عمران سیر میز آنسنان الباحك لا لنجرانيزى 0331-7233296 0334.9630911 عظم احرطارت 14 9630911

'' انسان کا ایک جزوحیوانی ہے جو اس کو حیوانوں سے ملاتا ہے اور ایک جڑو روحانی ہے جواسے رحمٰن سے ملاتا ہے۔ سو جب دوسرے رشتے کا تعلق قطع ہو جائے 🗗 انسان صرف حیوان رہ جاتا ہے اور رحمان ہے محروم ممر ایک مسلمان کو بیہ بڑی سعاوت حاصل ہے کہاہے روحانی سہارامیسر ہے۔اس کالعلق رحمان ہے جڑا ہوا ہے اور اثو ہے ہے۔ بیرد جانی سہارا اے بھٹلنے نہیں دیتا۔اے پہتی میں گرنے ہے روکے رکھتا ہے۔ وہ اگر رحمٰن سے اپنا تعلق بہیان لے تو پھر وہ اشرف المخلوقات کی تمام مفات سے بہر مند ہو جاتا ہے۔ وہ رحمٰن کی رحمت میں آجاتا ہے اور اس کے اندر سے تمام دوسر باطل خوف مث جاتے ہیں۔اس واحد لاشریک کے اقرار واعتراف کا دل پراخلاقی ایک یر تا ہے۔اطاعت خشوع واستقلال تو کل اور اخلاص کی حالت صرف ای وقت ول م طاری ہوسکتی ہے جب بیر خیال ہو کہ ہاری تمام حاجتوں ممام ضرورتوں ممام امیدول اور پر بیٹانیوں کا ایک ہی مرکز ہے۔ یہی وہ دروازہ ہے جس سے انسان کو اظمینان قلب اورامل سہارا حامل ہوتا ہے۔ حق تعالی خود فرماتا ہے۔

'' خوب سن لو کہ اللہ کے ذکر ہے دلوں کو اطمینان نصیب ہوتا ہے۔''

مادہ برست لوگ سکون قلب کو اعلیٰ درجے کے ملبوسات مکانات والس ٹروت' حکومت' سلطنت میں ڈھونڈتے ہیں۔ حالانکہ بیددولت صرف اللہ کے ذکر ہے۔ حاصل ہوتی ہے۔ اسپاب راحت ہوں تب بھی بغیر رجوع الی اللہ اور ذکر اللہ کے شا ہم کوغم و اندوہ سے نجات کے گئ نہ سکون خاطر نصیب ہو گا۔ بیر روحانی سہارا مسلمانوں کے قلب کو بھٹلنے بھم نے نہیں ویتا۔

آج مغرب اور ماده پرست ملکول میں اتنا فرسٹریشن اتنا اضطراب اور نفسال

" أو آو طلحه كيسة تا موا؟" مولوى خصر محمد في ماته دهوكر توليا المايا تخت كى طرف برصتے ہوئے انہوں نے طلحہ احمد کا بھی خیر مقدم کیا۔ وہ ان کی آ داز پر بلیث کران کی طرف بڑھ کیا۔

" میں تمہارا ہی انظار کررہا تھا۔" وہ تخت پر بیٹھ مکئے تو طلحہ احمد موڑھا تھینج کر ان کے سامنے بیٹھ کیا۔

"اب کیسی طبیعت ہے تہاری ہسپتال ہے کب ڈسیارج ہوئے۔" بی بی مجمی اے ویکھ کر باور چی خانے ہے باہر ہو تنکیں۔ان کی نگاہیں اس کے سرایے کا جائزہ لے ربی تعیں ۔ طلحه احمد کے لیوں کی تراش میں بے اختیار مدھم مسکراہت جھلک کر معدوم ہوئی تھی۔اس کا مطلب تھانی نی کواس ملائنگ سے اور اس حقیقت ہے بے خبر رکھا گیا تھا۔ اس نے بوئبی مولوی جی کی طرف دیکھا مگر وہاں ممہری سنجیدگی تھی۔ وہ تولیہ تخت کے سر ہانے کھیلا کر تھے کے نیچ سے اپی سیع نکال رہے تھے۔

"مومنه نے مجھے بتایا تونہیں کہتم وسیارج ہو مکئے ہو۔"

" و و البيل مي بي بي إجرا كيا حميا مول " اس كي نكاه بعثلتي موئي باور جي خانے کے اس کوشے کی طرف جا کر بلیث آئی۔ وہ چوکی سے اٹھ کر باور جی خانے کی اندر کی د بوار ہے بالکل لگ کر کھٹری ہو گئی تھی۔

" بین وہ کیوں؟ مومنہ سے شکایت نہیں کی تم نے؟" سادہ ی بی بی بریثان ہو تنیں۔ ادھرکویتا کواپنی پیشانی عجیب سی بیش سے جلتی محسوس ہونے لی۔ کو کہ وہ اس کی طرف نہیں دیکھ رہاتھا تکراہے لگ رہاتھا وہ اس کے جاروں طرف اپنی نگاہوں کا حصار

'' کی تھی شکایت اس ہے بھی تمروہ کہنے گلی کہ جس نے بھی تنہیں ہپتال ہے تكالا ہے۔ بالكل محك كيا ہے۔ ميں اس كے اس كام سے بہت خوش موں۔' وو شریر کہیں گا۔ ' بی بی اس کی آئی کھوں اور لیوں پر چھلنے والی مسکراہٹ و کھے کر

ہنں ویں اور ملکے سے اس کے سریر چیت لگا کر باور چی خانے کی طرف بڑھتے ہوئے

"ا چھے خاصے ٹھیک ٹھاک لگ رہے ہو۔ مجھ بڑھی کو بونہی بے وقوف بناتے

'' خدا کہیں نہیں ہے۔'' (God is No Where)ایک مرتبہ وہ سخت بیار ہو ایک دوست اس کی عیادت کو آیا جس کے ہمراہ ایک بچہ بھی تھا۔ دوست مصروف عیلا ہو گیا اور بچہ کمرے کی تصویروں ہے دل بہلاتا رہا۔ تا گاہ بیجے کی نگاہ اس شختے پر م جس کواس نے اینے معصوبانداز اور بلند آواز کے ساتھ اس طرح پڑھا od is (Nowhere لیعنی'' خدا اب یہاں ہے'' اس امیر آ دمی نے جس وفت بیہ الفاظ امنا عبارت سے ہٹا کر اس تغیر کے ساتھ سنے تو ان کے حقیقی مفہوم سے متاثر ہوکر ا بدعقیدی سے فوراً تائب ہو کمیا اور خدا تعالیٰ نے بھی اسے صحت عطا فر مائی۔ تو پس حاصل کلام یہ ہے کہ کثرت ہے ذکر اللہ کیا کرو۔اس ہے قلب سکو یاتے ہیں کہ یمی اس کے در ہر جھک جانے والا سر پھر کسی کے آستانے ہر جھکنے کا علی تہیں رہتا۔ بیسر کٹ جانے کوضرور تیار رہتے ہیں مگر جھکنے کوئییں۔ یمی فنا ہے جس میں بقا کا رازمضمر ہے۔ یمی اپنی بشریت کی تنستلی ہے جا

میں اصل فتح اور فلاح ہے۔ یہی وہ عاجزی ہے جس میں بلندی پنہاں ہے۔'' مولوی خصر محمہ کا نورانی چہرہ اور مہربان جائدتی جیسے جملے کو یتا کے ول ایک

شور بدہ سمندر کو پرسکون ٹھنڈی ندی میں ڈھال رہے تھے۔ ایک کلمہ یاک نے اے بری نعمتوں سے ہمکنار کر دیا تھا۔اے اب احساس ہور ہاتھا کہ'' آند' کے کہتے ہیں طمانیت قلب کیا ہے؟ سکون کی منزل کے کہتے ہیں۔

وہ حقیقتا خود کو ان ٹھنڈے بادلوں کی طرح ملکی پھلکی محسوس کرنے لگی جوا۔

اندر کا سارا بوجھ زمین براتار کر ہوامیں تیرتے پھرتے ہیں۔

وہ نی نی کے میاس باور جی خانے میں بیتھی انہیں ہندی اوب ہے مکڑ ہے، ر بی تھی۔ اس کی آواز بہت متر نم تھی۔ بی بی کے کانوں کو بردا بھلا لگ رہا تھا۔ ابھی دوسراشعرسناتی کے معالیت سے ایک بھاری مردانہ آواز نے ابھر کراہے چوتکا دیا۔ '' السلام عليكم بي بي !'' ده طلحه احمد تقا۔ وه اس مانوس آ واز پر جھنكا كھا كر پلني او

جیے لمحہ بھر کیلئے طلحہ احمد کے سامنے کا کنات تھہر گئی۔اس کی نظریں بھی اس مانوس چرہ سے فکرا کر لحظہ بھر کو نہ جھیک سکیں مگر جلد ہی اس نے بڑی سرعت سے نظروں کا ڈاو بدل دیا اور بادر چی خانے کے دروازے پر جمایا ہوا ہاتھ ہٹا کر آ ہستگی ہے چیچے ہو گیا ہا ،۔ جا ہے کوئی بھی زبان ہو۔ ہیاری اور من مؤنی آ واز اسے پرتا میر بنا ویتی ہے۔' بی بی بی بی بات پر اس نے ملکیں اٹھا کران کے پرشفقت چیرے کو دیکھا۔ کچھ کتنے میں انگیاں ترامیۃ خلیص میں میں کی تعریف کے جو لیتے جو سے را میں اس موجود

ابادل چفنے لکتے ہیں۔اس کی پلیس آپوں آپنم مونے لکیں۔

بھگتی پران سے ہوت ہے من دے کیجے بھاؤ پرمارتھ پرتیت میں بیہ تن جاؤ تو جاؤ پریم بھاؤ اک جاہے بھیک انیک بنائے چاہے گھر میں باس کر چاہے بن میں جائے پریم کہانی بس بھری مت سنیو کوئی آئے باتوں باتوں بس چڑھے دیکھت ہی ڈس جائے

(ترجمہ)
عبادت روح سے ہوتی ہے دل دے کر کرو محبت
نیک راستے کی آ زمائش میں اگر بیجم جائے تو جائے
محبت تو سلوک ایک چاہیے خواہ بھیں ہے شار بتا لو
چاہے گھر میں قیام کرو خواہ جنگل میں جاؤ
داستان محبت زہر بجری مت سنو کوئی آئے
باتوں باتوں میں زہر چڑھے دیکھتے ہی ڈی جائے

سکھ میں سمرن نا کیا دکھ میں کیا ہے یاد کے کبیر تا داس اس کی کون سنے فریاد (ترجمہ)

آرام میں یاد خدا نہ کیا دکھ میں کیا ہے یاد کے بیراس مطلب پرست فرمانبردار کی کون سنے فریاد کے بیراس مطلب پرست فرمانبردار کی کون سنے فریاد آخری شعر سناتے ہوئے اس نے ہمدتن گوش بی بی کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ کر

الی الی نیک بخت عورت ذات کو بے وقوف بنانے کی ضرورت ہی کیا ہے۔'' مولوی جی بے ساختہ مسلم کی سے بولے تھے۔طلحہ احمکل کرہنس پڑا جبکہ باور جی خانے کی

دیوار پر ہاتھ رکھ کر بی بی نے بیٹ کرمولوی جی کومصنوی بن سے محورا پھرمسکرا کرسر

ہلاتے ہوئے کو پتا کو دیکھا۔

"دومردوں میں ہم بھلا جیت سکیں ہے۔" کویتا ان کی آ واز پر چوکی پھر کسی دھیان سے نکل کرایک مہری سانس تھینج کرنظریں جھکالیں۔

" میک کہتی ہیں آپ عورت ذات کا کام تو ہارنا ہی ہے۔ بھی حالات سے

بھی اپنے من کی آشاہے۔

موہ مہا دکھ روپ ہے تاہ کو مار نکار پربت جگت کی چھوڑ دیے تب ہوؤے تار ندی کا ناؤ کا بیٹمنا پلک ایک کی پربت بلل میں جات ہیں کہی جگت کی ربت بلل میں جات ہیں کہی جگت کی ربت دو جیون میں کانٹھ بندھے جب ہومن کا میل یا تو کھیلو انت تک یا مت کھیلو یہ کھیل (ترجمہ)

مجت دنیا سخت تکلیف دہ ہے اس کو مار نکال محبت دنیا کی ترک کر دے تب ہو گا سبدوش دریا میں کشتی پر بیٹھنا ایک ساعت کی محبت ہے بل میں جدا ہو جاتے ہیں یہی دنیا کا طریقہ ہے دد دلوں میں گانٹھ بندھے جب ہو دل کا ملاپ یا تو کھیلو آخر سکے یا مت کھیلو ہے کھیل

'' ہاں سناؤ' جیب کیوں ہو تئیں۔ بڑا اچھا لگ رہا ہے سننا'' بی بی نے بکدم کسی خیال میں کھوکر جیب ہو جانے والی کو بتا کا کندھا دبایا۔

وہ ملکے سے مشکرا دی۔ '' آپ کو مجھ آجاتی ہے ہندی بھاشا؟''

" ہاں کیوں نہیں بڑی بیاری بونی ہے اور پھر تمہاری تو آواز میں بڑا جادو

ایک بلکی س سانس تھینچی ۔

بی بی نے اپنے بوڑھے ہاتھوں سے اس کے سبک گندی ہاتھوں کو تھام،
لیا۔ " سی کہتے ہیں کہنے والے کہ آ واز کا تعلق براہ راست ول سے ہے۔ آ واز کی کمان،
سے لکا ہوا تیر تھیک ول پر جا لگتا ہے۔"

اس کی مدهم آواز باور چی خانے سے نکل کر ہوا کے دوش پرلہراتی طلحہ احمد کی ا ساعت سے جا کھرائی تھی۔

پیانہیں آب وہ دانستہ اس طرف متوجہ تھا یا بے دھیانی میں بھی اس طرف میان تھا۔

اسے بوں لگا اس کے دل کی پرسکون سلے پر کوئی جیکیلی شے جیب سے کری ہو۔
ادر پانی میں تلاطم بر پا ہو گیا ہو۔ تو پھر یہ بھی سے بی ہی ہے مبالغہ بیس کہ یہ تفہرے ہوئے
پانی میں تلاطم پیدا کردیتی ہے۔
پانی میں تلاطم پیدا کردیتی ہے۔

وہ کتنی دہر یونمی اپنے دل کی جمیل کے تلاقم کا شورسنتا رہا پھر یکدم جیسے اپنے ہی اس شور سے گھبرا کرموڑھے ہے کھڑا ہو گیا۔

ده مولوی خصر محمد کو عازی شاه کا پیغام دینے آیا تھا۔ ارادہ تو تھا کہ پھے دم مولوی جی کی محبت میں بیٹھے گا مگر جانے کیوں وہ جانے کا ارادہ باندھ بیٹھا۔

'' جیٹھو کہاں جارہے ہو۔ قہوہ بی کر بی جاتا۔''

''نبیں مولوی صاحب! اب میں چلوں گا۔ اللہ حافظ نی نی!' اس نے مولوی ا کی ہے مصافحہ کیا پھررخ موڑ کر باور چی خانے سے چند قدم کے فاصلے پررک کر بہ آوالہ بلند بولا۔ اس کا لہجہ کو کہ سادہ ساتھا مگر اس میں بلاکی سردمبری رچی ہوئی تھی جیسے احساسات اور جذبات میں لیکفت سردسردصحراسا اثر آیا ہو۔ وہ اپنی یہ کیفیت خود بھی نہ سمجھ بایا۔

ہ بی بی باور چی خانے سے نکل کر اسے قہوے کیلئے روکتیں وہ بڑی سرعت ہے۔ واقعلی درواز ہے ہے باہرنکل کمیا تھا۔

کویتا کے دل میں ایک سناٹا اتر آیا۔ وہ چوکی پر بیٹھے بیٹھے داخلی دروازے کی چوکھٹ کو مھور کررہ گئی۔کوئی کیا کرے۔کوئی چیکے سے کسی کا جزو و جان بن جائے۔اس کے من میں اتر جائے تو دوسرے کا اختیار تو چھن جاتا ہے نا۔

محبت موسم تو نہیں ہے کہ اس کے آنے کا وقت مقرر ہو۔ یہ تو کھر درے
پودے پراگ آنے والا وہ صحرائی پھول ہے جوابی خوشبو سے خود بھی بے خبر نا آشنا ہوتا
ہے۔اس پر جب ہوا چلتی ہے جھڑ چلتے ہیں تو وہ لہرا کراپی مست خوشبو سے صحرا کو معطر
کر جاتا ہے مگر بھی مجی صحرا میں اس کی خوشبومحسوں کرنے والا کون ہوتا ہے۔ صرف صحرا۔

وہ اچا تک سر جھنگ کر چوکی ہے اٹھ کرمولوی صاحب کی طرف آئی اور میز ہے موٹی جلد والی کتاب اٹھاتے ہوئے بولی۔ "مولوی صاحب! میں یہ کتاب لے جاتی ہوں۔ "مولوی صاحب! میں یہ کتاب لے جاتی ہوں۔ یڑھر کے وال کی۔ "

اے کشمیری زبان سے کافی حد تک آگابی ہوگئ تھی۔ دہ اس روح آفرین کتاب کو پڑھنا ادراس کا ایک ایک لفظ از برکر لینا جا ہتی تھی۔

وہ کتاب کوئسی قیمتی متاع کی طرح سینے سے نگائے مولوی صاحب کے گھر سے نکل آئی۔

♦..... ♦.....

مومنہ کو مایوں بٹھا دیا گیا تھا۔اس نے لا کھ احتجاج کیا کہ دہ یوں بند ہوکر گھر میں نہیں بیٹے سکتی مکرمما اورنورین نے اس کی ایک نہ ٹی۔سبین بھی جدہ سے آ چکی تھیں۔ بخت کی لی نے خالص اپنے ہاتھوں سے بیا ہوا ابٹن بھیجا تھا۔ وہ چکرا کررہ

" اب یہ بھی سب کرنا پڑے گا۔اف مما کی سارا کھی و یہات میں ہوتا ہے۔ وہاں کی عورتوں کیلئے۔وہ ایک عرصے تک نہیں نہا تیں تو ابٹن سے سال بھر کی میل نکالتی ہیں۔''

یں۔ ''چل ہث برتمیز!'' نورین نے اسے ایک ہاتھ جڑ دیا۔'' عائشہ! اسے پکڑ کر پوراابٹن میں مل دو۔ سرجن صاحبہ کی ساری نفاست پہندی ایک طرف رہ جائے گی۔'' دل کی مجرائیوں سے نکلنے والی ان دعاؤں میں سب کی آمین شامل ہوگئی۔ بہارو! پھول برساؤ میرا محبوب آیا ہے ہواؤ! راگنی گاؤ میرا محبوب آیا ہے کویتا شرارت بھرے انداز میں اپنی مہمکی مہمکی آواز میں گانے گئی۔ سبین اور نورین تالیاں پیٹ کراس کا ساتھ دینے لگیں۔

او لالی مجول کی مہندی نگا ان کورے ہاتھوں میں اتر آ اے گھٹا کا جل نگا ان پیاری آ مکھوں میں ستارہ! باتک مجر جاؤ میرا محبوب آیا ہے ستارہ! باتک مجر جاؤ میرا محبوب آیا ہے

میرامحبوب آیا ہے

♦..... **♦**..... **♦**

وہ پہلی بار پوری طرح شرم کی لپیٹ میں آسٹی تھی۔ پلکوں کی باڑھ پرمنون بوجھے محسوس ہونے لگا تھا۔

بربعد میں اور کہرے سرکی رنگ کے شلوارسوٹ اور کہرے سرکی رنگ کے شلوارسوٹ اور کہرے سرکی رنگ کی داسکٹ میں ملبوس سر پر صافحہ باندھے ہوئے تھا۔ اسے و کھے کر ایسا گمان ہورہا تھا جیسے حقیقنا وہ آسان سے اترا کوئی شنمرادہ ہوادرا پنے پردل میں اپنی شنمرادی کوسمیٹ کر لے جائے ایو۔
لے جائے آیا ہو۔

اس کی سنہری آ تکھیں ہیروں کی ماند جھمگا رہی تعیں۔ وہ سر جھکا کر مولوی صاحب اور بی بی ہے دعا کیں سمیٹ رہا تھا۔ پھر طارق احمہ کے پہلو میں جا کھڑا ہوا۔
اونچا لمبادراز وہ اپنے معناطیسی دجود سے جیسے کا نئات کی ہرشے کو سمریز کرتا جا رہا تھا۔
دلہن بی مومنہ کے پہلو میں جب غازی شاہ کو بیٹھایا گیا تو مومنہ کا سر بول جھک کیا جیسے لاح دنتی کا مہلکا پودا ہوا کے مجت آ میزلس پرخود میں سمٹ کر رہ جاتا ہے۔
فظار وا ہم طرف اب تان دو اک نور کی چادر
بردا شرمیلا دلبر ہے چلا جائے نہ شرما کر
فررا تم دل کو بہلاؤ میرا محبوب آیا ہے۔
فررا تم دل کو بہلاؤ میرا محبوب آیا ہے۔

نورین کی بات نے اسے سی وحشت زدہ کردیا۔ "عائشہ! اگرتم نے ایما کیا تو پھر مجھ سے براکوئی نہیں ہوگا۔ "وہ جان بچانے کوکاؤچ سے آخی مگرصحت مندنورین کے توانا ہاتھوں میں محض بن پانی کی مجھلی کی طرح تزب ہی سکی۔ کویتا نے ایک لیحد کی تا خیر کے بغیراس کے بورے چرے پر ابٹن مل دیا۔

" ابھی غازی شاہ کو بلاتی ہوں۔ تیرا یہ روپ بھی دہ د کھیر لے۔" کو بتانے اسے ڈرایا کے سمجھ کرا جھل بڑی۔

" کیا آا ہے یہاں بلاؤ کی ۔ قل نہ کردوں تہارا۔ "

''قَلَّ تُوتَم غازی شاہ کا ہی کرتی رہتا''سین ہاتھ میں تھال اٹھائے اندر داخل ہوئی۔ اس کے ہمراہ بخت بی بی اور مما بھی تھیں۔ اس کے اس بے باک جملے نے اسے لیا کرر کھ دیا۔ وہ دل ہی دل میں سین کوصلوا تیں سنا کررہ گئی۔

" اب بیرکیا اٹھالائی ہو؟" چیکدار کپڑے سے ڈھکے تھال بلکہ طباق کو دیکھ کر حقیقتا ہی اسے چکر آ گئے تھے۔

'' بیتمہارے سرال ہے آیا ہے اس کا سواگت کرو۔ چلو عائشہ اور نورین اس کی تقیلی پر پتار کھو۔'' سبین نے بیہ کہتے ہوئے تھال سے کپڑا ہٹایا۔ '' میں نے کہا تھا شادی سادگی ہے ہوگی۔'' دہ منہ نائی۔

" ہاں تو سادگی سے بی ہوربی ہے۔ بیرسم اس سے زیادہ آج تک سادگی سے کسی کی نہیں ہوئی۔ چلو ہاتھ آ کے پھیلاؤ۔ ہاس سے پیالائل چپ۔ "سین نے اسے بولنے ویر تولتے دکھے کر کھراگا۔

''کیسی بے شرم دلہن ہو۔ میں تو اس موقع پرشرم کے مارے سرنہیں اٹھا یا رہی ہو۔' مقی اورتم ہوکہ سلسل لڑے جا رہی ہو۔ دیکھا بی بی! ایسی لڑا کا بہول رہی ہے آپ کو۔' '' ایں این' کیوں لڑا کا ہونے گئی۔ بیتو میرے آئٹن کا چاند ہے۔'' بخت بی بی کا دل اس لقب پر پھڑ پھڑا کررہ گیا۔ انہوں نے پیار سے تعال سے لڈو کا مکڑا اٹھا کر اس کے منہ میں ڈال دیا۔ پھر تھیلی پر رکھے پان کے بیتے پر ذراسی مہندی لگائی اور اسے خود سے لگا کراس کی مبیح پیشانی چوم لی۔

" خدا تھے سدا سہائن رکھے۔میرے غازی شاہ کی زندگی بنا کرر کھے۔"

میرامجوب آیاہے

♦.....

غازی شاہ کیلئے مومنہ طارق کا وجود ایک ایبا گھر تھا جس میں آ کر اس کی روح شاد مانی اور طمانیت محسوس کرتی تھی جیسے کسی تھکے ہارے مسافر کو گھر پہنچ کر آ سودگی میسر آتی ہے۔

ایک نارال آدی کی طرح اے بھی ایک جمکسار وفاشعار ساتھی کی طلب رہی تھی جس کے ہمراہ وہ اپنی زندگی کے چھوٹے بوے دکھ سکھ خوشیاں غم شیئر کرتا رہے۔ ایک ایسے سپج دوست کی ضرورت تھی اسے بھی جس پروہ ذاتی اور اجتماعی دکھوں پر جمنجلا ہٹ نکال کر اس کی گود میں سررکھ کرخوب رو سکے اور مومنہ طارق الی ہی وفاشعار قابل اعتماد ساتھی بچی ہمدرد دوست اور رفیق تھی جس کا وجود جس کی عجبت غازی شاہ کیلئے روشنی کے ماندھی اور وہ اس روشنی کو لئے بقیہ سفر طے کرنے کیلئے نئے سرے سے خود کو توانا محسوس کرنے لگا تھا۔ ولیمہ طارق ہاؤس کے لان میں ہی منعقد کیا گیا تھا۔ مگر تمام تر معسوس کرنے لگا تھا۔ ولیمہ طارق ہاؤس کے لان میں ہی منعقد کیا گیا تھا۔ مگر تمام تر سادگی کو اس میں بھی طوظ خاطر رکھا گیا تھا۔ نیلے رنگ کے سوٹ میں البوس مومنہ عورتوں سادگی کو اس میں بھی طوظ خاطر رکھا گیا تھا۔ نیلے رنگ کے سوٹ میں البوس مومنہ عورتوں سے گھیرے سے اٹھ کراندر آگئی تھی۔

'' اب تعورُ ا آرام کرلو۔ کھانا بھی تم نے نہیں کھایا۔ میں پہریجواتی ہوں۔'' سبین اسے کمرے کے دروازے تک چھوڑ گئی۔ اس نے ممنون نظروں سے بہن کو دیکھا اور اندر چلی آئی۔

کویتا بھی اس کمرے میں تھی اور جالی سے لکی باہر لان میں اتری رونق اور روشنیوں کو تک ربی تھی۔ بتا نہیں اس کی نگاہیں کسی کی متلاثی تھیں شاید طلحہ احمد کی۔ اس بلی اس کی نگاہیں کسی کی متلاثی تھیں شاید طلحہ احمد کا ور بلی اسے غازی شاہ کے پہلو میں کھڑا طلحہ احمد دکھائی دیا۔ سیاہ ربی کے شلوار سوٹ اور لیدر کی سیاہ چپلیں پہنے وہ اپنی تمام تر سادگی کے باوجود خاص دکھائی دے رہا تھا۔ بلیدر کی سیاہ چپلیں اپنے وہ اپنی تمام تر سادگی کے باوجود خاص دکھائی دیا باتھی تھیں۔ بلکل اچا تک اس کی نگاہیں جائی والے اس در سیجے کی جانب اٹھی تھیں۔ نظروں کا تصادم ہوا۔ کو بتا کے دل کے اندر کو یا روشنی کا کوئی جھماکا ہوا تھا۔ اس نے گھبرا کرکھڑی کا بردہ تھینجے لیا۔

یہ احساس بڑا بی فرحت انگیز ہوتا ہے کہ کوئی آپ کی پناہ تلاش کر رہا ہو۔ لج چیکے آپ کواینے دل کی مند پر بٹھا کر پوجا کررہا ہو۔

المراحد کے لیوں کی تراض میں بے اختیارانہ مدھم مسکراہٹ اٹد کرمعدوم ہوگئی اردوسرے بل وہ غازی شاہ کی طرف بلیث ممیا تھا۔

'' ایک روشی تو انسان کے اعد ہوتی ہے۔ اسے روش رکھے ہوئے۔ یہ تیز تی ہے۔ اسے روش رکھے ہوئے۔ یہ تیز تی ہے تو زندگی کے رنگ بھی چیکے اور مدھم پڑنے گئے ہیں۔اس روشی کا نام'' محبت' ہے۔'' مومنہ کا ہاتھ اپنے کندھے پرمحسوس کر کے وہ غیر محسوس طور پر چونک کی اور ایک ہری سائس لے کر ہائی۔

" جوروشی تہارے اندر ہے اِسے باہر تلاشنے کی کیا ضرورت ہے۔ بلکہ اس نی کو باہر آنے دواور دوسروں کومنور کر دو۔'

ے بہر کو بتا کی تلم بھر کے لئے جھینپ مٹی۔ شاید یوں جذبوں کے کھل جانے پر۔ نجلا ٹ دانتوں میں دبا کر سر جھکا گئی۔ آ ہستہ آ ہستہ اس کے رخسار دیکنے لگے۔

" تم بہت خوش نصیب ہومومنہ طارق! اور ہر کوئی ایبا خوش نصیب کہاں ہو ا ہے۔" اس نے مومنہ کا دلفریب چہرہ تکا مجراس کا ہاتھ تھام کرمسکرا کر ملکے سے
یا۔" ضروری تو نہیں کہ آپ جس راستے پر چلنے کی آشا کریں وہیں منزل آ کھڑی

''مگر بہر حال منزل کیلئے سفر کا شعور تو لازمی ہے تا' نیج سفر میں تو کوئی فیصلہ اں کیا جا سکتا۔ راستوں کا تعین بھی ٹھیک بھی ہو جاتا ہے اور ایک خوبصورت منزل پ کی منظر ہوتی ہے۔'' مومنہ کا لہجہ کی آ میز تھا۔

'' ہال'اگرراستوں کالغین ٹھیک ہوتب نا۔'' '' کیا مطلب؟'' مومنہ نے اسے کھور کر دیکھا۔

" ہاں آ ں ۔۔۔۔ کی کہتے ہیں دانا کہ امید وہ خوش نما پرندہ ہے جس کے پیچے تا بھا محتے رہنے ہے ہیں کوئی نہیں تھکتا۔ "وہ یاس بھرے انداز میں مسکرائی۔ پھر جیے اس کے مسلم سے نکلتے ہوئے بولی۔ "موموا خدا تہیں سدا یونمی ہنتا بہتا رکھے۔ ارک میں کی تمام آشا کیں پوری ہوں۔ غازی شاہ کے ہمراہ تم جیون کے ہرموڑ ہے۔ ارک من کی تمام آشا کیں پوری ہوں۔ غازی شاہ کے ہمراہ تم جیون کے ہرموڑ ہے۔

تاہم وہ بولائیں۔ ہاں مومنہ کے ولفریب سرایا کوغورے لکا۔

" و بکواس کرر بی ہے بیا کشہ بات وراصل بیہے کہ پایا ہے یا سی سے کہ کر عائشہ کو ممر بجوانے کا انتظام کرو بیخے۔اتنی رات کو دہ تنہا کیسے جائے گی؟ جبکہ اس کے مطے کے حالات بھی اس کیلئے کو تھیک تہیں ہیں۔ 'وہ سجیدگی سے بولی۔

عازی شاہ نے ملکے سے ہنکارا محرکرسر ہلا دیا۔

" کاری باہر کھڑی ہے۔ میں طلحہ سے کہنا ہوں۔ وہ انہیں چھوڑ آئے گا۔ آ جائية عائشه!"اس نے والی ملتے ہوئے کہا۔

کویتا کا دل طلحه احمد کے نام سے بی سینے کی جہار دیواری میں پھیل کرسکڑا تھا اورخون رکوں میں رک رک کر بہنے لگا۔

" جائے اس سے زیادہ آپ کی کیا سیوا کی جائے؟" مومنداس کی طرف محموی اوراہے شرارت آمیز نظروں سے دیکھا۔

کویتانے اسے ایک ہاتھ جڑ دیا۔

''اہے کہتے میں من کی مراد برآ نا۔''

" برسی زبان چل ربی ہے تمہاری اب تم سپتال آنا تمہاری سیوا تو وہیں كردل كى من !" ده اينا اسكارف الخاتى است كمورتى درداز _ سے باہر نكل كئ _ مومند کی مدهر ہلسی اسے دور تک سنائی دی۔ بوئنی رک کر بلیٹ کر دیکھا۔ وہ وروازے ہے لی اسے جاتا و کیوری تھی۔

کویتا کو دہ حسن کا زندہ مجسمہ محسوس ہونے گئی۔ آج تو اس کی حبیب ہی نرالی تھی۔اس کے سلکی بالوں میں لکے موتیا کے تجرے اس کی شفاف کردن اور رخساروں کو چھورے تھے۔اس کے سرایا سے حسن کی عجیب می شعاعیں اٹھتی محسوس مور بی تھیں۔من لبند سے ساتھی کی شکت میں عورت کاحسن سمندر کی طرح لا متنابی ہوجاتا ہے۔سمیٹے

بے غرض سیا جیون ساتھی تو مھنڈی جھایا کے مانند ہوتا ہے جس کی جھاؤں میں آ کر عورت ذات برسکون ہو جاتی ہے اور اے مومنہ کے چبرے سے الی بی طمانیت ایا بی سکون د کھائی دے رہاتھا۔ آ ننداورخوشیان همینتی رمو۔''

" تعینک بو عائشہ!" مومنہ نے اسے خود سے لیٹا لیا۔ خوش کے بے بایان احساس سے اس کی خوش نما آ جموں کی زمینیں کیلی مور بی تھیں۔

"ارے مجھے وحیان بی تہیں رہا۔ اتنا بہت سا وقت گزر کیا۔ ماتا جی انظار کر ری ہوں گی۔' کویتا کو بکدم ماتا جی کا خیال آ میا' جومومنہ کے ویسے میں اینے ہیروں کے درد کے باعث شرکت نہ کرسکی تھیں۔ مبع سے ان کی طبیعت میں بے کلی تھی اور پیروں مل جي درد صد سے سواتھا۔

مومنہ نے ماتا جی کی حالت کے پیش نظراے مزیدر کئے پرمجبور تبیں کیا ورنہ اس کا دل جاہ رہا تھا کہ وہ کو پتا کے ساتھ بیٹھ کر ڈمیر ساری یا تیں کرے۔ اپنی اس بے مایاں خوشی کا لمحالحہ اس سے شیئر کرے۔

'' اتنی رات میں تم تنہا کیسے جاؤگی؟ تغیرؤ میں غازی شاہ ہے کہتی ہوں۔ وہ کوئی انتظام کردے گا۔''

'' تم چینا مت کرو۔ میں رکشا پکڑلوں گی۔''

" " نہیں بالکل نہیں۔ اتنی رات مے تنہارا تنہا رکھے میں جانا ٹھیک نہیں ہے۔" ا وہ اسے آسمیں دکھاتی دروازے کی طرف بڑھی۔

نورین دکھائی دمی تواسے غازی شاہ کو بلانے کو کہا۔

" بيكواس كى ديدكومن كرر بابتمهارا ميرے كندھے يرتو ناحق بندوق ركھ رى مو-" كويتانے اسے چيشرا۔

" چلو یمی سمجولو۔ اپنی ملکیت کا دیدار کرنا کون سی معیوب بات ہے۔" وہ شرمیں مسکراہث کے ساتھ بولی۔ مجرسامنے سے آتے غازی شاہ کی طرف متوجہ ہوگئی۔ وہ اندر آنے کے بچائے تذبذب کے عالم میں دروازے کے باہری رک کیا۔

"كيامئله ٢٠٠٠ اس كانداز من تثويش تعي -

" مسلد کوئی نہیں ہے۔ غازی بھائی! آپ کی پٹنی کوصرف آپ کا دیدار کرنا مقعود تھا۔''کویتا ہے سے بولی۔

(بیخواہش تو میری بھی تھی) غازی شاہ کے ول میں بے ساختہ بیفقرہ مچلا

اس کی بات مرطلحہ احمد بکدم یوں جھینپ کیا گویا کوئی نوآ موز چور رہتے یا وحرلیا کیا ہو۔فوری طور بروہ بچوبھی نہ کہدسکا بس یونمی نگاہ اٹھا کراس کی طرف پھر جھکا کراکنیشن سے جانی تھینچنے لگا۔

" آپ اندرجائے تب تک میں یہاں کمڑا ہوں۔' وہ اپنی طرف کا دروازہ پکرینچاتر کیا اور پچھلا دروازہ اس کیلئے کھولنے لگا۔

کویتا کوطلحه احمد کا اس طرح معصومانه انداز میں جمینپ جانا' جانے کیوں بہت -

وہ نیچ اتر کر ڈور بیل بجانے گئی۔ پچھ دیر بیل بجانے پر بھی دروازہ نہ کھلا تو نے دروازہ دھڑ دھڑانا شروع کر دیا۔ اچا تک اے احساس ہوا۔ دروازہ اندر سے ما ہے۔ بس بونمی بھڑا ہوا ہے۔ اسے جیرت ہوئی ماتا جی اتن بے پروا تو نہیں

"کیابات ہے؟" طلحه احمد اس کے چہرے کے بدلتے رتک محسوس کر کے اس ف آسمیا۔" دروازہ تو کھلا ہوا ہے!" اس نے نیم وا دروازے کو ملکے سے دھکیلا تو انگل میا۔

'' ہال کی میں سوج رہی تھی۔ ماتا جی اتنی رات محے دروازہ کھلا چھوڑ کر کیسے ا۔'' وہ تیزی سے کھلے دروازے سے اندر چلی گئی۔

"ما تا بی ما تا بی سوکی ہوکیا؟" اندرکی غیر معمولی خاموشی سے گھبرا کروہ محن انہیں زورزور سے بکارتی کمرے کی طرف برسمی۔ دوسرے بل اس کی آنکھوں کے ایک وحشت ناک منظر آمیا۔

ماتا بی کاؤی پر پڑی تھیں۔ ان کا ڈھلکا ہوا سر کاؤی کے باہر انکا ہوا تھا۔
ہے گا ڈھا سیال خون رس رہا تھا اور فرش پر دور تک پھیل کر جم می تھا۔ بچھ کاؤی ب
ب ہو چکا تھا۔ فرش پر بکھرا ہوا خون سرخ پینٹ کی طرح جمک رہا تھا۔ قریب ہی
دن آلود مورتی پڑی تھی۔

ایک محمی محتی جی کویتا کے لیوں سے نکل کر باہر کھڑے طلحہ احمد کو چونکا گئی۔

وہ دل ہی دل میں اس کی خوشیوں کی دعائیں مانگتی بخت بی بی اور مومنہ کی والدہ اور بہنوں سے مل کر باہر آسمی۔

ماری کی فرنٹ سیٹ پر طلحہ احمد بالکل ساٹ چرے کے ساتھ بیٹا اس کا

منتظرتغاب

ر ۔۔ اس نے اسکارف کواچھی طرح اپنے چیرے کے گرد لپیٹ لیا اور پھیلی سیٹ پر میشرمنی

ماڑی طارق ہاؤس کے پورٹیکو سے نکل کرسٹرک پر مویا بھسلنے کی۔ کویتا نے ابنا چبرہ کھڑکی کی طرف کرلیا۔

رات کی تاریکی آ ہتہ آ ہتہ بڑھتی فضا میں کسی بھوت کی طرح مسلط محسوں ہو رہی تھی۔ بجیب ہولنا کی کا احساس فضا پر چھایا محسوں ہورہا تھا۔ سڑکول کے کنارے او نچے او نچے خوشما درخت اندھیرے کے باعث کسی دیو کی طرح ہیبت ناک دکھائی وے رہے تھے۔ جو جیزی سے بیچھے کی طرف بھا مجتے جا رہے تھے گرایک کو بتا کا دل تھا جو تھے را ہوا تھا جسے کسی جھیل میں جا ندائر کر ساکن ہوگیا ہو۔

" شیشه بند کر و بیجئے عائشہ! باہر خلی بہت بڑھ کی ہے۔" طلحه احمد کی بھاری

ہ واز نے اس ساکن جمیل میں ملکے سے ارتعاش پیدا کیا تھا۔

" ایس فاص خنگی بھی نہیں ہے۔ کم از کم مجھے تو احساس نہیں ہورہا۔ "وو استعلیٰ الیسی فاص خنگی بھی نہیں ہے۔ کم از کم مجھے تو احساس نہیں ہورہا۔ "وا ہم بھتے ہوئے ایک ملکی سی سانس تھینچ کر بولی۔ " شاید ایسے اندر بہت تبیش ہوتو ہیرونی شھنڈ کا احساس ماند پڑجا تا ہے۔ "

طلح احمہ نے ایک نظر بیک ویومرر سے اس کے چبرے پرڈالی پھر کسی احساس سے تخت لیوں کو باہم جینج لیا اورنظریں وغراسکرین پر جماویں۔

ا جا تک گاڑی میں ایک عجیب می خاموشی پھیل گئی۔ ایسی خاموشی جواپنے وجود سے متحرک رکھتی ہے۔ دلوں میں مرھم مرھم ارتعاش پیدا کیے رکھتی ہے۔

ری تو کو بتانے ہلکی مسکرا ہٹ کے ساتھ اس کی طرف دیکھا۔ ''آپ کو راستہ معلوم تھا پھر آپ کیوں مجھ سے پوچھتے رہے؟''

Scanned By Wagar Azeem Paksitanipoint

ا پر چھادیتے۔

وہ یہاں کے قانون سے اچھی طرح آگاہ تھا جوسرف اور صرف مسلمانوں سبنی پنجہ تھا۔ بے کناہ مسلمانوں سے بعری جیلیں اور ٹارچ سیلز کی کہانیاں وھی

اس نے عائشہ کے ساکن وجود برایک نگاہ ڈالی اور دبوار سے فیک لگا کر ں بند کر کے اینے آپ کوسنبالنے کی کوشش کرنے لگا۔اسے اپنا دماغ ماؤف ہوتا ، مور ما تھا۔ یہ غیر متوقع اور تکلیف وہ حالات اس کے اعصاب کیلئے بہت بھاری ہور ہے تھے اور اب ان سے خمٹنے کیلئے مضبوط قوت اراوی کی ضرورت تھی۔

غازی شاہ مہمانوں کو رخصت کرنے کے بعد مولوی خصر محمہ کے یہاں پہنیا تو بخت بی بی کی محود میں سرر کھے لیٹی تھی۔اے ویکھ کرمعصو ماندانداز میں مسکرائی محویا

جرانا مقعود تھا۔ وراصل اسے ماہین نے غازی شاہ کا پیغام دیا تھا کہ طارق ہاؤس لیسی پروہ غازی شاہ کے ہمراہ جائے گی۔ مگر وہ محض اسے ستانے کو بخت بی بی کے

على آئى تھى۔ اسے ستا كرمحض حظ اٹھانا جاہ رہى تھى۔ مگر غازى شاہ كا متفكر اور ن كن چمره د مكيدكروه في في كى كود سے جيكے سے اٹھ كئى۔اس سے بہلے كهكوئى سوال

" مومی! ڈاکٹر عائشہ کی والدہ کو کسی نے قبل کر دیا ہے۔ ابھی طلحہ کا فون آیا تھا ، یاس-' کویتا کوسب بی عائشہ کے نام سے بکارنے لکے تھے۔

وو كيا آ ، مومنه جي الكي سے بيجے ہی۔ دوسرے بل اس كے منہ سے راس کی طرف کیکی تھیں۔

''تم چلؤ میرے ساتھ اور پلیز خود کو کمپوز رکھو۔ تنہیں ہی اے سنجالنا ہے۔'' كام سے ابنى خواب كاہ مل ميا اور پھراسى تيزى سے باہر آ كرداخلى دروازےكى دور کیا۔اس اندوہ ناک و محکے برمومنہ کوخود بر کنٹرول رکھنامشکل ہور ہاتھا۔ تا ہم ٹاہ کی ہدایت برخود کوسنجالے رہی۔ خون اس وقت زندگی کی علامت ہے جب بیانسائی رکوں میں دوڑ رہا ہو بنے والا خون سوائے خوفتا ک اور وحشت ناک موت کے مجھ بھی نہیں۔

ایک چیخ کے بعداس برسکتہ طاری ہو گیا تھا۔ ماتا جی کا چبرہ اس کی آ تھوں گا پتلیوں برجم کراس کے اعصاب کوشل کر حمیا۔

تحمرے میں داخل ہونے والے طلحہ احمہ نے لحظہ بھر کے لئے تکلیف اور افہ کے عالم میں آتھیں میچ لی تعیں۔ بھر عثر حال قدموں ہے آگے بڑھا اور ماتا جی کی نہیں چیک کرنے لگا مکر کلائی کی سخ بھٹی کومحسوں کرتے ہی اسے ان کے جسم سے روح کا لکل جانے کا احساس ہو کمیا تھا۔

ادای کی ایک شدیدلہراس کی آجمھوں سے روح تک میں سرایت کر تی۔ نے جاریائی سے جاور امخائی اور ان کے مردہ جسم برڈال دی۔

عائشہ کاؤ ج سے پچھے فاصلے پر دوزانو بیٹی تھی۔اس کا بدن ساکت تھا اور پھ یے جنبش ماتا جی کی جانب آئمی ہوئی تغییں ۔اس کی خوشنما سیاہ آ تکھوں میں ایسی وحشہ تھی کہ ایک بل کے لئے طلحہ احمد کو اس کی طرف دیکھنے سے خوف اور دکھ کا شدید اخسا ہونے لگا۔اس نے جیب سے موبائل فون نکالا اور غازی شاہ کا نمبر بھے کرنے لگا۔

فوری طور براس کی سمجھ میں بہی آیا کہ اسے مومنہ اور غازی شاہ کو اس افلیا ناک داقعہ کی اطلاع دینی جاہیے چونکہ بیسراسر آل کا کیس تھا جوایک پھر کی مورقی کیا کیا میا تھا۔ وہ خون آلودمورتی قریب ہی بردی تھی جس سے بدبات واضح تھی کو ا سی انتہا پیند ہندونے کیا تھا تمرمسلمانوں کی پوزیشن کی وجہ سے وہ پولیس کواطلا**ے ک** وے سکتا تھا۔ یہ بھارتی درندے تو دومنٹ میں میٹل کسی مسلمان کے سرتھوپ کمراہ

Scanned By Wagar Aze in Paksitanipoint

حفرت ابوب درازی عمر میں حضرت نوح 'عشق میں مجنوں کاوت میں حاتم 'گریہ و زاری میں حفرت بعقوب جہالت میں ابوجہل فلسفۂ اسلام میں امام غزائی صدق میں ابو بھر صدیق جہاد میں صلاح الدین ابوئی سیاحت میں ابن بطوط رحبہ شہاوت میں امام حسین ہی کیوں نہ ہوں۔اس کی ترشی ہرذی روح کیلئے ہے مگر موت کے ہمراہ بربریت کا ایبا مظاہرہ بہرحال ایک انسانی دل کیلئے تکلیف دہ تھا۔ عائشہ کی ماں کی اندو ہناک موت کاغم مولوی خفر محرک بورے گھرانے کو پہنچا تھا۔مومنہ اس کو اپنے ہمراہ بی لے آئی تھی۔وہ سوم کی اس کی ایس رہی۔

ماتا بی چونکه مسلمان موچکی تغییر -ان کواسلامی طریقے ہے سپر دخاک کیا حمیا

" یہ بہت بڑی سعادت ہے بیٹا۔ جومرف اور مرف ملمانوں کونھیب ہوتی ہے۔ موت تو ہر ذی روح کوآنی ہی ہے گر تمہاری ماں ان خوش نھیبوں میں شامل ہیں۔ جنہیں شہاوت کی موت نھیب ہوئی۔ ایک حسین موت نھیب ہوئی۔ ایک شہادت کی تمنا تو ان جوانوں کے دل میں بھی المہ تی رہتی ہے اور وہ اپنی جان کو تھیلی پر لیے ہر وقت شہادت کی خواہش میں دم بھرتے رہتے ہیں۔" بخت بی بی نے اسے خود سے قریب کر لیا۔

عائشہ نے شدت کرب سے لب وانتوں میں وبا کرآ نسوؤں پر بند باند ہے

ک ٹاکام کوشش کی۔ آنسواس کی آتھوں سے جھرنوں کی طرح پھوٹ نظے۔ وہ بخت بی

بی کے سینے سے لگ کربچوں کی طرح بلک بلک کررونے گئی۔

انہوں نے اسے رونے دیا۔خودان کا ول بھی درد کی تیش سے حجلتا محسوس ہو اخما۔

" زندگی میں آنے کا تو فقط ایک بی راستہ ہے گر جانے کے ہزاروں راستے ہیں۔ بھلا ہم کس کس راستے پر رکاوٹ بھا سکتے ہیں۔ دنیا کی زندگی تو ہے ہی موت پر موتوف اس سے کسی کو رہائی نہیں ہے۔ " مولوی جی مسجد سے لوٹے تھے۔ روتی ہوئی عائشہ کے سر پرزی اور شفقت سے ہاتھ پھیرا۔

طلحہ احمد اور غازی شاہ وروازے پر ہی رک مجے تھے۔مومنہ نے ان کیلئے

طلحہ احمد شدت ہے ان دونوں کا منتظر تھا۔مومنہ تو آتے ہی عائشہ کی طرف، دوڑی اوراس کا کندھا جعنجوڑ کراہے ہوش میں لانے کی۔

عازی شاہ طلحہ احمد کے ساتھ کاؤٹ کی طرف بڑھا اور آ ہمتگی سے چادر کا گوہا اٹھا کر ماتا تی کا چہرہ دیکھا۔ بے نور آئیمیں حجبت کو تک رہی تھیں۔ مگر ان میں کو گئا وحشت نہیں تھی۔ لب یوں واستھے جیسے مرحم مسکرا ہٹ کو چھور ہے ہوں۔ بیہ چہرہ موت کی ا نامیش کی ارجہ دن کی کی جرارتوں سے مردکھائی ور سردیا تھا۔

خاموشی کے باوجود زندگی کی حرارتوں سے بردکھائی دے رہاتھا۔ میں میں میں کی کی ارتوں سے بردکھائی دے رہاتھا۔

اچا تک عائشہ کی سکیاں بلند ہو تیں۔ وہ مومنہ کے سینے سے کپٹی اس تکلیف وہ حادثے پر ماتم کناں تھی۔ پر کارم دخشت کے عالم میں مومنہ سے الگ ہوئی اورخون آلوہ مورتی کو دیکھتے ہوئے اس کی طرف برجی۔ '' میں پرکاش کی ہتیا کر دوں گی۔اسٹ زک میں جھونگ دوں گی۔اسٹ نے میری بے قسور ماں کا خون کیا ہے۔''

ی بولگ دول کار ہاگلوں کی طرح اسے دیوار پر مارنے گی-وہ مورتی اٹھا کر پاگلوں کی طرح اسے دیوار پر مارنے گی-

''انارکسٹ ہندو! تو نے میری مال کی ہتیا کی ہے۔ میں حمہیں بھی معاف نہیں کروں گی۔اس بھوی میں بھی اور حشر کے دن بھی۔'' مومندا سے سنجالنے لگی۔

" اے لے جاؤ مومنہ! یہاں کسی بھی بل فوجی درندے آسکتے ہیں اور ہوں بھی بل فوجی درندے آسکتے ہیں اور ہوں بھی بھی ہے ہیں اور ہوں بھی ہے ہیں اور ہوں بھی ہے ہیں ہونے گئی۔ مرعائف مومنہ کا ہاتھ جھٹک کر کاؤچ پر پڑے ماتا جی کے بے جان وجود سے لیٹ کر زار فول مومنہ کا ہاتھ جھٹک کر کاؤچ پر پڑے ماتا جی کے بے جان وجود سے لیٹ کر زار فول مورنے گئی۔

یرسے میں ایک دل دوز اواس کی فضائن گئی جس میں عائشہ کی مسکیا ا سرنجتی اور دم تو ژبی رہیں۔

وں برور اور ماں من کھوں سے افتک ہے آ واز بہتے رہے۔ وہ بہ مشکل خود کو کمپوز کن ا مومنہ کی آنکھوں سے افتک ہے آ واز بہتے رہے۔ وہ بہ مشکل خود کو کمپوز کن ا آ مے بردھی اور عائشہ کونری سے اپنی بانہوں میں بھرکر کمرے سے باہر لے گئی۔

موت ہے بے شک کسی کورسٹگاری نہیں ہے۔ جب اجل آ جاتی ہے نہ ایک اسل موت ہے نہ ایک اسل کے ایک کے ایک کا رہ نہ کا ایک ساعت آ کے خواہ کوئی دولت میں قارون کا ایک ساعت آ کے خواہ کوئی دولت میں قارون کا ایک ساعت میں فرعون ظلم و جبر میں ہلاکؤ شہزوروں میں رستم صن میں حضرت بوسٹ مبر میں ایس میں فرعون ظلم و جبر میں ہلاکؤ شہزوروں میں رستم صن میں حضرت بوسٹ مبر میں

"

امیرید کہانی من کرروروکرالتجا کرنے لگا کہ۔" بے شک زمین سے جو کچھ فتنہ ادا مجھے تو اسے رفع کروں مگر قضائے آسانی میں بندۂ ناچیز سے کیا ہوسکتا ہے۔"

'' بس بین! انسان بے اختیار ہے آنے والی بلا مصیبت کو ٹالنا صرف اور اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے اور تہہیں تو خوش ہونا چاہیے بیسوچ کر کہ تمہاری ماں کتنا بلند مرتبہ پالیا ہے۔ اس پالی دنیا سے کتنی پاک صاف ہوکر گئی ہے۔ اس زندگی لمرف جودائمی ہے۔ '' مولوی خفر محمد کی باتیں عائشہ کا دل بہلانے لگیں۔

بخت نی بی نے نرمی سے اسے خود سے لگا لیا۔ دہ جس ذبی آ زار سے گزری اور گزری اور گزری کے اندر کی ٹوٹ مجوٹ سے وہ اور گزر رہی تھی۔ اس کا اندازہ ان سب کو تھا اس کے اندر کی ٹوٹ مجوٹ سے وہ اطرح واقف تھیں۔ وہ اس کا سرتھ کے لیس۔

♦..,...**♦**.....**♦**

کیا زمین پہ کم ہو گئی تھی بوئے وفا
کہ دورہم سے ستاروں میں جائے بیٹے مجے
مومنہ نے اپنے بیڈروم کی کھڑکی سے دیکھا وہ محن میں شام کی خنگی سے بے
بالی کے دروازے سے کئی کھڑئی ہے۔

شایدای اندر کے جس اور تھٹن سے تھبرا کروہ کھلی نصنا میں نکل آئی تھی۔
مگر جو تھٹن اندرونی خلفشار سے جنم لے رہی ہواس کا تدارک بیرونی فصنا
لرسکتی ہے۔ یہ تو عائشہ کے اپنے اندر کے خلفشار سے جنم لینے والی تھٹن تھی۔
وہ باہرا تھٹی۔

'' کیا سوج رہی ہو عائشہ؟'' اس نے نری سے اس کے کندھے کو چھوا تو وہ کی طرف بلٹی۔

" سوچ رہی ہوں بلکہ آج شدت سے تمام کشمیری مسلمانوں کے کھروں کا آرہا ہے جو انتہا پہند ہندوؤں کے ہاتھوں پامال ہوئے اور ہورہے ہیں۔ جو فوج کے درندوں کے ہاتھوں اذبیوں کو سہہ رہے ہیں۔ پہلی ہار مجھے ان کے بیشک کا دردازہ کھول دیا۔ وہ دونوں دوسرے دروازے سے بیٹھک میں چلے گئے۔
" مجھے یوں لگ رہا ہے۔ مولوی جی جیسے یہ میری کوتا بی تھی۔ میں پرکاش کی دھمکیوں کے باوجود ماتا جی کی حفاظت نہ کرسکی۔ انہیں اکیلا چھوڑ آئی۔"

''نہیں' یہ تمہاری کم نہی ہے بیٹا! کیاتم اس خدا سے زیادہ طاقتور ہوجس کے ہاتھ میں زندگی اور موت ہے۔ کیاتم اپنی مال کی اٹل موت کوٹال سکی تعیں۔ اگر ایسا ہوتا تو لوگ او نچے او نچے قلعوں میں بند ہو کرخود کو موت کے پنجے سے بچا لیتے۔ نہیں بیٹا' قضا آ سانی قدرت یزدانی ہے۔ اس میں کسی بندہ تا چیز کی نہیں چلتی۔'' مولوی صاحب تخت پر بیٹھ مکے اور شبع تکھے کے بنچے رکھ کر بولے۔

"ایک دفعه امیر مہدی کے عہد میں سخت قبط پڑا تھا۔ اس نے اپنے خزانے کا مند فی سبیل اللہ کھول دیا مگر قبط کی مصیبت پھر بھی کم نہ ہو پا رہی تھی۔ وہ سخت اداس و ملول تھا اور ایک دن بستر پر حسرت زدہ سالیٹا تھا۔ پاس بیٹھے خادم سے بولا کہ کوئی کہانی سناؤ کہ دل بھلے۔

خادم کہنے لگا کہ۔" ہندگی سرز مین کے کسی بیابان میں ایک شیر ڈیال رہا کرتا تھا۔ سب درندے جنگل کے اس کی خدمت میں حاضر رہے۔ ایک دن لومڑی نے اس شیر سے کہا کہ تو ہمارا بادشاہ ہے اور ہم تیری رعیت۔ بادشاہ پر رعیت کی رعابت ہم ہمرصورت لازم ہے۔ اب مجھے ایک ضروری سفر در پیش ہے۔ مشکل یہ ہے کہ میرا بچہ ہم حالی ضروری سفر در پیش ہے۔ مشکل یہ ہے کہ میرا بچہ ہم حادر کسی جاسی ہوں کہ وہ تیرے سپرد کردل تا کہ تو اس کو اپنی پناہ میں رکھے اور کسی دشن کا چنگل اس تک نہ چنجنے پائے۔ شیر نے یہ بات قبول کی۔ لومڑی اپنا بچہ اس کے حوالے کر کے سفر پر روانہ ہوگئی۔ شیر نے اس نیچ کو اپنی پیٹھ پر بٹھا لیا تا کہ کوئی در تدہ اس کی خاب کی تھا۔ اس کی در تدہ اس کی خاب کی اس کے در تا ہوا اڑتا پھر رہا تھا۔ اس کی اس کے کو لے اڑا۔

عبد نہ کیا تھا کہ میں تیرے بیجے کی حفاظت کروں گا۔'' کیا تم نے عہد نہ کیا تھا کہ میں تیرے بیجے کی حفاظت کروں گا۔''

ہد ہیں ۔ میں سے اس میں نے ذمہ لیا تھا کہ کوئی جانور زمین کا اس کا بال بیکا نہ شیر نے کہا۔'' ہاں میں نے ذمہ لیا تھا کہ کوئی جانور زمین کا اس کا بال بیکا نہ کریائے گا۔لیکن جو بلائے تا کہائی آسان کی طرف سے نازل ہوتو میرا کوئی ذمہ نہ کھنڈر بی کھنڈر ہو چکا تھا۔ پہلے بھی قابل شناخت نہ رہا تھا۔ اور وہ اپنے منتشر خیالوں کے اس کھنڈر میں بے کل مصطرب پھر رہی تھی۔ اسے اپنا آپ باوصر میں اڑتے تکے کی طرح محسوں ہور ہاتھا۔

مومنہ کے زم ہاتھوں کالمس اپنے کندھوں پرمحسوں کر کے اس نے اپنی نم نم آکھوں کو اوپر اٹھا کر اسے دیکھا اور کرب سے لب بھینچ لیے۔" مشکلیں اور پر بیٹانیاں اور پر بیٹانیاں اور پر بیٹانیاں اور غرب ہمیں کمزور کرنے نہیں بلکہ مضبوط کرنے آتے ہیں۔ ہمیں اپنے آپ سے متعارف کراتے ہیں کہ ہمارے اندر حالات کوفیس کرنے کی گئنی صلاحیت ہے اور ہے ہمیں صرف بیدار کرنے آتے ہیں پر بیٹان کرنے نہیں۔"اس نے نرمی سے اس کے کندھے پر اپنا ہاتھ کھیلا لیا۔

" بیگر تمہارا بی ہے۔ مولوی صاحب اور لی لی تمہارے اپنے برزگ ہیں۔
کیاتم اس گھر کو صرف سرائے سمجھ رہی ہو جہاں کچھ دن رہ کر تمہیں چلے جانا ہے؟"

د نہیں مومنہ! بات یہ ہے کہ میں وہاں اس لیے جانا چاہتی ہوں کہ وہاں ما تا جی کی یا دیں بکھری ہوئی ہیں۔"

من من بنو عائشہ! وہاں جاتا اور رہنا تہمارے کیے کسی طور ٹھیک نہیں ہے۔ ہم تہمیں وشمنوں کے حوالے تو کرنے سے رہے۔''

" " " " فرتم سجھتی کیوں نہیں ہومومو! اگر میری موت ہوگی تو کہیں بھی آ جائے گی۔ کیا تھی ہو گی تو کہیں بھی آ جائے گی۔ کیا تمہیں وشواس نہیں ہے اس بات پر۔ " وہ مومنہ کی پریشانی بھانپ کر ذرا سامسکرائی جوابا اس نے اسے باقاعدہ گھورا۔

"اب فدانے یہ بھی نہیں کہا کہ آگ پر ہاتھ رکھ کرنچنے کی وعاکرو کہ ہاتھ نہ بھے۔ تدبیر کا راستہ خود قدرت نے بی رکھا ہے۔ تدبیر سے بی تقدیر سنور تی ہے اور توکل یہ ہے کہ اونٹ با غدھ کر پھر تقدیر پر چھوڑ ویا جائے۔ اسے میدان میں کھلا چھوڑ کر تقدیر کو آزمانے نہیں بیٹے جانا چاہیے۔ بیاتو توکل نہ ہوگا' نا دانی ہوگی۔ چلو اب بے وقوفی کی باتیں مت کرو۔ نہ سوچا کروا تنا۔ جانتی ہو طلحہ احمد نے مجھے بخت تاکید کرتے ہوئے کہا تھا کہ میں تمہیں یہاں سے ہرگز نہ جانے دوں۔ "مومنہ بالآخر اسے کہ گئی۔ وہ بات جو

زخوں اور اذبت کا احساس اپنے دل اور روح پر نیکنا محسوس ہورہا ہے۔ یہ زخم کشمیری عورتیں مسلسل کی سالوں سے اپنے کمزور وجود پر سبتی آ ربی ہیں۔ آخر کہاں اور کب فتم ہم ہوں گی بیظم کی را تیں؟ کہاں رکے گاظلمت کا یہ کارواں؟ ' وہ مغموم کہتے ہیں ہولی۔ مومنہ نے اس کا ہاتھ تھام کر دبایا۔ '' ہر تکلیف کے بعد راحت ہے۔ ہر رات

مومنہ نے اس کا ہاتھ تھام کر دبایا۔ ہر تعلیف کے بعدراحت ہے۔ ہر رات کی اخیر سر بروق ہے اور میری طرح ہر مسلمان کو یقین ہے کہ اس آگ اللتی ظلم کی چیرسر پر ہوتی ہے اور میری طرح ہر مسلمان کو یقین ہے کہ اس آگ اللتی ظلم کی چی میں سر ہوگی۔'

" شاید میں انجی بہت کزور ہوں۔ میرا ایمان تم جتنا پختہ نہیں ہوا۔ میرے اندر تمہارے میں اندر تمہارے جیسا یقین اور صرنہیں آیا۔ جمی تو میں اس طرح کی با تیں کرنے گئی ہوں۔ "
عائشہافسردگی سے مسکرائی۔

" ان بالکل ان کی با تھیں کے مقام کے انسان تو ہے بی خطاکا پتلا۔ اے اگر اپنے تفس پر اختیار کائل ہوتا تو وہ بشریت کے مقام پر فائز نہ ہوتا۔ بلکہ فرشکی کی صف میں ہوتا۔ ہم انسانوں کا یقین اس لیر کے ماند ہے جوائد کر سر اٹھاتی ہے گر دوسرے بل بے بقینی کے ساحل پر سر بنخ کر رہت میں جذب ہونے گئی ہے۔ یہ کھیل عمر بحر چلنا رہتا ہے۔ کیا تمہارے ساتھ با ایسانہیں ہوا کہ مولوی صاحب کی با تیں سن کراہیا ہی یقین کی لیر کی طرح سر اٹھا تا ہو۔ "اسانہیں ہوا کہ مولوی صاحب کی با تیں سن کر تو مجھے ڈھارس ملتی ہے گر پھر ۔..." ایک کھری سانس کھینچتے ہوئے عائشہ نے جیب بے بی سے مومنہ کی طرف دیکھا۔

" اجما چلوچپوڑ و آؤاندر چلو! یہاں ٹھنڈ بہت بڑھ گئی ہے۔ 'مومنہ نے اسے ا صحن میں پیملی خنگی کا احساس دلایا۔

" مومو! میں آخر کب تک یہاں پڑی رہوں گی؟" وہ بجائے اندر جانے کے در بعث کی اندر جانے کے در بعث کا در جانے کے در بعث کی در بعث ک

اس کی آتھوں میں بے جارگی آمیز کرب جھلک رہا تھا۔ ذہن وول میں انتظار بریا تھا۔ ذہن وول میں انتظار بریا تھا۔ ایک بینی اب تک تھی جواس کی ماں کی موت کی تھی۔ باپ کی موت کے بعد ماتا جی کا بی سہارا تھا جن کی ناگھائی موت اس کیلئے زلزلہ بی تھی جس نے الکا کے دول کی دنیا کوتہس نہیں کر ڈالا تھا کہ کچھ بھی بھائی نہیں دے رہا تھا۔ سب کھے بی

میں دہکتامحسوں ہونے لگا۔اس کی پلکیں رخساروں پر ہولے سے لرز کر جھک مکئیں۔
''کتنی عجیب بات ہے نا کہ اکثر وہی با تیں تشہیر ہو جاتی ہیں جنہیں انسان خود سے بھی چھیا تا بھرتا ہے۔'' مومنہ نے اس کے چہرے پر جھوتی لٹ کو ملکے سے تھینچا اور ہنس دی۔

عائشہ نے اسے دیکھا کچھ کہنا جا ہا مگر ہونٹ فقط کیکیا کررہ مجئے۔اسے لگا اس کے دل کو سینے کی جارد ہواری میں کوئی کو شنے لگا ہو۔

'' مجھے میری ہی نظروں میں مت گراؤ مومؤ میں میں،' اس کی سیاہ چھوں کے میری ہیں اس کی سیاہ چھوں کے کناروں سے بے اختیار دوموٹے موٹے قطرے میسل پڑے۔

''کہاں طلحہ احمہ! اور کہاں میراحقیر بے تو تیر وجود۔ وہ تو دیوتا ہے جن کو صرف پوچا جا سکتا ہے۔ پان ہوں۔ بہت پاپن موں۔ بہت پاپن عورت اس فرشتہ صفت انسان کے لائق نہیں۔'' وہ آنسو روکتی مومنہ کوسششدر چھوڑ کر بھائتی اندر چلی گئی۔

مومنہ فرط رنج سے وہیں کھڑی رہ گئے۔ اس کے تو کمان میں بھی نہ تھا کہ عائشہ اپنے اس کے تو کمان میں بھی نہ تھا کہ عائشہ اپنے اس احساس کمتری سے اب تک نہیں نکل بائی ہے۔ اب تک وہ خود کو بے تو تیراور حقیر جمعتی ہے۔ وہ سخت آزردگی کی لیبٹ میں آگئی۔

رات بھی وہ اپنے بیڈروم میں بیٹی لاشعوری طور پر عائشہ کے بارے میں ہی سوچ جارہی تھی۔ جب عازی شاہ نے اس کے آگے ہاتھ لہرایا۔

'' اگر میرے تصور میں تم ہوتو یہ یقینا میری خوش شمتی ہوگی۔اگر میرے علاوہ کچھاور سوچا جا رہاہے تو بیسراسرزیادتی ہے میرے ساتھ۔''

وہ چوکی اور ایک ممری سانس لیتے ہوئے ہولے سے مسکرا وی۔" زیادتی ہی رہی ہے۔"

" اس کا مطلب ہے میں نے کل ہوکرا پنے حق میں بروفت کام کیا۔" اس نے کیلا تولیا ایک طرف ڈالا اور اس کی طرف قدرے جھکا۔ " ہوں کون ہے وہ رقیب روسیاہ جس کے تصور نے مجھے سے غافل کر دیا طلحہ احمد نے اسے کہی تھی۔ مراس تا کید کے ساتھ کہ وہ یہ بات اس کے حوالے سے نہیں بلکہ اسپنے طور پر کہے۔

عائشہ کو بکدم اپنے اعصاب کھنچنے ہوئے محسوں ہوئے۔ پہلو سے جیسے کوئی متلاطم لہراٹھی مگر اندر بی کہیں دم توڑگئی۔ جیسے سمندر کی بچری ہوئی موج ساحل پر آ کر دم توڑ دے۔

بس لحظہ بھراس کا خوش فہم دل اس مانوس سی اتھاہ میں ڈوب کر ابھرا تھا۔ مگر دوسرے بل اسے خود پر اور اس خوش فہم دل پر ہنسی آئٹی جولیحوں میں خوش فہمی کی خوش نما جا در بن لیتا تھا۔

۔ آہ سے کہ صرف صحرائی انسان کو سراب میں مبتلائبیں کرتا بلکہ کسی کا کوئی لفظ کوئی جملہ دل کوچھوکر دھوکا دے جاتا ہے۔

" بیطلحداحمد کی بردائی ہے کہ وہ بھی تم سب کی طرح خیرخواہ ہے۔ "وہ تخت سے

"بات سنو!" مومنہ ملکے ہے مسکرائی اوراس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔" تم فرد بخود نے ایک بار مجھ سے کہا تھا نا کہ اب زبان شرم سے خاموش ہو جائے تو آ کھیں خود بخود بولئے گئی ہیں۔ وہ راز کھولئے گئی ہیں جن کو شجھنے کے لیے الفاظ کی نہیں احساس کی ضرورت ہوتی ہے۔" وہ اپنے ہاتھ کا تسلی آ میز دباؤ اس کے کندھے پر بڑھاتے ہوئے مزید کویا ہوئی۔

"اور یاد ہے یہ بھی کہاتھا کہ عورت جب کسی سے محبت کرتی ہے تو اس کے جسم کی ساری خوبصور تیاں خود بخود ظاہر ہو جاتی ہیں۔لیکن ناپندیدہ مرد کیلئے عورت اپنی ساری جسمانی خوبصور تیاں کسی کچھوے کی طرح اپنے اندرسمیٹ لیتی ہے۔ وہ ایباکسی شعوری کوشش کے تحت نہیں کرتی بلکہ خود بخود ہو جاتا ہے۔"

'' مومنہ ''' عائشہ نے اس کی بات کاٹ کراسے عجیب بے چارگی آمیز کرب سے دیکھا۔ مگر باوجود چاہئے کے زیادہ دیر تک نہ دیکھ پائی۔ اس کی خوش نما مسکراتی آتھوں میں مجھ ایسی شرارت اور لیک تھی کہ عائشہ کو اپنا چرہ ان دیکھی آگ

مومنه کواس کا پیروپ بهت مختلف اور خاصا دلکش لگا۔ بمیشه سنجیدهٔ برو بار اور کم کو دکھائی دینے والے اس مخص کی ذات کا بیر پہلو اس بل بہت واضح طور پرمومنہ پر روشن موا تھا۔ وہ مجوب ی موکراس کے ہاتھ کی گرفت سے اپنا ہاتھ تکالتے موئے بولی۔ " دانا کہتے ہیں کہ شادی سے پہلے مردموسم بہار کی طرح ہوتا ہے اور شادی کے بعد موسم سرما کی طرح۔ مرککتا ہے آپ پر تو ایک ہی موسم تغیر کیا ہے۔ ' وہ سکول محمرل كي طرح يكدم جعينب مئ تحمي جبكه غازي شاه كا قبقهه برجسته تعاب

" تو کیاتم جاہتی ہو مجھ پرموسم سرماہی تھہر جائے۔ آ و کس قدر تاشکری بیوی ہوکہ "اس نے ایک متاسفانہ سائس میٹی اور ہنس پڑا مگر دوسرے بل قدرے سجیدگی

" وْاكْرْ عَا نَشْهُ كَيْكُ تُو حَقَيْقًا مِنْ بَعِي بِرِيثَانِ مِول - اسْ كَا الْجَعِي البِيخ كَمْرِ جَانَا سی طور مناسب نہیں ہے۔ جبکہ قاتل سے ہم بھی خوب واقف ہیں۔اس کا وہاں جاتا خطرے ہے خالی ہیں۔''

" يني توبات ميل مجمى السي مجهاني آربي مول مرمصر بـ وه يركاش ك ائی مال کے مل کا بدلہ لیما جا ہتی ہے۔ "مومنہ فکر مندی سے بولی۔

عازى شاه نے چونك كرد يكها ادرنى ميس سر بلايا۔ " تبين اسے مجماؤ۔ بياس کی بہت بکانہ سوئ ہے۔ پی بی سے کہو کہ وہ اسے سمجھائیں۔'' غازی شاہ کو عائشہ کے خیالات سے خوف محسوس ہونے لگا۔

" اس کو اپنی مال کی موت کومشیت ایز دی سمجھ کر ہی قبول کرتا ہوگا۔ اس میں عافیت ہے۔اے کہویہ برولی ہیں ہے۔ بیصلحت ہے۔ان حالات میں جب بہال سر کار ہی مسلمانوں کی وحمن ہو۔ان کا دین اور ان کا نام نشان مٹا وینے کے دریے ہو۔ اليے حالات ميں بہت سے جذبوں پر بند باندھنے پڑتے ہیں۔مبر کے جام پینے پڑتے ہیں اور اے مصلحت ایز دی سمجھ کر اپنا معاملہ اس خدائے واحد کے ہاتھ میں سونب وینے کا نام صبر رضا اور توکل ہے۔ تم کیسی دوست ہو۔ اب تک اس کا دل نہیں بہلا سکیں۔'

تحمهمیں کہ میں مجسم' سالم کا سالم حمہیں وکھائی نہیں دیےرہا ہوں۔'' " غازى من عائشه كيلي بهت فكر مند مول - وه بهت اپ سيث ه- وه ایک یا کل حساس لڑکی ہے۔"

" ایک منٹ ایک منٹ!" غازی شاہ ہاتھ اٹھا کر جلدی ہے اے روکتے ہوئے بولا۔'' پہلے یہ بتاؤ کہ یا گل اور حساس میں کیا قدر مشترک ہے۔''

" میں سنجیدہ موں غازی!" وہ اداس مولئی۔ غازی شاہ کے سرخ مونوں کی

تراش میں مرهم ی مشرا بہث ابجر کرمعدوم ہوئی تھی۔

"اس سے زیادہ میرے لیے خوشی کی بات کیا ہو کی کہتم سنجیدہ ہواور میں یہی حابتا ہوں کہتم میرے لیے حقیقتا سنجیدہ عی رہو۔ اجھا اجھا' اب ظالم بیوبوں کی طرح مت کھوروکہ میں مسکین شو ہر کی طرح کسی کونے میں دیکنے پر مجبور ہو جاؤں۔'' "اتنے بی مسکین ہوتاتم!" وہ مصنوعی بن سے محور نے لی۔

" احجما چلوکہو کیا کہہ رہی تعیں؟" وہ اپنے کرتے کی آسٹین فولڈ کرتا ہوا تکیہ اٹھا کر بیڈکراؤن سے لگا کریم دراز ہوگیا۔

" میں عائشہ کیلئے بہت پریشان ہوں۔ دہ ذہنی طور پر بہت منتشر ہے۔ایک بات کہوں غازی! ' وہ بالوں کو لیٹے ہوئے کری سے اٹھ کراس کے نزدیک بیٹے ہوئے بولی۔اس کا لہجائس خیال سے پر جوش موا۔

" آ ہا معیک کہتے ہیں کہنے والے۔شوہر کی ایک بات میں کتنے ہی مطلب ہوتے ہیں اور بیوی کی ایک بات میں کتنے ہی مطالبے ہوتے ہیں۔''

" ابھی تو میں نے ایسا کوئی مطالبہ کیا تہیں ہے اور آپ سننے سے پہلے ہی مصندی آبیں بھرنے لکے ہیں۔' وہ اس کے مصندی سائس ۔۔۔۔ مسینے پر برا مان کر بولی۔

وہ ملکے سے ہنس دیا۔ '' نا دان بیوی! پہلے ہی شنڈی سانس تھینج لول کیا خبر سننے کے بعد سانس لینے کی بھی مہلت ملتی ہے یا نہیں۔'' اس کا انداز کلفتہ ساتھا۔ سنہری آئھوں کی سطح پر بڑی خوبصورت چیک

اس کے کہے میں خفیف سرزنش تعی۔

" أكرة وي اس طرح بهلاوؤل سے بهل جاتا تو دنیا کے آ و هے مسائل ختم ہو

جاتے۔' وہ افسردہ سائس بحرتے ہوئی بولی۔

'' بیمی انسان اپنے دل میں کئی متاع کی طرح رکھتا ہے۔ کسی سے شیئر نہیں کرنا چاہتا یا جا ہے ہوئے بھی شیئر نہیں کرسکتا۔ یے م صرف اور صرف اس کا اپنا ہوتا ہے اور وہ بھی شاید اسے خود تک رکھنا جا ہتی ہے۔

تسلی کے دولفظ آئی محول سے بہنے دالے آنسوتو روک دیتے ہیں مردل میں جلنے دالے الاؤ کوتو دفت ہی دھیرے دھیرے بجھاتا ہے نا۔ جوزخم زہر بن جاتے ہیں ان کا تدارک کسی کے ہاتھ میں ہیں۔ وقت کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔' وہ بیڈ سے اتر نے گئی کہ خازی شاہ نے اس کی زم کلائی پکڑ کراسے دالیں بٹھایا۔

"کمال ہے۔ جھے خبر ہی نہ تھی کہ میری بیوی صرف سرجن ہی مختار کی غازی بھی ہے۔"اس کے انداز میں خفیف ہی شرارت تھی۔

" کیا مطلب؟ میں آپ کو اپنی گفتارانہ صلاحیتوں کے کمالات دکھا رہی ا موں۔" اس نے اپنی خوش نما آ تکھوں کومصنوی خطکی سے پھیلایا۔" جناب بیصرف ا میرے دل کی آ داز ہے۔کوئی لفاظی نہیں۔"

"اچھا..... تو پھراس دل کی آ داز کی لے کو ذرا تیز کر کے کسی خوشکوار گفتگو کی طرف کچھ دیر کیلئے موڑ دو۔ ہم جیسول پراحسان ہوگا۔ "وہ اس کے خوبصورت چہرے پر افکاییں جمائے جمائے بولا۔ اس کا اعماز کچھ ایسا معصومانہ تھا کہ مومنہ بے افتیار اللہ نے دودھ والی ہنمی نہ روک پائی پھراس کا ہاتھ ہٹا کر بیڈ سے اتر گئی۔ فلاسک ہے اس کیلئے دودھ مگاس میں ڈالنے ہوئے سوچا کہ وہ طلحہ احمد ادر عائشہ کی بات کس طرح کرے۔

ال نے محسوں کیا۔ آج عازی شاہ صرف اور صرف اس کی محبت آمیز چھاؤں میں کچھے وقت گزارنا جاہتا تھا۔ جواس کاحق بھی تھا اور پھرخوداس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ غازی شاہ سے کس طرح کے کہ وہ طلحہ احمد سے بات کرے۔ اسے عائشہ کے وہ جذبوں سے آگاہ کرے۔

مجمی بھی اسے لگنا طلحہ احمد تک بیآ نی خود پہنی چکی ہے اور وہ جان کر اغماز برت رہا ہے۔ مگر بھی لگنا وہ ہر شے سے بے نیاز ہے۔ اس کے دل میں دنیا کی طرف سے کوئی رغبت ہے دنیا رغبت محدود وانویاور جبکہ غازی شاہ کا کہنا تھا۔ وہ ایک اڑیل لڑکا ہے۔ اسے جو کام کرنا ہوگا تو اسے دنیا کی کوئی طاقت وہ کام کرانے سے نہیں روک پائے گی مگر جس شے پراسے نگاہ نہیں ڈالنی ہوگ ۔ کوئی لاکھ کے دہ اس کی طرف آ نکھا تھا کر بھی نہ دیکھے گا اور مومنہ نے سوچا۔ '' ایسے اڑیل لوگوں کے دل جانے کی مرجس شے براسے نگاہ نہیں ڈالنی ہوگ ۔ کوئی لاکھ کے دہ اس کی طرف آ نکھا تھا کر بھی نہ دیکھے گا اور مومنہ نے سوچا۔ '' ایسے اڑیل لوگوں کے دل جانے کی مرجس شے براہ کے ۔'

دلوں کے بھید سے واقف ہونا ایک بشرکیلئے کہاں ممکن ہے۔ غازی شاہ کے فرانس میٹر سے کال آربی تھی۔ وہ چپ جاپ چھددیر کیلئے کمرے سے باہرنکل می ۔ اس خفیہ ٹرانس میٹر پر وہ عموماً تنہائی اور یکسوئی سے بات کرنا پہند کرتا تھا۔

♦..... **♦**..... **♦**

، ہیںان سیج ہیرے موتیوں جیسے دلوں کے آگے عائشہ کو اپناغم بے حد حقیر اور کھائی دینے لگا۔

" کیا میں مجاہدہ نہیں بن سکتی ٹی بی" اس روز وہ بے صدامید اور آس سے فی معصومیت سے بخت ٹی بی سے کہدری تعی اور دردازے میں داخل ہونے دالاطلحہ دروازے بی مخت کیا۔

" بیلی! بھلا یہاں کی عورت جہاد ہے الگ ہے۔" بخت بی بی اس کا سرتھیکتے کے بولیں۔" بہاں کی ہرمسلمان عورت اپناتن من دھن اسلام کے نام پرلٹانے کو تیار ۔ " یہاں کی ہرمسلمان عورت اپناتن من دھن اسلام کے نام پرلٹانے کو تیار ۔ ہرآن وہ جہاد میں شامل ہے۔"

دو محر میں مملی طور پر پہو کرنا جا ہتی ہوں نی بی!"اس کے اندر عجیب ترب تنی اللہ اسے دہ خود بھی نئی تن آ شنا ہو کی تھی۔ عجیب سے محسوسات ہور ہے تھے۔ فنافی اللہ دائی بقا کی خواہش جو فنا کے بعد ملتی ہے۔

" بم سب کاکام دعائے خیر کرنا ہان مجاہدوں کے لیے دست دعا کھیلائے اے جو اسلام کی بقا کیلئے اپنی جان کو مقبلی پر سجائے معروف پریکار ہیں جو ہاتھ ان کی خدمت دول کیلئے دعاؤں کیلئے بلند ہوا۔ وہ بھی جہاد میں شامل ہے۔ جوجم ان کی خدمت کے مصروف ہوا وہ بھی جہاد میں شامل ہے۔ تنہارا جذبہ قابل تحسین ہے بیٹی!" کے مصروف ہوا وہ بھی جہاد میں شامل ہے۔ تنہارا جذبہ قابل تحسین ہے بیٹی!" وہ عجیب کھوئے دو میر سے اندر سلک رہی ہے؟" وہ عجیب کھوئے ۔ تنہارہ جد میں ہوئی۔

" ہرآ مل بجھنے والی اور بجھا دینے والی نہیں ہوتی۔ اس کا جلا رہنا روشی کی ت ہوتا ہے اور روشی نزندگی کی علامت ہے۔ "طلحہ احمد کی آ واز گونجی تو بی بی کے ماکشہ بھی چونگی اور بلیث کردیکھا۔

' سیآ گ تو جننا رکتی ہے اور بحر کتی ہے۔ اتنا ہی عروس جال مہکتی ہے۔ اس بش دلول کوسلگاتی نہیں ہے بلکہ انہیں کندن بناتی ہے۔ اس کا سینے میں جلا رہنا ہی موتا ہے۔''

عائشہ ایک بے خودی کے عالم میں اسے دیکھے گئی تمریخودی کا بیہ وقفہ مختصر وہ اپنے ہی کسی احساس سے گھبرا کرنظروں کے ساتھ سربھی جھکا گئی۔ کشمیر کاحس مجھی ہر آ نکھ کو خیرہ کیا کرتا تھا۔ اس کے سر بفلک پہاڑوں مسحور کن وادیوں دکشش جھیلوں اور رزگار تگ پھولوں کی منظر آ فرنی میں آنے دالا کھوجاتا تھا۔ جلال الدین اکبر بھی اس خوش نما خطے میں آیا تو اس کے حسن کی جعلملا ہوں میں کھوکر با اختیار پکار بیٹھا تھا۔

ایں سبزہ و ایں چشمہ و ایں لالہ و ایں گل

آل شرح ندارد کہ بہ گفتار دو آید
گرآج اس خوابوں کی سرزمین جنت نظیر فلک بوس کوہساروں کی جاددگری کا حسن اس کی رعنائیاں زیبائیاں بارود کی بواور بھارتی فوج کے بھیڑیوں کے غلیظ قدموں کی دھک سے مستقل آ لودہ رہنے گئی ہے۔ وہاں بھارتی استبداد کے پنج تلے دبی مسلمان آبادی کی دل دوز چین معصوم بچوں کی دلخراش آ دازین عفت مآب خواتمن کی اندوہنا کے سسکیاں گونج ربی ہیں۔

کشمیری مسلمانوں کی ہرضج ایک خوف اور بربریت کے نے نظارے سے ہونا اب ان کا مقدر بن کر رہ کیا ہے۔ مائیں اپنے دل کے کلزدن کو گھروں سے رخصت کر کے ان کی واپسی تک خیروعافیت کی دعائیں مانتے نہیں مسلمیں۔

عائشہ کو پہلی بار احساس ہوا کہ یہاں تو ہر کشمیری ماں کا دل کٹا پھٹا ہے۔
زخموں سے چور ہے۔ مگر وہ ان پر صبر کی پیوند کاری کیے ہوئے ہیں۔ ان کی آ تکھیں
افکلبار ہیں مگر ان کا سینہ جوان بیٹوں اور اپنے سہاک کی شہادتوں پر فخر سے تنا ہوا ہے۔
جس طرح بھارتی درندگی اور بربریت ہر روز برحتی جا رہی ہے۔ اسی طرح ان کا ایمان
یقین اور بھی مضبوط ہوتا جا رہا ہے۔ ان کے دل اس آمک میں تپ تپ کر کندن بن

" مجمعے ماتا جی کے مرن کی خبر مل گئی تھی پر چونکہ وہ مسلمان ہوگئی تھیں۔اس میں آنے کی ہمت نہ کرسکا۔سوچا تم جانے کیا سوچوا ورغصہ نہ کر بیٹھو۔'' " مسلمان تو میں بھی ہو چکی ہول' پھر آنے کی ہمت کیے کر بیٹھے؟'' وہ اپنے ایمکا اٹھتا ایال دیاتے ہوئے طنزیہ بولی۔

"" تم سے پچھ باتیں کرناتھیں۔ مروہ باتیں یہاں نہیں ہوسکتیں۔ یوں کھڑے
دست اگرتم فارغ ہوتو میرے ساتھ چلی چلو۔" وہ اس کے طنزیہ لیجے اور جملے کو فلرانداز کرتے ہوئے بولا جیسے ان کے مابین ہمیشہ سے ہی بڑے ووستانہ تعلقات ول ۔ اس کے اس ناکل نے عائشہ کے اندرگی آگ کواور بھی جمڑکا ویا۔

'' تمہارے ساتھ چلی چلوں تا کہ سی سوشے سنج میں نے جا کرمیرا گلا دبا دو۔ می ہتیا کرڈالو۔''

'' کیا کہہ رہی ہو کوئیا! چلو آؤ' میرے ساتھ۔'' اس نے پہلے ذرا حیران کی ایکٹنگ کی پھراسے پچکارتے ہوئے اس کا ہاتھ تھامنا جاہا تو وہ بدک کر یوں ن کویا بچھونے اس کی کلائی پرڈنگ مارویا ہو۔

" بند کرو یہ ناکک! تم کیا سمجھتے ہو۔ میں پھونہیں جانتی؟ یاو رکھو ماتا ہی تو ک کے مرتبے پر فائز ہو چکی ہیں اور مجھے اس کاغم نہیں ہے۔ پر تہہیں میں معاف
رول کی۔ کمینے بچھے میں معاف نہیں کرول گی۔' وہ ایکدم بھٹ پڑی تھی۔

''عائشہ....!''مومنہ بھاگ کرآئی مگر عائشہ پر تو کویا خون سوار ہو گیا تھا۔وہ ٹیرنی کی طرح پر کاش پر بل پڑی اس کا چبرہ اور گریبان نویجے گئی۔

رکاش اس جملے کیلئے قطعی تیار نہیں تھا۔ ذرا سالڑ کھڑایا ناہم بڑی سرعت سے نے اینے حواس سنجال لیے۔

'' تخفیے میں مار ڈالوں گی۔ تونے میری جنت اجاڑی ہے۔ مجھ سے میرا پچھین لیا اور اب اب مجھ سے پریم جنانے چلے آئے ہو۔ بے رحم' ظالم یہ ہند ڈمیں تہارا خون ہی جاؤں گی۔ میں ساری جنتا کو بتاؤں گی تو میری ماں کا ہے۔''

ڈاکٹر عائشہاس بل اس بات ہے بے نیاز تھی کہ وہ اپنے ہیتال کے پار کنگ

نیےرنگ کے اسکارف میں اس کا چہرہ انوکی آگ سے دہکتا ہوا محسوس ہوہ ا تھا۔طلحہ احمہ نے بھی نظروں کا زاویہ سرعت سے بدلا تھا پھر ابرد کو ملکے سے جنبش و جا ہوئے بخت نی لی سے بولا۔

طلحہ احمد نے ہوئمی نظریں ذرای اٹھا کراسے جاتے ویکھا۔ وہ قطعی نہ جان ا کہ وہ کس روشن کی کس زندگی کی بات کر رہی تھی یا شاید جان کر بھی انجان بن ہوئے تقا

عائشہ ڈیوٹی روم میں آئی تو اے اطلاع ملی کہ پرکاش اس سے ملنے آیا۔ مومنہ نے اس کے متغیر چبرے کو دیکھے کرجلدی سے اس کی کلائی کیڑی۔ دونہیں عائشہ! تم اس سے نہیں ملوگی۔''

''کیوں؟ کیوں بارس ملوں کی؟''اس نے مومنہ کا ہاتھ جھٹک دیا۔اس کا اس کے مومنہ کا ہاتھ جھٹک دیا۔اس کا اس کا اس کا م سرسراتا ہوا تھا جیسے کسی خبال کو دیا رہی ہو۔آ تھوں میں سارے جہال کی نفرت جھلکا ا تھی۔

"اس کے کہ اس کا کوئی فائدہ نہیں سوائے تماشا بننے کے۔"
"ہاں تماشا تو منر در ہے گا مرمرف برکاش کا۔"

" فدا کیلئے عائشہ!" مومندا بی کری سے اٹھ کراس کے پیچے لیکی محروہ اس کے پیچے لیکی محروہ اس کے بیٹے لیکی محروہ اس کی موری ہوئی شیر نی کی طرح ڈیوٹی روم سے نکل گئی۔اس کا رخ پارکنگ لاٹ کی طرف اس مقار جہاں پرکاش اپنی بائیک کے پاس کھڑا اس کا منتظر تھا۔اسے دیکھتے ہی اس مقار اس کا منتظر تھا۔اسے دیکھتے ہی اس مونٹوں پر دوستانہ مسکرا ہٹ ریک گئی۔ دوسرے بل وہ چبرے پرنہایت مکاران الدا اس باتا ہوا بولا۔

ہونے کی کوشش کرنے تھی۔

المرجنسي وارثر ميں لے آئی اور بيٹر پرلٹاويا۔
المرجنسي وارثر ميں لے آئی اور بيٹر پرلٹاويا۔
المرجنسي وارثر ميں لے آئی اور بیٹر پرلٹاویا۔

عائشہ کے وجود پر اب بھی ایبا سناٹا طاری تھا۔ جیسے ہوا سے محروم چاند پر ہوتا ہوگا۔ وہ بس خشک بنجر آئکھوں سے مومنہ کو دیکھی جواس کے زخم کا معائنہ کر رہی تھی۔ اس کا ذہن کمل طور پر بیدار نہ تھا جیسے اس حادثے کو قبول نہیں کر پار ہاتھا۔ " آگر لیے بھر کی بھی تا خبر ہو جاتی تو گولی جسم میں پیوست ہو جانی تھی۔" مومنہ اسے فہمائٹی نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی۔

سے ہاں سروہ اس کے ہونٹوں کے جنجال سے نجات مل جاتی ۔' اس کے ہونٹوں سے دھیمی افسر وہ مسکرا ہٹ انجر کرمعد دم ہوگئی۔ پر دھیمی افسر وہ مسکرا ہٹ انجر کرمعد دم ہوگئی۔

پروسی ہمررہ سے ہوئے اسے کے زخم پر مرہم لگاتے ہوئے اسے کھورا اور پچھ کہنے کا ارادہ مونہ نے اس کے زخم پر مرہم لگاتے ہوئے اسے کھورا اور پچھ کہنے کا ارادہ کیا کہ دروازے سے ڈاکٹر جگن ناتھ کے ہمراہ ایم ایس ڈاکٹر موہن اندر داخل ہوئے۔ ان دونوں کواس حادثے کی اطلاع مل چکی تھی۔

ان وروں وراں کی کریا ہوگئی کویتا جی! میں تو اس حادثے کا سن کر پریثان ہوکر بھاگا جا گا۔ '' بھگوان کی کریا ہوگئی کویتا جی! میں تو اس حادثے کا سن کر پریثان ہوکر بھاگا جا گا ہا۔'' جگن ناتھ کی حواس باختگی ان کے چہرے سے ظاہر تھی جو عاکشہ کی حالت قدرے بہتر دیکھ کرآ ہتہ آ ہنہ دھوئیں کے خول کی طرح چھنے گئی۔ یہ

کررے ہور بھی رہ ہے۔ اب ہے فاصا پر بیتان کن حادثہ تھا۔ تھلی دہشت گردی تھی۔ آپ بے فکر رہیں۔ اس حادثے کی کارروائی ضرور ہوگی۔ مجرم نج کرنہیں جاسکے گا۔ ہم آج ہی ایف آئی آرکٹوا دیتے ہیں۔ "موہن صاحب بولے۔

ای ار موادیے ہیں۔ رسے بیسے۔ میں ان بھیڑوں میں الجھنائیں جائی۔'
ماکٹہ جلدی ہے ہوئی۔ وہ کسی بھی تتم کی پولیس کارروائی کے لیے تیارئیں تھی۔
ماکٹہ جلدی ہے ہوئی۔ وہ کسی بھی تتم کی پولیس کارروائی کے لیے تیارئیں تھی۔
دوم یہ آپ کاحق ہے۔ آپ پر قاتلانہ تملہ ہوا ہے۔' ایم الیس صاحب کے چرے پر تھر کے سائے تھے۔ جس میں خفیف سی جیرت بھی شامل ہوئی۔
چرے پر تھر کے سائے تھے۔ جس میں خفیف سی جیرت بھی شامل ہوئی۔
دوحت کی بات جھوڑ ہے۔ یہاں کس کوحت ملتا ہے موہ من جی! بہر حال آپ کی

لاٹ میں ہے اور ایک ذیے وار ڈاکٹر ہے۔ اس کی آگھوں کے آگے تو بس اس کی مال کی خون آلود لاش تھی اور پرکاش کا مکروہ چرہ۔ وہ اس کا خون کر دینے کے دریے تھی۔ ہاتھوں اور ناخنوں سے بی اس کا قبل کر ڈالنے کی کوشش کرنے گئی۔ اچا تک مومنہ نے پرکاش کو جیب سے ربوالور نکالتے و کھے کرزوروار چیخ ماری۔

''عائشہ پیچھے ہٹو۔''مگر دہ جنونی دیکھ بی نہ پائی۔مومنہ نے خود بی اسے اسے
زور سے اپنی طرف تعینچا کہ پرکاش کے ریوالور سے نگلنے والی سنسناتی کولی عائشہ کے
سینے میں اتر نے کے بجائے اس کے بازوکو چھیدتی ہوئی گزرمی۔

مومنہ کے یوں کھینچنے پر عائشہ بھی توازن قائم نہ رکھ سکی تھی اور آہنی جنگلے ہے کظرا کر پچھلی طرف محماس کے قطعے پر جاگری۔ فائز تک کی آ داز سے پارکٹ لاٹ میں کھلیا ہے کھیا گھا ہے کہ اور آباد کی میں کھیلی کھی میں کھڑا چوکیدار بھا گیا ہوا آبا۔ محراس اثنا میں پرکاش بائیک سنجال چکا تھا۔

مومنہ نے دہشت کے عالم میں آئیمیں زور سے پیچ کر کھولیں اور ایک ممہری سانس کمینچتے ہوئے اپنے ساتھ ہی جیت کری عائشہ کو دیکھا۔

ایک لیج کی تا خیر ہو جاتی تو وہ کو لی اس کے جسم کے پار ہوتی ہے جمر جمری لے کروہ جھکے سے اٹھ منی۔

عائشہ کا چہرہ بالکل ساکت تھا اور اس کی پھرائی ہوئی آئھیں کھلے آسان کو تک رہی تھیں۔ وہ پارکٹ لاٹ میں ہونے والے کھکدڑ اور اردگر دجع ہونے والے لوگوں سے بے نیاز تھی۔شایداب تک اسے اپنے نز دیک موت کی آ جیس ہی سائی وے رہی تھیں۔ اس کا چہرہ بالکل سفید پڑھیا تھا۔ جیسے جسم کا سارا خون کسی نے نچوڑ لیا ہو۔ وہ اس سے بھی بے نیاز تھی کہ اس کے بازو کی سے تنے والی جلد سے گاڑھا گاڑھا خون بہدر ہا تھا۔

اس تکلیف ہے کہیں زیادہ اس کا دل اذبت ہے دوچارتھا۔ پرکاش کا سامنا اور پھراس کا یوں کھلے ڈلوں اس پر گولی چلا دینا گویا وہ اس کے تل کی نبیت ہے ہی آیا تھا۔

نیت سے بی آیا تھا۔ مومنہ نے اس کا بازو ملکے سے چھوا تو وہ پلیس جھیک کر جیسے دہنی طور پر بیدار " چھوڑو مومو! کیسی بات کرتی ہوتم بھی۔ یہاں سلمانوں کے لیے کوئی انساف نہیں ہے۔ کوئی قانون نہیں ہے۔ بھیڑ بکر ہوں کی طرح بے گناہ سلمانوں کو ذیک کررہے ہیں اور جگن ناتھ کہدرہے ہیں میں قانون کی پولیس کی مدو حاصل کروں اور سکورٹی کے لیے۔ " وہ سر جھنکتے ہوئے اواسی اور افسر دگی ہے آئی۔" بلکہ ہیں تو کہتی ہوں یہاں انسان کے لیے انساف ہے بی نہیں۔ انسان کا انساف دھوپ میں رکھی برف کی بہاں انسان کے لیے انساف ہے بی نہیں۔ انسان کا انساف دھوپ میں رکھی برف کی طرح ہے جو ذرا تیز دھوپ بڑی پھل گیا۔ جب انساف ما نگنا بی ہے تو اصل منصف ہی کیوں نہ مانگیں جو انساف کرنے اور دینے پر قادر ہے بلکہ مولوی صاحب تو کہتے ہیں کہ اس سے بھی انساف نہیں اس کی رحمت مانگو۔ چونکہ ہم سب انسان پا پی ہیں بین کہ اس سے بھی انساف نہیں ہی ہمارے بی سے کروی جا کیں فرور بخشش خطاکار ہیں انساف مانگیں گے تو انساف ہی مطرح کیا اور ہماری خطاؤں کی ضرور بخشش سامنے کردی جا کیں گی۔ ہاں رحمت مانگنے سے ہمارے پاپ اور خطاؤں کی ضرور بخشش میں جو جائے گی تو بس جب آئی اس نے اپنی رحمت سے بچالیا ہے تو کیا وہ آئیدہ نہ بچائے میں جو جائے گی تو بس جب آئی اس نے اپنی رحمت سے بچالیا ہے تو کیا وہ آئیدہ نہ بچائے میں جو جائے گی تو بس جب آئی اس نے اپنی رحمت سے بچالیا ہے تو کیا وہ آئیدہ نہ بچائے میں دیا ہے۔

مومنہ جیرت زوہ می اسے دیکھتی رہ گئی۔اس کی بھیگی بھیگی آ تکھوں اورلیوں کی تراش میں بھیگی بھیگی آ تکھوں اورلیوں کی تراش میں بھیلی افسروہ مسکرا ہٹ میں کتنا اعتماد تھا۔ کتنا یقین تھا۔ وہ بےعنوان می خفت محسوں کر کے رہ گئی اور بے اختیارا سے خود سے لگالیا۔

" سنوۃ بی بی کو کھے نہ بتانا۔ گاڑی گھر کے دروازے پر رکی تو عائشہ نے اے تاکیدا کہا۔ بس کہدویتا ایک جنونی مریض نے گلاس توڑ دیا تھا جس کا کانچ لگ اے تاکیدا کہا۔ بس کہدویتا ایک جنونی مریض نے گلاس توڑ دیا تھا جس کا کانچ لگ گیا۔ وہ بازو پر گئی پی پراشارہ کرتے ہوئے بولی اور دروازہ کھول کرنچے اتر گئی۔ مومنہ نے پیکول کے باراتر نے والی نمی کوانگی کی پوروں سے پونچھتے ہوئے

بہر حال وہ اس واقعے کا ذکر مولوی صاحب سے ضرور کرے گی تا کہ وہ کوئی
بہتر رائے دیں۔ ایک تادیدہ خوف سااس کے سینے کی دیوار سے لیٹ کر رہ گیا تھا۔ گر
دوسر سے روز اسے موقع ہی نہ ملا۔ بھارتی درند ہے مولوی خصر محمد کومقای محبد سے جمعہ کی
نماز کے بعد گرفتار کر کے لے گئے جب وہ واعظ دے رہے تھے۔
"یاد رکھیں اپنی آزادی اور خود مختاری کو قائم دائم رکھنے کے لیے عزم ہمت

بڑی مہر مانی۔ میں اس قصے کو پہیں ختم کر دینا جا ہتی ہوں۔' اس کا انداز دوٹوک تھا۔
''سوچ کیجئے ایسا نہ ہو کہ بھاگ جانے والا مجرم ایک بار پھر ایسی اوچھی حرکت
کرنے کا سوچے۔'' جگن ناتھ اسے پرتشویش نظروں سے دیکھنے لگا۔ پھر کسی خیال کے تحت بولا۔''کہیں بیرکوئی آپ کا خاندانی جھکڑا تو نہیں تھا؟''

''جی ایسا بی تھا۔ وہ میرا ریلیج ہے اور ہماری خاندانی رنجش ہے۔' عائشہ بلاتا مل سر ہلا گئی۔جگن ناتھ نے ایم ایس موہن راج کی طرف دیکھا پھر ہلکی سی سانس بھرتے ہوئے کہا۔

'' بہیں کوئی حق تو نہیں پہنچا کہ آپ کے پرسل افیئر کو ڈسکس کریں پر میرا ذاتی خیال ہے بلکہ مشورہ ہے کہ آپ سکیورٹی کے لیے پولیس کی مدد ضرور حاصل کریں۔''

مومنہ نے دیکھا جگن تاتھ کی اس بات پر عائشہ کے چ_{ار}ے پر ایک استہزائیہ آمیزمسکراہٹ ریک گئی تھی۔

'' بھوش کے لکھے کوتو کوئی نہیں مٹاسکتا جگن تی! ہرمنش کے انت کا ایک دن اس کے بھاک میں لکھا جا چکا ہے۔'' پھر سر جھنگتے ہوئے بولی۔'' یو ڈونٹ وری اباؤٹ میں اس کے بھاک میں لکھا جا چکا ہے۔'' پھر سر جھنگتے ہوئے اولی۔'' یو ڈونٹ وری اباؤٹ میں۔ اب وہ دوبارہ ایبا وارنہیں کرے گا۔'' جگن ناتھ کندھے اچکا کرایم ایس کے ہمراہ واپس ہولیے۔

مومنہ نے بھی یہاں سے جانے کا سوچا۔ اس کے خیال میں اپنی اپنی ڈیوٹی سے فارغ ہوکر سارے ڈاکٹرز فردا فردا اس دافعے کی تفصیل پوچھنے آتے رہیں گے۔ عائشہ نے بے حد نقامت محسوس کرنے کے باوجود اس کے خیال سے اتفاق کیا تھا۔

اس کے اندرغم کا ایک الاؤ و مجنے لگا تھا۔ گاڑی جونہی گھر کے راستے پر پہنچی اس کی آئھوں کا بندٹوٹ کیا۔ وہ مومنہ کے کندھے سے لگ کررویزی۔

'' و شکر کروخدانے تنہیں بچالیا۔'' وہ اس کا سرسہلانے گئی اور اسے رونے دیا تا کہ جی کا غبارنکل جائے۔

''ویسے جگن ناتھ کا مشورہ اتنا غلط بھی نہیں ہے۔ تنہیں ایف آئی آر کٹوانی چاہئے۔''اس نے سراٹھایا تو وہ اپنے اسکارف سے اس کے آنسو پو نچھتے ہوئے بولی۔ ز مین پرگر پڑا۔'' طوطے نے جونبی اپنے بھائی کے بارے میں یہ حیران کن خبر کی تو فورآ بنیں رہ گئی۔ بنی جکڑے جاتے ہیں جوزندگی سے پیار ور غالب اقوام سے پھر آزادی کی بھیک ایک ڈھیریر لے جا کر مردہ طوطے کو پھینکنے کے لیے پنجرے کو جھاڑا تو طوطا پھر سے اڑا

ایک دسیر پر سے جا سرسردہ موسے وہیں سے سیم ببرے رباط میں اور وہ خفیہ پیغام جو اور سامنے ایک سرسبز پیڑ پر جا جیٹھا۔ تب مالک نے اس راز کوسمجھا اور وہ خفیہ پیغام جو

ایک آزاد پرندے نے اپنے اسیر بھائی کو بتایا کہ آزادی جاہتے ہوتو موت کو گلے سے

لگاؤ اور عزت نے جینا جا ہتے ہوتو مربالسیکھو۔''

درحقیقت موت ہے محبت ہی آزادی کے حصول کی بقا کے لیے ایسا طریقہ ہے جو جانورتک بیجھتے ہیں۔ آج بھی آزادی اور غلبہ اسلام کے لیے جام شہادت کی کر موت کو اپنے گلے لگانے والے شاہین صفت مجاہدین اسلام بوں تو دنیا کی نظروں میں اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں لیکن خالق موت وحیات انہیں مردہ کہنے بلکہ مردہ گمان کرنے پر بھی پابندی عائد کرتے ہوئے فرما تا ہے۔

"اورالله کی راہ میں قتل کیے جانے والوں کومردہ گمان مت کرو۔ بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے بات ہوں ندہ ہیں اپنے رب کے باس۔"

یمی شہادت کا جام پینے والے اسلام اور مسلمانوں کو کفر کے آبنی پنجے سے نجات دلاتے رہے ہیں۔ یہی اسلام اور دین کے سیدسالار ہیں۔''

بات دلا سے رہے ہیں۔ ہیں، منا ہر رہ یہ سے بہ معدید میں بھارتی فوجی تھس آئے اسکی ان کی اثر انگیز تقریر جاری تھی کہا جا تک مسجد میں بھارتی فوجی تھس آئے اور اندھا دھند فائر تگ کرنے گئے۔ ان میں جارفوجی مولوی خصرمحد کو بے دردی سے تھے۔ تھے۔ ان میں ڈال کرلے تھے۔ تھے۔ تھے۔ بیک بکتر بندگاڑی میں ڈال کرلے تھے۔

مومنہ ہیتال ہے لوٹی تو اس خبر نے اسے جذباتی کر دیا۔ اس کے اندر نفرت اور غصے کی آگ بھڑک اٹھی۔

اور سے ہیں ہو مومنہ!'' بخت نی نی نے اسے جاتے و کھے کر پکڑا۔ ''کہاں جارہی ہو مومنہ!'' بخت نی نی نے اسے جاتے و کھے کر پکڑا۔ ''میں ان درندوں کا منہ نوچ لوں گی۔ ان کی ہمت کیسے ہوئی کہ وہ مولوی صاحب کو پکڑ کر لے جا کیں۔ کیا قصور ہے ان کا؟ کس جرم میں پکڑا ہے انہیں؟'' صاحب کو پکڑ کر لے جا کیں۔ کیا قصور ہے ان کا؟ کس جرم میں پکڑا ہے انہیں؟'' ''یہاں قصور کب دیکھے جاتے ہیں مسلمانوں کے۔ بیتو اپنے من موجی ہیں جرات اور قوت بازو سے کام لینے کی ضرورت ہوتی ہے۔ حقیق آزادی کے لیے بری سے بری سے بری تربانی دینے والی قوم بھی محکوم اور مغلوب نہیں روسکتی۔

محکومیت اورمغلوبیت کے پنج میں وہی جکڑے جاتے ہیں جوزندگی سے پیار اورموت سے فرار اختیار کرتے ہیں اور حاکم اور غالب اقوام سے پھرآ زادی کی بھیک مانگتے پھرتے ہیں۔

مولانا مثنوی نے ایک بہترین حکایت بیان کی ہے۔ اس سلسلے میں۔'
پھر وہ حکایت بیان کرنے گئے کہ۔ : ''ایک فخص نے طوطے کو پکڑ کر پنجرے
میں بند کر رکھا تھا اور ہر روز اسے چوری کھلاتا' اس سے میٹھی میٹھی باتیں کرتا تھا۔لیکن
قیدی طوطا آزاد فضاؤں میں بلند پرواز ہے محروی کے باعث دل ہی دل میں کڑھتا رہتا
اور ہر وقت قید تنہائی میں باغ د بہار کو یاد کر کے خون کے آنسو روتا۔ ایک باراس کے
بالک کوکسی دوسرے ملک کا سفر در چیش آیا گھر کے تمام افراد نے والیسی پر مختلف تحاکف و
ہدیہ کے مطالبے کیے اور اپنی اپنی پند کا اظہار کیا۔ اس نے پنجرے میں بند طوطے سے
بھی پوچھا۔ ''میاں مٹھوا تم بھی تو بتاؤ کہ دوسرے ملک سے تمہاری پند کی کیا چیز لاؤں؟
تمہاری کوئی خواہش ہوتو بتا و دو؟''اس نے سوچ کر جواب دیا۔

''بس میراایک کام کردینا که دہاں تہمیں میراکوئی بھائی طے تو اسے میراسلام عرض کردینا۔ چنانچہ وہ فحض دوسرے ملک پہنچا۔ اپنا کام نمٹایا۔ ایک دن اس نے قریب میں باغ کے ایک درخت پر بیٹے ایک طوطے کو دیکھا تو اسے اپنے میاں مشوکا سلام پہنچایا۔ طوطے نے اپنے غریب الدیار قیدی بھائی کا جوسلام سنا تو فوراً دم توڑ دیا اور درخت سے نیچے زمین پر آگرا۔ بید کھی کروہ آ وی جیران وسٹسٹدررہ گیا اوراسے انتہائی قاتی وافسوس ہوا۔ جب بیخض والی لوٹا ہرفردا پی مطلوبہ چیز یا کرنہا بیت خوش وخرم نظر آر ہا تھا۔ وہ محض اپنے طوطے کے پاس گیا۔ پنجرے میں لوہ کی سلاخ پر بیٹھے طوطے نے دریافت کیا۔

" دخضور! آپ نے میراسلام میرے بھائی کو پہنچایا کہ ہیں۔ "
مالک نے جواب دیا۔ "میں نے تمہارا سلام تمہارے بھائی تک پہنچایا لیکن
مجھ سے اب تک یہ معماطل نہ ہو سکا کہ تمہارا سلام سنتے ہی وہ مرگیا اور درخت سے

♦..... **♦**..... **♦**

تیسرے روز بھی مظاہرے وقافو قاجاری تھے کہ کرفیولگا دیا گیا۔ مولوی خضر محمد کی کوئی خبر نہل پائی تھی۔ بخت ہی نی نے تو ایک کمرے میں بند ہو کرخدا سے لولگا لی تھی۔ بوں بھی ان کے دن کا آ دھا حصہ عبادت میں گزرتا تھا اور آ دھا گھر کے کام کاخ میں۔

عائشہاورمومندی آ تھوں سے نیندیں اڑی ہوئی تھیں۔

غازی شاہ ہے بھی کوئی رابطہ نہ ہوسکا تھا۔ ایسے بیس مومنہ کی بے قراری حد سے سوا ہوگئی تو اس نے غازی شاہ کی طرف جانے کا سوچا اور بخت بی بی کو بتائے بنا عائشہ کوراز دال بنا کر چیکے سے گھر سے نکل آئی۔ کرفیو کے باعث سڑکوں پر ہیبت ناک ورانی محیط تھی۔ بس فوجی گاڑیوں کی گردش نظر آ رہی تھی۔ وہ ان کی ہوس زدہ نظروں سے نیج کر پہلے طارق ہاؤس بیجی تاکہ پاپا سے کوئی مشورہ کرسکے۔ مما اسے دیکھ کر پیشان ہوگئیں۔

پید ما ایک کروں مما! غازی ہے بھی رابط نہیں ہور ہا ہے۔ مولوی صاحب کو گرفتار کرکے لے محیے ہیں جعد کی نماز کے بعد سے اور اب تک کوئی خبر نہیں ملی ان کی۔ جھ سے ان حالات میں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھانہیں جاتا۔'' یہ کہتے ہوئے دہ مما سے الگ ہوئی اور ادھرادھرنظریں دوڑاتے ہوئے بولی۔

"يايا كهال بين؟"

"دونوممبی محنے ہیں۔کل تک آجائیں ہے۔"

''اچھا..... پاپانہیں ہیں۔' وہ مایوں ہوگئی۔ پھر بالوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے سانس بھرتے ہوئے بولی۔''میں اب چلوں گی مما!''

'' کہاں؟ کہاں جاؤگی اس وقت؟'' مما نے گھبرا کراس کا چېره دیکھا۔

''غازی شاہ کی طرف۔''

''کیا بخت بی بی کوخبر ہے؟''

" دنہیں۔" وہ نظریں جرامی ۔ جوابا مما اے سرزنش کرنے والے انداز میں

جے چاہا پکڑلیا۔ جس کے گھر میں چاہا بل پڑے۔ ادھرآ کر بیٹھوتم۔ مولوی جی بہت برا منائیں گے۔' بی بی اسے زبروستی پکڑ کراندر لے آئیں۔

سر کوں پر احتجاجی مظاہرے جاری تھے گرمومنہ جانی تھی ان مظاہروں پر فوج عیال کرے کا بہیں منتشر کروے گی۔ کتنے اور شہید ہوجا کیں سے کتنے زخی ہوں سے۔ ابھی کل ہی سری تکر کے علاقے نوشہرہ میں مجاہدین کے کیمپ پر حملہ کر کے تین مجاہدین کوشہید کیا گیا تھا اور ایک اور جگہ سات مجاہدین کوشہید کیا گیا تھا جس میں حزب المجاہدین کا ڈپٹی ایڈوائز ربھی شہید ہوا تھا۔ جس کا غم ابھی غازی شاہ کو کم بھاکہ ابھی خاری شاہ کو کم بھاکہ مولوی خصر محمد کوفوجی کچڑ کر لے مجے تھے۔

وہ غازی شاہ سے ربطہ کرنے کی کوشش کرنے لگی۔ تمر ایبا لگ رہا تھا سرخ بٹن کا اشارہ ملنے کے باوجود جواب نہیں آ رہا تھا۔ اے اور زیادہ تشویش ہونے لگی۔

''میں غازی شاہ کی طرف جارہی ہوں بی بی!'' وہ اپنا بیک اٹھا کر دروازے
کی طرف بڑھتے ہوئے بولی۔ اس کے اندر کویا پنکھ لگ مجئے تھے۔ بی بی جائے نماز ہے
اٹھ کراس کی طرف آئیں اور زی ہے اس کا ہاتھ پکڑلیا۔

" پاکل ہوگئ ہے تو۔ان حالات میں باہر نکلے گی جبکہ بید درندے سر کوں پر کھلی فائرنگ کردے ہیں۔''

دل میں غم و غصے اور نفرت کا سمندر کھا تھیں مار رہا ہواور آ دی کچھ نہ کرسکتا ہوتو ایسی ہے۔ اور ہو ہی تھا ہوتو ایسی بیار ہوتا ہوتو ایسی بیار ہوتی ہے۔ ساگانے اور تھلسانے لگتی ہے اور وہ بھی تھلس رہی تھی۔ بھارتی مظالم کے خلاف اس کا سینہ م و غصے سے بھرا کوئی آ تش فشاں ہور ہا

و نکھنے لگیں۔

ناراضی سے اسے ٹوک گیا۔" اورتم مس قدر بے وقوف عورت ہو۔ان حالات میں یہاں آ تنيں وطلح فعيك كهدر ما ہے۔ حمهيں ايسے حالات ميں كھر سے نبيں لكانا جا ہے تھا۔'' " حالات يهال حالات مسلمانوں كے ليے اچھے بى كب بيں؟" وہ كم س ناراض بيح كى طرح بلبلاكر بولى -ايك لخله غازى شاه كے بھنچ ہوئے لب مبهم انداز میں وا ہوئے تا ہم دوسرے مل وہ کہے میں ناراضی کا تاثر سموتے ہوئے بولا۔ ''بہرحال تم واپس چلی جاؤ انجمی اور اسی وفت ''

" إلى بيميرا علم ب-" اس كالبجه تحكمانه تقاد مومنه في محائل نظرول سے

طلحه احمد نے بے ساختہ چمرہ دیوار کی طرف کر لیا ادر دیواروں پر آویزاں يوسنرز كي طرف دانسته متوجه هو كميا_

"تم نے سانہیں مومنہ! میں نے کیا کہا ہے؟"اب کے غازی شاہ کی سرمئی آ تکھوں کے کانچ پر ناراضی بھی رقم ہونے گئی۔ وہ اس کے چہرے کی سرخی میں تھلے غصے اور ب کچک کہے پر بری طرح دھی ہوگئ۔ کو یا اس مِل وہ کو تی بھی رعایت اے دینے کو تيارنظرتبن آرماتها.

ای کی آ مکھوں کے کوشے بے اختیارنم ہو گئے۔ وہ جھکلے سے پلٹی اور دوڑتی

غازی شاہ لب بھینے اسے جاتا ویکھتا رہا پھرایک قدرے متاسفانہ سانس تھینج كررخ موزا تو طلحه احمد كوا بني طرف ويمصته پايا _

''کیاتم سرجن مومنہ کے ساتھ زیادتی نہیں کر مےے؟'' اس کا لہجہ تا دیبی تھا۔ '' '' '' ہمر '' ہمرا ہے رویہ حالات اور وفت کے تقاضے کے مطابق تھا۔'' اس نے سرتنی میں ہلایا اور طلحہ احمد کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولا۔

"میں نے اس کے ساتھ بھلائی کی ہے۔اس کا ابھی یہاں سے بلے جانا ہی بہتر تھا اور مجھے یقین ہے۔اس نے بی بی کو بھی اینے کھرے تکلنے کا نبیس بتایا ہوگا۔ ورنہ وہ اسے ہرگز نہ آنے دینیں جبکہ میں بھی نہیں جاہتا کہ اسے کوئی گزند پہنچے۔ خاص کر اس

''بہت خفا ہوں گی وہ۔ جانتی ہووہ کیوں فکرمند ہیں تمہارے لیے؟'' '' ہاں جانتی ہوں۔''اس بل اس کی پلیس کسی احساس کے تحت جھک کئیں اور رخساروں پرسرخی دوڑ گئی۔

"اس کے باوجود اس حالت میں حمین دہنی اور جسمانی دونوں طرح آرام کی ضرورت ہے۔اس طرح کی ہماک دوڑتمہارے لیے نقصان دہ ٹابت ہوسکتی ہاور یاد رکھنا پینقصان بہت بڑا ہوگا۔''

" آپ بالکل فکرنه کریں مما! کھی ہیں ہوگا مجھے۔ آپ کی اور بخت بی بی کی وعائیں جو ساتھ ہیں۔' وہ ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کرتسلی ہمیز انداز میں د باتے ہوئے بولی اور مسکرا کران کے رخسار چوم کر باہرنگل تی۔

مما کے لیوں سے بے اختیار افسردہ سائس خارج ہوئی۔مولوی خضر محمد کی مرفآری ان کے لیے بھی بے حد تشویش کن تھی۔

وہ غازی شاہ کی طرف پہنی تو طلحہ احمد اسے دیکھے کرچونکا۔ ''آپ……ا*س وقت*؟''

" كيول كيا يهال آنے كے ليے كوئى وقت مقرر ہے؟" وہ جھنجطلابث سے

" وتہیں میرا مطلب ہاس وقت حالات بے حد کشیدہ ہیں۔ آپ کوہیں لکانا عاہے تھا کھرے۔ یہ جگہ بھی خطرے سے خالی ہیں ہاس دفت۔ ' پھر جیب ہوکراس نے دروازے کی طرف دیکھا جہاں سے غازی شاہ اندر داخل ہوا تھا۔اس کے چہرے کے نقوش سے ہوئے محصد ان میں نا گواری کے تاثرات بہت واضح سے مومنہ نے اسے و کھتے ہی مولوی خضر محمد کی گرفتاری کی اطلاع دینی جاہی مگر اس نے ہاتھ اٹھا کر اے روک دیا۔
"تمہارا کیا خیال ہے ہم بے خبر ہیں؟"
"تو پھر مجھ سے یا بی بی سے رابطہ کیوں نہیں کیا۔ ہم کس قدر پریشان تھے اور

بی بی....!'' ''نہیں بی بر گزر پر بیٹان نہیں ہوں گ۔ میں جانتا ہوں۔'' وہ قدرے

مالت میں جب کہ وہ ۔۔۔۔ ' وہ کھ کہتے کہتے بکدم لب دانتوں میں دبا کر چپ ہو گیا۔ اس کے چہرے پرایک خوبصورت رنگ آ کر گزر گیا۔ وہ تکفن طلحہ احمد کا کندھا تھیک کررہ عمیا۔

طلحہ احمد اس کے چہرے پر چھینے والے اس رنگ کومحسوں کیے بنا نہ رہ سکا۔
بہر حال وہ کم من یا ناوان نہیں تھا کہ خوشی کے وہ رنگ نہ پیچان لیتا جو غازی شاہ کو بقینا
ایک قلیل مدت کے بعد ملنے والی تھی اور جس کی جھلملا ہث کا عکس ابھی ہے اس کی
آئی محول میں اتر آیا تھا۔

''مولوی جی کے بارے میں ہمیں بالکل ٹھیک اطلاع ملی تعی طلحہ!'' غازی شاہ کمرے میں پھیلی اس فضا کو کا شنتے ہوئے قدر سے بیدگی اور رنجیدگی کے مشتر کہ احساس کے ساتھ بولا۔

'' ہاں سلطان کی اطلاع بھی غلط ہیں ہوتی۔'' طلحہ احمہ نے تائیدی انداز میں مہلایا۔

''جانتے ہوسلطان نے ایک اور اطلاع بھی دی ہے۔ بے شک مگاہر کیا ہے مگر اس کا شک بھی بیٹنی ہی ہوتا ہے۔''

' و کیسی اطلاع؟'' اس نے چونک کر غازی شاہ کے پھر ملے چہرے کی سرف دیکھا۔ رف دیکھا۔

'' میں بہ جگہ جتنی جلدی ہو سکے خالی کر دینی جائے۔سلطان کے مطابق کسی وقت بھی بہاں فوج آ سکتی ہے۔''

وقت یہاں موجود ہیں جو علاج کے باوجود ابھی بھاگ دوڑ نہیں جبکہ کئی ایسے زخمی اس دفت یہاں موجود ہیں جبکہ کئی ایسے زخمی اس دفت یہاں موجود ہیں جو علاج کے باوجود ابھی بھاگ دوڑ نہیں کر سکتے۔' طلحہ احمد کے چہرے پر البحصن اتر آئی۔

"ان تمام رفقاء کو میں پہلے ہی منتقل کر چکا ہوں۔" غازی شاہ بولاتو طلحہ احمہ نے چونک کرایک میں مرفقاء کو میں پہلے ہی منتقل کر چکا ہوں۔" غازی شاہ بولاتو طلحہ احمد نے چونک کرایک مہری سانس تھینچی ۔
ن چونک کراس بار ول جاہ رہا ہے ان کا مقابلہ کریں غازی!" طلحہ احمد کے اندر اسے کوئی شوریدہ ی لہرسراٹھانے گئی۔

''جذباتی مت بنو۔ ابھی ہمیں بہت کھے کرنا ہے۔'' غازی شاہ نے اسے ٹوک دیا۔ اس کے بھیجے ہوئے لیوں پر ایک مہم می مسکرا ہث ابھری۔'' ڈومز ڈے تک میں خود کو ہر حال میں ان درندوں سے بچانا چاہتا ہوں۔''

'' خدا تمہیں اپنے حفظ و امان میں رکھے تاعم' صرف ڈومز ڈے تک کیا موقوف!'' طلحہ احمد نے بے افتیار اپنے اس رفیق کے کندھے کو تھام لیا۔ ڈومز ڈے کے ذکر پراس کی آئکھوں میں بھی ایک چیک ابھر آئی تھی۔

عازی شاہ نے ہے حد عقیدت مندانہ نظروں سے اسے دیکھا اور مربیانہ اندزاز میں مسکراتے ہوئے اس کے بال بھیر دیئے۔

''فدانے چاہاتو ہم اپنے خون کے آخری قطرے اور آخری سانس تک جہاد کرتے رہیں مے میرے رفیق! مگریہ میری شدید تمنا ہے دعا ہے کہ خدا مجھے اس آپریشن تک ضرور زندگی عطا کرے۔''

"کوون کہا ہوئی ہی جھ سے کہدرہ تھے۔ غازی! میں نے ایک خواب دیکھا ہے کہ کہ سے کہدرہ تھے۔ غازی! میں نے ایک خواب دیکھا ہے کہ کشتواڑ ملٹری امیونیشن ڈیو سے شعلے بلند ہور ہے ہیں۔ وہ آگ اگل رہا ہے اور بھارتی سرکار بدحوای کے عالم میں ادھر ادھر سر پٹنے رہی ہے۔ وہ سارا دھا کہ خیز مواد جو بے گناہ کشمیریوں پر استعال ہو رہا ہے وہ جل کر بھسم ہو رہا ہے۔ "میں نے کہا۔" مولوی جی ایسا ضرور ہوگا۔ یہ شعلے ضرور بلند ہوں گے۔ یہ خواب ضرور سیا ہوگا۔" اس کی آ واز میں کھنک شامل ہوگی جیسے وہ تصور ہی تصور میں امیونیشن ڈیو سے شعلے بلند ہوتے و کیے رہا ہو۔

''انٹاء اللہ ابیا ضرور ہوگا۔'' طلحہ احمہ کے بھی دل کی ممہرائیوں سے صدا بلند ہوئی اور فضا میں عزم کے رنگ بھیر مئی۔

♦..... **♦**..... **♦**

رددار نہیں تھا۔' وہ روتے ہوئے اسے بتانے گی۔

عائشہ کی رکوں میں تھہر کھر دوڑنے دالا خون کو یا رواں ہو گیا۔ اے بے ساختہ بنسی آئی تا ہم اس کی افسردگی اور دل گرفکی کو مسوس کرتے ہوئے اس بنسی کو اس نے ہوئے اس بنسی کو اس نے ہونٹوں کے درمیان ہی دبالیا۔

" باگل! تم نے تو ڈرا بی دیا تھا۔ خیر اس نے ایبا کوئی غلط بھی نہیں کیا تمہارے ساتھ؟"

''کیااس نے غلط نہیں کیا؟''اس نے تڑپ کرسرا تھایا۔ ''تم بھی اس کی ہی سائیڈ لے رہی ہو۔ کیا وہ طلحہ احمد کم ہے کہتم بھی' عائشہ کواس دفت وہ ایک ذھے دارسر جن نہیں بلکہ ایک کم سن ناراض اور روشی ہوئی بڑی محسوس ہوئی جس ہے اس کا پہندیدہ کھلونا چھین لیا عمیا ہواور ڈانٹ ڈپٹ کر بٹھا دیا عمل ہو۔

''وہ تمہاراسب سے بڑا خیرخواہ ہے۔ ظاہر ہے پچھسوچ سمجھ کر ہی تمہیں وہاں سے بھگا اوگا تا؟'' سے بھگا یا ہوگا تا؟''

"اسے کم از کم تہمیں آتھوں کے راستے دل میں اتارنا تو چاہئے تھا۔ پکوں پر بٹھانا چاہیے تھا۔ بلکوں پر بٹھانا چاہیے تھا۔ تہماری سیوا کرنی چاہئے تھی۔ آخر کوئم ایسے خطرناک حالات میں دل ہتھیلی پر لے کرنگلی تھیں کہ پریتم کے قدموں میں جاکر ڈال دوگی مگر ہائے اس نے ذرا بھی تو کریا نہ کی۔ بڑا دشٹ نکا۔"

" عاکشہ کی بی !" اس نے جھینپ کراہے کشن اٹھا کردے مارا۔ عاکشہ نے اس کا ہاتھ نرمی سے تھام لیا۔

''چلوآ و کھانا کھالو۔ بی بی کوخبر ہوگئی کہمختر مدکوئی معرکد سرکر کے آئی ہیں تو تمہاری خبرنہیں۔''

ر میں۔ ''نہیں عاشی! بھوک بالکل نہیں ہے۔' وہ نری سے اس کی گرفت سے ہاتھ مومنہ گھر پہنچی تو عائشہ بادر چی خانے سے نکل کراس کے پیچھے چلی آئی۔
''کہال چلی گئ تھیں تم؟ میں نے بی بی کو بھی نہیں بتایا کہتم باہر گئ ہو' کب
سے میرا دل بیٹھا جا رہا تھا۔ زہرہ آنٹی نے نون کیا تو مجھے پتا چلاتم طارق ہاؤس سے بھی چلی ہو۔''

''میں غازی شاہ کی طرف چلی گئی تھی۔'' دہ تھکے تھکے انداز میں بولی اور آئھوں میں بھرے آنسوؤں کو چھپانے کے لیے باتھ روم کی طرف بڑھ گئی۔ '''تم نے اسے بتایا کہ مولوی جی۔''

''اسے پہلے ہی خبرتھی۔' وہ بیسن کائل کھول کر منہ پر پانی کے چھپاکے مارتے ہوئے سلگ کر بولی۔

''ہاں بی بی کہ رہی تھیں کہ اسے خبر ہو چکی ہوگی۔ وہ اتنا بے خبر نہیں ہے۔''
''ہاں بس ایک ہیں ہی بے خبر ہوں۔'' ایک افسر دہ سانس اس کے سینے کی تہ
سے آزاد ہوئی۔ عائشہ نے چونک کر اسے دیکھا۔ تب اسے اس کی متورم آ کھیں نظر
آ ئیں۔

''تم رور ہی ہو۔ کیا ہوا غازی شاہ سے ملاقات نہیں ہوئی یا ۔۔۔۔؟''اس کا ول لخطہ بھر میں ہزار وسوسوں میں گھر عمیا۔

''موی! کیا ہوا؟ بتاؤ نا پلیز! تم رو کیوں رہی تھیں؟ مولوی جی تو خیریت ہے بر مومنہ!''

جواباً وہ بیڈ پر بیٹھ کر دونوں ہاتھوں میں چہرہ ڈھانپ کررو پڑی۔''عائشہ!اس نے مجھے ڈانٹ دیا اور وہاں سے ملے جانے کا تھم دے دیا۔ میری کوئی بات سننے کا دنوں سے نہیں آسکا ہے۔''انہوں نے اس کے بال بھراتے ہوئے اسے چھیڑا۔مومنہ نے دکھ کے شدیداحساس سے سراٹھا کران کی طرف دیکھا۔

''نهٔ نه مومنه! ایک لفظ نه کہنا۔ ایک آنسونه بہانا۔ خدا سے جب جنت کا سودا کرلیا ہے تو پھر رونا کیسا۔ دکھ کیسا؟ جو درجے وہاں ملیں گے' ان کے سامنے تو یہ سب بیج ہے۔'' انہوں نے اس کے کا نیخے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ دیا۔ ان کے لیجے میں میٹھی میٹھی سرزنش تھی۔

عائشہ ایک کونے میں چپ چاپ بیٹے گئی۔ اس کا دل بھی ملول تھا مگر وہ بی بی کے ہمت و استقلال کے اس پیکر کو دیکھ دیکھ کر حیران رہ جاتی اور سوچتی کہ اسے بھی مسلمان تشمیری عورت کی طرح یقین اور تو کل کی الیی ہی دولت مل جائے جس کے سامنے دنیا کی ساری نعمتیں جیج ہیں۔

''آپ ہمیں کوئی گیت سنائے نائی بی! یاد ہے آپ بین میں مجھے اور غازی کو ہمیشہ لوری دے کر سلایا کرتی تھیں؟'' مومندا پنے آنسوطل میں اتار کر دھیرے ہے ہولی اور ان کی گود میں سرڈال دیا۔

''نگل! اب تو بکی تونہیں رہی۔'' بی بی ہولے سے بنس پڑیں پھر عائشہ کی طرف دیکھااور پولیں۔''یہاں آؤ عائشہ!ادھرمیرے یاس آ کربیٹھو۔''

وہ اٹھ کران کے نز دیک آئی تو انہوں نے اپنے دائیں طرف اسے بٹھا لیا اور اس کی کمر کے گرد باز وحمائل کر کے اسے خود سے قریب کرلیا۔

'' ہاں آج ایک عرصے بعد میرا بھی دل چاہ رہا ہے کوئی گیت سناؤں۔'' ان کی آ داز بے حددهیمی تھی جیسے وہ اپنے آپ سے ہی مخاطب ہوں۔ '' تو پھر سنائے تا؟'' عائشہ بولی۔

بخت نی نی کچھ دیر کے لیے جیسے کہیں کھوی گئیں۔ان کی نگا ہیں دیوار پر مرکوز ہوگئیں جیسے وہ وہاں کسی کو کھوج رہی ہوں۔ تلاش رہی ہوں۔ان کا سفید چہرہ مدھم میں ایسا نورانی محسوس ہور ہاتھا جیسے جاند کے گرد مدھم مدھم سفید ساسحر آنگیز اجالا' جو آئھ کے راستے دل میں اتر تا چلا جائے۔

عائشہ کی نظریں ان کے مہربان چبرے پر جم سیس۔ چند کمچے تو قف کے بعد

نکال کر کھڑ کی ہے پردے کھولنے لگی۔ پھر گہری سانس کھینچ کر صحن میں پھیلی نامانوس اداسی کومحسوں کرنے لگی۔

مولوی خصر محمد کے بنایہ چھوٹا سام مہلکا روش کھر لیکفت یوں بے رونق ہو گیا تھا جیسے آسان بنا جا ندستاروں کے۔

" ہاں بھوک تو آج مجھے بھی نہیں ہے۔ بخت بی بی نے بھی نہیں کھایا مومنہ! مولوی جی کو وہ لوگ کوئی گزند تو نہیں بہچا کیں مے نا۔'' عائشہ آزردگی ہے کہتی اس کے ساتھ کھڑکی سے لگ کر کھڑی ہوگئی۔

'' بی بی کہہ رہی تھیں اس سے پہلے بھی کئی بارمولوی جی کو پکڑ کر لے محتے تھے۔ پھرچھوڑ دیا تھا۔ وہ اینے طور پران کی اہانت کرتے ہیں۔''

"خدا کے فدائی کے لیے بیداہانت نہیں ہے۔ بیاتو اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے راستے کی معمولی تکالیف ہیں۔ مگر یہ عاقبت نا اندیشن کافرنہیں سمجھ سکیں محصیل محصر کے ۔"مومند ملکے سے مسکرائی پھر کھڑکی بند کرتے ہوئے بولی۔

''نی نی! کہاں ہیں؟'' ''کمرے میں ہیں اپنے۔'' عائشہ نے افسردہ سی سانس تھینچتے ہوئے جواب

" پہت ہاری جو نے سے تو بی بی ہمیں اور غازی جھوٹے سے تو بی بی ہمیں بہت ہاری ہیاری بیاری نظمیں اور گیت سنایا کرتی تھیں۔ ان کی آ واز بہت ہاری ہے۔ ہمیں سنتے سنتے سنتے سنتے اللہ کے اس کی آ ماز بہت ہیاری ہے۔ ہمیں سنتے سنتے سنتے ہیں۔ ' وہ عائشہ کے نید آ جاتی ۔ بیٹی پرسکون نیند۔ آ و آج بھی ہم ان سے گیت سنتے ہیں۔' وہ عائشہ کے ساتھ بخت بی بی کے کمرے میں جلی آئی۔

بی بی قرآن شریف جزدان میں لیبیٹ رہی تھیں۔ان دونوں کوآتے دیکھے کر ہمیشہ کی طرح ان کے لیوں پر میٹھی مسکرا ہٹ ابھرآئی۔

'' ان کا لہجہ معمول کے مطابق تھا گر '' سوئی نہیں ہوتم دونوں ابھی تک۔'' ان کا لہجہ معمول کے مطابق تھا گر آ تکھوں کے گوشوں برخی پھیلی ہوئی تھی جو دور بی سے چہکتی دکھائی و بے رہی تھی۔ '' نیندنہیں آ ربی ہے بی بی!'' مومنہ نے ان کے کندھے سے سرٹکا لیا۔ '' کیوں؟ نیند کیوں نہیں آ رہی ہے؟ غازی یاد آ رہا ہے؟ یہاں۔وہ بھی تو کئی

بخت بی بی کی مرحم آ واز ابھرنے تکی۔

"سینہ تیرا قرآ ل کے جواہر کا خزینہ اور نطق تیرا دین کی شوکت کا نشال ہے ہر بندہ مومن ہے تیرا منتظر دید فرقت میں تیری میرا قلم محو فغال ہے فرقت میں تیری میرا قلم محو فغال ہے

ہر آ نکھ تیری راہ میں مفطر بے خواب ہر قلب سسکتا ہوا فریاد کنال ہے سس قاف کے سسار میں محصور ہوا تو سس دیو کے نیج میں مقید تیری جال ہے'

عائشہ کو لگا گویا کوئی میٹھا میٹھا دریا دھیرے دھیرے رواں ہو جو سنگلاخ چٹانوں اور ڈھلانوں کی مٹی کوسیراب کرتا جا رہا ہو مگر خوداس دریا کے اپنے دجود کے اندر کوئی جوار بھاٹا ہو جواثمتا جا رہا ہو۔

ورکس وشت بلا خیر میں ڈالا عمیا تجھ کو مسجد بھی وہاں ہے تو بلا بانگ اذال ہے در کی امیری دی ہے کچھے کس گنبد بے در کی امیری جس کنبد بے در کی امیری جس کی نہ صدا ہے نہ کہیں اس کا نشال ہے

کوئی تو بتائے کہ پریٹاں ہے میرا ول اک کھکٹ جبر ہے بے بس میری جاں ہے زہرہ سے کہ وہ ماہ زہرہ سے کہ وہ ماہ کیا مشتری کے غم زدہ غازوں میں نہاں ہے کیا مشتری کے غم زدہ غازوں میں نہاں ہے

ہاتف کی ندا آئی بس اب آگے نہ بڑھ اور مانگ اس سے کہ جو ذات ہمہ وم ہمہ وال ہے

بے تاب نہ ہو اتنا تو بس اس پہ نظر رکھ جو حافظ و دانائے ہمہ کون و مکال ہے میت ختم کر کے انہوں نے ان دونوں کے سرول کوشفقت سے چوما۔ان کی آنکھوں کے گوشوں میں موجودنمی کچھ بڑھی مگرلبوں پر ہنوز زندہ مسکرا ہے تھی۔ آنکھوں کے گوشوں میں موجودنمی کچھ بڑھی مگرلبوں پر ہنوز زندہ مسکرا ہے تھی۔ "مجھے بھی ایبا ہی لیفین لا دیں بی بی بی ایبا ہی سکون۔" عائشہ سے رہا نہ گیا۔

عصلی ایسا می میلین لاوی بی بی الیا می معون۔ اس کے لیج میں ترب مجلنے کی۔ ایک اضطراب ملکورے لینے لگا۔

''یہ یقین اس واحد لا شریک کے حضور جھک جانے اور اپنے تمام معاملات اس کے سپر دکروینے ہے حاصل ہوتا ہے بھی! جب خدا پراعتقاد ہواور موت ہر وقت یا و رہوت و دنیا کی مصبتیں ہر واشت کرنا آسان لگنے لگتا ہے۔ دراصل جو دنیا کی حقیقت سے واقف ہو جاتے ہیں اور دنیا کو مادی نظر ہے نہیں دیکھتے بلکہ اس کی تہ میں پوست ہو کر اصلی ہتی تک ہینچے ہیں اور اس کے خواہش مند ہو جاتے ہیں۔ اس کے سوا ان کے بزد یک سب بچھے بی اور اس کے خواہش مند ہو جاتے ہیں۔ اس کے سوا ان کے بزد یک سب بچھے بی اور بسود ہے۔ جب وہ اس سے واقف ہو جاتے ہیں کہ اصل مم تعلیل ہیں ادر مسرتی ان ہے بھی قبیل تر تو بس ان مسرتوں کو قبیل جان کر ان سے بے نیاز ہو جاتے ہیں اور غم و آلام کا مردانہ وار مقابلہ کرنے کے لیے ول و جان سے آ مادہ رحے ہیں۔ غم کواپنی ہتی کا ایسا ہی جزولا نیفک خیال کرتے ہیں جیسا کہ مسرت کو۔ اس لیے حوادث ان کی دل جعی اور سکون خاطر کو نقصان نہیں پہنچاتے۔'' انہوں نے عاکشہ کا چرہ او پر اٹھایا جوآ نسوؤں سے نم تھا۔ پھر اس کے چرے پر پھیلی بالوں کی لئوں کو ہٹاتے ہوں اور کے بولیں۔

"دنیا کی حقیقت کچھ نہیں ہے میری بچیو! یہ تحض ایک بل ہے دار عاقبت کا است صاحب تمیزاس بل پر خانہ تعیر نہیں کرتے۔ حضرت علی فرماتے ہیں کہ۔" کیا تم نہیں د یکھتے کہ الل دنیا کوضبح وشام مختلف حالتیں برلتی رہتی ہیں۔کوئی مرتا ہے اور اس پر لوگ روتے ہیں اورکوئی زندہ کہ اس کی عیادت ہورہی ہے۔کوئی بہتلائے مصیبت دنیا کا طلب گار ہے اور موت اسے ڈھونڈ رہی ہے۔کوئی غافل نادان غفلت میں پڑا ہے اور یہ نہیں سمجھتا کہ اس کا حساب لینے والا غافل نہیں ہے اور پچھلے پہلوں کے کھوج پر جارہ ب

آ زادی کی اس کے حسن اور دلکشی کی۔' وہ بہمشکل آ تکھیں کھول کر ان دونوں کو تکلنے لکیں پھرمدھم آ داز میں بولیں۔

''جاؤابتم دونوں بھی جاکرسوجاؤ۔ جھے بھی نیندآ رہی ہے۔' انہوں نے تکھیں کیے کے نیندآ رہی ہے۔' انہوں نے تکھیں کیے کے نیچے سے نکال کی۔ پھرالگیوں سے ملکے ملکے دانے کراتے ہوئے آکھیں بندکرلیں۔

وہ وونوں بے آ واز کمرے سے باہرنکل منیں۔

♦.....

صبح جہاں مولوی خصر محمد کی اچا تک دالیسی مسرت انگیز تھی دہاں بخت بی بی کا خاموثی ہے۔ اس بخت بی بی کا خاموثی سے اس دار فانی سے کوئ کر جانے کا صدمہ جال مسل ٹابت ہوا۔ رات کے جانے کس پہر دہ زندگی سے منہ موڑ تمکیں۔

ای منع غازی شاہ کا خط بھی مومنہ کے نام آیا جواس نے اپنے کسی رفیق کے اتھ بھیجا تھا۔

''پیاری مومنه!

تہارے جذبے سرآ تکھوں پر گربہت کی الیکی وجوہات تھیں جومیں اس وقت
تم سے بیان نہیں کرسکتا تھا اور تہیں وہاں سے چلے جانے کا تھم دے ویا۔ تہارے
جاتے ہی حالات بہت خراب ہو محتے تھے اور ہمیں بہت جلدی میں وہ جگہ چھوڑ تا پڑی
تھی۔ جس کی اطلاع ہمیں پہلے ہی مل چکی تھی۔ ہماری ان جگہوں پر اب بھارتی فوج کا
قضہ ہو گیا ہے۔

جان غازی!

ہار کے اردگروزندگی تلی اور پھول کی طرح نہیں کھلتی بلکہ جلتے شعلوں کی طرح رقصال دکھائی و بتی ہے۔ ایسے میں فطری تقاضے بھی بھار پس و پشت ڈالنے پڑتے ہیں۔ جند بول کی لوینچ کر کے احساسات کو مارنا پڑتا ہے۔ جمجے معلوم ہے تہمیں میرے رویے سے تکلیف پنچی ہوگی گراس کے باوجود یہ یقین ہے کہتم مجھ سے نفا ہونے کے باوجود نفا نہ ہوگی اور نہ ہی یہ بات نی بی کو بتائی ہوگی۔ یہ یقین تہماری محبت نے ہی میرے اندر پیدا کیا ہے۔

" دوبس ونیا میں ہرایک مخص امید فردا کے دل خوش کن تصورات میں کمن ہے اور جا ہتا ہے کہ آنے والا دن اس کے حق میں اچھے سے اچھا ہو۔ وفت گزرنے اور عمر کم ہونے کا اسے مطلق خیال نہیں ہے۔

ایک مرتبہ امیر مہدی نے ایک نیامل تغیر کروایا۔ خلیفہ نے فرہایا۔ ''کسی شخص کو اس محل کے نظارے سے منع نہ کیا جائے۔ ناظرین یا تو دوست ہوں سے یا دشمن۔ اگر دوست ہیں تو خوش و خرم ہوں سے اور ہمیں دوستوں کی خوش ولی مطلوب ہے اور اگر دشمن ہیں تو رنج اٹھا کیں سے ول گرفتہ ہوں سے۔ ہر شخص کی یہی مراد ہوتی ہے کہ وشمن کو رنج پہنچے نیز وہ کوئی عیب ڈھونڈیں اور کوئی خلل کی بات بتا کیں تو اس خلل کا تدارک کیا جا سکے اور نقص کو دور کر دیا جائے۔

ایک فقیر نے کہا۔ 'اس کل میں دوققص ہیں۔ ایک بیک آپ اس میں ہمیشہ نہ رہیں گے۔ دوسرایہ کہ بیٹہ نہ رہا کہ دہ میں میں ہمیشہ نہ رہیں گا۔ خلیفہ اس کلام سے اس قدر متاثر ہوا کہ دہ محل غربا اور فقراکے لیے وقف کر دیا۔''

ا جا تک ان کی ؟ واز مدهم ہوگئی۔اس میں بے بناہ نقابت سٹ آئی۔وہ چپ ہوگئیں جیسے کوئی تھکا ہارا مسافر کہیں رک کر بیاس سے خشک طلق کومسوس رہا ہو۔

مومنہ نے انہیں جلدی ہے بستر پرلٹا دیا۔ عائشہ نے پانی بھر کر دیا۔ پانی کے دوگھونٹ بھر کر انہوں نے گلاس دالیس کر دیا۔ بھران دونوں کے چبرے پیار بھری نظروں سے تکتے ہوئے بولیں۔

"میری باتیں تم لوگوں کی سمجھ میں آ رہی ہیں۔ ہاں ذرا مشکل ہیں گر آ جا کیں گی۔ابیابی یقین حاصل ہو جائے گا۔۔۔۔ بلکہ۔۔۔۔'
جا کیں گی۔ایک دن ضرور آ جا کیں گی۔ابیابی یقین حاصل ہو جائے گا۔۔۔۔ بلکہ۔۔۔۔'
"آ پسو جا کیں بہت تھک گئی ہیں۔' مومنہ نے جھک کران کا سرسہلایا۔
"ہاں شاید میں بہت تھک گئی ہوں۔' انہوں نے اس کا نرم ملائم ہاتھ اپنے بوڑھے نجیف ہاتھوں میں تھام کراپنے لبوں تک لے جا کر چوم لیا۔ نقابت سے ان کی آئی ہیں بند ہور ہی تھیں۔

''میراول جاہ رہاہے میں تم دونوں سے بہت ی باتنیں کروں بہت ی۔ اپنی مولوی جی کئی تمہارے اور غازی کے بچین کی۔ ماضی کی 'آنے والے دنوں کی 'کشمیر کی مولوی جی کی تمہارے اور غازی کے بچین کی۔ ماضی کی 'آنے والے دنوں کی 'کشمیر کی

مولوی صاحب کی رہائی پر میں تہمیں مبار کباد دیتا ہوں۔خدا ان کا سایہ ہمیشہ ہمارے سروں پرسلامت رکھے۔

اپنا خیال رکھنا مومی! میں بہت جلدتم ہے اور نی بی ہے ملنے آؤں گا گراس وقت میں اور میرے رفتی خصوصاً طلحہ احمد بھارتی آرمی کی ہٹ لسٹ پر ہیں۔ ان کی نظریں ہم پر جمی ہیں۔ چند دن کشاکش سے گزریں ہے۔ مولوی جی کو گرفار کرنے کا مقصد بھی ہم وونوں کو منظر پر لا نابی تفاہ میں مزید چند ہفتے منظر عام پر نہیں آسکوں گا۔ تم میرے لیے اور تمام مجاہدین بھائیوں کے لیے وعاکرتی رہنا۔ ہاں مومی ! طلحہ احمد نے قاکش عائشہ کے نام سلام بھیجا ہے۔ بیسلام تمہارے پاس امانت ہے اسے ضرور پہنچا ویتا۔

کونپلوں کے مانند۔جو پہاڑوں کے کناروں پر چشمے کے اطراف اسمے اور سرانی حاصل کونپلوں کے مانند۔جو پہاڑوں کے کناروں پر چشمے کے اطراف اسمے اور سرانی حاصل کرتے رہجے ہیں۔طلحہ احمد کو میں نے کربدا تو پتہ چلا یہ بظاہراڑیل کم گواور بے پروائ بے گانہ سا نظر آنے والا لڑکا تو بڑے چیکے عائشہ کی محبت کے احساس سے سرانی حاصل کررہا ہے۔ ہے تا یا گل!۔

ہاں سب جھ جیسے تو نہیں ہوتے نا تمام تر جرات سے ہاتھ تھام کر استحقاق جما لینے والے۔ جان عازی! ول چاہ رہا ہے اس وقت اور بھی تم سے شرارت کروں۔ کوئی مہمکتے جلے تکھوں گر حالات اجازت نہیں وے رہے ہیں کہ بیر اسر خود غرضی ہوگی کہ اردگرو سے کٹ کراپی ذات تک محدود ہو جاؤں۔ اس وقت ہم سب ایک بالکل نی جگہ پر ہیں اور عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر میرے تمام رفقا آگ کے گر و بیٹھے خوش گیوں بر ہیں اور عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر میرے تمام رفقا آگ کے گر و بیٹھے خوش گیوں میں معروف ہیں۔ جبکہ بیں ان تمام رفیقوں سے جٹ کر ایک بوڑھے برگد کے مہریان سے سے فیک لگائے جہیں نوط کھو رہا ہوں اور میرا بیشریر رفیق طلحہ جھے گاہے بگاہے شرارتی نظروں سے و کھورہا ہے۔ اس کے خیال ہیں میں اس وقت صرف جہیں خط می شور اتنا ہی نہیں لکھ رہا ہوں تم سے براہ راست مخاطب ہوں۔ ہاں مومی ! بھی بھی تھور اتنا ہی جاندار ہو جاتا ہے اور جھے بچھادر زیادہ روش و کھائی دیے گئا ہے۔

میری پیاری دفتی حیات! مجھے نخر ہے تم پر کہتم ایک خیرخواہ اور دست راست بیوی بی نہیں ایک سعادت مند بہو بھی ہو۔ بی بی کی فرمانبرداری کرتی رہو۔ وہ جمیں ہر طرح سے صحت مند اور خوش باش دیکھنا چاہتی ہیں۔ جمہیں ان کی ہر بات اور ہر مشورے پر عمل کرنا ہے۔ ہی بہت جلد طنے کی کوشش کروں گا۔ ابھی تو میرا آ نامکن نہیں ہے۔ ہم ایک آ پریشن کی تیاری میں معروف ہیں جس کی تفصیل میں ملاقات پر بتاؤں گا۔ اب خط بید کررہا ہوں تا کہ تمہارے مسکتے تصور سے باہر آ سکوں۔ بی بی کو بہت بہت بیار کہنا۔ والسلام۔

ان کی دعاؤ*ں کامتمنی* غازی شاہ

خط کے الفاظ مومنہ کی آ تکھوں کے چیکتے پاندل میں چکر کھانے گئے۔ اس نے اس کاغذ پر چبرہ رکھ کرشدت کرب سے آ تکھیں پیج لیں۔ وہ اپنے اس مجاہد وفا شعار پیارے رفیق حیات کو کسے بتاتی کہ بخت بی بی اب ان کے درمیان نہیں رہیں۔ وہ دعاؤں کی شعنڈی چھایا ان کے سرول سے اٹھ گئی ہے۔ مولوی جی کی واپسی کی خوشی اور بخت بی بی جدائی کاغم آپس میں مطال

ے ہیں۔

میرے رفتی! تمہارے الفاظ میرے ول کو چیردے ہیں۔ تم بے خبر ہوئی بی موت ہے۔ یہ وکھ مجھے کاٹ رہا ہے۔ مولوی جی مجمی تمہیں بیخبر دینے سے معذور ہیں۔ جس طرح بھارتی ورندے تمہاری بوسو تھے تے گر رہے ہیں۔ ایسے میں تمہارا روپوش میں بہتر ہے۔ اس نے جیسے تصور میں غازی شاہ کو مخاطب کیا۔

و اس نے کسی قیمی متاع کی طرح سنجال کر رکھ دیا۔ یہ اس کے محبوب کا اس کے لیے دندگی میں پہلا نامہ شوق تعا۔ جس میں پچھانہ لکھنے کے باوجود بہت پچھالکھ دیا تھا۔ کوئی اور وقت ہوتا تو وہ اس خط پر نار ہو جاتی ۔ اس کے ہرلفظ کو کئی گئی بار پڑھتی اور محسول میں جکڑی مسرور ہوتی رہتی محراب یہ احساس روح کو کا نے کی اور تھنٹوں اس کے سحر میں جکڑی مسرور ہوتی رہتی محراب یہ احساس روح کو کا نے کی

عابتی مرآ نسو پکوں پر مخمر کررہ جاتے۔ بی بی کی صبحتیں یاد آنے لکتیں مولوی خصر محمد کی باتیں اسے تعکینے لکتیں۔ باتیں اسے تعکینے لکتیں۔

''یغم وخوشی اور لکالیف زندگی کی اصل غابت نہیں۔ اس کا منشا و مقعود تو یہ ہے کہ ہم ہیشہ سرگرم عمل رہیں۔ ہم سب کو ایک دن یہاں سے چلے جانا ہے ہیں! اہمیت اس بات کی نہیں ہے کہ کوئی گئی دیر زعدہ رہا' اہمیت اس بات کی ہے کہ کس طرح زندہ رہا۔ تم ایک مجاہد کی ہوں حہیں تو عام عورت سے کہیں زیادہ مضبوط دلیر اور صابر ہونا چاہئے۔ تہہیں بہت کچھ ابھی و کھنا ہے۔ بہت کچھ کرنا ہے۔ زندگی کے نئے رنگ و کھنا اور بر کھنا ہے۔ یہاں کے حالات سے لحد لحد گزرنا ہے۔ مغموم سوچیں ہمیشہ مغموم اور کمزور رکھتی ہیں۔ ہماری صلاحیتوں کو زنگ لگا کر آئیس ناکارہ بنا ویتی ہیں۔ لیقین کمزور ہونے لگا ہے۔''

اس نے سر اٹھایا تو مولوی خصر محمد کے پریقین چہرے پر نرم مسکراہٹ کی جاندنی بھرے پر نرم مسکراہٹ کی جاندنی بھری ہوئی تھی جو گھپ اندھیرے میں روشنی کے مانند دکھائی دے ربی تھی۔الی روشنی جو راستہ بھاتی ہے جوابا وہ بھی مسکرانے گئی۔

اہمی کچودر پہلے ایسا لگ رہا تھا گویا دل و د ماغ کے بھی راستے بند ہوئے جا
رہے ہیں۔بس فانہ دل ہی غم زدہ ہوائیں سرسراتی محسوس ہوری تعیں۔شاید یہ یاس کی
آخری اسٹیج تھی مگر یکا کیہ اس کے بچھتے دل پرمولوی جی کے الفاظ نے کوئی پجونک کی مار
کر شعلہ سا جلا دیا تھا۔ سوئے ہوئے احساسات بیدار ہونے گئے۔نی امثل اور تو انائی
دوح میں اترتی محسوس ہونے گئی۔

"جب سروں سے جھاؤں اٹھ جاتی ہے تو دھوپ کا احساس تو ہونے ہی گئی ہے گر جانتی ہو پودوں کی طرح انسان کے لیے بھی بیدھوپ آئی ہی ضروری ہے۔
تم دیکھو ایک پودامسلسل ایک ہی آ ب و ہوا میں رہے تو پروان نہیں چڑھ سکتا۔ اے مرف سابید ملتا رہے تو اس کی جڑیں اندر ہی اندر گلنے سرنے لگتی ہیں گر جب ان پر دھوپ گئی ہے تو جڑوں میں زندگی دوڑ جاتی ہے۔ پودے میں شادانی اور سرائی آئی ہی دھوپ جھاؤں تو انسان کی پروش کرتے ہیں۔ اس کی صلاحیتوں کو ابھارتے ہیں۔" اس نے ایک مہری انسان کی پروش کرتے ہیں۔ اس کی صلاحیتوں کو ابھارتے ہیں۔" اس نے ایک مہری

طرح ادهیرر ما تھا کہ بخت نی نی کی دعاؤں کا طالب ان کی ذراسی بیاری پررات رات مجران کے سر مانے بیٹھنے والا بیٹا' ان کی موت سے بے خبر تھا۔

♦.....♦.....

جھے کو کس پھول کا کفن ہم دیں تو جدا ایسے موسموں ہیں ہوا جب درختوں کے ہاتھ خالی ہیں آگئے جس کو ڈھونڈتے سے خود

ابیا بے مثل عکس سمر تھا وہ سارے کانٹے سمیٹ لیتا تھا ابیا انمول ہم سفر تھا وہ

اپ دل میں سنجال کر اس کو آج ہاتھوں سے کھو رہے ہیں اسے ہوکیاں کے انھوں کی ہیں لفظوں کی جیکیاں بندھ منی ہیں لفظوں کی آئینہ خانے رو رہے ہیں اسے آئینہ خانے رو رہے ہیں اسے

اس کو کس خواب کا بدن ہم دیں اس کو کس خواب کا بدن ہم دیں وہ جو خوشبو میں ڈھل کمیا یارو اس کو کس کھول کا کفن ہم دیں اس کو کس پھول کا کفن ہم دیں

مولوی خفر محر کے لیے بیر صدمہ کم نہ تھا۔ پینیٹس سالہ رفاقت کی ڈور آن واحد میں ٹوٹ کئی تھی۔ رفیق حیات بھی الیمی قدم قدم پر حوصلہ بردھانے والی جس کی موجود کی برکتوں اور سرتوں کا باعث ربی اور اب عدم موجود کی سے ماحول پرظلمت اور برکتی نیکتی محسوس ہونے لگی تھی۔ جوالیے شجر سابید وار کے ماند تھی جس کی چھاؤں میں آنے والے کو بھی دھوپ کے احساس نہ ہوا تھا۔ اب آن واحد میں دھوپ نے ڈیرے ڈال لیے شے۔

بری صبر آ زما ساعتیں تھیں ۔مومنہ کوتو بار ہا اپنا صبط ٹوٹنا محسوس ہوا۔ وہ رونا

سانس تعینی۔

ہوں۔ "مولوی خفر محمد اس کا سرتھ کنے کے۔

"آ ج کے بعد آپ کو غازی شاہ کی بیوی بھی کمزور دکھائی نہ دے گی۔ بلکہ بخت بی بی کم طرح بنے گی جوخود سائے کا متلاش نہ ہو بلکہ دوسرے کے لیے سابید دارشجر بنے۔ "اس کے تراشیدہ ہونوں اور بھی پلکوں پر ہنوز مسکراہ میں برقرار رہی۔ مولوی صاحب نے شفقت سے اسے دیکھا پھر دھیان آ نے پر بولے۔

"میری کل غازی شاہ ہے بات ہوئی تھی۔ میں نے اسے بی بی کی موت کا بتا دیا۔" یہ کہہ کر انہوں نے آ تکھیں ایک بل کے لئے میج لیں اور تبیع کے دانوں کو ہولے ہولے پھیرنے لگے۔

"د كه لو موا موكا اسے بيان كر؟" وہ آ مسكى سے كويا بولى۔" كھ كها اس

"بال بشریت کا تقاضا ہے بیاتو۔" انہوں نے ایک نجیف ی سائس کینی کی رائی انہوں نے ایک نجیف ی سائس کینی کی رائی کا ایک ایک اسے اجتماعی دکھوں سے نبرد آزما ہونے کے باوجود بھی بھی انفرادی دکھ آدی کو عظمال کر دیتا ہے۔ بہر حال صد شکر کہ اللہ کے بندوں کی بیا کیفیت عارضی ہوتی ہے وائی نہیں۔" انہوں نے کسی خیال سے سرکو جھٹا۔ اور افسردگی کے سم عارضی ہوتی ہے وائی نہیں۔" انہوں نے کسی خیال سے سرکو جھٹا۔ اور افسردگی کے سم سکوت کی کوشش کی۔ تاہم ماحول پر بچھ دریہ کے لیے بوجمل ساسکوت جھا میا پھر اس سکوت کو مومنہ نے تو اور ا

''بجھ سے اس نے خط میں کسی آپریشن کا ذکر کیا تھا۔ مرتفعیل نہیں بتائی۔''
''ہوں۔'' مولوی خصر محمد فقط ہنکارا بحر کررہ مجے۔مومنہ نے پہر کہنا چاہا پر
ارادہ ترک کر دیا۔مولوی خصر محمد اس موضوع پر شاید کوئی بات نہیں کرنا چاہ رہے تھے پھر
انگھ کراندر چلے مجے جبکہ وہ وہیں میں کیاری کے پاس بیٹھی رہی۔

اسے غازی شاہ کا انظار شدت سے ہونے لگا۔ تا کہ وہ اس آپریش کی تغمیل معلوم کر سکے اور خود بھی اس میں عملی طور پر شامل ہو سکے۔

" بی ہے اہمیت اس بات کی نہیں کہ کوئی گئی در زندہ رہا۔ اہمیت اس کی ہے کہ کس طرح زندہ رہا۔ اس کے اندرایک نیا جذبہ کروٹ لے رہا تھا۔ ایک پرعزم سوچ جنم لے رہا تھی۔ اس کے اندرایک نیا جذبہ کروٹ لے رہا تھی۔ اس کے اندرایک میں۔

♦ ♦

ويار

"بيذا قنبيس بعائش! اس نے مزيد بيجى لكما بے كەطلىدا حدكوكريد نے پر

يا جلا كه ده

" پلیز!" دفعتا ده بن پانی کی مجھلی کی طرح تزیمی ادر اس کا ہاتھ اپنے به منط

كدمے ہے آ ہسكى سے ہٹاديا۔

اس کی آتھوں میں تخیر آمیز بے بیٹی تھی مگر دوسرے بل وہ نظری جھکا گئی۔
دل کے آس باس وہی مانوس درد جا گئے لگا جسے وہ روز تھیکیاں دے کرسلاتی تھی مگر وہ
کوئی چا در نہیں تھی کہ وہ اتار کر رکھ دیتی۔ بیتو اس کے جسم سے کھال کی طرح لیٹا ہوا
احساس تھا۔

"مئلہ یہ ہے عائشہ کہ مجت کا پودا اپنی خوشبو سے ناداقف رہتا ہے گر جب
اس پرالقات کی ہوا چلتی ہے توجہ کے جھڑ چلتے ہیں تو دہ لہرا کر اپنی خوشبو سے خود بھی
مانوس ہوتا ہے۔ طلحہ احمد کی زمین دل پراگے اس پودے کے خوش نما پھولوں پر تمہاری
مجت کی ہوا لہرائی ہے تو خوشبو پھوٹ لگل ہے۔ کیا تم اس خوشبو سے منہ موڑ سکو گئ

عائشہ کی لرزتی بلکیں اوپر نہ اٹھ سکیں۔اس کی سیاہ زلفیں شانوں پرجھول رہی تعییں۔اس بل اس کے چہرے پر یاسیت اور بے بیٹنی کی عجیب حزن آمیز دھند چھائی ہوئی تھی۔طلحہ احمد کے ذکر ہے اس کا دل بوجھل ہور ہا تھا۔ایک مہری سانس تھنج کروہ سیجھ کے بناا بی طرف کا دروازہ کھول کرنے اتر میں۔

ایک باراس نے کہیں پڑھا تھا کہ ''تم کسی ہے محبت کرتے ہوتو اے آزاد جیوڑ وو۔اگر وہ لوٹ آئے تو سمجھو وہ بھی تہارا جیوڑ وو۔اگر وہ لوٹ آئے تو اس کی پرستش کرواوراگر واپس نہ آئے تو سمجھو وہ بھی تہارا ہوا ہی نہ تھا۔''

ر ال مدات التي بمى طلحه احمد كى پرستش كرنى جائية مكر پرستش تو ده كرتى بى آئى تمى -كي مدت ہے۔''

"عائشہ! اگر اس نے مجھ سے پچھ پوچھا۔ جواب مانگا تو میں کیا کہوں گی؟" وہ گاڑی سے اتر کر اس کے پیچھے لیکی۔ ڈیوٹی روم میں داخل ہوتے ہوئے عائشہ اس کی اس روز وہ عائشہ کے ساتھ جہتال جانے کونکل کہ اسے یاد آیا کہ غازی شاہ نے اسے است بعدی میں ہوا ہے عائشہ کو دینائتی۔ نظ میں ایک امانت بعیجی تھی جواسے عائشہ کو دینائتی۔

اس نے ہیں تال کے پارکٹک لاٹ میں گاڑی روکتے ہوئے اس کی طرف خ کیا۔

''عائشہ! تنہاری ایک امانت میرے پاس ہے جھے خیال ہی نہیں رہا کہ وہ حمہیں وے دوں'' میں کہتے ہوئے اس کے لیوں کی تراش میں خوش کن مسکراہ نے مجیل مسلمیں وے دوں'' میہ کہتے ہوئے اس کے لیوں کی تراش میں خوش کن مسکراہ نے مجیل مسلمی۔

"امانت کیسی امانت؟" عائشہ نے تعجب سے اس کی طرف ویکھا اور بیک کی زب بند کرتے ہوئے ہنسی۔

> " محلا میری کون می امانت تنهارے پاس آسمی ؟" " بس دیکھلو آسمی ۔"

" نتائجی دو۔اب اتنانسینس مت پھیلاؤ۔" "

"تا دوں "وہ اس کے کند سے پر ہاتھ رکھ کراس کی طرف جھی۔ "مگر ڈر ہے کہیں بیٹے بیٹے تبہارا مارے خوشی کے دم نہ نکل جائے اور جھے سنجالنا پڑجائے۔ "

"موموکی پی اب بک بھی دے۔ "جوابا وہ ہننے گئی پھر سنجیدگی سے بولی۔
"غازی شاہ نے اپنے خط میں طلحہ احمد کا سلام لکھا تھا جو تمہارے لیے تھا۔ اس
کا کہنا تھا کہ بیسلام طلحہ کی امانت ہے میرے پاس۔ "بید کہہ کر وہ معنی خیز انداز میں ہنکارا
محرکر عاکشہ کی طرف و یکھنے گئی۔ اس کی آ کھوں میں بھی شرارت آ میر تبہم ہلکورے نے
دہا تھا۔ اس کے چہرے کے بدلتے تا ٹرات نے اے کوئی شرارت کرنے سے روک

طرف مڑتے ہوئے بولی۔

"اس نے سوال کب پوچھا ہے؟" ایک مظمی مسکراہٹ اس کے نازک

"توتم به چاه ربی جو که ده سوال نامه بنا کرتمهارے باتھ میں تھا دے بیہ کھہ کر کہ سارے سوال لازمی ہیں۔ ہر جواب کے 20 مارس ملیں سے اور یاس ہونے کے لیے 60 فیصد تمبر ضروری ہیں۔''

ودنہیں 33 نمبر ضروری ہیں۔' اس کی جھنجھلاہث اور محورنے پر اس کی مسکراہث مہری ہوگئی۔ بیا کہدکر وہ مسکین سی صورت بنا کرسر جھکا کر جلدی سے ویوٹی

"بے ہودہ لڑکی!" مومنہ مکا تان کر اس کی طرف بڑھی مگر اس کے قریب آ کر عکدم ہس پڑی۔

" پا ہے میں طلحہ احمد کو کیا جواب بھیجوں گی؟" وہ بولی تو عائشہ کا ول سینے کی عارد بواری میں معمول سے بث کر دھڑ کا۔ کندھے پر لٹکتے بیک پراس کی الکلیاں ذراس کانیس ۔اس نے مومنہ کا چہرہ تکا۔

وو جنول میں کانٹھ بندھے جب ہومن کا میل یا تو کھیلو انت تک یا مت کھیلو ہے کمیل وہ منگنا کر جھکے ہے چھے ہی۔ عائشہ نے کندھے سے بیک اتارا اور اسے

غازی شاہ اور اس کے ساتھی مجاہدوں کے لیے نئی جکہ ناکافی اور سہولیات سے عاری تھی۔اس طرح کے حالات سے انہیں پہلے بھی کئی بار داسطہ پڑ چکا تھا اور یوں بھی عابداندزندگی میں سہولیات ادر آسائش کا کوئی وظل نہیں ہوتا۔ محصلی برجان لیے موت کی آرز و کرنے والوں کے لئے ونیاوی عیش کوئی معنی تہیں رکھتا۔ ان کے پیش نظر رضائے النی اور آخرت ہوتی ہے۔ غازی شاہ اور اس کے رفیقوں نے ''ڈومز ڈے' کے لیے اپنی اپنی کوششیں

اور کارروائیاں تیز تر کر وی تھیں۔ ان کا سب سے بردا مقصد انڈین آ رمی کی اسلحہ کی سلائی لائن کومنقطع کرنا تھا۔ کشتواڑ کے آراینڈ امیونیشن ڈیو سے ان کی مہم کا آغاز ہونا

" و الله بات بيه كم اكر المحدوم ال سے الحایا جاتا ہے تو دہ تعداد میں اس قدر مو گا کہات محکانے لگانا دشوار موگا۔ اس نے مہلی جویز کو بہت غور وخوض کے بعدرد

" ال بيات بيات من السب في تائيد كي مرايك نياسوال سب كي نكابول من

"تم بتاؤ طلحه احمد! تهارا اس بارے میں کیا کہتا ہے؟" غازی شاہ کے سرخ ہونٹوں کی تراش میں اس کے لیے بدی پیاری مسکراہٹ تھی۔ کویا اسے یقین ہو وہ بہترین تجویز پیش کرے گا۔

"بہت ی باتیں اس من من قابل غور ہیں۔ میں اس بات سے متفق ہوں كما تدركه ات بهت سے اسلے كوفهكانے لكانا ندصرف دشوار كزار بلكه نامكن بى موكار اس طرح ہم بہت جلدا تدین آ رمی کی تکاہ میں آجا ئیں سے۔ "طلحاحمے نے برسوج انداز

"اللحه خانے کو کسی مجی طاقتور بم سے اڑا دینا میرے نزدیک ایک بہترین حكت عمل ہوگی۔ بيكام مشكل اور خطرے سے برضرور بي مراس ميں اسلى منانے كى سو فیصد تابی نظر آتی ہے جو کہ جارامشن ہے۔ "اپی بات حتم کر کے اس نے غازی شاہ کی

" مجھے یقین تھا کہتم ہی تجویز دو کے تہمارے ذہن میں بھی بالکل ہی بات آئے گی۔' غازی شاہ نے محسین آمیز نظروں سے اسے دیکھا ادراس کا شانہ تھیکا۔ "جہاں تک خطرات اور مشکلات کی بات ہے تو اللہ کے سیابی کے لیے کوئی اداستمشکل نہیں ہے جوموت سے نہیں ڈرتے ان کے لیے کوئی مشکل مشکل نہیں رہتی۔'' اس نے پیسل اٹھائی اور کاغذیر لکیریں مینینے لگا۔ پھروہ کاغذ درمیان میں رکھ

اور بقول بوسف اورسلطان کہ پچھ خاص وقتوں میں ان کی ول بنتگی اور عیاشی کا سامان بھی ہوتا تھا۔ بعنی وہ جگہ وقتی طور پرعیش کدے کا روپ بھی دھار لیتی تھی۔ یہ ایک اہم نقطہ تھا یہاں نشے میں بدمست ہو جانے والے ہندوگارڈز کو چوٹ دینے کے امکانات وکھائی دینے تھے۔

♦.....

وہ سب اس وفت اپنی کارروائیوں سے فارغ ہوکر کیمپوں میں ادھرادھر بیٹھے خوش کیمیوں میں مصروف تھے۔ غازی شاہ اور طلحہ احمد کیمپ سے باہر برگد کے سو کھے درخت سے لگ کر بیٹھے تھے۔

"غازی! آج بورے 24 روز ہو محے ہیں۔ بخت بی بی کے انقال کو اور مولوی جی کی خاوت ہے انقال کو اور مولوی جی کی خلوت سے بہرہ مند ہوئے۔" طلحہ احمد بدن کو ڈھیلا چھوڑ کر سے سے پشت لگاتے ہوئے بولا۔

غازی شاہ کی نظریں ایک بل طلحہ کی جانب اٹھیں پھر اس ملکعے اند جیرے کو محور نے لکیں۔ایک ممری سانس اس کے سینے کی تہ ہے نکل مئی۔

طلحہ احمد کی بات سے یادوں کا کوئی ریلا سا ذہن میں اتر آیا۔ شعنڈی شعنڈی محمنڈی محمنڈی محمنڈی محمنڈی محمنڈی محمنڈی محمندی محمندی محمندی استعمار اینے اردگر دمحسوں ہونے لگا۔ تعمیک تعمیک کرلوری دے کر سلاتی مہریان آ داز کا ترنم ذہن کے کوشے میں کہیں اب بھی محفوظ تھا۔

ال نے آئیس زور سے میچ کر کھولیں۔طلحہ احمد کہدر ہا تھا۔" کیا تم سرجن مومنہ سے نہیں ملو مے جاکر....؟"

''مومنہ ……!'' اس کے ذہن پر ایک دم ایبا اثر ہوا جیسے طلحہ احمہ نے کہیں تھٹھرتے برف یوش علاقے میں آگری جلا دی ہو۔

''اب تو ان کے چھاپے بھی دم توڑ مسے ہیں۔ میرا خیال ہے اب حالات اسے بہتر ہیں۔''

، مرجم میں ابھی مولوی جی کی طرف جانے کا رسک لینانہیں جاہتا۔ کم ان کم اس آپریشن سے پہلے۔ اس نے رکوں میں دوڑ تے لہو کی تندی کو کو یا د بایا تھا۔ احساسات

کرپنسل کی نوک سے پھواہم کیروں کی مدد سے آئیں ہوائیں دیتے ہوئے بولا۔

'' پہلے ہمیں پھے ضروری باتیں فہن شین کر لئی چاہئیں۔' اس نے اپ ۔

مخصوص لب و لیجے میں وضاحت کا آغاز کرتے ہوئے کہا اور کشتواڑ کی فوجی چھاؤنی اور اسلحہ فانے تک جانے کا راستہ کیروں کی مدد سے ہمانے لگا۔ رفیقوں کا جوش جنوں کویا بدگام ہونے لگا مگر عازی شاہ منصوبہ بندی کے بعد عملی اقدام کامشورہ دے رہا تھا۔

بدلگام ہونے لگا مگر عازی شاہ منصوبہ بندی کے بعد عملی اقدام کامشورہ دے رہا تھا۔

"اس مہم کا آغاز وہاں کے گردونواح کا جائزہ لینے اور امیونیشن ڈپو کے پہرے داروں کی ڈبوٹیوں کی تعداد پہرے داروں کی ڈبوٹیوں کی تعداد معلوم کرنے اور وہاں تعینات فوجیوں کی تعداد معلوم کرنے سے ہونا چاہیے۔' اس کی تجویز کوسب نے پند کیا اور یوں مہم کے آغاز کا فیملہ بھی ہوگیا۔

ی سے تا ہے۔ کون واقف نہیں جو مسلسل کی ساوں سے کون واقف نہیں جو مسلسل کی سالوں ہے آٹھ لاکھ درندہ صفت فوج کے سامنے ڈٹ کر کھڑی ہے۔ تربیت یافتہ اور جدید اسلی سے لیس فوج کے سامنے نہتی یہ تحریک روز افزوں وسعت پارہی ہے تو صرف اور صرف اللہ کی طاقت کے سہارے عقیدے کی قوت کے بل ہوتے پر ہی۔ مسرف اور میں کوسر بلند و کیھنے کا جوش جنوں ان کے خون کو کرمائے رکھتا ہے۔ ان کے دین کوسر بلند و کیھنے کا جوش جنوں ان کے خون کو کرمائے رکھتا ہے۔ ان کے

جسموں کو کٹنے کے باوجود جھکنے نہیں دے رہا ہے۔

یوں تو سب بی دیکھتے ہیں خواب و خیال ہم نے خواب شہادت دیکھا اور پھر بھلایا نہیں دیکھا اور پھر بھلایا نہیں دیکھا کہ مشتر کہ خواب تھا تمنائعی آروز تھی۔

غازی شاہ تحریک کے کمانڈر کی حیثیت سے اس اہم آپریش کے تمام امکانات پرغور کررہا تھا۔ وہ کسی بھی طرف سے غافل نہیں تھا جبکہ اس کے سارے رفیق مجاہد کسی نہ کسی سمت معروف پرکار ہو بچکے تھے۔ گزشتہ دوروز میں بہت سی معلومات انہیں حاضل ہو پچکی تھیں۔

دو کشتواڑ کا آراینڈ امیونیشن ڈپو' نظاہر ہے کوئی معمولی ڈپونہیں تھا۔ اس پر ہ ہزاروں کی تعداد میں گارڈ زپہرا دیتے تھے۔ مختلف اوقات میں ان کی ڈپوٹیاں بدلتی تھیں ابوعمیران کی استنظیم میں دوسال پہلے ہی شامل ہوا تھا۔ متناسب قد کھر تیلے بدن کا بیلز کا ہر فدائی معرکے میں پیش پیش رہتا تھا۔ دشمنوں کے مقابلے پراس کے سینے میں جیسے کوئی شعلہ ساموجزن ہوجاتا تھا۔ گرادھریار دوستوں میں بیٹھٹا تو شرارتی 'ہنس مکھنو جوان دکھائی دیتا۔ جب جہادی ترانا گاتا تو الی فضا بنا دیتا کہ سب کے دلوں میں ایمان افروز آگ شعلہ زن ہوجاتی۔ پہلو میں دل مجلنے لگتے۔

آج بھی غازی شاہ اور باتی سب کے اصرار پر وہ اپنی آ واز اور ترانے سے ایسابی ایمان آ فرین ماحول بنار ہاتھا۔

'' کچھ دنوں بعد زمانے کی ہوا بدلے گی ابر کڑکے گا' فضا رنگ وفا بدلے گی ٹوٹ جائے گا ہر اک طقہ زنجیر ستم بےنواوں کی ان آ ہوں سے فضا بدلے گی''

بہت دیریک وہ بیمخفل سجائے بیٹھے رہے۔ ابوعمیر سب کے اصرار پر کئی ترانے سنا تا رہا۔ اچا تک غازی شاہ اٹھ کر کیمپ میں چلا گیا۔ پچھ دیر بعد طلحہ احمد بھی اٹھ کر اندرآیا تو وہ ایک پھر پر بیٹھا اپنی رائفل کو کیڑے سے صاف کر رہا تھا۔

"میراخیال ہے طلحہ مجھے و ومزوے سے پہلے مومنہ سے ایک بارضرور ال لینا چاہئے۔" طلحہ احمد کی چاپ اپنی پشت پرمحسوں کرتے ہوئے وہ دھیرے سے بولا۔

اس کے چہرے پراتی مہری سرخی تھی جیسے کسی نے سرخ رنگ کا برش پھیر دیا اس نے جہرے پراتی مہری سرخی تھی جیسے کسی نے سرخ رنگ کا برش پھیر دیا

ہو۔کشادہ پیشانی پر کئیروں کا ایک جال بچیا ہوا تھا۔

طلحہ احمد الجھ کر اسے ویکھنے لگا۔ اس کی طرف سے خاموشی با کر اس نے سر

''تم ٹھیک کہتے ہو۔اب ان کے چھاپوں کا جوش دم تو ڑم کیا ہے۔ مجھے ایسے میں فائدہ اٹھا کرمولوی جی سے بھی مل لینا جا ہے''

طلحہ احمد کا چہرہ ایک بل کے لئے متغیر ہوا تھا۔ وہ چلتا ہوا اس کے نزدیک آیا اور مھنے فرش پرنکا کر بیٹھتے ہوئے بولا۔ کی لوینچ کرلی اور قدرے آئی ہمتگی سے بولا۔ دو مکر وہ یقینا منظر ہو کی تنہاری تم نے ذکر جو کر دیا ہے اس سے۔ اس آپریشن کا۔'' طلحہ احمد کچھ مضطربانداز میں بولا۔

" بجمعے تم میرے دوست رفیق کم اور مومنہ کے بھائی زیادہ لگ رہے ہوال وقت۔ "غازی شاہ نے بے ساخت مسکرا کراہے دیکھا۔

"اس نے بھائی والا رشتہ جو جوڑا ہے۔ دیور بھائی کا جوڑتی تو تمہارا پلہ بھاری موتا۔ "وہ برجت بولا۔

''چلوتو پھر مجھے بھی ڈاکٹر عائشہ سے بچھالیا بی رشتہ جوڑنا پڑے گا۔'' غازی شاہ کے انداز میں شرارت تھی۔طلحہ احمد اس بے ساختہ اور غیر متوقع جملے پر سکول بوائے کی طرح شیٹا کررہ ممیا۔

"بین بھی تم نے خط میں مومنہ سے ذکر کر کے اچھانہیں کیا۔"
"بیوں بھی تم نے خط میں مومنہ سے ذکر کر کے اچھانہیں کیا۔"
"بیوں بھی تم نے خط میں مومنہ سے ذکر کر کے اچھانہیں کیا۔"
"بیوں بھی کہتے ہیں عشق اور مشک بھی چھپتے نہیں ہیں۔"

" كواس كرتے بيل كہنے والے " وہ ہنوز جمينيا ہوا تھا۔

"اچھا.... وہ کیسے بھلا۔" غازی شاہ کی سنہری آتھوں میں شرارت کا رنگ مہرا ہوگی اسلام کے چہرے کے نازک حصول میں مسلسل ہننے سے سرخی مہری ہوگئی محمد اور کیا۔ اس کے چہرے کے نازک حصول میں مسلسل ہننے سے سرخی مہری ہوگئی محمی۔

طلحہ احمد نے اسے مصنوی خفل سے دیکھا اور احتجاجاً وہاں سے اشخے لگا مگر غازی نے اسے اشخے نہیں دیا اور اس کا ہاتھ کیٹر کر بٹھا لیا۔

"اچھا چلوچھوڑؤٹیہ ہاتیں پھرکسی وفت کے لیے اٹھار کھتے ہیں۔"اس کالہجہ ہنوز فکفتہ تھا پھرجلدی ہے بولا۔"چلوآج کچھ ترانے سنتے ہیں۔" بیہ کھہ کر اس نے کیپ سے باہر بیٹھے آگ بہتے ابوعمیر کوآ داز دی۔

'' بہت دن ہو منے ابوعمیر! تم نے ہمیں کوئی جہادی ترانہ ہیں سایا۔'' وہ ابو عمیر سے بولا۔ دوسرے بھی اپنی اپنی آگ کی سکتی لکڑیاں اٹھائے ادھر ہی چلے آئے۔ اسے کشمیر کی آزادی اور غازی شاہ کی زندگی دونوں ہی عزیز تھے۔اس نے ہمیتال سے ریزائن دے دیا تھا۔ اس پر عجیب اضحلال جہایا ہوا تھا۔ کھنٹوں صحن میں بیٹنی اپنے محبوب کے تصور سے با تیل کرتی رہتی۔ اسے تصور میں پکارتی رہتی۔ آنے والے نئے بچے کے بارے میں سوچتی رہتی۔ بیٹھے بیٹھے خیالوں اور سوچوں کے جانے کتنے جنگل پارکرآتی۔ مرجب عالم خودشنای میں آتی تو خاموثی اور ویرانی کا صحراس کی آئی میں کہ وی اور ویرانی کا صحراس کی آئی میں کا گھوں کے آگے جھیلاد کھائی دیتا۔

''جناب! چیم تصور کی سندر وادیوں سے نکل آئے۔ ایک بڑی اچھی خبر لائی ہوں۔'' وہ اس کے آئے ہاتھ نیجاتے ہوئے یولی۔

''عرصہ ہوا کوئی اچھی خبر سننے کو کان ترس مجے ہیں۔ تم بھلا کیا اچھی خبر لاسکتی ہو۔ "' اس نے خالی خالی نظروں سے عائشہ کو دیکھا اور ایک مجری سائس تھینچ کر تخت سے بیرا تارکر چپل بہنے گئی۔

"تہمارے بن کا سندیسہ لے کرآئی ہوں۔ بولو کیا بیا چھی خرنہیں؟" عائشہ اس کی آنکھوں میں جھا تکتے ہوئے بولی اور بیک سے ایک نہ شدہ کاغذ نکال کراس کے آگے لہراتے ہوئے بولی۔" بورا کا بورا پتر لے کرآئی ہوں اس کا۔"

مومنہ پہلے تو تخیرے اسے دیکھنے لگی۔ دوسرے بل اس خط پر جھیٹی مکر عائشہ نے ہاتھ پیچھے کرلیا بلکہ خود بھی دور ہٹ مئی۔

> روریان کی ہے نہیں کمی می نہ جات اپنے جیا سے جانمو مورے جیا کی بات وہ اے ستانے کو ادھر ادھر بھا گتے ہوئے گنگنانے کی۔

'عائشہ! عاشی کی بڑی! و کھے اس طرح مت کر۔' وہ روہانی ہونے گئی۔ خوشی ہے اس کا دل بے قابو ہو رہا تھا۔ بے بسی انتہا کی محسوس ہو رہی تھی۔ عائشہ کے ہاتھ میں موجود خط اسے کوئی قیمتی سے قیمتی متاع محسوس ہو رہا تھا۔

'' دے دو عائشہ پلیز!۔' وہ تھک کر تخت پر بیٹے گئے۔ عائشہ کو بالآخر رحم آسمیا۔ اس نے دہ خط اس کی گود میں ڈال دیا جسے جھیٹ کر اس نے مٹی میں دبایا اور فورا اندر ''لو کیاتم نے فیملہ کرلیا ہے کمانڈر کہ ڈپومیں ڈائٹامائٹ لگانے کے لیے تم داخل ہو مے؟'' یہ کہتے ہوئے اس کے لیجے میں بے بی تعی ۔ درخل ہو مے؟'' یہ کہتے ہوئے اس کے لیجے میں بے بی تعی ۔

'' ہاں۔'' اس نے مبہم سیکرا ہے کے ساتھ سرا ثبات میں ہلا دیا اور را تفل ایک . ی

طلحہ احمد کی ہے بسی اضطراب میں بدل مئی۔ وہ احتجاج کرنا جاہ رہا تھا مگر الغاظ اس کی مرفت میں نہیں آرہے تھے۔غازی شاہ اس کا کندھا تھیکتے ہوئے بولا۔

"اطمینان رکھو ایسے اور بھی کی مواقع آئیں گے۔ ہماری مہمات جاری و ساری ہیں۔" پھراس کے کندھے پرتسلی آمیز دباؤ ڈلتے ہوئے بولا۔" ہمی تم سب کے احساسات اور جذبہ جہاد سے واقف ہول۔ تہمارے دلول ہیں بھی وہی شعلہ موجز بن ہے جو میرے اندر ہے گر میں مولوی جی کا خواب پورا کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے موقع دو۔ میرے رفیق صرف ایک موقع۔" اس کا لہجہ التجائید ہو گیا۔

طلحہ احمد کے چہرے پر ہلکورے لیتا اضطراب دھیما پڑ ممیا۔ اس نے اپنے کندھے پررکھے غازی شاہ کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ کر دبایا اور ایک مہری سانس مینج کر محت ہے مسکرا دما۔

بیست میں ڈوسٹر بیرے رفیق!'' غازی شاہ نے بحرعقیدت میں ڈوب کر بے ساختہ اینا بازواس کے گردحمائل کردیا۔

ایک دھیمی سوکوارمسکراہٹ طلحہ احمد کے ہونؤں کے کوشوں میں پھیل کر منجمد ہو

♦.....**♦**.....**♦**

مومنہ کے لیے زندگی جیسے تھہری گئی تھی۔ غازی شاہ سے نہ رابطہ ہوسکا تھا نہ اس کی صورت نظر آئی تھی۔ ایک ماہ ایک صدی بن کرگز را تھا۔ کو کہ وہ جانتی تھی اس کا محبوب شو ہر جس سفر پر گامزن ہے وہاں عافیت کا ایک لمحال جانا مجمزہ ہی تھا۔ ہر طلوع ہونے والا سورج اسے کسی خوش آئند خبر کا یقین سا دلاتا محر رات کی تاریکی وہشت تاک مایوی کا احساس دلانے گئی۔

جلنے والا وہ چرائے آخرشب ہے کہ اس کی لواگر مدھم بھی پڑ جائے تو اندر کا اجالا کم نہیں ہوتا محبت کرنے دالوں کو خبر ہے محبت وسوسوں اور واہموں کے درمیاں محبت وسوسوں اور واہموں کے درمیاں اسیری کا شامتی ہے اسیری کا شامتی ہے ہیں ہی ہے کہ ایسا راستہ ہے میں ایسا راستہ ہے محبت ایک ایسا راستہ ہے کہ جس پر واپسی ممکن نہیں ہوتی

چلى شى _ چلى شى _

"کیا بات ہے؟ یہ کیما شور ہنگامہ ہے؟" مولوی خفر محمد مردان خانے سے باہر نکلے۔مومنہ کو بول بھائے و کیھ کر ذرا ساجیران ہوئے۔

''غازی شاہ نے پتر بھیجا ہے مومنہ کے نام مولوی بی! اس کا کوئی لڑکا ہپتال میں آیا تھا بھے پہنچائے۔'' عائشہ انہیں بتانے کی۔مولوی خصر محد کے لیے غازی شاہ کی طرف سے کوئی پیغام ملنا مسرت انگیز خبر تھی۔

''خدا خیر کی خبر لائے۔'' انہوں نے بند دروازے کو دیکھا جہاں مومنہ جا کرمم ہوگئ تھی۔ پھر سر جھکا کر نلکے کی طرف بڑھ ہے۔

♦.....♦......♦

غازی شاہ کا خط پڑھتے ہی مومنہ کی ساری شخص اتر گئی۔ اس نے ملنے کا ون اور وقت مقرر کیا تھا۔ اس نے ملنے کا ون اور وقت مقرر کیا تھا۔ اس نے لکھا تھا۔ وہ طارق ہاؤس میں اتوار کے دن ڈھلتی شام کو اس سے ملنے آئے گا۔وہ اس کا انتظار کرے۔

'میں تو ایک ماہ سے سرایا انتظار بنی ہوں۔ میرے محبوب شوہر!' اس نے زیر الب مسکراتے ہوئے جھم تصور میں اسے مخاطب کیا اور خط قیمتی متاع کی طرح سنجال کر رکھ لیا۔ بیراس کے محبوب شوہر کا دوسرامحبت نامہ تھا۔

یج بی کہ وہ تعلق خاطر بی کیا جس پر دوریاں فاصلے اثر انداز ہو جا کیں۔اصل چیز تو ایک دوسرے کی موجودگی کا احساس ہے۔دل میں رہنے والے اپنی غیر موجودگی میں بھی آپ کے قریب بی محسوس ہوتے ہیں۔آپ جتنے بھی تنہا ہوں۔ان کی موجودگی کا احساس آپ کو تنہا نہیں ہونے ویتا۔تعلق خاطر میں سچائی خلوص اور محبت کی موجودگی کا احساس آپ کو تنہا نہیں ہونے ویتا۔تعلق خاطر میں سچائی خلوص اور محبت نہ ہو وہ محض غرض پرجنی میں کی آسودگی کے لیے بندھ کئے ہوں تو ان کی موجودگی محض خودرور پودے کی طرح آپ کوکوئی چھاؤں نہیں دے سکتے۔

غازی شاہ کے تصور سے ہی اسے ایک شندی خوشبودار جھاؤں کا احساس ہونے لگا۔

محبت طاق دل پر

Scanned By Wagar Azeem Paksitanipoint

لوگ ہیں۔'

" بھی بیسارا کھوتو مومنہ نے ہی کیا ہے۔ صبح سے کین میں کی ہوگی تھی۔ میں نے کہا تھا کہ بھی تہمارا میاں کھانے کوئیس تم سے ملنے آ رہا ہے۔ ' مما جلدی سے وضاحت دیے گئیں۔

"اس کا خیال ہوگا کہ اس کا مجاہد میاں جانے گئے دنوں کا بھوکا ہوگا۔ سو
اے اب اتنا کھلا پلا دول کہ وہ ایک دن میں ہی پہلوان ہوکر دشمنوں پرٹوٹ پڑے۔
وہ آستین فولڈ کرتا ہوا بیس کی جانب بڑھتے ہوئے اس پر ایک مسکراتی نگاہ اچھال گیا۔
ددنہیں ایبا کوئی خیال نہیں تھا..... میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ بھرے پیٹ والے عیش پرست آ دمی دشمنوں پر قبر بن کرنہیں ٹوٹ سکتے بلکہ چوہوں کی طرح بل میں
محمد رہے ہیں یا کبور کی طرح آ تکھیں بند کر کے خودلقمہ اجل بن جاتے ہیں۔" وہ
لولیااس کی طرف بڑھاتے ہوئے قلمتی سے ہنی۔

'' وری اسٹرنج' آنٹی! بیمیری زوجہ ہی ہے تا؟'' غازی شاہ مصنوی جیرت سے پلیس جھیکتے ہوئے اسے دیکھتے ہوئے مما سے خاطب بوا۔مما چنے کیس۔

''میں تو اسے بہت ہوتی کی معلل ہی جھوڑ کمیا تھا۔'' ''میں بھلا کب ادکی ہوتی تھی؟'' وہ احتیا جا اسے کھورنے کئی پھر بچوں کی طرح بسور کر منہ بچلا لیا۔ مما ہنتی ہوئی کمرے سے چلی کئیں تو اس نے ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے قریب ہی بٹھا لیا۔

" روس کے جی عورت ہے ہم چار چیزیں چاہتے ہیں۔ ایک اس کے دل میں نیکی ہو۔ دوسرے اس کے چیرے پر حیا ہو۔ تیسرے اس کی زبان میں شیر بی ہواور چو تتے اس کے ہاتھ کام میں گئے رہیں اور میں کہتا ہوں اس کے بعد اب اگر عقل کی تھوڑی ہی ہوتو یہ کوئی ایسی بردی بات بھی نہیں ہے۔ "یہ کہتے ہوئے اس نے ایک

غازی شاہ کی آمد نے اس کے چہرے پر پھول کھلا دیئے تھے۔اس کے سرایا میں الی روشی بحر دی تھی کہ دیکھتے ہی آ تکھیں خبرہ ہونے لکتیں۔ میں الیکی روشی بحر دی تھی کہ دیکھتے ہی آ تکھیں خبرہ ہونے لکتیں۔

مما اے نظرنگ جانے کے ڈریے نظر کرنہ دیکھتی تھیں جبکہ اس کا خیال تھا یہ سب اس کے محبوب کا اعجاز ہے۔ اس کی محبت اتنی حسین ہے کہ اس کے اندر از کر اے بھی حسین بنار ہی ہے۔

''یہ فاصلے اور قربتیں تو یونہی بے معنی علت ہیں' بے حقیقت مہریں ہیں' میں تہراری موجودگی کے احساس سے ایک بل بھی غافل نہیں رہا۔'' غازی شاہ کا لفظ لفظ پھول بن کراس کے چہرے کومہکا رہا تھا۔

جدائیاں ہی تو محبت کوعشق بناتی ہیں۔ جب تعلق دل اور روح سے جڑا ہوتو فاصلے قربتیں ہے معنی ہو جاتے ہیں۔ اس نے سوچا مگر کہانہیں۔ وہ صرف سننا چاہتی مختی ۔ اپنے محبوب کی آ واز اس کے لیجے کی محبت آ میز مختذک سے سیراب ہونا چاہتی مختی ۔ سوچیپ رہی اور اسے سنتی رہی ۔

اس کی قربت کا ہر لہداس کے لیے تیمتی تھا اور مومنہ اسے قیمتی متاع کی طرح سمیٹ کر دل میں چھپالینا چاہتی تھی۔ وہ اسے اپنی مہم کے بارے میں بتانے لگا۔ تاہم مکمل تفصیل بتانے سے گریز کیا تھا۔ وہ جانتا تھا وہ چاہے جتنی مضبوط ہے مگر اندر سے وہی خدشوں وسوسوں سے بحری ایک کمزور ہستی ہے۔

رات کے کھانے پراس قدر اہتمام و کمچے کر عازی شاہ نے اک ناراض سی نظر اس پرڈالی پھرمما سے مخاطب ہوا۔

"میری عادت کیول بگاڑ تا جاہ رہی ہیں آئی۔ ہم تو سادہ غذا کھانے والے

Scanned By Wagar Azeem Paksitanipoint

مصندی سانس بعری۔

"غازی!" وہ بلبلا کر تقیلی کا مکا بنا کراہے مارنے کی۔

'' بھی باتی جار چیزیں تو ہیں ناتمہارے پاس۔''اس نے اس کا ہاتھ پکڑلیا۔ وہ اسے گھورتے ہوئے بکدم کھل کھلا پڑی۔'' بہت برے ہو۔''

اس کے ہنتے چہرے کو دیکھتے ویکھتے کی بیک وہ سنجیدگی کی لپیٹ ہیں آئیا۔
کوئی خیال کوئی احساس اس کے دل کو چھیدتا ہوا گزر گیا پھر ایک مجری سانس بحرتے ہوئے اس کے خوش نما چہرے سے نظریں ہٹالیں۔ ایک مانوس سا اضطراب اس کی سنجری آئیموں کی سطح پر پھیل میا تھا۔

چندنوالے وہ بہمشکل کھاسکا پھراٹھ کر کمرے میں چلا کیا۔

مومنہ ملازمہ کے ساتھ کچن کا پھیلاوا سمیٹ کر کمرے میں آئی تو وہ کھڑی

میں کھڑا پچھلے باغیج میں تھیلے اندھیرے پرنظریں جمائے گنگار ہاتھا۔ ''ہم تو مقل کی جانب چلے ساتھیو!

اب تہارے حوالے چن ساتھیو!

اسے اندر آتے دیکھا تو چپ ہو گیا اور ملکے سے مسکرایا ممر جانے کیوں وہ مسکراتک نہ سکی بس اسے ایک تک دیکھتی رہی۔

"كيابات ب؟ ايسيكيا وكيورى مو؟" وه ذراسا جران موا

"ایبالگرہا ہے آپ مضطرب ہیں۔ کوئی موج ہے جو آپ کو بے کل کردی ہے۔ کیا ایبا بی ہے؟" وہ اس کے نزدیک چلی آئی۔ غازی شاہ کے مسکراتے لب سکڑ سکتے۔اس نے کھڑکی کے باہرنظریں مرکوز کردیں۔

" بی بی نے بھے یادتو کیا ہوگا؟" وہ کہنا مجمداور جا ہتا تھا مرکبہ مجمداور کیا۔ مومنہ نے ایک سانس مینج کرا ثبات میں سر ہلا ویا۔

'' یہ فطری کیفیات ہیں۔ کسی کو یا دکرنے سے کون روک سکتا ہے بلکہ خود کو بھی خبیں روک سکتا ہے بلکہ خود کو بھی خبیس روکا جا سکتا۔ جذبات اور احساسات کی تو اپنی بی ایک الگ دنیا ہے۔ انسان بڑے غیر محسوس طور پر اس دنیا کے اندر داخل ہو جاتا ہے۔ بھی شعوری کوشش ہے لکل جاتا ہے مجمی نبیس لکل یا تا۔''

غازی شاه اس کی طرف و مکھ کررہ گیا مچرسر کوخفیف سی جنبش دے کرکسی خیال

کو جھٹکا۔

"مومی! کیابی اچھا ہوکہ ہم اپنا ہرجذبہ ہراحساس صرف ایک بی ذات کے نام کرلیں۔ ای سے جہیں توقع سے باس ذات عظیم سے جہال سے ہمیں توقع سے بردھ کر چاہت ملتی ہے۔ جس کا تصور قلوب میں اطمینان مجر دیتا ہے۔ ایبا اطمینان کہ پھر کوئی بے کل نہیں کر سکتی۔ "اس نے اس کے نرم ملائم ہاتھوں کو اپنے مضبوط ماتھوں میں نے کر دیایا۔

" بھلاکوئی مسلمان ہوگا جس کا تعلق اس ذات ہے نہیں جڑا ہے؟" دہ ملکے ہے۔ مسکرائی۔" اور پیج تو یہ عازی! کہ اس ایک ماہ میں مجھے سہارا دینے والی بھی کہی ذات تھی۔"
ذات تھی۔"

" کی تو میں چاہتا ہوں موی!" غازی شاہ کی آکھیں لیکفت کسی جگنوکی طرح چکیں۔ اس نے پر جوش انداز میں اس کے ہاتھوں کو دبایا۔ "بس ای سہارے کو تھا ہے رکھؤ ای پر نگاہ رکھو باتی سب فانی ہے۔ سب نیج ہے۔ انسانوں کے سہارے ایک دوسرے کے لیے محض خستہ اور دیمک زدہ لکڑی کے مانند ہوتے ہیں کب موت کی دیمک انہیں چائے اور وہ تڑخ جا کیں۔"

مومنہ کے اعصاب کو بڑے زور کا جھٹکا لگا تھا۔اس نے اپنا ہاتھ اس کی محرفت سے تھینج کراہے عجیب می نظروں سے دیکھا۔

"زندگی انسان کے لیے ہمیشہ بہت تھوڑی ی ہوتی ہے۔ ہرآنے والالحداس میں کی کرتا جاتا ہے۔ زندگی کوئینی خیال کرنا دراصل موت کی حقیقت سے انکار ہے مگر انکار کرنے والے بھی بہر حال موت کے فکنجے سے نہیں نکی سکتے۔ کیوں نہ ہم ہرآنے والے لیے کواپنا آخری لحد ہی تصور کریں۔"

"فازی! بلیز۔" وہ اسے مزید بولنے سے ٹوک کی۔ اس کادل ایس کیفیت سے دوجار ہوا جیسے کسی نے اسے بری طرح دبایا ہو مگر دوسرے بل سائنیں روال ہوگئ ہول مگر اس روانی میں عجیب بے سکونی تھی۔

اسے جانے کیوں وہ رات یاوا می جب بی بی اس سے الی بی با تیں کررہی

آئی دہوار بنانا ہے جے وہمن ہلانہ کیں۔ جو دہمنوں پر قہر بن کر ٹوٹ سکے۔ جس کے نام سے ان کی فیندیں اڑ جا کیں۔ ان کی صفول میں بے چینی اور المچل کچ جائے۔ ان کے قدم اکمر جا کیں۔ جوز کدہ رہ تو صرف دین اسلام کے لیے اور غلامی کی زنجیریں تو ڈکر کشمیرکو آزادی سے ہمکتار کرنے والوں میں شامل رہے۔ بولومومنہ! اسے ایہا ہی مجاہد بناوک کی نا۔ جس کا ایمان ہی اس کی وولت ہو۔ بناوک کی نا۔ جس کا ایمان ہی اس کی وولت ہو۔ اس کا عقیدہ ہی اس کی قوت ہو۔ ہماری آنے والی سلیس عالم اسلام کے لیے نے سورے کی نوید جیں۔ انہیں اسلاف کی مرائی کے والی سلیس عالم اسلام کے لیے نے سورے کی نوید جیں۔ انہیں اسلاف کی قربانعوں کو بھلا نہ وینے دینا۔ انہیں بقا کے راز سے واقف کرانا کہ فنا میں ہی بقا کا راز ہوسدہ ہے۔ ''

اں کی آ داز جوش سے بھاری ہورہی تھی۔اس نے فرط جذبات میں اس کا ہاتھ دہاتے ہوئے اس کی بھی بھی آ تھوں میں جھکا نکا۔''بولؤ کیا بیسار سے سبق اسے سکھاؤ گی؟''اور مومنہ نے بھی بھی متورم مسکراہث کے ساتھ سراثبات میں ہلا دیا۔

وہ دونوں رات ویر تک جائے باتیں کرتے رہے۔ فجر سے پچھ دیر پہلے غازی شاہ جانے لگا تو اس نے اپنے بالوں میں اٹکا ہوا گلاب نکال کراسے ہولے سے اپنے لیوں سے لگایا پھراس کے کرتے کی جیب میں اٹکا دیا۔

"خدا حافظ!" اس کے لیوں نے بے آواز جنبش کی اور نگاہوں نے وور تک

وہ باہرنگل گیا تو وہ بھاگ کر فیرس پر گئی۔ بل کھاتی سڑک کے باعث وہ اسے اور تک جاتا دکھائی دیتا رہا۔ وہ ہاتھ فضا میں اٹھا کر لہراتی رہی۔ جب وہ نظروں سے اوجھل ہو گیا تب بھی وہ کھڑی ہاتھ ہلاتی رہی۔ اس کا دل بالکل خاموش ہو گیا تھا۔ جسے کوئی ہے آ باد مکان۔ جس کے سار نے کمین اپنا ساز و سامان اٹھائے دہاں سے کوئی کر گئے ہوں۔

وہ نیرس سے بنچ آتھی اور لان کی شفنڈی کیلی گھاس پر ننگے ہیر بے قرار روح کے۔
کے مانند چکر کا شخ گئی۔ فجر کی اذان ہونے گئی تو ہاتھ خود بخو دوعا کے لیے بلند ہو مجئے۔
بہت می وعائیں اسے یاد تھیں جو بی بی بچپن میں اسے یاد کراتی رہتی تھیں گر اس بل ساری گڈٹہ ہور ہی تھیں۔ اس کے لب کانپ کر رہ گئے گمر وہ بہت دیر تک بجدہ

تھیں۔اس نے گھبرا کرسر جھٹکا۔

''مومنہ!'' غازی شاہ نے نری سے اسے تھاما۔ ممر اس کے چہرے کے تاثرات دیکھ کرمزید کھے کہنے کا ارادہ ترک کر دیا اور اسے لیے باغیچ کی کھلی فضا میں نکل آیا۔

رات کی شندی شندی ہوائیں مجوائیں معطر خوشبو سائس لیتے ہی معطر خوشبو سائس لیتے ہی مجمعیم دول میں ایک تراوٹ مجرری تعلی محرمومنہ کو لیکخت سب کچھ بے حداداس ویران اور پورا ماحول ہی بے ریک محسوس ہونے لگا۔

غازی شاہ نے گلاب کے پودے پراگا ادھ کھلا گلاب توڑ کر اس کے رکیتی بالوں میں لگا دیا مگراس کا دل نہ مہک سکا۔کوئی چیز اس کی روح کومسو سنے لگی تھی۔اسے اپنی آئیمیس نم نم محسوس ہور ہی تھیں۔

'' کیاسوچ رہی ہو؟'' وہ دلفریب مسکراہٹ کے ساتھ اسے دیکھ رہاتھا۔مومنہ کو جانے کیوں میمسکراہٹ بھی پھیکی پھیکی سی گئی۔ اس نے آئیسیس زور سے میچ کر کھولیں۔

۔ ''نہیں مومو! جانے والوں کو الوداع اس طرح نہیں کرتے۔'' اس نے بے حد نرمی سے اس کا بکھرا وجود سمیٹ لیا۔

ئی ئی ٹی ٹی آنو پلکوں کی مضبوط باڑتو ڑکر بالآخر بہہ نکلے۔
"تو کس طرح کرتے ہیں؟" اسے آنسوؤں پر اختیار ندر ہا۔
"مسکرا کر پوری حوصلہ مندی کے ساتھ۔" وہ مسکرایا۔
"باگل کیا تمہیں یقین نہیں ہے کہ میں لوٹ کر آؤں گا؟" وہ اسے چھیڑنے

''کول' کیول ہیں ہے۔خدانہ کرے کہ' اس نے تڑپ کر اس کا ہاتھ جکڑ لیا۔''خدامہیں میری عمر بھی وے دے غازی شاہ۔'' اس کا رواں رواں دعا کو ہو میا۔

ریز ربی_

دہ سننے والا قادر مطلق لفظوں کا بی مختاج کب ہے۔ وہ تو آنسوؤں کی زبان جات ہے۔ وہ تو آنسوؤں کی زبان جات ہے۔ ول کا تر پنا بھلا اس سے کب چھپا ہوتا ہے۔
اس نے بھی آنسوؤں کی زبان میں ساری دعا کیں ما تک لیں۔

♦.....

سرفروشوں کا بی قافلہ جمعے کی رات کو اپنی مہم کے آغاز کے لیے اپنے کیمپول سے غازی شاہ کی قیادت میں ردانہ ہوا۔

اسلحہ خانے کی بلند و بالا ممارت پر تبہیر سکوت جمایا ہوا تھا۔ کوئی نہیں جانیا تھا کہ یہ کہ چند لمحوں بعد اس سکون کی تہ سے کوئی طوفان الحہ نے والا ہے۔ نہ کوئی جانیا تھا کہ یہ تاریخ میں ایک روشن باب کا اضافہ کرنے والی ہے۔
تاریک رات کچھ تھنٹوں بعد ہی تاریخ میں ایک روشن باب کا اضافہ کرنے والی ہے۔
کمانڈ رغازی شاہ اپنے جذبہ ایمان سے سرشار خدا کے فدائی رفیقوں کے ہمراہ اس اسلحہ خانے پر قیامت صغری لانے والا ہے۔

" در مرے بیارے ساتھیو! ہم آج اپنا اللہ سے کے عہد کو نظرے سے تازہ کرتے ہیں۔ خود کو اللہ کا سابی کہتے ہیں تو عملا منوانے کا عزم کرتے ہیں۔ میں جانیا ہوں حالات روز بروز ہمارے لیے خت تر ہوتے جا رہے ہیں۔ مگر ہمیں حالات اور مشکلات کو دیکھ کر خوف زدہ ہو کر پیچے ہٹ کر بیٹے جانا نہیں ہے۔ حالات اللہ کے تینے میں ہیں۔ وہ جب جا ہے بدلے گا۔ ہم حالات کونہیں بدل سکتے۔ ہمیں اصلاح تینے میں ہیں۔ وہ جب جا ہے بدلے گا۔ ہم حالات کونہیں بدل سکتے۔ ہمیں اصلاح کرنی ہے۔ وین کے مطابق خود کو ڈ حالنا اور اپنی جماعت کوسیدھے راستے پر لے کر حانا

میرے رفیقو! آج اسلام قربانیوں سے نئے سرے سے جیکنے لگا ہے۔ است مسلمہ جہاداور قربانی کا درس پھر سے زندہ کر رہی ہے۔ اس کا سفینہ تلاظم خیز موجوں میں بھی رواں دواں ہو گیا ہے۔ جس سے کفر گھبرا گیا ہے۔ ہندو بنیے ہوں یا یہود و نعمار کی سب خوف زدہ اور پر بیٹان ہیں۔ سب نے مل کرمسلمانوں کو مارنے اوران کی تلاظم خیز رفقار کورو کنے کا فیصلہ کرلیا ہے تمر ہمارے قدم ہمارا سفر اور بھی تیز تر ہو گیا ہے۔ ہم فیصلہ کر بھی جانیں اللہ کے نام دقف ہیں۔ یہاں خانص ایمان کا معاملہ ہے۔ بیسفر

باد کا سفر ہے۔ ہم مسافر ہیں۔ جنت اللہ کا دیدار دیدار نبی اور معابد کا ساتھ ہماری زل ہے۔ زل ہے۔

سنر کتنا لمبا ہوگا؟ کتنی تسلیل بیت جائیں گی؟ بس ہمارا کام تو اپنی موت تک ہے۔ اس عرصے میں ہمیں منتقیم رہنا ہوگا۔اپنے آپ کو بچا کر گزاریں باقی امور سب مرکی طرف لوٹے ہیں اور وہی فیصلے کرتا ہے۔ وہی نتیج نکا لنے والا ہے۔''

غازی شاہ کی ایمان افروز تقریر نے سب کے دلوں کو جذبہ جہاد سے کرما دیا - ہرکوئی اس فدائی معرکے میں آ مے رہنا جا ہتا تھا۔

قافلہ اسلحہ خانے کی عمارت کے قریب پہنچا تو تقریباً بارہ بچ کا وقت تھا۔ کی شاہ کے علاوہ سب اس کے تھم پر سوگز کے فاصلے پر اتر ائی میں جہپ کر بیٹے مجے اپنی دور بینوں سے ارد کر دکا جائزہ لینے مجے۔

غازی شاہ سیاہ لباس میں ملوں ہونے کے باعث رات کی تاریکی کا ہی حصہ کیا تھا۔ وہ دھیرے دھیرے رینکتا ہوا اسلحہ خانے کے مرکزی کیٹ کی طرف بردھ رہا ۔ ایک دیوار کے نزدیک کافئی کروہ مخاط انداز میں اردگرد کا جائزہ لیتے ہوئے کھڑا ہو

بڑے سے سیاہ کیٹ پر پہرا دیتا گارڈ اپنی مخصوص وردی میں کندھے پر جدید کی اشین من لٹکائے جہلتا دکھائی دیا۔

فازی شاہ نے اپنے سیاہ لبادے کی جیب سے چند پھر نکالے اور اسے یوں کا مرف ایک اور اسے یوں کی طرف ایک ایک کر کے اچھا لئے لگا۔ بتوں اور شاخوں میں کھر کھر اہمن ی ۔ ماحول کے سائے میں اچا تک پیدا ہونے والا ارتعاش یقینا گارڈ کو چوکنا کرمیا

طان رينكتا موااس طرف آتا وكمائي ويا_

کوئی دومنٹ کے اندر بی سلطان گارڈ کا لباس خود زیب تن کرچکا تھا اور اپنا ل اسے پہنا چکا تھا۔اس کا دوسرار فتی مردار گارڈ کو کندھے پرڈالے چلا گیا۔

اس کام سے فارغ ہو کر غازی شاہ مخاط انداز ہیں گیٹ سے اندر داخل ہو ا۔ اس کے پاس تین طاقتور ڈائنا مائٹ تھے جوا سے اندر مختلف مقامات پرسیٹ کرنے ،۔ ایک اندازے کے مطابق بید کام ایک تھنے ہیں ہونا تھا۔ اس کے بعد غازی شاہ اسلی خانے سے باہر لکل کر طلحہ احمد سے رابطہ قائم کر لیتا۔

غازی شاہ نے ویکھا کہ اس نے من کندھے سے اتار کر ہاتھ میں مضبوطی سے پکڑی ہے اور جماڑیوں کی طرف برصنے لگا۔اس نے پھر پیسکنے کا سلسلہ بند کر دیا اور بہایت مخاط انداز میں ایک بار پھر دیوار کی اوٹ سے جما لگا۔

مارڈ اس کے نزدیک ہی چینجے والا تھا۔اس نے اپنے قدموں کومضبوطی سے فرش پر جمالیا اور بالکل ساکت ہوکر اس کے ہرلحہ قریب آتے قدموں کی دھک برتمام تر توجہ رکھ لی۔

تین چار....ساتویں قدم برگارڈ بالکل اچا تک اس کے سامنے آسمیا۔ مراس سے بہتے کہ چوکنا ہوکر اسے سنجلنے کا موقع ملتا غازی شاہ نے چینے کی طرح اس بر جولائک لگادی۔ جولائک لگادی۔

اگراس کے قدموں کی جاپ کا اندازہ لگانے ہیں اسے معمولی ی بھی خلطی ہو جاتی تو وہ ایک نا قابل تلافی نقصان سے دوجار ہو جاتا۔ گراس کی ماہرانہ صلاحیت ادر خدا کی مدد اس کے ہمراہ تھی۔ گارڈ اس کے بازدوں کے قلیج میں اس طرح آکر بلیانے لگا جیے کوئی چڑیا عقاب کے پنج میں۔

عازی شاہ نے اس کی گردن اپنے آہنی فکنجے میں اسنے زور سے کس لی کہ اس کی بقینی چیخ اس کے حلق میں ہی دم تو ڈگئی تھی۔ساتھ ہی اس نے اس کا کمن والا ہاتھ بھی قابو میں کرلیا تھا۔

اجا تک اس کی گرون کی بڑی ہے ایک آ داز آئی دوسرے بل اس کا بدن وصلا پڑ ممیا۔ آسمیس اہل کر باہر آسمی میں۔

عازی شاہ نے اپنے ہاتھ کی گرفت جونمی ڈھیلی کی وہ کی ٹوٹی شاخ کی طرح لہرا کر زمین ہوس ہو گیا۔ اسے شدید جیرت ہوئی اس کے معمولی زور پراس کی گرون کی بڑی جی گئی تھی اور آتا فاتا ہی اس کی روح تفس عضری سے پرواز کر چکی تھی۔ اب وہ چپت پڑا اہلی ہوئی آئھوں سے آسان کو تک رہا تھا۔ گوشت سے پر ہیز کرنے والے ہندو بننے کی اس کمزوری نے اسے فاصا جیرت زدہ اور مخطوظ کیا دہ تو اس کے انداز نے ہندو بننے کی اس کمزور لکا۔ محض اشین کن کے سہارے ہی بااعتاد و کھائی وے رہا تھا۔ کم

لکتی ہے میری مت ماری جاتی ہے۔من کرتا ہے سالے کا نشے میں ہی گلا د ہا دؤں۔'

" يبى تو سارى مصيبت كى جر ب-اس راكشس كساته ميرى جب ويونى

دوسرا جوخود بھی نشے میں بی معلوم ہور ہاتھا بھڑ ہے لیجے میں بولا۔
''کشمیر کے حالات روز بروز خراب سے خراب ہوتے جا رہے ہیں لگتا ہے اب اکھنڈ بھارت کھڑے ہو کر رہے گا۔اور ادھر اپنے راجن سردار کو رنگ رکیوں سے فرصت نہیں ہے۔''

' چل چھوڑ اپنا کیا ہے۔ اپنا کام تو ڈیوٹی بھٹنانا ہے بس۔' پہلا سانس بحر کر بےزاری ہے کو یا ہوا۔

وہ دونوں اپنی باتوں میں مگن غازی شاہ کے سامنے سے گزر مجے۔ چوبی دروازے کی معمولی آثر نے اسے ان کی نظروں سے چھپالیا تھا۔ ممکن تھا وہ دونوں نشے میں نہ ہوتے تو غازی شاہ ان کی نظروں سے جھپ نہیں سکتا تھا اور یہ بھی ممکن تھا وہ دونوں سیدھے جا کر اگر چیھے پلٹتے تو وہ انہیں صاف دکھائی وے جا تا۔ مگر خدا کا کرنا ہوا کہ دہ بالکل سیدھے جا کر بائیس طرف کومڑ مجے۔

اٹی روکی ہوئی سائس چھوڑتے ہوئے غازی شاہ اس آڑے لکلا اور گھٹنوں کو خفیف کی جھکائی دے کرسر جھکا کر تیزی ہے آگے بڑھنے لگا۔ راہداری کے آخری کنارے پرایک بڑا سا دروازہ تھا جوعمو آ متفل رہتا تھا محرخوش شمتی ہے اس وقت اس کا کھلا ہوا تالا ہولڈر میں جھول رہا تھا۔ جس کا مطلب تھا اندر کوئی موجود تھا۔ اس نے دروازے کی جھری سے جھا نکا محر اسے کوئی ذی روح و کھائی نہ ویا۔ وہ تیرکی تیزی سے بخول کے بل چلنا ہوا اندر داخل ہو گیا اور بڑی بڑی چو بی پٹیوں کے درمیان موجود جگہ میں چھپ گیا۔

یہ سراسرایک جنونی حرکت تھی اور جنون بے لگام ہو جائے تو انجام کی پروانہیں رہتی۔ عموماً بڑے بڑے معرکے جذبہ جنون میں ہی انجام دے ویئے جاتے ہیں۔ تیخ ہاتھ میں ہواور جنول لبریز ہوجائے تو دشمنوں کے سرول کا انبارلگ سکتا ہے۔
انہی کے فیض ہے بازار عقل روشن ہے
جو گاہ گاہ جنول اختیار کرتے رہے
جو گاہ گاہ جنول اختیار کرتے رہے

غازی شاہ نقشے کے مطابق دائیں طرف سے ریکتا ہوا اندر داخل ہوا تھا۔
ویوٹی کی تبدیلی میں ایک محنفہ باتی رہتا تھا اور ایسے وقت اپنی اپنی ڈیوٹیاں بھکانے
والے پہرے دار اور گارڈز ان لمحات کوعیش ونشاط اور ستی کی نذر کرتے تھے۔ ان کی
وحثیانہ محفل خوب رنگ پہتی ۔ تقریباً سب ہی بدست تھے۔ ایسے موقع سے فائدہ اٹھا
کروہ پنجوں کے بل چلتا ہوا ایک خالی کمرے میں داخل ہو گیا۔ یہ درمیانے سائز کا کمرہ
تھا جس کے چاروں طرف دیوار گیرالماری بنی ہوئی تھی۔ لکڑی کے قریم جس شیشوں کے
دروازے نئ تھے جن سے اندر موجود اشیاء صاف دکھائی دے ربی تھی۔ پچھ الماریوں اللہ میں کانچ کی کراکری تھی۔ ہرسائز کی پلیٹیں مگ اور دوسرے استعال کے کئی برتن جبکہ چند
میں کانچ کی کراکری تھی۔ ہرسائز کی پلیٹیں مگ اور دوسرے استعال کے کئی برتن جبکہ چند
الماریاں ان کی مخصوص وردیوں سے بھری پڑی تھیں۔ اس نے وردی والی الماری کا
الماریاں ان کی مخصوص وردیوں سے بھری پڑی تھیں۔ اس نے وردی والی الماری کا
اس انداز میں اس کے اوپر رکھ کرالماری بند کردی۔

اس کام میں چندمنٹوں سے زیادہ وقت صرف نہیں ہوا۔ اس کرے سے نگل
کراس نے بے حدم کا انداز سے دائیں طرف کا رخ کیا۔ اب اس کے سامنے ایک
طویل راہداری تھی۔ اس نے ایک سینڈ توقف کیا پھر دائیں طرف پیش قدمی کرتے
ہوئے دیوار سے بالکل چیک کر چانا شروع کیا۔ اچا تک اسے قدموں کی دھک سنائی
دیے گئی۔ وہ جلدی سے ایک چونی درواز سے کی آٹر میں دیک گیا۔

دو بدست فوجی با تمی کرتے ہوئے سامنے سے چلے آ رہے تھے۔" بیتا بلانا تو چلنا ہی رہتا ہے پریدا ہے راجن سردار نے تو آج حد ہی کردی۔ابیا لگتا ہے سورے تک یہ گینڈا یونمی بدمست پڑا رہےگا۔"

Scanned By Wagar Azeem Paksitanipoint

سبب بنے۔ یوں بھی بارود سے بھرے اس کرے میں کہیں معمولی آتشیں دھا کہ بھی تہلکہ خیز تابت ہوتا۔

اس کام سے فارغ ہو کر وہ کھڑکی کی طرف آیا اور اس کا جائزہ لیا۔ کھڑکی کا فریم آبنی تھا۔ اس پرموٹی موٹی انجے لو ہے کی گرل لگی ہوئی تھی۔ جس کی ہرسلاخ کم از کم دو انجے موثی تھی اور ہرسلاخ کم از کم دو انجے موثی تھی اور ہرسلاخ چار چارا کج کے فاصلے پر فریم کے دونوں اطراف مضبوطی سے گڑی تھی۔ سلاخیس کانے کا کام مشکل بھی تھا اور وقت طلب بھی۔

اس نے اپنے تھلے سے مختلف اوزار نکال کر سلاختوں کو کا منے کا کام شروع کیا۔ یہ کام اس کے کا کام شروع کیا۔ یہ کام اسے ہے آ واز کرنا تھا جس پر پوری طاقت صرف ہور ہی تھی۔

وہ دوسری سلاخ کاٹ رہا تھا کہ کمرے میں ایکاخت ملکیج اندھیرے کا سینہ روشنی کی اندھیرے کا سینہ روشنی کی لیکنٹ ملکیجے اندھیرے کا سینہ روشنی کے ساتھ ہی دروازہ کھلنے کی آ واز بھی اس کی ساعت سے محکرائی تھی۔اس کا حرکت کرتا ہاتھ رک عمیا۔

''میں نے کہا تھا نا و ہے! مجھے یونہی وہم نہیں ہوا تھا۔ کوئی مور کھ شیروں کی کچھار میں تھنے کی حماقت کر چکا ہے۔''

مہین آ واز کے ساتھ ایک مروہ چبرہ غازی شاہ کی نگاہوں کے سامنے آسمیا۔ ن کے چیجیے کھر دری آ واز والا تھا۔

یہ یقینا ایک منحوں گھڑی تھی۔ بازی الٹ گئ تھی۔ غلطی تو بہر حال کہیں نہیں ائی تھی۔ غلطی تو بہر حال کہیں نہیں ائی تھی ' یکی قدرت کا فیصلہ تھا اور یونہی ہونا لکھا تھا۔ خطرے کو دیکھے کر ول کو جکڑنے لے خوف کا جال دوسرے لمحے چھنا کے سے ٹوٹ گیا۔ ایک پھر بری لے کر اس کے مصاب نے سرے زندہ ہو گئے۔ سرکو خفیف سی جنبش دے کر اس نے اوزار والا لھوڈ ھیلا کر کے پہلو میں گرالیا۔

وہ دونوں ہتھیار سے لیس تھے جبکہ غازی شاہ کے پاس اس وقت ایک ہی عیار تھا اور وہ تھا۔ "حوصلہ" جو خدا کی ذات پر اعتاد سے معرض وجود میں آتا ہے۔ سے اس بل کسی بھی فتم کا خوف محسوں نہ ہوا جو اس کے اعتاد میں وراڑ ڈال سکتا۔ اس ما اس بل کسی بھی فتم کا خوف محسوں نہ ہوا جو اس کے اعتاد میں وراڑ ڈال سکتا۔ اس ما ہے اعصاب کو جس تیزی سے سنجالا تھا 'وہ یقیناً لائق تحسین تھا۔ ، اپنے اعصاب کو جس تیزی سے سنجالا تھا 'وہ یقیناً لائق تحسین تھا۔ ، اپنے اعصاب کو کسی کے فیکے واربن کے اس بال کوئی بڑا معرکہ سرکرنے آئے ہو۔ کشمیری مسلوں کے فیکے واربن

ابیا ہی جنون اس لیمے غازی شاہ کی رگ رگ میں بحر کمیا تھا۔ اسلحہ خانے کو دھواں اسلحہ خانے کو دھواں اسلحہ کا خواب جاگی ہوئی آئھوں میں پھر جھلکنے لگا تھا۔

آتشیں ہتھیاروں سے مجری ان پٹیوں کو دیکھ کر اس کے تصور میں نہتے ہے مناہ کشمیریوں کے چھلنی اور خون آلود بدن لہرا گئے۔ اس نے اپنے اندراثہ تے نفرت کے شعلے کو دبایا اور اپنے جنون کو گردو پیش سے بے پروائے بناز نہ ہونے دیا۔ وہ دم ساد ھے دبک کرقد موں کی دھک سے اندر موجود فوجیوں کی تعداد کا اندازہ لگانے لگا۔
ماد ھے دبک کرقد موں کی دھک سے اندر موجود فوجیوں کی تعداد کا اندازہ لگانے لگا۔
مری جو اپنے کسی ساتھی سے مخاطب تھا۔
انجری جو اپنے کسی ساتھی سے مخاطب تھا۔

" بمعاليا لكاجيكوني الجي ادهرك كزرا مو؟"

جوایا شک و هیے سے بحری ایک مہمن آ واز سنائی دی۔ غازی شاہ کا ول سینے کی و بوار میں لخطہ بحر سکڑا۔

" ایک تو گزرا ہوگا کوئی اپنا ہی۔" مہلی آ واز قدرے بھاری اور کھردی تھی۔ اب اس میں بےزاری بھی شامل ہوگئی۔

وو کیوں نہ میں اینا وہم دور کرلوں؟ "مہین آ داز پھر انجری-

در مکھا نند! وہم دور کرنے میں وقت کھوٹا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم اپی ڈیوٹیاں بھکنا کیے ہیں۔ اب آنے والے جانیں اور ان کا کام۔ یوں بھی کون مائی کا لال ہوگا جو شیروں کی کچھار میں مصنے کا جو تھم مول لے گا۔ تیراوہم ہے اور پھھ ہیں۔'

"ال یہ بین آواز والے کے تائیدی لیجے میں فخر بھی شامل ہوگیا۔ کچھور کھسٹر پٹری آوازیں آئی رہیں پھرغازی شامل ہوگیا۔ کچھور کھسٹر پٹری آوازیں آئی رہیں پھرغازی شاہ نے ان کے قدموں کی دھک وروازے کی جانب جاتی سنی۔ ودسرے بل وروازہ کھٹاک سے بند ہوگیا۔ تالے میں چابی تھمانے کی آواز آئی۔ اس نے کھمل اطمینان کر لیا کہ تالالگ چکا ہے تب آ ہنگی سے سراو پراٹھایا اور کمرے کا تفصیلی جائزہ لیا۔ پھر بھرتی سے ابنی کمر پر بند ھے تھیلے سے بقیہ ڈائنا ائٹ نکال کراسے مختلف جگہوں پرسیٹ کرنے

بے ڈائنامائٹ بے صدطاقتور تھے۔ جو بھٹ کریقینا تا قابل تلافی نقصان کا

Scanned By Wagar Azeem Paksitanipoint

اس کے ذہن و دل کے کسی بھی گوشے میں اپنی حیات کی بقا کی تمنانہیں جا گی تھی۔ اس کے د ماغ میں تو بس ایک ہی خیال تھا' ایک ہی آ روز دھمک رہی تھی۔ اسلح خانے کی تباہی و ہر بادی کی … …اہے دھواں بنا دینے کی۔

جوآ گ اس کے سینے میں دہک رہی تھی وشمن اس سے بے خبر تھے۔ وہ اس کے اس ممل کو کھن اس کے سینے میں دہک رہی تھی وشمن اس کے اس محلوں کی تدبیر خیال کرتے ہوئے محظوظ ہور ہے تھے۔

"" تم چاروں طرف سے ہمارے تھیرے میں ہو۔ تمہارے بچاؤ کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ تمہاری ہوشیاری تمہارے حق میں خطرہ ثابت ہو سکتی ہے۔ "مہین آ واز والا حیا کر بولا۔

غازی شاہ کے لیوں پر دلفریب مسکراہٹ رقص کرنے گئی۔" میں ہندو چوہا نہیں ہوں کہ بل کی تلاش کروں گا۔ زندگی میرے لیے بے معنی ہے۔ میرا مقصد میرے لیے اہم ہے جومیری زندگی سے بڑھ کر مجھے عزیز ہے۔

میں تم سب کی موت بن کرآیا ہوں یہاں۔ دنیا کی زندگی ہم مسلمانوں کے سلے عارضی پناہ گاہ ہے۔ ہماری اصل زندگی آخرت ہے اور جھے افسوس ہے کہتم کافروں کے ساری کا ورکوئی جگہ نہیں ہے۔'' اس کے لیوں پر کھیلنے والی مسکرا ہم میں استہزائیدرنگ شامل ہو گیا۔

بہلجہ اور انداز دونوں فوجیوں کو ورطہ جیرت میں دھکیلنے کو کافی تھا۔ وسرے بل دونوں بے اختیار ہوکر بنے تھے۔ "تم ہمیں کوئی پاگل و بوانے معلوم ہوتے ہو؟" "ہاں تم ٹھیک سمجھے ایبا دیوانہ جو عالم دیوائی میں تم لوگوں کو بھاری نقصان سے دوجار کرنے والا ہے۔"

'' بکواس بند کرو۔' مہین آواز والے نے اپنی اشین کن کی تال اس کی جاب کروی مگر غازی شاہ جانتا تھا وہ فائر کرنے کی جمافت نہیں کرے گا۔ کولی اگر صحیح ہدف سے ہٹ کر کسی بھی چو بی بیٹی پرلگ جاتی تو اندر بھرا بارود بھٹ جاتا۔ اتن عقل تو بہر حال وہ بھی رکھتے تھے کہ وہ بیٹیوں کے بیچھے ان کے کسی بھی صحیح نشانے کے دائرہ ممل سے باہر وہ بھی دہ میں مسیح نشانے کے دائرہ ممل سے باہر تھا۔

ان دونوں کو باتوں میں لگائے رکھنے کا مقصد ایک تو بیرتھا کہ وہ طلحہ احمہ سے

کر ہیں مہین آ واز والے کے چوڑے جبڑے استہزائید مسکراہٹ سے پھیل گئے۔ وہ غازی شاہ کوسر سے پیرتک یوں و کیفے لگا جیسے کوئی بہادر پہلوان اپنے مقابلے میں آ جانے والے نغے بچے کود کھے رہا ہو۔اس کے پیچے کھڑا ووسرا فوجی بھی حقارت سے مسکرانے لگا۔اس کے پیلے وانت اس کے ساہ چبرے پراورزیا دہ نمایاں ہوکراسے بد ہیبت بنانے لگے۔

عازی شاہ یونمی بے جنبش کھڑا رہا تا کہ دونوں کو یہ بھرپوریقین ولا سکے کہ وہ ریکتے ہاتھوں بکڑ لئے جانے برخوف زدہ ہو چکا ہے۔

تا ہم مہین آ واز والامختاط انداز میں اس کی جانب بڑھنے لگا۔

اس کے ذہن میں یقینا یہ بھی ہوگی کہ اسلحہ خانے میں سخت محرانی کے باوجود اندر محس جانے والافخص کوئی معمولی مخض تو بہر حال نہیں ہوسکتا۔ شاید اس خیال کے پیش نظر ہی وہ جا چیتی نگاہوں سے اسے و یکھتے ہوئے اس کی کمر پر بندھے تھیلے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا۔

"اس تھیلے میں کیا ہے؟" اس کا لہجہ درشت تھا۔ کو یا وہ اپنے لب و لہجے سے ہی مخاطب کومفلوج کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

عازی شاہ نے کسی قتم کا جواب دینے کے بجائے کمر سے تھیلا نکالا اواسے فرش پر الٹ ویا۔ دونوں کی نظریں بیک وقت تھیلے سے کرنے والی چیزوں پر اٹھیں اور بھی موقع تھا جس سے وہ فائدہ اٹھاتے ہوئے چیتے کی طرح ایک جست لگا کر چولی پیٹیوں کے چیچے ہوگیا اور وقتی طور پر ان کے ہاتھ میں موجود کن کے دائرہ عمل سے نکل سے نک

"

" برول چوہے تمہاری بیکوشش بے سود ہے۔" مہین آواز والا ایر یوں کے باری کے ملک میں میں میں میں میں ہے کا ایر ایر ایر کا محظوظ ہو کر قبقہہ لگایا۔ اس کا قبقہہ بے معنی نہیں تھا نہ اس کا محظوظ ہو کر قبقہہ لگایا۔ اس کا قبقہہ بے معنی نہیں تھا نہ اس کا محظوظ ہو تا۔

غازی شاہ بھی جانی تھا کہ وہ کوئی مانوق الفطرت ہستی تو نہیں تھا کہ وشمنوں کے برخے سے غائب ہو جاتا اور نہ کوئی جادوئی چھڑی اس کے پاس تھی کہ وہ اسے ہوا میں لہرا کر دونوں کو پھرکا بنا دیتا۔ خطرہ اس کے سر پر ہنوز تھا۔ بیخنے کی کوئی راہ نہ تھی مگر

ہو گئے۔

غازی شاہ نے خودکودھنگی ہوئی اون کی طرح ہوا میں لہران موا پایا پھراس کا سر غازی شاہ نے خودکودھنگی ہوئی اون کی طرح ہوا میں لہران موا پایا پھراس کا سر کسی وزنی شے سے نگرایا۔ اس کی سنہری آئھوں کے آئے دھند پھیل گئی۔ آگ کے بلند ہوتے شعلے اس نے اردگردمحسوں کیے۔

بارود کی تیز ہو اس کے نقنوں سے نگرائی۔ اس کا مطلب تھا اس کے حواس خمسہ ابھی سلامت تھے۔ اس نے ہاتھ بہمشکل اٹھایا اور اپنے سینے پررکھ لیا۔ اس نے محسوس کیا اس کی سانسیں اس کے سینے میں ابھی محفوظ تھیں مگر رک رک کرچل رہی تھیں۔ اس میں اٹھنے کی سکت نہیں تھی۔ اس میں اٹھنے کی سکت نہیں تھی۔

آئ کا ٹارنجی شعلہ رقص کرتا ہوا اس کی طرف لیکا اور دیکھتے ہی ویکھتے اس کے پیروں سے لیٹ گیا۔ سکتی آئ کی تبش وہ اپنی رانوں پرمحسوں کرنے لگا مگریہ پش اس مسرت پرحاوی نہ ہوسکی جو اس کا دل محسوں کررہا تھا۔ ہندونو جیوں کی چیخ و پکار آہ ہ و بکاراس کی ساعتوں پر ساز کی طرح نج رہی تھیں۔ وہ تصور کی آئھ سے و کھے رہا تھا۔

مظلوم کشمیری مسلمانوں پرعرصہ حیات تھ کرنے کا منصوبہ بنانے والے غلیظ چیتھڑوں کی طرح فضا میں ادھر ادھر بھر رہے ہتھ۔ ممارت کی دیواریں ملبے کا روپ وھار ہی تھے۔ ممارت کی دیواریں ملبے کا روپ دھار رہی تھیں۔ چونی ہیٹیوں اور دیواروں کے جھے اڑتے پھررہے ہتھے۔

ان کے کیے آج بی قیامت کا دن تھا۔ آج بی صور بھونکا حمیا تھا۔ بیصور غازی شاہ نے بھونکا تھا۔

اس کی بند ہوتی سانسوں اور آگ کی بیش سے سکتی نم آگھوں میں ایک عکس اتر آیا۔

وہ سہری پروں والی پری کا جواہے بازوؤں میں بھرنے کو آسان ہے اتر کراس کی طرف آری تھی۔اہے لوری کی آواز آنے گئی۔

روں رک اس کے اردگردکوئی آئے گئیں تھی۔ روح کو جھلیانے والی کوئی تپش نہیں تھی۔ روح کو جھلیانے والی کوئی تپش نہیں تھی۔ وہ کشمیر جیسی ایک حسین وادی میں اتر کمیا تھا جہاں اس کی پریوں جیسی مال اسے لوری دیتی اپنی آغوش میں سمیٹ چکی تھی۔

♦..... **♦**..... **♦**

رابطہ قائم کر لیتا اور دوسرا اپنی اندر کی نفرت کی آگ با ہر نکال سکتا۔ اس کے لیے ایک ایک لمحہ قیمتی تھا۔اس نے طلحہ احمد سے رابطہ قائم ہوتے ہی کہنا شروع کیا۔

''میرے رفیق میرے دوست! میں زندگی کی بازی ہار گیا ہوں۔ گرفخر سے میرا دل لبریز ہے۔ میں اپنا کام کر چکا ہوں۔ ابتم اپنا کام شردع کر دواور دیکھو یہ میرا تکم ہے اور تکم ٹالنے کے لیے ہوتا ہے۔ الوداع رفیق الوداع' تکم ہے اور تکم ٹالنے کے لیے ہیں ماننے کے لیے ہوتا ہے۔ الوداع رفیق الوداع' دونوں فو جیوں کے چیرے لحظ بھر کوفتی ہوئے تھے۔ ان کے دل یقینا خوف سے سکڑے تھے گر دوسرے بل انہوں نے اپنی چیرانی پر قابو پالیا۔ ایک نے فورا بی وائرلیس پر رابط قائم کیا۔ انہیں احساس ہوگیا کہ وہ جے خبط الحواس مخص سمجھ رہے تھے وہ ان کے لیے قیامت ثابت ہور ہا ہے۔

وائرلیس پر رابطہ ہوتے ہی پوری عمارت میں زلزلہ آسمیا۔ ایک مجام کے ڈپو میں داخل ہو جانے کی خبرسب پر بم کی طرح بھٹی تھی۔ کنٹرول روم حرکت میں آسمیا تگر غازی شاہ اس سے کہیں زیادہ تیزی دکھا چکا تھا۔

وہ اب ایک فاتحانہ مسکراہ نے کے ساتھ فوجی بوٹوں کی دھمک من رہاتھا۔
ان دونوں فوجیوں کو ابھی حرکت کرنے کا موقع ملنا ایک کان بھاڑ دھا کہ ہوا۔
درواز سے سے نزویک والا فوجی ثینس کی گیند کی طرح فضا میں اچھلا اور حجمت سے ظرا کر رہا تھا۔
ز مین بوس ہو گیا۔ اسے شاید تزینے کا بھی موقع نہ ملا تھا۔ دوسرا کافی دور جا کر گرا تھا۔
اس کا سر کھڑکی کی ہینی گرل سے فکرایا اور بھٹ کیا جبکہ غازی لڑکھڑا کر دیوار سے جا لگا

یہ دھا کہ اس کمرے میں ہوا تھا جہاں اس نے پہلا ڈائنامائٹ سیٹ کیا تھا۔
ہرطرف بھکدڑ کج گی۔ بدمست نشے میں چورفوجیوں کا سارا نشہ ہرن ہو گیا۔موت کی
دہشت نے ان کے حواس چھین لیے۔ تجربہ کاراور نہتے کشمیریوں پرمظالم ڈھانے والے
دہشت زدہ چوہوں کی طرح ادھرادھر بھا کتے نظر آنے لگے۔

ایک سیکنڈ کے وقفے کے بعد دوسرا اور تیسرا دھا کہ ہوا جو اسلحہ خانے کی در و دیوار کو ہلا گیا۔ بارود سے بھری پیٹیوں میں آگ بھڑک اٹھی اور جیسے قیامت صغریٰ برپا ڈ ائری اور قلم کے علاوہ ایک رسٹ واج بھی اور ایک سوکھا گلاب بھی تھا۔ بیساری چیزیں اس کے پاس امانت تھیں جو اسے مومنہ تک پہنچانی تھیں اور وہ سوچ رہا تھا۔ وہ امانت کے ساتھ بیخبر مومنہ اور مولوی خصر محمر تک کیسے پہنچائے گا۔

وہ جانیا تھا کل کے اخبارات رات کے اس ہولناک واقعہ کی خبروں سے مجرے بڑے ہوں گے۔ مسلمانوں کے دل خوشی سے مجبولے نہ سائیں مے۔ معارتی سرکار کو تکنے والا یہ دھچکا کوئی معمولی دھچکا نہ تھا۔ ہنددا پی شرمناک فکست کے یہ زخم برسوں تک چائے ہریں مے۔مسلمانوں پر ختیاں بڑھ جا کیں گی۔وہ زخمی ناگ بن کر شرسوں تک چائے ہریں مے۔مسلمانوں پر ختیاں بڑھ جا کیں گی۔وہ زخمی ناگ بن کر ڈستے ہمریں مے اورا کے عرصے تک اس نقصان پر سر پہنتے رہیں مے۔

ہوا کے زور ہے اس کی پکوں پر تفہری نی تیر نے آگی۔ شندک محسوں کر کے اس نے تھوڑی دیر کے لیے آئیسیں بند کر لیں۔ اس کے باقی مجاہد رفیق کیمپوں کے اندر ادھر ادھر بالکل خاموش بیٹھے تھے جیسے کسی کے پاس کہنے کو پچھ ندر ہا ہو۔ خوشی کا احساس اس صدے کی نذر ہوگیا تھا۔ وہ اپنے بیار ہے کمانڈر کو کھو چھے تھے۔ ایسا کمانڈر کم ورست اور دم ساز زیادہ تھا۔ جو تامکن کاموں کو ممکن بنانے کے لیے ہمہ وقت مستعدر ہتا تھا۔ جس کی لغت میں تامکن کا لفظ نہیں تھا۔ جو بازی جیت گیا تھا گر اپنے چھے اپنے احباب اپنے ساتھیوں کے لیے کمک چھوڑ گیا تھا۔

وہ ڈائری اٹھا کراس کے وجود کی خوشبومحسوس کرنے لگا۔اسے وہ مضبوط چوڑا سیند یاد آ نے لگا۔اسے وہ مضبوط چوڑا سیند یاد آ نے لگاجودشمنوں کی طرف سے کھلنے والی فائر میں بھی ہمیشہ آ مے رہا تھا۔

اس کے مضبوط ہاتھ کالمس ستانے لگا جواس کی کمر کے گرد جمائل ہو جایا کرتا

تقا۔ اور بھی بھی وہ اسے بچوں کی طرح اپنے وجود میں سمیٹ لیا کرتا تھا۔

اس کی بھاری گنبیمرا واز جوسارے مجمع کو ایک طلسم میں جکڑ لیتی تھی جس کی آواز کی گونج میں اس کے باطن کی جبک آواز کی گونج میں اس کے باطن کی جبک فروزاں ہوکرانہیں دو جبکتے ہیرے بناویا کرتی تھی۔ بھی کہ بھی وہ اسے مافوق الفطرت ہستی گئتا تھا۔

اس کی مسکراہٹاس کا لہجہ اس کا آئھوں کوجنبش دیتا۔ کیا ہجھ یاد نہ آ پاتھا۔ طلحه احمد نے غازی شاہ کا پیغام ملنے کے بعد جس طرح ریموٹ کنٹرول پر اپنی گرفت رکھی اور اس کے تھم کی تعمیل کی تھی۔اسے لگا اس کمجے وہ اذبت کے ایک بل صراط سے گزرا ہو۔ جس کے بعد اس کا ول خالی ہو چکا ہو۔

''طلحہ احمد' طلحہ احمد' اس کے رفیق اسے جھنجھوڑ رہے تھے۔ سرخ بنی کا اشارہ مل رہا تھا اور اسے لگ رہا تھا ہیہ اشارہ نہ ہوؤ موت کا پیغام ہو۔ اس کے ساتھی' رفیق' دوست کی شہادت کا پیغام۔

''کم آن طلحہ احمہ' آرڈر از آرڈر۔' اس کے رفق نے اسے جھنجھوڑ کر بیدار کیا۔ یہ وقت جذبات کا نہیں ہے۔ یہ غازی شاہ کی محنت کوآ خری رنگ وینے اور اس کے خواب کو یا یہ تکمیل تک پہنچانے کا وقت ہے۔''

اس نے جذبات کی لوینچ کرلی۔ پکوں پرلرزتے آنو پی لیے۔
ایک ساتھی نے اس کے کندھے پرتسلی آمیز دباؤ ڈالا تھا اور اس کی انگلیاں
دیموٹ پرحرکت کرنے لگیں۔ اس کے بعد ان سب نے کان پھاڑنے والے دھاکوں
کی آواز سی ۔ اور طاقتور دور بینوں سے شعلے المہتے دیکھے۔ بلند و بالا عمارت کے جھے
تار تار مور ہے اور مردار فوجیوں کے ہوا میں اڑتے جھے بتار ہے تھے کہ غازی شاہ نے
اپنا کام خوبی اور کار گری سے کیا تھا۔

♦..... ♦ ♦

طلحہ احمد کیمپ کے ایک نیم تاریک کوشے میں بیٹھا ہوا تھا۔ وہ اپنے دل کو اپنے پیارے کما تڈر کے جملوں کی بازگشت سے سلگتا ہوا محسوں کررہا تھا۔ اسے لگ رہا تھا ایک ہی آ وازمسلسل اس کے کانوں میں کونے رہی تھی۔ اور ابدی یاو بن کر اس کے ول میں سمٹ گئی تھی۔ اس کی روح کا حصہ بن گئی تھی۔

''الوداع ميرے رفق! الوداع_''

غازی شاہ کی ذاتی ڈائری اس کے سامنے رکھی تھی۔ اس کا مخصوص قلم اس کے اندرٹکا ہوا تھا۔ کیا لکھ رہا تھا۔ کیا لکھ رہا تھا۔ کیا لکھ رہا تھا۔ کیا لکھ رہا تھا، وہ نہیں جانیا تھا۔ یہ اس کی عادت تھی جب بہت تھک جاتا تو قلم اور ڈائری سنجال لیتا۔ ایسے میں کوئی اسے تنگ نہ کرتا اور مداخلت کرنے پر وہ برا مان جاتا تھا۔

ان کا دوسرا ہاتھ طلحہ احمہ کے کندھے پر تھا۔ جسے ہٹا کر انہوں نے قریبی ویوار پر رکھ لیا۔ اور اس ویوار کا سہارا لیے لیے فرش پر بیٹھ مجئے۔

''اس نے پچھ کھوکرسب پچھ پالیا' عاشقوں کے اس بلند آشیانے کو پالیا جے کہتے بہت ہیں گر پاتے کم ہیں۔ پاگل۔ بیاتو خوشی کا مقام ہے۔ تم رور ہے ہو۔'' مولوی خصر محمد نے اپنے دونوں بازد واکر دیئے جس میں طلحہ احمد تڑپ کرکسی کم سن بچے کی طرح سمٹ مجیا۔

مقام کرس و شاہین ہے اپنے ظرف کی بازی جو محکرا دے صراحی کو اسے بیانہ ملتا ہے وہرزیدہ ہاتھوں سے طلحہ احمد کے ملکتے وجود کو تھیکنے گلے۔

ایک روشنی اس کے تصور ہے ہی اس کے ذہن میں ابھر رہی تھی۔ ہاں وہ الی ہی روشنی تھا جو اجالا بن کر ان سب کی راہوں کومنور کر کے منزلوں کے نشان کی طرح راستہ بھا تا رہتا تھا۔

وہ کہا کرتا تھا۔ ''موت تو ہر ذی روح کا مقدر ہے میرے رفتی! مگر اصل موت تو وہ ہے جومر کر بھی اسے زندہ رکھے۔'' اور وہ خود الی بی موت پاسمیا تھا۔ دلوں میں بھی زندہ رہ ممیا تھا۔

اس کی موت اندو مناک نہیں تھی۔ دل آویز تھی۔ وہ اکیا نہیں مرا تھا۔ اپنے ساتھ کتنے بھارتی درندے مردار کیے تھے۔ ایک نا قابل تلافی نقصان کفر کی طاقتوں کو پہنچایا تھا۔ کتنے دلوں کوخوشی سے ہمکنار کر کمیا تھا۔ کتنوں کےخواب اور تمناوں کوسنوار عمیا تھا۔ کتنوں کےخواب اور تمناوں کوسنوار عمیا

یہ موت نہیں تھی گئے تھی اور فتح پر آنسونہیں بہائے جاتے۔طلحہ احمہ!

اس کی شہادت کا سوا گت کرو۔اے خوشی خوشی محسوں کرو کہ وہ بیٹھا جنت کے نظاروں سے لطف اندوز ہو رہا ہوگا۔ وہ الیمی فنا کی طرف گامزن ہوا ہے جس پر بقا قربان ہے۔

اسلحہ فانے پراس مست نوجوان نے عشق اور محبت کی الی جست نگائی کہ مقربین میں جا پہنچا ہے اور آن واحد میں علین کا باس بن گیا اور تم رور ہے ہو۔ اس کی فقح پراسے ملنے والے انعام پررور ہے ہو۔ وراصل تم جیلس ہور ہے ہو۔ ہال تمہیں حسد ہورہا ہے ۔۔۔۔۔ ہے تا! طلحہ احمد کے اندر بازگشت ہونے گئی۔ وہ خود کو ہزاروں حیلوں سے بہلا رہا تھا اور بہل بہل کر بھر رہا تھا۔

كسى نے اس كے كندھے كو ملكے سے چھوا۔

'' بحصے اس وقت تنہا مچھوڑ دو۔ ابوعمیر! سلطان! مجھے اکیلا مچھوڑ دو۔' وہ گھٹنوں میں سردیئے دیئے کراہا۔ مگر اس کے کندھے پر ہاتھ ابوعمیر یا سلطان کانہیں تھا۔ وہ کا نیتا ہاتھ مولوی خصر محمد کا تھا۔

'' بیں تو اے ایک بہت بوی خوشخری سنانے آیا تھا۔'' مولوی خصر محمد کی آواز سن کر طلحہ احمد نے جھکے سے سراٹھایا۔ان کے لرزیدہ بدن کو ابوعمیر نے سنجالا دیا ہوا تھا۔ ہولے سہلانے کی۔

"طلحاحمة مس ملغ آيا ہے مومنہ!" عائشہ نے اس کے کمرے میں جھا تکتے اوے کہا۔ وہ چوکی اور ہلکی می سانس بھرتے ہوئے بولی۔

''ہاں بھیج وواسے۔''اس نے اپنی سفید چادر کواچھی طرح اپنے جسم کے گرد بیٹ لیا۔طلحہ احمد اس کی اجازت یا کراندر داخل ہوا۔

''میں آپ کی عدت پوری ہو جانے کا انظار کر رہا تھا۔'' اس کی نظریں جھی و کئے ہے۔ وکی تعیں۔''میرے پاس آپ کی امانت تھی جو مجھے آپ تک پہنچانی تھی۔'' یہ کہتے و کے اس نے چھوٹا ساج می بیگ اس کی طرف بڑھا دیا۔ پھر ذرای نگاہ اٹھا کر بے بی اس کی طرف بڑھا دیا۔ پھر ذرای نگاہ اٹھا کر بے بی اس کی طرف بڑھا دیا۔ پھر ذرای نگاہ اٹھا کر بے بی اس کی طرف و کھتے ہوئے بولا۔

و من ميامينعلى شاه كود م<u>كه</u> لول؟"

''آل ہال میں ہال 'کیوں نہیں۔'' طلحہ احمد کو جواب دے کر وہ چرمی کوجیرت سے دیکھ رہی تھی۔

طلحہ احمد کاٹ کے نزدیک آ کررک گیا۔ اس کی نگابیں بچے پر اٹھیں تو جیرت مسرت کے مشتر کہ احساس سے جھیکنا بھول گئیں۔ وہ ہو بہوغازی شاہ کی صورت تھا۔ بے اختیار جھکا اور اسے گود میں بھرلیا بھر یکدم چو تکتے ہوئے بولا۔

"میں بلا اجازت اسے اٹھا لینے پر معذرت خواہ ہوں۔" وہ اسے بے باران فعل پر جھینیا ہوا تھا۔

''نبیں طلحہ احمہ! اس میں معذرت کی کیا بات ہے۔'' وہ جلدی سے بولی۔ ''کیا میں اسے کھے دیر کے لیے اپنے ساتھ لے جا سکتا ہوں؟'' طلحہ احمہ نے لیتے ہوئے اس کی طرف و یکھا پھر اس کی اٹھنے والی استفہامیہ نگا ہوں پر جلدی سے حت دیتے ہوئے ہوئے بولا۔

"میرا مطلب ہے اس کمرے سے باہر صحن میں پچھ دیر اس کے ساتھ کھیان ا ہوں۔" اس کے لیجے میں الی معصومیت تھی کہ مومنہ اسے و مکھ کر روگئی اور سر ہلا

وہ علی شاہ کو اٹھائے کمرے سے باہر نکل میا۔ وہ دوبارہ اس چرمی بیک کی

مومنہ طارق نہ سی تھی نہ نوری تھی مگر اس نے سسی سے زیادہ اور نوری سے بڑھ کرا پنے محبوب کو جا ہا تھا۔ سومحبوب کی جدائی کی فطری اذبت سے بھی گزری۔

ای انداز ہے چل باد صبا آخر شب
یاد کا چرکوئی دردازہ کھلا آخر شب
دل میں جری کوئی خوشبوئے قبا آخر شب
صبح چوٹی تو دہ پہلو سے اٹھا آخر شب
دہ جو اک عمر ہے آیا نہ گیا آخر شب
چاند ہے ماند ستاروں نے کہا آخر شب
کون کرتا ہے دفا عہد دفا آخر شب
مر باری کو اٹھے دستِ دعا آخر شب
مر جو دیراں تھا سرشام دہ کیے کیے
فرقت یار نے آباد کیا آخر شب
فرقت یار نے آباد کیا آخر شب
جس ادا ہے کوئی آیا تھا کبھی اول صبح
اسی انداز ہے چل باد صبا آخر شب

اس نے کاٹ میں سوئے ہوئے بچے پر نگاہ ڈالی۔ سرخ وسپید چہرے پر چہلتی دوسنہری آنھوں کے جگنو مال کو دیکھے کراور جیکئے گئے۔ وہ نتھے منے ہاتھ پیرزورزور سے ہلاتے ہوئے ہمکنے لگا۔

اس كے سنہرى ريشم جيسے بال عليے كى ہوا سے اڑ رہے تھے جسے وہ ہولے

Scanned By Wagar Azeem Paksitanipoint

طرف متوجه ہوگئی۔

بیک میں ایک سیاہ ڈائری تھی جس میں اس کا ایک قلم دبا ہوا تھا۔ ایک رسٹ واچ تھی اور گلاب کا ایک سوکھا چول جو بے حدا حتیاط سے پولی تھی بیک میں رکھا ہوا تھا۔ اس کی نظریں گلاب کے اس سو کھے چول پر جم کئیں۔ یہ وہی چول تھا جو آخری ملاقات پر غازی شاہ نے اس کے بالوں میں لگایا تھا اور جسے جدا ہوتے وقت اس نے ملاقات پر غازی شاہ نے اس کے بالوں میں لگایا تھا اور جسے جدا ہوتے وقت اس نے اس خوا ہوں سے لگا کر اس کے کرتے کی اوپری جیب میں انکا دیا تھا۔

یادوں کا ایک ریلا سااٹھا اور نگاہوں میں گزرا وقت تھم گیا۔
اس نے پھول احتیاط سے نکالا اور اپنے لبوں سے لگالیا۔ اس کی آنکھوں کی حجیلوں میں نمی تصلفے گئی مگر بلکوں کی مضبوط ہاڑھ نے اس نمی کو ہام نگلنے سے رو کے رکھا۔
مجملوں میں نمی تجھیلنے گئی مگر بلکوں کی مضبوط ہاڑھ نے اس نمی کو ہام نگلنے سے رو کے رکھا۔
میں میں نمی نے بیچ کہا تھا۔ یہ فاصلے اور قربتیں تو یونمی بے معنی علت ہیں۔ ب

میں تیں۔

وہ کتنی دیرا ہے لیوں اور آ تکھوں ہے لگاتی رہی پھر ڈائری کے اندرونی صفح
میں رکھ دیا اور ڈائری کے ورق پلٹنے گئی۔ جگہ جگہ غازی شاہ کی خوبصورت ہینڈ رائٹنگ
نے موتی پروئے تھے۔ کہیں خود کو مخاطب کر کے لکھا تھا۔ کہیں اسے مخاطب کر کے لکھا تھا۔ دروازے پر کھٹکا ہوا تو اس نے ڈائری بند کر دی اور قیمتی متاع کی طرح اپنے سینے تھا۔ دروازے پر کھٹکا ہوا تو اس نے ڈائری بند کر دی اور قیمتی متاع کی طرح اپنے سینے سے لگالی۔طلحہ احمہ علی شاہ کو اٹھائے اندر داخل ہوا۔

" كيابات بے طلحه احمه! تم شايد بچه كهنا چاہتے ہو؟" وه اس كا اضطراب محسور

کرتے ہوئے بولی تو طلحہ احمد کی نظریں اس کی جانب اٹھیں پھر کاٹ میں سوئے علی شاہ پرمرکوز ہو گئیں۔ایک دو لیمے تو قف کے بعد وہ آ ہنگی سے کویا ہوا۔

"کیا میں علی شاہ کو باپ کا پیار دے سکتا ہوں سرجن مومنہ؟" پھر وضاحت کرتے ہوئے جلدی سے بولا۔" باخدا میں یہ بات کسی بری نیت سے ہیں کہ رہا ہوں۔ نہ میرے دل میں کوئی کھوٹ ہے نہ کمراہ کن خیال۔"

مومنہ نے حیرت سے بغیر بلکیں جھپکائے طلحہ احمد کو ویکھا۔ اسے اپنے اعصاب کھنچتے ہوئے محسوں ہونے گئے۔ شاید اس لیے کہ اس کے ذہن کے کسی بھی موشے میں یہ بات نہیں تھی کہ طلحہ احمد کوئی ایس بات کرے گا۔ بے شک وہ بدکرداریا بدنیت نہیں تھا۔ اس کا باطن بھی سے ظاہر کی طرح شفاف تھا۔

اس نے سوچا شاید وہ غازی شاہ سے دوئ کا کوئی حق اوا کرنا چاہ رہاتھا۔ ایک مجمری سانس سینے کی تہ سے تھینج کروہ اپنے سینے پررکھی ڈائری پر باز دوں کی گرفت مضبوط کرتے ہوئے طلحہ احمد کو دیکھ کریوں مسکرائی جیسے کوئی بیچے کی بچکانہ بات سن کرمسکرائے۔

"کیاتم مجھ سے ہمدردی کرنا جاہ رہے ہو۔ تمہارے خیال میں میں لائق ہمدردی ہوں۔"اس نے کہا تو طلحہ احمد تڑپ گیا مگر اس نے ہاتھ اٹھا کراسے بولنے سے روک دیا۔

" تتہارا جذبہ سرآ تکھوں پرطلحہ احمد! میں نے تہ ہیں ہیشہ بھائی کہا ہی نہیں اسے سمجھا بھی ہے۔ شہید کی بیوی ہوتا میرے لیے کوئی کم اعزاز کی بات نہیں ہے۔ 'اس نے سمجھا بھی ہے۔ شہید کی بیوی ہوتا میرے لیے کوئی کم اعزاز کی بات نہیں ہے۔ 'اس نے بیا کا ان کی طرف و یکھا۔ اس کی آ تکھوں کی چیک بڑھ گئی۔

' میرے پاس زندہ رہنے کے لیے علی شاہ کے علاوہ بیخوشی اور فخر بھی ہے کہ میں غازی شاہ کی بیوی ہوں۔ اس شہید کی بیوہ جو جنت کا حقدار تظہر چکا ہے۔ کیا میں اس جنتی ساتھی کی بیوہ ہونے کے اعزاز اور خوش بختی سے منہ موڑ لوں طلحہ احمد!''

'' بے شک بیاعزاز واقعی کم نہیں ہے۔'' طلحہ احمد نے سراٹھا کر اس کی طرف ویکھا۔اس کی آنکھوں میں اس کے لیے عقیدت چھلک رہی تھی۔اس کا دل بھی ایسی ہی عقیدت محسوس کررہاتھا۔

''میری بات نے اگر آپ کود کھ پنچایا ہے تو میں معافی کا خواستگار ہوں۔' ''نہیں طلحہ احمہ! تمہاری اس بات نے مجھے کوئی دکھ نہیں پہنچایا۔ میں جانتی ہوں تم اپنے رفیق کی دوتی کا حق ادا کرنا چا جے تھے۔ حق تو تم نے ادا کر دیا طلحہ احمہ! ان چیز دں کو سنجال کر اور مجھ تک پہنچا کے۔ میں تمہارا بیا حسان زندگی بحر نہیں بحول پگاؤں گی۔''اس نے ڈائری کو سینے ہے مٹاکر آ تھوں ہے لگالیا۔ ''رفاقت وہ کہت ہے جودکھائی دے۔ رفاقت وہ بھی ہے جو محسوں کی جاتی میت کو عشق بناتی ہیں۔''

بلکہ احد سر جھکائے ہے آ واز کمرے سے باہرنگل کیا۔
اس کے قدم کیٹ کی طرف بڑھ رہے تھے۔ مومنہ کے کمرے کے باہر دیوار
کی اوٹ میں کھڑی عائشہ اس کے نقش یا کو دیکھتی رہ گئی۔ پھر آ ہستگی ہے اپنی جلتی
ہ تکھیں بند کرلیں۔ ونمکین قطرے بلکوں پر چیک کرٹوٹے اور رخساروں پر ہنے گئے۔

Scanned By Wagar Azeem Paksitanipoint

خواتین رائٹرز کے مقبول ناول شائع ہو گئے ہیں

-/450 روپي	نگهت <i>عبدا</i> لله	كوئى لمحه گلاب ہو
-/300 روپے	فضيلت اعوان	و کھاں دی نگری وج
7		شکھاں دی برکھا
-/700رو پيے	عشنا كوثرسردار	ا ہے تھے کونے جانال (دوجلدیں)
-/200 روپ	شاهبيذ چندامهتاب	محبت
-/300 روپي	شاہینہ چندامہتاب	سيمين
-/200 روپے	سيما كاجل	مٹی کا دیا
-/100 روپي	نجمه مودی	ز ہریلی محبت

	رُخ چو برري		اقرا بالشغيراحم
-/400دوخ	ساحلوں کے گیت	-/400 روپے	بہاروں کے سنگ سنگ
-/225/	د شب دل کست د سری	ر ئىچ يا300/-	م. حیا ند محکن اور حیا نعه نی
-/200/ء چ	سکوتِ شب کے رشکے	-/300دوك	ىپەس تىرى ألفت مىں صنم
	ا ن څرن	*	A
پ./500/-	د ل اک شهرجنوں کے میزور میں میشرق سے	-/100دري	تم میری زیست کا حاصل ہو
-/400/ء پ	کھھ مینوں مرن داشوق وی می جھ		شابينه چندامتاب
ر -/ 200/-	عابده نرجس کچے دھا گے	-/300-	سيميس
`\+,225/-	حبصوز کا بہار کا	<i>Ļ</i> √200/-	صبا
-/200/-	پھولول کومر جھانے نددینا	<i>≟√200/-</i>	محبت

مكتبه القريش و سركدر دوخ اددوبازار . لاهور فون: 7668958 – 0300-4183997 (042) مولوی خفر محرشاہ نے اشک آلود آنکھوں سے قرآن پاک کو بند کر کے جو ما پھر اختیاط سے جزودان میں لیسٹ کرول پر کھ کر بخت بی بی کی طرف دیکھا۔

''ہوں۔ کچھ کہنے آئی تھیں؟'' انہوں نے بخلے کے بیچے سے تبیع نکالی اور اسی تکیے سے لگ کر بیٹھ گئے۔

'' کہنے تو کیا، یاد دلانے آئی تھی۔'' بخت بی بی نے رحل سمیت قرآن پاک، اٹھا کرالماری کے اوپر رکھا اور دوبارہ تخت پرآ کر بیٹھ گئیں۔

'' آج ہماری مومند آری ہے۔''

''ہاں یاد ہے جھے۔ بھلا آج کی تاریخ بھی بھولنے والی ہے۔'' مولوی خضر محمد کا بوڑھا باریش چرہ جیکنے لگا۔ مسکرا ہٹ کے بہت سے جگنوآ تکھوں میں اتر آئے۔ ''سرجن مومنہ کہو نیک بخت۔'' وہ بے افتیار مسرورا نداز میں بولے۔ ''آپ جا کیں گے اسے ریسیو کرنے؟'' ''آپ انہوں نے چونک کر بیوئ کی شکل دیکھی پھر سرنفی میں ہلاتے ہوئے

بوسے۔

« نہیں۔ اسے ریسیوکرنے والے بہت ہیں۔'

« لیجے۔ یہ کیا بات ہوئی؟' بخت ہی بی نے تعجب سے شوہر کو دیکھا۔

« بھلے سے اور بہت ہوں گے مگر وہ آپ کو دیکھ کر بڑی خوش ہوگی۔'

« ہماں شاید۔ مگر ہا نہیں۔'' مولوی خصر محمد نے بچھ کہتے کہتے ایک مہری سانس کی چر دھیمے لیجے میں ہولے۔

الی چر دھیمے لیجے میں ہولے۔

د' میں جا ہتا ہوں وہ خود میرے یاس یہاں آئے۔ میں دیکھنا چا ہتا ہوں اسے د' میں دیکھنا چا ہتا ہوں اسے

Scanned By Wagar Azeem Paksitanipoint

و کھنے گئے پھر ہنس پڑے۔

" بن رہنے دیں۔ مجھے تو آپ کی باتنی بالکل سمجھ نہیں آتنیں۔ کیا اول فول بولتے رہتے ہیں۔' وہ جھلاس کئیں اور اٹھ کئیں۔

'' فتحر۔ بید مذاق کی باتنی ہیں۔ میرا دراصل یہاں رہنا بے حدضروری ہے۔ بہت اہم فون آنے والا ہے۔''

''غازی شاہ کا؟'' بخت نی بی جیٹ بلیٹ کر خوشکوارمسرت سے لبریز ہوکر پوچھنے لگیں تو مولوی خصر محمد نے جلدی سے ہونٹوں پرانگی رکھ کرانہیں چپ کرا دیا۔ ''دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں نیک بخت۔ کتنی مرتبہ سمجھایا ہے کہ آ ہستہ نہیں یول سکتیں تو جیب ہی رہ لیا کرو۔''

''میں تو ترسی ہول نیچے کی صورت و یکھنے کو۔ خدا اسے اپنے حفظ وامان میں رکھے۔ سرکاری خونی بھیٹر ئے تو اسے جاروں طرف سے گھیرنے کی تک و دو میں ہیں۔ اللی تو ہی میرے نیچے کا حای و ناصر ہے۔ تو اس کی حفاظت فرمانا۔'' بخت بی بی ول مسوس کر کمرے سے نکل کئیں۔ مولوی خضر محمد نے ہلکی آواز میں '' آمین'' کہا تھا۔

سری مگر کا ایئر پورٹ جگر جگر کرتی روشنیوں سے نہایا ہوا تھا۔ لندن سے آنے والی فلائث نے ایک مہما تہمی کی صورت پیدا کر دی تھی۔ اس جوم بیکراں میں سرجن مومنہ بھی تھی جو ایپ مختصر سامان کے ہمراہ آشنا چہروں کی تلاش میں تھی۔ جب اسے پاپا کا خوش ہاش چہرہ دکھائی دیا۔

مین میں ہورئے ڈوٹر!'' پایانے اسے باز دوں میں بھرلیا۔ ''میلومومی!'' نورین آپی آغمی تھیں۔ وہ مسرت سے مغلوب ہو کر ان سے

'''می گاڑی میں بے چینی سے تہاری منتظر ہیں۔ دراصل ان کے پیر میں موج آگئی ہے نا۔''اس کے ادھرادھر نظریں دوڑانے پرنورین آپابولیں۔ ''ارے۔کیا ہوا۔موچ کیسے آگئی انہیں؟''وہ یک دم پریشان ہوگئی۔ ''ارے جی باتھ روم میں پھسل گئی تھیں۔تہارے آنے کی خوشی ان کے میں کتنایاد ہوں۔ دہ کب آتی ہے میرے پاس اور آتی بھی ہے یا نہیں۔' انہوں نے سر جھکا لیا اور پیروں پر لحاف تھینچ لیا۔

'' آپ تو بالکل بچوں کی می بات کر دہے ہیں۔'' بخت بی بی مسکرانے لگیں گر دو کسی ممری سوچ میں کم تھے۔ آ مسلی سے بولے۔

"وہ اعلیٰ عہدے دار طارق احمد کی بیٹی ہے۔"

بخت بی بی نے چونک کران کی طرف دیکھا تھا۔ وہ عام دنوں سے زیادہ خوش بھی تنے گرکوئی سوچ انہیں پریشان بھی کر رہی تھی۔ کوئی نادیدہ ساخوف کہیں دل کی دیواروں سے لیٹ رہاتھا۔

"با اوقات فاصلے بہت ہے رنگ مولوں کی جے خون سے زیرمایہ کی برس رہی ہے۔ خون سے زیادہ تربیت اور محبت کا رنگ پہا ہوتا ہے۔ کیا آپ کو اپنی تربیت پر اعتبار نہیں ہے۔ "
بہا اوقات فاصلے بہت سے رنگ مرحم کر دیتے ہیں۔ جدائی بردی جال سوز ہوتی ہوتی ہے اور لوگوں کا بدل جاتا بھی تو جدائی ہی ہے نا۔ گر خدا نہ کر سے کہ وہ مجھ سے بھی اس طرح جدا ہو۔ " وہ جسے اپنے ہی خوف سے لرز مجے جبکہ بخت بی بی ان کی باتوں کوئ ان کی کرتے ہوئے پولیں۔

'' میں تو کہتی ہوں ملے جائیں۔ ناخل بچوں کی س ضدیے کر بیٹھے ہیں۔ میں تو ضرور جاتی مگر ان بیروں کے درد نے کہیں کا نہیں رکھا اور پھر فلائٹ بھی رات کی ہے۔ مشتد پہلے ہی خاصی ہے۔''

''ارے نیک بخت! تم کیا جانو محبت میں انسان بالکل بچہ بن جاتا ہے۔ چاہے جانے کا خواہش مند، النفات کا خواہاں۔ اس کا دل کرتا ہے اسے چاہا جائے تو اس کا اظہار بھی ہو۔ محبت انسان کو بچہ ہی بنا دیتی ہے۔'' وہ ہلی سی سائس بحر کر غیر مرکی فقطے کو گھورنے گئے۔

" شاید خوف زدہ بھی ہو جاتا ہے کہ وہ جس کے لئے اپنے دل بھی بہت سا پیار محسوں کررہا ہے دوسرا بھی اسے اتنا ہی چاہتا ہے؟ اسے محسوں کرتا ہے جس کی محبت کے لعل دم کمر سینت سینت کر دل بیس رکھ رہا ہے۔ وہ اس کی قدر بھی کرے گا کہ نہیں؟ ۔ ا بس نیک بخت بیدول چیز ہی الیمی ہے۔'' مونوی خصر محمد یہ کہتے ہوئے بخت بی بی کا چہرہ

محسوس کرنے کیے تنصے وہ۔''ممی اس کے بال سہلانے لگیس پھراس کی پیشانی چوم لی۔ ایک عجیب درد بھری مسکراہٹ اس کے لبوں کی تراش میں بلھر تھی۔ بچپن کی جاہت کے رنگ کیے ہوتے ہیں اور وہ جاہت مجھے بابا اور بخت بی بی سے می ہے۔ ودممی! بخت بی بی اور بابا مجھ سے ملنے کیوں نہیں آئے؟" اس نے پچھاس طرح تڑپ کر کہا کہ ممی نے چونک کراہے دیکھا پھر ایک ملکی سانس بھر کراہے خود ہے

" ہاں۔ میں خود بھی سوچ رہی ہوں جبکہ اطلاع تو انہیں میں نے خود دی تھی بلكه وه تو خود بى تمهارى بل بل كى خبر ركھتے تھے۔خدا خبر كرے ايبا ہونا تونہيں جا ہے۔ چلوتم خود ہوآ نا۔ بوں بھی مہیں ہی بزرگوں کے پاس جانا جا ہے۔

" بس صبح ہو لینے دیں۔ " وہ بال سمیٹ کر کھڑی ہوئی۔ یا یا اندر داخل ہوئے تو وہ سکارف اٹھا کرسر پر باندھنے لگی۔

" ہوں۔ کیا کیا باتیں ہوئیں ماں بٹی کے مابین۔" "باتیس کیا ہوتی ہیں۔نورین چلی کئی کیا؟" ممی نے ڈھیر کھے کشن ہٹاتے ہوئے ان کے بیٹھنے کے لئے جگہ بنائی۔

" الى -فراز كو صبح تمبى جانا ہے اور سناؤ بينا جان! كيا سوچا ہے فيوچ كے ارے میں۔کوئی پلانگ کی ہے؟" پایا نے سکریٹ کا پیکٹ اٹھا کر اس میں ہے ایک سكريث نكالتے ہوئے اس كے حيكتے چېرے كو ديكھا۔

"سوچنا کیا ہے پایا! بس اب توعملی میدان میں اتر نا ہے۔" وہ خوش دلی ہے

''مگڑ۔نو چرتمہارے لئے ایک خوش خبری ہے۔'' ''وہ کیا؟''اس نے حیرت اور بحس سے ان کا چیرہ دیکھا۔

دوسی کا مورنمنٹ ہاسپال میں تمہاری جاب کی سمجھو۔تم چا ہوتو کل سے ہی جوائن کرسکتی ہو۔'' کرسکتی ہو۔'' وہ پایا کا چہرہ دیکھتی رہ گئی۔ چاہنے کے باوجود وہ اتنی خوش نہ ہوئی جتنا وہ ہونا پائتی تھی۔

حواس بر مجمدزیاده بی جماحی تھی۔ "نورین آبی منے لیس۔

''ارے گھبرانے کی بات نہیں ہے۔معمولی درد ہے اور پھرسرجن بیٹی جوآ گئی ہ ہے۔ حمہیں تو بس و مکھتے ہی ان کی ساری تکلیف رقع ہو جائے گی۔ ' وہ اے پریثان و مکھ کراہے تھیک کرگاڑی کی طرف برو مکئیں۔

"اور۔اورکوئی نہیں آیا مجھے کینے۔"اس نے نورین آئی کے نزد یک ہوکر دبی زبان میں یو جھاتو انہوں نے سراٹھا کر کچھ وضاحت طلب نظروں سے اسے دیکھا۔ "اور یہال ہےکون ؟ سبین تو جدہ میں ہے۔ مابین کے پاس سے ہو کرتم خود آ

وہ حیب سی رہ گئی اور بھی بہت ہے چہرے تھے۔ بابا کا، بخت بی بی کا اور اس کی نظریں ممی پر پڑیں جواہے و کھے کرایک سرخوشی کے ساتھ گاڑی ہے اتر رہی تھیں۔ وہ دور کران سے کیٹ کی۔

" آپ کیوں نیچ از رہی ہیں۔ بیٹے اندر ہی بیٹے۔ وہ جلدی سے انہیں تھام کر دوبارہ سیٹ پر پٹھانے لگی۔

'''بس جان! تحقیے دیکھ کرتو میراسارا دردختم ہو گیا ہے۔ دیکھو بالکل دردنہیں ہو ر ہا۔'' وہ اپنا پیر ہلانے لگیں تو وہ ہنتے ہوئے مجھلی سیٹ پران کے ساتھ لگ کر بیٹھ گئی پھر ان کے کندھے برسرنکالیا۔

طارق ہاؤس میں رات کے کھانے پراچھا خاصا اہتمام کیا حمیا تھا۔ رات وریک می سے لی بیٹی اندن کی باتیں کرتے کرتے اس نے اچا تک پاپا کے رویے پر جیرت کا اظہار کیا تو ممی مسکراتے ہوئے بولیں۔ '' خوش ہیں ہو، ان کے اس پیار ہر۔'' ''ابھی تو صرف جیران ہوں۔'' وہ صاف کوئی سے بولی۔ "وراصل بینی! تم نے بہت کم وقت ہارے یاس گزارا ہے نا۔ پہلے مولوی صاحب کے باس کھرا تنا عرصہ تعلیم۔ بس اس وجہ سے تنہارے پایا تمہیں جا ہے گئے م میں۔ سبین ، ماہین اور پھرنورین کی شادی کے بعدتو یوں بھی تمہاری کمی بہت شدت ہے

مونوی خفنرمحمد شاہ کا نورانی چیرہ برسوں کی ریاضت کو کامیاب و کامران اپنے برو دیکھے کر چیک رہاتھا۔ وہ سارےاندیشے جو دل میں ریٹم کی طرح الجھ رہے تھے رفع مری

''ارے جھی! بیاتو خوشی کا مقام ہے۔ ملن کی گھڑیاں ہیں۔ اس میں آنسو ہے؟'' بی بی اسے چیکارنے لکیس۔ دہ آنکھیں رگڑتی بے اختیار ہنس پڑی۔
''آپ لوگوں نے تو مجھے بھلا ہی دیا تھا۔ بیاتو میں ہی دوڑی چلی آئی۔'' وہ کم ناراض بچوں کی طرح ٹھنگ کر بولی۔

''چل ہے۔ ماں باپ بھلا اولا دکو بھی فراموش کر سکتے ہیں۔ تیری چہکار مہکار اسکے تو بید در و دیوار ترس رہے تھے۔ تو تو میرے جگر کا کلوا' میرے گھر کا اجالا۔ اس کی شادہ اس کا تارا ہے۔ تیری یادوں سے تو ہم و دنوں تی رہے تھے۔' بی بی نے اس کی کشادہ ہری چیشانی پر بوسہ دیا۔ تو اس نے ان کے مگلے میں باز دھائل کر کے جوابا ان کے مار پراسیے لب رکھ کر بہت زور سے چو ما۔

و اور بین کر بھی نہیں بدلی۔ دلی کی دلی ہی ہے۔ آؤ ادھر بیٹھو۔'' وی خصر محمد نے تخت براس کے لئے جگہ بنائی۔

''وہ۔ غازی شاہ۔ غازی شاہ کہاں پر ہے؟'' اس نے تخت پر بیٹھتے ہوئے وی خصر محمد کی طرف و یکھا۔

''وہ آئ کل ملک سے باہر ہے۔''انہوں نے بہ کہتے ہوئے نظریں چرالیں۔ '' آج کل۔''وہ یک دم ہنس پڑی۔خفیف سی تمسخرانہ ہنسی تھی پھر عجیب ول فتہ کی ہوکر بولی۔'' آج کل کہاں بابا۔ مجھے تو اسے ویکھے برسوں بیت گئے ہیں۔بس ن کا مدھم سائقش ہی ساتھ ساتھ رہا ہے۔اب تو یقینا وہ سامنے آئے تو بہجان بھی نہ یا۔اسے تو میرایام تک یا دنہ ہوگا۔ ہے نا۔''

وہ دل گرفتی ہے ہنس پڑی۔ بخت بی بی کے ول میں تیرسا پیوست ہو گیا۔ '' نہ بٹی! وہ ہے بی بے پرواہ مرحمہیں بھولا بالکل نہیں ہے۔لو بھلا بھولے گا

" ال بین! وہ تم سے ملنا جا ہتا تھا تمرتم اپنے تھر میں رہتی تھیں۔ وہ وہاں کیے

" بھی تہارے پاپا کا اثر و رسوخ بہت ہے۔ سرجن جگن ناتھ تو منظر سے تہارے و مسوف میں سے ہیں۔ " ممی نے کہا تو وہ مرف مسکرادی۔ مسکرادی۔

"اور ہاں۔ ایک اور گذ نیوز تمہارے لئے کہ دہاں تمہاری بہت اچھی فرینڈ کویتا بھی ہے۔ وہ تم سے ملنے کو بہت بے تاب ہے۔ میں نے اسے خبر دی تھی تمہارے انڈیا جہنے کی۔''

۔ اسے دلی اسے دلی ہے۔ ویری گٹر۔ زبردست۔ ''اس خبر نے اسے دلی سرمسر در کیا تھا۔ سرمسر در کیا تھا۔

مولوی خصر محد شاہ کلام یاک رکھ کر جو نمی کیٹے مومنہ کو کمرے کے دروازے پر کھڑے دکھ کر جو نمی کی خصر میں ان کی پر کھڑے دوسرے بل ان کی خوشی کا ٹھکا تا ہی ندرہا۔

''بابا! کیسے ہیں آپ؟'' دہ بے تاب ہو کر ان کی طرف لیکی اور ان کے قدموں میں جھک گئی۔

۔ ''نگی! کب ہے آئی ہوادر یونمی چپ چاپ کھڑی ہو۔'' انہوں نے اسے۔ جلدی سے تھام کرا ہے قریب بٹھالیا اور اس کا سرچو ما۔

فرط محبت سے چوم لیا۔

" " بہت ناراض ہوں میں آپ ہے۔ ایئر پورٹ بھی نہیں آئے۔ نہ آپ نہ بی آپ آئیں۔ کہاں ہیں وہ؟ میں ان سے خوب الروں کی۔ کتنی مایوں ہوئی تھی جب آپ دونوں مجھے وہاں دکھائی نہ ویئے۔ کیوں بابا! کیا بھلا دیا اپنی بٹی کو؟ "اس نے فکوہ کناں نظروں سے ان کی طرف دیکھا۔ یکا کیہ آٹھوں کے کوشوں سے قطرے ہیسل کر دخسار پر بکھر گئے۔ ای دم بخت بی بی اس کی مرحم آ وازس کر چلی آئیں۔

پر بکھر گئے۔ ای دم بخت بی بی اس کی مرحم آ وازس کر چلی آئیں۔

پر بکھر گئے۔ ای دم بخت بی بی اس کی مرحم آ وازس کر چلی آئیں۔

پر بکھر گئے۔ ای دم بخت بی بی اس کی مرحم آ وازس کر چلی آئیں۔

آتا۔اے کھمناسب بیس لگنا تھا پھرتم لندن چلی کئیں۔"

مومنہ نے بلکوں کی نم آلود باڑھا ٹھا کرمولوی خصر محدکود یکھا۔اس کی آنکھوں آ میں ایک نامانوس رنج کی کیفیت اتر آئی۔ پھر بڑی آ ہتنگی سے آنکھوں کی زمینیں کیلی ہو کر جیکنے گلیں۔

" میرا گرنہیں۔ اسے "طارق ہاؤی" کہتے بابا۔ جھے نام دینے والے آپ
ہیں بابا۔ یہ مت بھولیں میرے منہ کو امرت جیسے دودھ کا ذا نقہ چکھانے والی بی بی ہیں۔
بظاہر میرا باپ طارق احمہ ہے گر جھے باپ کی نرم چھاؤں سے آشنا کرنے دالے،
شفقت دینے والے ،محروی کی دھوپ سے بچانے والے پہلے انسان آپ ہیں۔ میرانتھا
دل، کچا ذہن آپ کو باپ تعلیم کر چکا تھا۔ ہیں نے آکھیں بی بی کی گود میں کھولیں۔
ہمکنا اور پاؤں پاؤں چلنا بی بی کی ہمراہی ہیں سکھا۔ "وہ جذباتی ہوگی جیسے اس کی
نازک رگ پرمولوی خصر محمد نے بلیڈ پھیر دیا ہو۔ اس کی آواز بھرا گئی۔

''کیا ہے جنہیں ہے بابا؟'' ''سے سے عشرالالا

" ہاں چے ہے۔ مگر بیٹی! حالات انسان کو بھی ایسا کرنے پرمجبور کردیتے ہیں۔
ہبرحال جو پچھے ہوا اسے اس لئے بحول جاؤ کہ تمہارے باپ کواٹی غلطی کا احساس ہو گیا
تفا۔ بس بچھ ویر ہے ہی سہی۔ "مولوی خطرمحہ نے یہ کہتے ہوئے ایک مہری سانس لی اور
اس کے حزن آمیز چرے سے نظریں چرالیں۔

کے دریابا۔ پورے بارہ سال کے لئے۔'' وہ استہزائیداز میں ہٹسی تو بی بی نے تڑپ کراس کے کندھے پر اپنا بازو پھیلا لیا۔

" کیا بارہ سال بہت نہیں ہوتے بابا! اپی غلطی کوشلیم کرنے کے لئے؟" بارہ سال میں تو کتنے موسم گزر جاتے ہیں۔ کتنے رنگ بھر جاتے ہیں اور سے ابھر آتے ہیں۔ کتنے رنگ بھر جاتے ہیں اور سے ابھر آتے ہیں۔ کتنے نقش میرے ہو جاتے ہیں۔" اس نے بی بی کے ہیں۔" اس نے بی بی کے سینے پرسر ٹکالیا۔

" میراسکون آپ ہیں۔ آپ دونوں۔ آپ کیوں مجھے بار باریمی احساس ولاتے رہتے ہیں کہ میں طارق احمد اور زہرہ احمد کی بٹی ہوں۔ ہاں ہوں، مجھے دنیا میں لانے والے یمی دونوں ہیں۔اس سے میں انکار کربھی نہیں سکتی اور نہ میں ولدیت کے

خانے سے ان کا نام کھر ج سکتی ہوں۔ میں تو بس اپنے دل کوسکون دینے، روح کو شانت کرنے آپ کی چھاؤں میں آ جاتی ہوں گر آپ دونوں تو مجھے طارق ہاؤس میں دے کر بھول گئے۔ بالکل بھول گئے اور وہ۔ وہ غازی شاہ بھی جس کی انگلی پکڑ کر میں چھوٹے چھوٹے گڑھے پارکیا کرتی تھی مجھے سب بھول گئے ہیں۔ میرے اندر کی مومنہ کواب بھی آپ کی ضرورت ہے بی بی! آپ سپ کی۔' وہ بچوں کی طرح بلک بلک کر رونے گئی۔

نی بی نے اس کے گردایتے بازوحمائل کردیئے۔ مولوی خصر محمد نے اپنا کا نپتا ہاتھ اس کے سر پررکھ کرتھ کیا۔ دہ جانتے تھے یہ برسوں کی جدائی کے بعد ملن کی خوشی کے آنسو تھے۔ کچھ در ررونے کے بعد وہ یوں پرسکون ہوگئی جیسے سیاہ بادلوں میں کھرا آسان بارش کے بعد ان بادلوں کے حجیث جانے پر کہرانیلا اور پرسکون دکھائی دیے لگتا ہے۔

بخت ہی ہی اپنے ہیروں کا درد بھول بھال کر اس کی خاطر مدارات کرنے باور چی خاطر مدارات کرنے باور چی خاب میں چکی گئیں جبکہ وہ محن میں ہی تخت پر ہلکی دھوپ سینکی مولوی صاحب کے ساتھ بیٹھی رہی۔مولوی خضر محمد کہدرہے تھے۔

''تم جب میری گود میں آئیں تو مجھے آئی خوشی نہیں ہوئی تھی ' جتنا تمہارے جانے کاغم بہاڑ جیسالگا تھا۔ پانے سے زیادہ کھود سے کا احساس اذبت ناک ہوتا ہے گر بینی دقت ہر تم ہر دکھ ہر رنج کو کاٹ دیتا ہے۔ زندگی اگر تھہر جائے۔ ایک ی کیفیت ایک ساموسم رہے تو زندگی ایک بدنما، اکتا دینے والی اور بیزار قسم کی شے معلوم ہو۔ ہم اپنے دامن میں صرف خوشیاں سمیٹ لینے کی خواہش رکھیں تو اس کا مطلب ہے کہ دور بولی کی جھولیوں میں غم ہی غم ڈال دیں۔

"دنہیں بیٹی! زندگی کے ہررنگ کو قبول کرنا چاہئے۔ یہ سمندر کی طرح ہیں۔
ساحل پر کھڑ ہے ہوؤں کے پیروں سے پرشورخوفناک موجیس بھی نکراتی ہیں کہ اسے کسی
طرح ڈبو کر لے جا کیں اور پرسکون ٹھنڈی لہریں بھی قدموں کو چومتی ہیں۔ بس
استقامت اور خمل ہماری زندگی سے فارج نہیں ہونا چاہئے۔ تندموجوں سے جدوجہد
کرو، اسے شکست دے کر فاتح بنواور چومتی لہروں سے ٹھنڈک اور سیرانی کا احساس
ماصل کرو۔

"بینی! طارق احمد ایک کمزور اعصاب کا مالک تھا۔ وہ ولی خواہشوں کے آگے

"شین کباس رحمت ہے منگر ہوں مولوی تی! گراس کا باپ کا فرانہ حد تک اس رحمت ہے منظر ہوں مولوی تی کو آگ میں جمونک دے۔ اپنے ہاتھوں سے گلا گھونٹ دے یا بیٹیم خانے ڈال آئے۔ میں آپ کے ہاتھ جوڑتی ہوں بی بیا! اسے رکھ لیس۔ ای امان میں لے لیس۔ اگر طارق احمد کوخبر ہوگئی کہ میری کو کھنے پر بیٹی کوجنم دیا ہے تو وہ جھے ایسا داغ لگا دیں سے جو جھے کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں، چھوڑ ہے گا۔"

زہرہ کی گر گر اہٹیں جہاں درو دیوار کو ہلا رہی تغیس وہاں مولوی خضر محمر کے سینے کو بھی درد سے ہمکتار کررہی تغیس۔

" دوزېره بني! مجھے سوچنے دوزېره بني! مجھے سوچنے دو۔ 'انہوں نے اضطرابی انداز میں اپنی ڈاڑھی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے ٹہلنا شروع کر دیا۔

ان کا دل کی طور اس بچی کو رکھنے پر آمادہ نہیں تھا۔ یہ نہیں تھا کہ وہ اس کی پردش کا بو جونہیں اٹھا سکتے تھے بلکہ خوف زوہ وہ اس بات پر تھے کہ بچی کی پیدائش کی خبر سے طارق احمد کو بے خبر رکھا جانا تھا جبکہ وہ اس کا خون تھی۔ اس کی امانت تھی اور وہ سوچ رہے کہ کہیں یہ جرم نہ ہو۔ وہ خدا کی پکڑ میں نہ آ جا کیں گر ووسری طرف زہرہ تھی اس کی التجا کیں تھیں۔ اس فض کی وجئی خشہ حالی کا خمیازہ زہرہ کو جمکتنا پڑتا جو بہت تکلیف وہ ہوسکتا تھا۔ اس کی ساری زندگی کو بے شمر اور سات سال کی ریاضت کو بیکسر بھر سکتا ہے۔

"فیل آپ کے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں۔اس کلام پاک کا واسط دہتی ہوں جو آپ ہوں جو آپ میں اتارا ہے۔آپ کو آپ کے علم کا واسط میں کم مایاسہی آپ بیسے بڑے انسان کی اونیٰ می شاگر در ہی ہوں۔ مراس علم کا اس کلام پاک کا واسط تو بڑا ہے تا۔"وہ قرآن پاک اٹھالائی تو مولوی خصر محرارز اٹھے۔

مرد ایک جمعے اس جلیل القدر کتاب کا واسطہ نہ دو۔ مجھے سوچنے دو۔' د سوچنے کا وقت نہیں رہا مولوی جی! وہ کل پہلی فلائٹ سے پہنے رہے ہیں۔ آپنہیں جائے آنہیں۔وہ جتنی محبت کر سکتے ہیں' اس سے کہیں زیادہ نفرت بھی کر سکتے ہیں۔ دہ ایک جذباتی اور انتہا پہند انسان ہیں۔ انہیں تو بس اولا دِنرینہ کا تحفہ چاہئے۔ تنکے کی طرح بہہ گیا تھا مگراب اپنی علطی کو نہ صرف تسلیم کرتا ہے بلکہ اس کا ازالہ وہ حمہیں ایک مکمل سرجن بنا کر کر چکا ہے۔ تم غور کرو۔ تمہیں کہیں بھی کمی کا احساس ہوا ہے۔'
اس نے سر جھکا لیا اور جوس کے گلاس پر نظریں جما دیں۔ ایک کی کا احساس تو ہمہ وقت میرے ساتھ رہتا ہے۔ شاید آپ نہیں سمجھ سکتے بلکہ کوئی بھی نہیں جان سکے گا کہ میں تقسیم کے جس عمل سے گزری ہوں اس نے میرے اندر ایک خلا کوجنم دیا ہے جو بھی نہ جو بھی نہ جو کا۔ وہ سراٹھا کر بنس دی۔

''بی بی کو دیکھوں ذرا۔ کچن میں یوں جا کرمھروف ہو گئیں جیسے میں نہیں آئی ہوں کوئی میں پچپیں مہمان چلے آئے ہوں۔' وہ جوں کا گلاس رکھ کرتخت سے اثر کراندر چل گئی۔

مولوی خفر محرکی محبت پاٹی پرشفیق نگاہوں نے دور تک اس کا پیچھا کیا۔ یہ چھوٹی نازکسی بی بکی بیک دم اتنی بڑی اتن سمجھ دار اور حساس ہو گئی تھی۔ وہ تو بھی سوچ بھی نہیں سکتے سنے کہ تقسیم کاعمل اسے اندر سے تو ڑ بھوڑ چکا ہے۔ ایک کی ایک خلاء کے ساتھ وہ جی رہی ہوئے سنے گرنہیں۔ ساتھ وہ جی رہی ہوئے سنے گرنہیں۔ کہاں پرسکون ہوئے سنے گرنہیں۔ کہاں پرسکون ہوئے سنے گرنہیں۔ کہاں پرسکون ہوئے سنے ایک مہری سانس کھنچتے ہوئے انہوں نے گاؤ سکتے سے فیک لگا کرآ تکھیں بند کر لیں۔

زہرہ طارق کی ہے بیٹی انہیں پہلے پہل کتنا بڑا بوجھ اور بھاری ذہے واری معصوں ہورہی تھی۔جب وہ روتی بلکتی ان کے ہاتھوں میں زبردسی سونی جا رہی تھی تو اسے تھامتے ہوئے ان کے ہاتھوں کا نب رہا تھا۔

زہرہ احمداس گڑیا کو چا در میں لیبیٹ کران کے تخت پر ڈالے گڑ گڑا رہی تھی۔ ''اگر آپ اسے نہیں رکھیں سے تو میں اسے کہیں بھی پھینک آؤں گی۔' آخر میں وہ اتنا بولی۔

'' بیٹیاں تو خدا کی رحمت ہوتی ہیں۔زہرہ! بیہ بردی جہالت کی ہاتیں ہیں انہیں بوجھ بمجھ کر دھتکار دیتا۔''

مولوی خصرمحر کے ملجے میں بے بناہ درداور تاسف تھا۔

نعت ہیں مرنعت کا حیاب دینا ہوتا ہے جبکہ رحمت کا کوئی حساب نہیں۔ بلکہ بیاتو والدین کو جنت میں پہنچانے والی سیرھیاں ہیں۔''

زہرہ نے بخت بی بی کے کا ندھے سے لگ کر بقیہ آنسو بھی بہا ڈالے۔ یہ تو اس کا دل ہی جانتا تھا کہ وہ اپنے دل کے اس کلائے کوئس حوصلے سے خود سے جدا کر رہی تھیں۔ محض باتی تین بچیوں سے باپ کے سائے کے جھن جانے کے خوف سے، رسوائی اور ذلت کے خوف سے۔ اس کے کھر کے اجڑ جانے کے خوف سے، رسوائی اور ذلت کے خوف سے۔

ہے سرے برب سے سے است کے است کے است کا درس سیکھ لیتی ہیں۔ ' مولوی خطرمحمہ کا دل سیکھ لیتی ہیں۔' مولوی خطرمحمہ کا دل سیکھ لیتی ہیں۔' مولوی خطرمحمہ کا دل سیکھا بھوڑا بن میا۔

" کی کو گود میں سنجالا اور " کینے دنوں کی ہے ہے؟" انہوں نے بڑی محبت سے بگی کو گود میں سنجالا اور اس کے بڑم گداز ہاتھوں کو چھو کر پوچھنے گئے۔
" ' تنین دن کی۔ "
" ' تنین دن کی۔ "

"نام کیارکھا ہے؟" "نام۔ ارے اس بدنصیب کا نام ہی کہاں رکھا ہے ابھی۔" وہ دکھ سے

بہت ہے۔ در ہوگی۔ دیکھواس کا چہرہ الکل جاند ند۔ بدنفیب نہیں ہے۔ بیتو بہت بخت آ در ہوگی۔ دیکھواس کا چہرہ بالکل جاند کے مانندروشن ہے۔ ارے بیتو تشمیر کی وادی جیسی خوبصورت ہے۔ میں اس کا نام رکھوں گا۔''مومنہ'' بعنی ایمان لانے والی۔''

" نزہرہ! تم نے تو مجھے مالا مال کر دیا ہے۔ میرے گھر پر بھی اللہ کی رحمت کا سایہ ہو گیا۔اب اس گھر پر رحمت برہے گی۔ میری خالی گود بھر دی مولا نے۔'
" آپ خالی کہاں تھیں غازی شاہ بھی تو آپ کا بی بیٹا ہے۔' زہرہ بہلی بار کھل کرمسکرائی۔اسے اپنے دل پر رکھا ہو جھا تر تامحسوس ہونے لگا۔ بخت بی بی ادر مولوی خفر میں اپنے جگر کو شے کوسونپ کران کا دل پرسکون ہو گیا۔

جاتے جاتے کھہ کر محتے تھے کہ جھے بیٹے کی خوشخری سنانا۔''

'' مان لیس نا مولوی جی!'' بخت بی بی اس سارے وقت میں پہلی بار بولیں اور روتی بلکی نے کواٹھا کر سینے سے لگالیا اور زہرہ کے سر پر ہاتھ پھیرنے لگیں۔
'' مرحم مرتم اے کہوگی کیا؟'' مولوی خفر محمد متفکر ہوکر یو چھنے لگے۔

" بچی امال بہت اچی ہیں۔ وہ اپنے بینے کے مزاج سے اچی طرح واقف ہیں اور میراساتھ دیں گی۔ وہ طارق احمد سے کہددیں گی کہ بیٹا ہوا تھا گر دنیا ہیں اس کی سائنیں کم لکھی تھیں وہ انتقال کر گیا۔ کو کہ انہیں دکھتو ہوگا گریت کی رہے گی کہ اب بینے کی امید پیدا ہوگئی ہے۔ ایک کے بعد دوسرا بیٹا بی آئے گا۔ "وہ سر جھکا کر چادر سے آنسو ہو چھتے ہوئے اپنا اور ساس کا پلان بتانے گی۔

"فدایا۔ کتنی سطی سوچ ہے اس مسلمان اڑکے گی۔ "مولوی خفر محمر تا سف سے ہونٹ بھینج کئے۔ پھر بخت بی بی کو د سے جا در میں لیٹی پکی کو اپنے لرزتے ہاتھوں میں اٹھا لیا۔ سرخ وسپیدر تکت پر مصوم آئکھیں، ہیروں کی طرح دمک ربی تھیں۔ پلے پلے سرخ ہونٹ، نرم ملائم ریٹم جیسی جلد وہ اللہ کا تخد بی تھی۔ انہوں نے بے اختیار اسے چوم لیا۔

''دیکھوزہرہ بیٹی! چاندکود کھے کر بتلاؤ بھلا کیسا لگ رہا ہے۔'' انہوں نے چہرہ اوپراٹھا کرآ سان کی چادر میں کئے جاندکود بکھا جوآ ہتہ آ ہتہ اپنی چیک میں اضافہ کررہا تھا۔ دالان میں اس کی سنہری روشنی بکھری ہوئی تھی۔

" بہت چکتا ہوا۔ بہت خوبصورت اور یا کیزہ لگ رہا ہے۔" زہرہ کی نگاہیں بھی روشنی کے اس دیکتے دائرے پر مرکوز ہو گئیں۔ دل میں درد کی اللہ نے والی لہروں میں طغیانی سی آرہی تھی۔

" دوجس جس کھر میں بیٹیاں ہوتی ہیں تا وہ کھر آسان پر موجود فرشتوں کو بالکل اس جاند کی مانند دمکتا، روش اور پاکیزہ دکھائی دیتا ہے۔" مولوی خصر محمد نے یہ کہتے ہوئے زہرہ کودیکھا۔

''نیک بخت! بیٹیاں تو خدا کی رحمت ہوتی ہیں۔ بیٹیوں والے کھر میں خدا کی رحمت ہوتی ہیں۔ بیٹیوں والے کھر میں خدا کی رحمت سایہ کئے رہتی ہے۔ یہ مال باپ کی بخشش کا ذریعہ ہوتی ہیں۔ بے شک، بیٹے

ا پے دونوں ہاتھ اٹھا کران کی گردن میں ڈال کر بولی۔
'' میں اس کود کی گرمی کوترس گئی تھی بی بی! مغرب میں سب کچھ ہے مگر مال
باپ جیسی نعمت نہیں ہے۔ وہاں رشتوں کی سکون آمیز ٹھنڈک نہیں ہے۔ وہاں شاید سکون
باپ جیسی نعمت نہیں ہے۔ وہاں رشتوں کی سکون آمیز ٹھنڈک نہیں ہے۔ وہاں شاید سکون

بات بینی مکت بین ہے۔ وہاں رسلوں کی سلون امیز مصارت بین ہے۔ وہاں سابید سون ہی نہیں ہے بلکہ ایسا سکون الین طمانیت تو طارق ہاؤس میں بھی نہیں ہے۔' اس کی آئیس بی بی ہے مہربان چرے کی جاندنی میں کم ہوگئیں۔ پھر یک دم وہ محل کر بولی۔

''بی بی! مجھے وہ گیت سائے تا جو آپ کھر کے کام کاج کرتے وقت منگنایا ''

ر ارے۔ بچھے یاد ہے وہ؟ " بخت بی بی نے تخیر آمیز بے بیٹنی سے اس کو دیکھا۔

"" "
"" بہتے میں ہولی اور یکدم بنس بردی ۔
" کی آواز۔ وہ ترنم وہ جذب ، وہ کھوئے کے آواز۔ وہ ترنم وہ جذب ، وہ کھوئے کھوئے کے ایس بردی ۔

"فی جسے تو یہ بھی یاد ہے کہ میں اور غازی شاہ آپ کے پیچھے کھڑے ہو جاتے سے جب آپ کپڑے دھوتے دھوتے یہ گیت گنگنانے لگتیں تو غازی شاہ "آ وچھ" کہ کر آپ کو ڈرایا کرتا تھا اور آپ "ہائے" کہ کر ڈر جا تیں پھر غازی شاہ کو"شریہ" کہ کر چینا لیتیں اور جھے کود میں بحر لیتیں ۔ اس پر غازی شاہ کتنا بھڑتا تھا کہ آپ جھے پیارزیادہ کرتی ہیں۔ پھر آپ ہم دونوں کو حن کے ای درخت کے نیچے تخت پر بھا دیتیں اور کہانیاں سنا تیں، کہی نظمیں اور گیت سنانے لگتیں۔ آپ کو خبر ہوتی تھی دہ وقت ہمارے کہانیاں سنا تھی، کہی تھا دونوں آپ کی آغوش میں سر رکھ کرآ کھیں موندے آپ کی بیاری آ واز سنتے سنتے سوجاتے۔"

مہترے وہ دھیرے دھیرے بتا رہی تھی۔ بخت بی بی مولوی خصر محمر بھی جیسے اس کے ساتھ ساتھ ماضی کے سمندر میں اتر کرخوب صورت منظروں اور لمحوں کی بیادوں کی سپیال مند میں

سی کی بی کوئی نظم ۔ کوئی میت۔ ' دہ محلی تو بی بی بنس دیں۔ پھراس کے ریشم جیسے بالوں میں الکلیاں پھیرتے ہوئے منگنا۔ نگانا۔ نگانا۔ جاں خالق بر بیل فعدا کرنے کو تیار "ہاں۔ غازی بھی میرائی بیٹا ہے۔"
"ہاں لی لی! کو کھ کوئی بھی جنم دے۔ بس بچہ جس کی گود میں پروان چڑھتا ہے۔"
ہے جس سے پیار پاتا ہے ای کا کہلاتا ہے۔" زہرہ آ ہستگی سے فرش سے اٹھ گئی اور وہیے قدموں سے مولوی خصر کے گھر کی دہلیز عبور کر گئی۔

♦.....

مولوی خفر محد نے آئے مسلی ہے آئی سے آئی میں کھول دیں۔ ان کی آئی میں آنسوؤں سے لیر پر تھیں۔ ماضی کے کی منظران کے تضور پر اب بھی جھلملا رہے تھے۔ انہوں نے ایک مجمری سانس بحر کر دائیں طرف ویکھا۔ وہاں جالی کے دروازے کے پار مومنہ وکھائی دے رہی تھی۔ وہ باور چی خانے میں موجود بی بی سے الجھر ہی تھی۔ انہیں زبردی کی خانے میں موجود بی بی سے الجھر ہی تھی۔ انہیں زبردی کی کے گر کر تھینج رہی تھی۔ وہ اس کی معصومانہ اور بچکانہ حرکت پر مسکرانے گے۔ بھر یک دم یہ مسکراہن ان کے ہونٹوں سے مم ہوگئی۔ انہوں نے سر جھکا لیا۔

"زبرہ بین! تم نے میری جھولی جرکرایک بار پھر خالی کر دی۔ اس خوشبو سے میرا گھرایک عرض کے اس خوشبو سے میرا گھرایک عرض کے خالی تھا تو احساس تک نہ تھا'اس خالی پن کا۔ گرتم نے احساس جگا کر جمیل دکھی کر ڈالا۔ ہم سے سب پچھ چھین لیا گر جھے شکوہ نہیں ہے۔ کیونکہ یہ امانت تھی میرے پاس تبہاری اور امانت جتنے برس بھی رہ امانت ہوتی ہے۔ اسے لوٹانا پڑتا ہے اس کے مالک کو۔ "وہ ملکے سے نہس ویئے۔ کندھے پر رکھے رومال سے آنکھوں کے کوشے یو شخصے گئے۔

'' آپ کے خیال میں سرجن ہوکر پیٹو ہوگئ ہوں میں؟ بس بی بی! آپ کو خاطر مدارات کی ضروری نہیں ہے۔ میں کھانے چینے نہیں آئی ہوں بلکہ آپ دونوں سے فاطر مدارات کی ضروری نہیں ہوں۔''اس کی چہکار نے مولوی خضر محمد کی سوچوں کالسلسل تو ٹر ڈالا۔انہوں نے سراٹھایا تو وہ بی بی کو پکڑ کرضحن میں لے آئی اور تخت پر بٹھا کران کی محمد میں سررکھ دیا۔

''میرے چاند۔ تیری باتیں ہی تو ہارے دل کا سکون ہیں۔ بہی ہماری یادیں ہیں۔ بہی ہماری یادیں ہیں۔ بہی ہماری یادیں ہیں۔ بہی ہماری یادیں ہیں۔ بہی بہلا وے۔' بی بی نے اس کے بال سمیٹ کراس کا شاداب چرہ چوم لیا۔ وہ آئکھیں موندے ان کے بوے کے کمس کی تراوٹ سے سیراب ہونے کی بھر

" ہاں۔ ایسے ہی بہت سے اور بھی گیت۔ " بی بی ابھی تک اپنے ہی لفظوں میں گم تھیں پھر یک دم چونک کراسے دیکھا جوان کی گود سے جعظے سے سراٹھا کر کھڑی ہو عنی تھی۔

"کیا ہوا میری بچی۔" پھر ملکے سے سرجھنکتے ہوئے ہنسیں۔" ہیں بھی پاگل ہوں ایسے بی کیا بس بچھ منگناتی رہتی تھی۔"

یں ہیں ہے ہوئے ہوئے کے اور ہے کہ کے اور اس کے سراٹھایا اور کچھ کہنے کولب کھولے مگر دوسرے بل ہونٹ بھینچ لئے اور ملکے سے مسکرا دی۔

" ہاں۔ ماضی کی ہاتیں یاو کرنے بیٹھیں تو دل پر عجیب ساسحر طاری ہو جاتا ہے۔ آپ کی آواز اب بھی اتنی مترنم ہے لی بیا" وہ بہت نرمی سے بی بی کا ہاتھ پکڑ کر سہلانے لگی۔

مولوی خطر محمد اسے و کیمنے رہ گئے۔ ان کا خیال تھا وہ تشمیر کے حالات کے بارے میں ضرور کوئی سوال ہو چھے کی محر انہیں ماہوی ہوئی۔ تا ہم انہوں نے خود کو بیسوچ کر تسلی وی کہ وہ ایک نرم دل رکھنے والی اور ہمدردائر کی ہے۔ یقیناً یہاں رہے گی تو یہاں کے حالات کو ضرور محسوس کر ہے گی۔ اس کا اس کیت پر چونکنا پھر مضمحل ہو کر سائس بھرتا اس بات کی غمازی کرتا تھا کہ اس نے لفظوں کی مجرائی کومسوس کیا ضرور ہے۔ جا ہے کی بھی جہ الے ہے۔

'' آؤ بیٹا۔اندرچلو۔دھوپ بہت تیز ہوگئی ہے۔''انہوں نے تخت سے اٹھتے ۔ا

برسے ہوئے ''ہاں۔ مجھے بھی احساس ہونے لگا ہے۔''اس نے ہلکی می سانس تھینچتے ہوئے آسان کی طرف دیکھا اور تخت سے اتر کران کے ساتھ اندر چلی آئی۔

♦..... ♦..... ♦

دیوانہ ہیں لیلائے شہادت کے طلب گار

دھا دیں مے بہت جلد ترے ظلم کی دیوار

ہم غزنی محمود کے پیرہ ہیں خبردار

برباد سے ہندہ کا صنم خانہ کریں مے

ہم وادی کشمیر کا سودا نہ کریں مے

دھاتے ہیں نہوں یہ جہاں ظلم وستم لوگ

ہر روز اٹھاتے ہیں شہیدوں کے الم لوگ

حق کوئی کا پرساتھ دیا کرتے ہیں کم لوگ

اب عقل کی وادی سے نکل آئے ہیں ہم لوگ

اب غود کو رہ شوق میں دیوانہ کریں مے

اب خود کو رہ شوق میں دیوانہ کریں مے

ہم وادی کشمیر کا سودا نہ کریں مے

ہم وادی کشمیر کا سودا نہ کریں مے

بخت بی بی نے آئیس بند کر لیں۔ان کی آواز دھیمی ہونے کی پھر یک وم

جذب سے دوبارہ انجری۔

مرعوب نہ ہوں گے بھی ایٹم سے عدد سے
ملتی ہے ہمیں فتح فرشتوں کی رسد سے
سرشار ہیں ہم نعرہ اللہ العمد سے
ہیزار ہیں ہم لوگ یہودی کی مدد سے
اب ہم کسی مردے کو مسیحا نہ کریں گے
ہم وادی کشمیر کا سودا نہ کریں گے
ہم وادی کشمیر کا سودا نہ کریں گے

''شمیر' اے لگاال کے دل پرکوئی الی شے گری ہوجیے پھر کا گلزاجیل میں گراہواور یانی انجیل کر چاروں کناروں ہے جا کلرایا ہو۔ تکریہ پائی نہیں تھالہوتھا۔ گراہواور یانی انجیل کر چاروں کناروں سے جا کلرایا ہو۔ تکریہ پائی نہیں تھالہوتھا۔ ''نی نی! نی بی! کیا آپ یہی گیت سایا کرتی تھیں ہم کو۔'' اس نے پرخیال انداز میں بخت بی بی کو و یکھا پھر مولوی خونر محد کا چبرہ و یکھنے گئی۔ جہاں اشک بہہ رہے کا انداز میں بخت بی بی کو و یکھا پھر مولوی خونر محد کا چبرہ و یکھنے گئی۔ جہاں اشک بہہ رہے

تقے۔

ہوئے کہا تو کو بتا ہننے لگی۔

"اور تھے یقین نہ کرنے کی بیاری اب تک ہے۔ یاد ہے نہر کے پاس تیرے رحانے کے سے سے پہلے ہم دونوں تہل رہے تھے تو۔"

"بس_بس_اب ذكرنه لے كر بينهنا اس فضول سے لڑ كے كا۔" اس نے جلدی سے ہاتھ اٹھا کراسے مزیدگل افشانی سے روکنا جا ہا مکر کو بتا ہنتے ہوئے بولی۔

" مائے مومنہ! بیجارہ کیے سانجھ سورے تیرے درش کے لئے خوار ہوتا تھا۔ برتو بھی بوری ڈشٹ تھی ذرا بھی تو کریا نہ گی۔" کو بتا اس کے گھورنے کے باوجود اس یرانے قصے کو بیا دکر کے لطف اٹھانے لگی۔

سرجن سنیل اندر داخل ہوا تب تہیں جا کر اس کی زبان اور ہنسی کو بریک لگا تھا۔مومنہ نے شکرادا کیا۔

" آئے آئے آئے سلیل جی! آج تو آپ بہت تھک مجئے ہوں مے زخموں کا اند مال کر کے۔'' کویٹا اس کیل ئے بھی ہیائے کا کپ تیار کرنے گئی۔

" ال ۔ آج ہی دو آپریش نمٹانے تھے۔ کیا کرتا۔ کل تو ہڑتال ہے اور ادھر مریض ہارے مسائل سمجھے بغیر چنخا چلانا شروع کر دیتے ہیں۔ اپنی ویز ،مس مومنہ! آپ سنائے کیما لگا ہمار ا ہاسپول آپ کو؟ "اس کی ساری توجہ یک دم مومنہ کی طرف ہو عنی اورلیوں برخمار آلودمسکرامٹ کھیلنے لگی۔

" إسبعل كوخوب صورت تو كهنبين سكتے " ده جائے كا كھونث بحركر برمزاح انداز میں بولی۔

"ولیے ہاسپال جا ہے کسی بھی ملک اور خطے کا ہوسب ایک سے ہی ہوتے ہیں۔ وہی بوء وہی تکلیف سے کراہتے مریض۔ وہی نوسیلے خوفناک انسٹرومنٹ، وہی كرب الكيزامين -سسكيان-"

" ال ۔ بیاتو ہے۔" سرجن سنیل نے ایک ممری سانس بھرتے ہوئے خود کو صوفے کی پہت ہر ڈھیلا چھوڑ دیا اور شم وا آنکھوں سے اسے دیکھنے لگا جواس بربودار باحول میں تازہ معطر جھو کئے کے مانند آ کر تھبر گئی تھی اور پھر سارا ماحول بھینی جھینی خوشبو ہے مہک اٹھا تھا۔

ہاسپول میں اس کا بہلا دن تھا۔ ڈاکٹر کویتا جو اس کی بچین کی سہلی تھی بڑے تیاک ہے ملی۔ دوسرے تمام سینئر ڈاکٹرز اور شاف نے بھی اس کا استقبال خوش دلی ہے كيا تعار بظاہر ايك نازك ڈال جيسي لڑكى ائى روايت، اينے ند بب كے اعتاد كے سہارے ایک ممل اور مضبوط لڑکی و کھائی دے رہی تھی۔اس کا تھلے کھلے کاب کے مانند چېره برایک کی توجه کا مرکزینا ہوا تھا۔

ہاسپیل میں زیادہ تر تعداد بردی عمر کے ڈاکٹرز کی تھی۔ چندایک کے علاوہ جن میں خودمومنہ، کو یتا اور سرجن سنیل شامل متھے۔ سنیل نے بردی پسندیدہ نظروں سے مومنہ کو و یکھا تھا اور بورادن مومنہ اس کی نگاہوں سے جزیر ہوتی رعی۔

اس کا پہلا ون تو تعارفی ساتھا۔ وہ سرجن جگن ناتھ کے ہمراہ بس معاون کی حیثیت سے محوث رہی۔ جب فارغ ہوئی تو ڈیونی روم میں چلی آئی جہال کویتا جائے ے لطف اٹھاتی نظر آئی۔

" آئے آئے سرجن! بتائے کیا سیوا کی جائے؟" اسے و کھے کر اس نے اپنا كب تيمل برركه كرميز باني كفرائض قبعانے كى ايكننگ كى۔وہ بنس برسى۔ "میزبان ڈاکٹر! بس ایک کپ مزے دار جائے کا۔ ' دو خودکوکری پر گراتے

ہوئے بولی۔ ''مومی! تو تو اور کھر آئی ہے۔ کتنے سے بعد دیکھ رہی ہوں تھے۔ پوری پدمنی کِک رہی ہے۔'' کو بتا کی نظریں اس کے چبرے پرتھیں۔ وہ سکول گرل کی طرح جمینپ

"تیری کھن لگانے کی عادت بچین سے اب تک ہے کیا؟" اس نے کھورتے

''ہاں۔مومنہ کی بات درست ہے۔ ہاسپالی تو سارے ایک سے ہوتے ہیں۔ ان میں آنند کہاں۔'' کو بتا کا لہجہ دھیما اور بجھا ہوا سا تھا۔مومنہ نے چونک کر اس کی طرف دیکھا مگر دوسرے بل وہ ہنس رہی تھی۔

" بسیعل میں میں ہیں۔ میں تو کہتی ہوں مومنہ جیسی ددچار ڈاکٹرز اور آ جا کیں تو یہ ہاسپول میں بہت ہوں مومنہ جیسی ددچار ڈاکٹرز اور آ جا کیں تو یہ ہاسپول میں رہے گا بلکہ گلتان کلنے کے گا۔" کو بتا کی اس بے ساختہ تعریف نے اسے شیٹا دیا۔ اس کے رخساروں پر سرخی دوڑ گئی۔

ڈاکٹر سنیل کو انبی مسرت ہوئی کویا نے اس کے دل کے احساسات کو زبان دے دی ہو۔اس کے دل کی بات کردی ہو۔

مرے میں سریش نے آ کر مومنہ کو اس کے مہمانوں کے آنے کی اطلاع دی۔ تب کو یتا اسے جھڑ کتے ہوئے بولی۔

"برھو۔اطلاع کیا دے رہے ہو۔ان مہمانوں کو پہیں لے آؤ۔"
دنبیں نہیں رہنے دو۔ میں دیکھتی ہوں خود جا کر۔" مومنہ جلدی سے کری ہوڑ کر کھڑی ہوگئی۔

سریش کی اس اطلاع براس کا ول عجیب سی اتھاہ میں ڈوبا تھا اور دوسرے بل خوشکوار انداز میں یوں دھڑ کئے لگا کو یا پہلو سے نکل آئے گا۔اسے یقین تھا اس سے لمنے غازی شاہ ہی آیا ہوگا۔ ہاں ایک وہی تو رہ کمیا تھا جس سے اس کی ملاقات اب تک نہ ہو سکی تھی۔

وہ مسرت آمیزاحساس اور دھڑ کتے دل کے ساتھ باہر لیکی۔ سرلیش نے اسے بتایا تھا کہ اس کا مہمان ہاسپول کے کیٹ پر ہی سفیدگاڑی کے پاس کھڑا ہے۔ بتایا تھا کہ اس کا مہمان ہاسپول کے کیٹ پر ہی سفیدگاڑی کے پاس کھڑا ہے۔

وہ ڈاکٹرز کی متعددگاڑیوں سے گزر کر داخلی کیٹ کی ظرف آئی تو اسے دور ہی سے سفیدگاڑی نظر آگئی جس کے بیک ڈور سے کوئی پشت لگائے کھڑا تھا۔ اس کے قدم ایک سرخوشی سے اس گاڑی کی طرف اٹھنے گئے۔ جو ثبی وہ قریب پنجی اس کے اعصاب کو بڑے زور کا جھٹکا لگا۔ بے حد سرعت اور چا بک دئی سے اسے دروازہ کھول کر اندر سخمیٹ لیا گیا تھا۔ یہ سب کچھ اس قدر اچا تک ہوا تھا کہ وہ اس حملے پر اپنے بچاؤ کی اللہ میں نہ کرسکی۔ تدبیر بھی نہ کرسکی۔

دوسرے بل گاڑی فرائے بھرنے لکی تھی مگروہ ماؤف ذہن کے ساتھ بس بھٹی پھٹی آئھوں ہے۔ اس ریوالور کومسوس کر رہی تھی جواس کے پہلو سے لگا ہوا تھا اور اس کی ذراس کا جاتن چیخ پراہے ہمیشہ کے لئے خاموش کرسکتا تھا۔

گاڑی نا آشنا راستوں کی جانب بھاگ رہی تھی۔ بڑے بڑے ورختوں کے جھنڈ تیزی سے پیچھے کی جانب دوڑ رہے تھے۔

یدایک انتہائی اعصاب شکن حملہ تھا گراس نے بڑی کوششوں سے اپنے منتشر اعصاب اور حواس کو مجتمع کرتے ہوئے اپنے ساتھ بیٹے ہوئے فض کا چرہ دیکھا جو بڑھی ہوئے داڑھی اور سیاہ گلاسز میں واضح نہیں تھا۔ اگلی سیٹ پر اسے بجل کی تیزی سے گاڑی میں تھسٹنے والا محض بیٹھا تھا اور کسی مجسمے کے مانند ساکت سیاٹ چرے کے ساتھ ڈرائیونگ کررہا تھا۔

اف کیبا دل دہلا دینے والا منظراس کی آنکھوں کے سامنے تھا۔اس کی سوج میں یہ ہیبت بھررئی تھی کہ وہ اغوا کی جارہی ہے یقنینا کسی کے دھوکے میں یا بھراسے ہی ٹارگٹ ہنایا گیا تھا تھر کیوں؟ اس کی تو کسی سے دشمنی نہتھی۔ لا تعداد سوالات، اندیشے۔ اس کے دل کی کا بہتی دیواروں پرمحو رقص تھے تھر لفظوں میں ڈھل کر زبان سے اوانہیں ہویا رہے تھے۔

کاڑی مخلف راستوں سے ہوکڑ نا آشنا راستوں سے گزر کر ایک مخدوش عارت کے سامنے رک بھی۔

'' بیا۔ بیتم لوگ مجھے کہاں لے آئے ہو؟''اس کے حلق میں پھنسا ہوا کولہ چنخ کی صورت میں نیچے اترا۔ اس کا دل خوف کی دلد لی زمین میں دھنستا جارہا تھا۔

''مر بنیں وہ نہیں ہوں جس کے دھوکے ہیں تم لوگ جھے لائے ہو۔ پلیز رحم کرو۔'اس کی آتھوں میں پانی از آیا گراسے اغوا کرنے والے ،سر دسر دی فاموثی کے ساتھ اسے ربوالور کی زد بنیں بنچ اٹار کرآ کے بڑھانے گئے۔ پانہیں وہ کن کن راستوں سے گزار کراسے لے جا رہے تھے۔ مارے خوف کے اس کے قدم تو اٹھ بھی نہ رہے تھے۔ اوپ سے ملکج اندھیرے کے باعث کچھ بھائی بھی نہیں دے رہا تھا۔ پچھ دیر چلتے سے ۔اوپ سے ملکج اندھیرے کے باعث کچھ بھائی بھی نہیں دے رہا تھا۔ پچھ دیر چلتے رہے کے بعد ایک جو بی دروازے پراسے روک دیا گیا۔

نے تمہیں یہاں کیوں زحمت دی ہے۔''

وہ ہونٹ بھینچ۔ عجیب احساسات کے ساتھ تختوں پر لیٹے زخمیوں کو ویکھتی رہی مجر بلیٹ کرمضطربانہ انداز میں بولی۔

''یہ کام تو آپ لوگ کسی میل سرجن سے بھی لے سکتے تنے یا کسی بھی سینئر ڈاکٹر سے۔میرا ہی انتخاب کیوں کیا عمیا ؟''

"اب مزید کسی سوال کی اجازت متہیں نہیں وی جائے گی۔ وہ کیدم بولا تھا اور وہ مونث بھینے کررہ گئی۔ پھر وہ ایک لڑے کو اشارے سے بلا کر اس کی طرف رخ کرتے ہوئے بولا۔ کرتے ہوئے بولا۔

"بیلز کا تمہاری مدد کرے گا اور پچھسامان ہے۔ ہے تو تا کافی مگر ہمارے ہاں فی الوقت اتنا ہی ہے اور ہاں۔ ایک بری خبر کہ تمہیں اس ساری محنت کا کوئی معاوضہ ہیں الوقت اتنا ہی ہے اور ہاں۔ ایک بری خبر کہ تمہیں اس ساری محنت کا کوئی معاوضہ کرنا ہوگا۔" اس کے لہجے میں ہنسی کا رنگ انجرا تھا۔ مومنہ کولگا جیسے وہ اس کی ہتک کررہا ہو۔ نقاب کے پیچھے اس کی بے بسی پر جی کھول کر ہنس رہا

مومنہ نے اس کے چہرے سے نظریں ہٹالیں اور ہاتھ بڑھا کراس کے ہاتھ سے بیک چھین کراس کے سامنے سے ہٹ گئی۔

وہ کل سات زخمی تھے جن میں چندایک تو بڑی بری طرح مجروح تھے۔ یہاس کے لئے بڑا تلخ تجربہ تھا اور جن حالات میں یہ کام انجام دینے پر مجبور تھی اس کے اعصاب کے لئے خاصا بوجھ ثابت ہور ہا تھا۔ اس پر سامان بھی ناکافی تھا۔ وہ بری طرح تبعی معلائی۔

'' میں پھے سامان ہی لے آتی۔' وہ برائی۔ بربرائی۔ خوش آمدید۔ سرجن مومنہ طارق احمد!'' دردازے کے عین وسط میں کھڑے فخص نے سرکو ہلکا ساخم دے کر گویا اس کا استقبال کیا۔

اس کی روح کے بیں سناٹا اتر عمیا۔ اونچالمبا وجود سفید شلوارسوٹ بیس ملبوس تھا۔ وسنجری آنگھیں سرد تاثرات کے ساتھا اس کے چہرے پر سرم کی رنگ کا نقاب تھا۔ البتہ دوسنہری آنگھیں سرد تاثرات کے ساتھا اس کے چہرے پر جی تھیں۔

" وہ اب اس کے چیچے کھڑے کے سے مخاطب تھا جواس کی بات پر خفیف سا ہو گیا اور جانگی۔ " جانہ اس کے چیچے کھڑے کے خاطب تھا جواس کی بات پر خفیف سا ہو گیا اور جلدی سے رپوالور والا ہاتھ نے کہ رلیا۔

"اس اس ساری زحت کی دجہ۔ مجھے یہاں کیوں لایا میا ہے؟" وہ نقاب سے جھائتی اس کی سرد آتھوں سے نگا ہیں ہٹا کرخوف سے دھڑ کتے ول کے ساتھ بولی پھر لیجے کو کمپوز کرتے ہوئے بولی۔

'' آپ لوگ شاید مجھے نہیں جانتے کہ میں کون ہوں۔ اگر جانتے تو ایس مانت ہرگزند کرتے۔''

'''نقاب پوش کی آواز اتنی سرد اور کاٹ دارتھی کہمومنہ کواپنی ریڑھ کی ہٹری میں سنسنا ہٹ دوڑتی محسوں ہونے گئی۔اس کا دل بہت زور سے دھڑکا۔

وہ اب بلٹ کراندر کی جانب بڑھ گیا تھا۔اسے بھی پیچھے لایا گیا۔ یہ ایک ہال نما کمرا تھا۔ اس کے اعصاب یہاں آ کر بری طرح متاثر ہوئے تھے۔اس کی آنکھوں کے سامنے خون میں لت بت زخمی پڑے تھے۔

ایک لیحے کے لئے اس نے اذبت کے عالم میں آنکھیں بند کرلیں۔
'' نہیں سرجن! انہیں آنکھیں کھول کر دیکھو۔ بھارتی حکومت کی طرح چٹم
پوشی کرنے سے یہ خون بہنا رک یہ جائے گا۔ اذبیت ناک منظر کم نہ ہوں سے کیونکہ یہ خواب نہیں ہے' حقیقت ہے۔ اسے آنکھیں کھول کر دیکھو اور محسول خواب نہیں ہے' حقیقت ہے۔ سفاک حقیقت۔ اسے آنکھیں کھول کر دیکھو اور محسول کرو۔'اس کی بھاری آ واز اس کی پشت سے ابھری تو اس نے آنکھیں کھول دیں۔

کرو۔'اس کی بھاری آ واز اس کی پشت سے ابھری تو اس نے آنکھیں کھول دیں۔

'' میرا خیال ہے کہ تمہیں کسی وضاحت کی ضرورت نہیں چیش آ کے گی کہ ہم

رم اٹھانے گئی مگر ملتے قدموں میں ایک بوجھلی کیفیت تھی۔
باہر نکلی تو تھلی فضا رخساروں پر خنک خنک ی محسوس ہونے گئی۔ اسے جیرت وئی کہ جاتے وقت تو بدراستہ ہرگز نہیں تھا۔ کوئی دوسرائی پیچیدہ قتم کا راستہ تھا۔
''سرجن!' وہ چلتے چلتے رک کر اس کی طرف پلٹا۔ لاز آ اسے بھی تھہر تا پڑا۔
''میرا خیال ہے تہماری تھکن اور ناراضی شاید اس سے دور ہو جائے۔'' اس نے جیب میرا خیال ہے جند بڑے یوئے فرف نکال کراس کی طرف بڑھائے۔

احساسِ تذلیل نے مومنہ کی رکوں میں طوفان مجا دیا۔اس کا دل جاہا وہ اسکا نہوج کے۔ نہوج لے۔اس کے رخسار غصے سے لال انگارہ ہو سکئے۔

" بے شک۔ میں آپ کوسر کاری معاوضہ تو نہیں وے سکتا جس کے لئے آپ نے اتنے سال تعلیم حاصل کی ہے۔"

''مسٹرائی حدیمی رہو۔ میری جاب میرا پرسل افیئر ہے۔ وہاں مجھے کیا ملتا ہے کیا نہتا ہے۔ کیا نہتا ہے کیا نہتا ہے کیا نہتا ہے کیا نہتا ہوں ہے۔ ' وہ کویا بھٹ پڑی اور رخ بھیر کراپنے ندر کا ابال وہانے کی کوشش کرنے گئی۔ واپسی کے راستوں سے وہ ناواقف تھی ورنہ اس فا دل جاہ رہا تھا ایک الحد تا خیر کے بغیر یہاں سے بھاک جائے۔

"بجا فرمایا۔ یہ خالص تمہارا ذاتی معاملہ ہے۔" اس نے ایک ہلکی می سانس مرتے ہوئے اس کی طرف دیکھا پھر مصحل ہے انداز میں ہنس دیا۔

'' پرتہ نہیں کیوں ہم دوسروں سے اتن تو قعات وابستہ کر لیتے ہیں کہ جب ٹوٹی ب تو رگ رگ میں اشتعال پیدا ہو جاتا ہے۔ دل لہو ہو جاتا ہے۔ خیر ۔۔۔۔' اس نے سرکو ملکے سے جنبش وے کرایک محمری سانس کینجی۔

"او کے سرجن ۔ خدا حافظ۔"

اس کے اشارے پرسفیدگاڑی اس کے پاس آری۔وہ اس کی طرف و کھے نیر جلدی سے بیک ڈورکھول کر بیٹھ گئی۔

وہ چانا ہوا نزدیک آیا اور کھڑ کی پر دونوں ہتھیلیاں جما کراس کے چہرے کے اثرات کا جائزہ لیتے ہوئے بولا۔

" "ہم تمہیں اپنے مجاہد بھائیوں کے لئے۔ پھر زحمت دیں مے۔ 'ہدیے کہد کروہ دو

''اس کی معاونت کرتالڑکا طنز سے ہنیا تو ایک زخمی کے بازو پر بینڈ بج کرتے کرتے اس نے سراٹھا کرتا کواری سے اس کی طرف دیکھا۔

'' میرے خیال ہے کسی قتم کی دھوکہ وہی کے بجائے بیاکام امن اور سچائی کے ساتھ بھی ہوسکتا تھا۔'' اس کے ول میں نقاب بیش کے لئے شدید غصہ تھا۔

تین تھنے کی مسلسل محنت نے اسے اتنانہیں تھکایا تھا جتنا اسے اپنی سوچوں اور دبنی کوفت نے بیم جان کر دیا تھا۔ وہ ہاتھ دھو کر تولیے سے پونچھ رہی تھی۔ جب ہال کا دروازہ کھلا اور وہی نقاب بوش اندر داخل ہوا۔

''اتناسا کام تو ہم بھی ہا سانی کر لیتے ہیں سرجن۔' اس نے پیم غنودہ پڑے زخمیوں پر ایک اطمینان بھری نظر دوڑائی بھرنظریں اس کے چہرے پرمرکوز کر دیں۔
زخمیوں پر ایک اطمینان بھری نظر دوڑائی بھرنظریں اس کے چہرے پرمرکوز کر دیں۔
''تو بھر مجھے زحمت دینے کی کیا ضرورت تھی؟'' دہ شکر سے کے بجائے اتنے دل شکن جملے پر راکھ ہوگئی۔

ن سے پرور سے ہوں۔ '' پیانہیں کیا سوچ کر تمہیں بے زحمت دے ڈالی۔'' اس نے ایک مہری سانس

سمینچتے ہوئے پرملال ی نظریں اس پر ڈالیں۔ اس بار وہ غیر محسوس طور پر چونک گئی۔اس کے لیجے میں پچھ تھا یا آنکھوں میں

جوسلسل اسے چونکار ہاتھا۔ اس کی سوچوں کے سمندر میں ایک تلاظم پیدا کررہاتھا۔
''ایک سرکاری ہا پہل میں تو اچھا خاصا معاوضہ مل جاتا ہوگا سرجن! مگر افسوس یہاں تمہیں زیادہ محنت بلامعاوضہ کرتا پڑی۔' وہ تھہرے تھہرے کہتے میں بولا اور

ایک افسردہ می سانس بھرتے ہوئے زخمیوں کی طرف اشارہ کیا۔ ''یہاں تشمیر کے نہتے مسلمانوں کا معاملہ ہے۔ یہاں تو بلامعاوضہ علاج کرنا

ہوگا۔ جذبہ ہمدردی اور جذبہ ہم خربی خون میں اگر بیجان پیدا کررہا ہوتو بلامعاوضہ یہ بھی نہیں ہے۔ دیکھا جائے تو اس کا معاوضہ تو جمع ہورہا ہے اوپر کے بینک میں۔ خیر۔ '
وہ یک دم جذباتی کمحوں کی گرفت سے خود کو نکال کر سرکو خفیف سی جنبش دے کررہ گیا۔ '
'' یہ باتیں آپ سرکاری لوگ کہاں سمجھ سکتے ہیں۔ بیاتو ہم دیوانوں کی باتیں ہیں۔ '
'' ہے۔ آپکو بہ حفاظت چھوڑ آئیں مے ہمارے آدمی۔' وہ پلیٹ کر آگے بڑھ گیا۔ وہ بھی

"ارے ہاں۔ ڈاکٹر کو بتا کا بھی فون آیا تھا۔تم سورہی تھیں میں نے جگایا ہیں۔اسے بڑی جیرت ہورہی تھی جب میں نے کہا کہتم سورہی ہو۔"

بخت بی بی بات من کراس کے مسکراتے لب بے ساختہ سکڑے۔
کو بتا اور سنیل یقینا اس کے اس طرح غائب ہو جانے پر تشویش میں جتلا ہو گئے ہوں کے کہ وہ تو اپنے گیسٹ کو ریسیو کرنے گئی تھی اور خود ہی اڑن چھو ہوگئی۔اس کے تصور پر دوسنہری آئی میں اور وہ سر دسر دلہد چھا گیا۔

" بی بی ۔ عازی شاہ کب آئے گا؟" اسے بے اختیار عازی شاہ یادآ گیا اور وہ وُدبھی اپنی اس کیفیت پر جیران رہ گئی کہ اسے عازی شاہ کا خیال کیوں آگیا۔
" اسے خبر تو دے دی تھی میں نے تہارے انٹیا بینچنے کی۔ آجائے گاکسی نے تہارے انٹیا بینچنے کی۔ آجائے گاکسی نے" بی بی کے بجائے مولوی خطر محمد کرنے میں واقل ہوتے ہوئے ہوئے ہوئے والے۔
" اسے خبر بھی ہے میرے انٹیا آنے کی پھر بھی نہیں آرہا گئے۔" اس کا دل کے لخت براہو گیا۔ بجیب می چوٹ دل پر پڑتی محسوں ہوئی۔
کے لخت براہو گیا۔ بجیب می چوٹ دل پر پڑتی محسوں ہوئی۔
" دہ آگر آپ کا اپنا خون ہوتا تو ایسا بے پر دا اور بے مردت ہرگز نہ ہوتا۔" دہ

ٹرسے نیچے اتری اورسلیپر پہن کر ہاتھ روم کی جانب بردھ گئی۔ ''مو۔منہ۔'' مولوی خفر محمد نے اسے سخت فہمائٹی نظروں سے دیکھا۔ بخت بی بی نے سر جھکا لیا اور کا نیتی الکلیوں سے بستر کی سلوٹیس ٹھیک کرنے ٹمیس۔

''دہ میراخون نہیں ہے تو کیا ہوا۔ تربیت تو اس کی میں نے ہی کی ہے۔ بخت اللہ وہ میں اللہ وہ میں اللہ وہ ہے۔ بخت اللہ وہ میں بل کر بڑا ہوا ہے۔خون سے کیا ہوتا ہے۔ سارا رنگ تو تربیت اور محبت کا ہوتا ہے۔ آج کے بعد میں تمہارے منہ سے الی کوئی بات نہ سنوں یا در کھنا۔'' مولوی خصر محمد کی ناراضی سے کہ کر کمرے سے ملے میے۔

وہ ہاتھ میں تولیا پکڑے بحرموں کی طرح کھڑی رہ گئی۔ بےسو ہے سمجھے بول یے والے جملے پراتنا شدیدرومل ہوگا اس کے گمان میں بھی نہ تھا۔

" کیا ہوا جو میں نے اسے جنم نہیں دیا۔ جنم وسینے والی بھی تو ایک عورت تھی ۔ جب اس کی دادی نے اسے میری کود میں وے کرآ تکھیں بند کی تھیں تب وہ آٹھ

قدم چیچے ہٹ گیا اور چہرے پر پڑی نقاب اتار دی۔ گاڑی ست روی ہے آئے بڑھ گئی مکر مومنہ کی نگاہیں تو جیسے پیچیے ہی رہ گئی تھ

اس مخص کو پہلے بھی کہیں دیکھا ہے مکر کہاں؟

شایدلندن میں جب وہ سٹوڈنٹ تھی یا ہاسپول میں جب ہاؤی جاب کررہی تھی یا مگر کہاں؟ اس کے ذہن پر عجیب سابوجھ آن گرا۔اس نے تھک کرسیٹ کی پشت پر فیک لکر بدن کو ڈھیلا چھوڑ دیا۔ تھکن ہر مسام سے پھوٹی محسوس ہورہی تھی۔ سفید گاڑی اسے ہاسپول سے دورا تارکرنگاہوں سے اوجھل ہوگی مگر وہ کنٹی دیراس جگہ کھڑی اس عجیب وغریب واقعے پرغور کرتی رہی پھر سر جھٹک کر ہاسپول کے بجائے کھر چلی اس عجیب وغریب واقعے پرغور کرتی رہی پھر سر جھٹک کر ہاسپول کے بجائے کھر چلی میں ہوگی۔

مسلسل کئی گھنٹوں کی وہنی اور جسمانی خطکن نے اسے اتنا عثر حال کر ڈالا تھا کہ بستر پر پڑتے ہی نیند کی وادی میں اتر مئی۔ جب آئھ کھلی تو بخت بی بی اس کے کمرے میں تھیں۔

''بہت تھک گئی ہو کیا؟''انہوں نے جھک کراس کی پیشانی پر بوسہ دیا اور اس کے سر ہانے بیٹھ کراس کا سرسہلانے لگیس۔

''میرا تو خیال تھائم طارق ہاؤس جاؤگی۔زہرہ کا فون تھا، پوچھا تمہارا۔ میں نے کہا بہتو آتے ہی سوگئی ہے۔''

''ہاں۔ جاتا تو وہیں تھا تھر۔ بس۔' اس نے پھر آتھ میں موند لیں۔ ''مولوی جی کہدر ہے تھے کہ لگتا ہے ہماری بیٹی تو پہلے دن ہی کوئی میجر آپریشن کر کے آئی ہے۔''

وہ بےاختیار ہنس پڑی اور اٹھ کر بی بی کے مگلے میں بانہیں ڈال ویں۔ '' بیخوش نہی تو انہیں ہوگی تا۔ آخر بٹی ہوں ان کی۔'' متاسفانہ کہے میں بولی۔ امی کا ہاتھ اپنی ساڑھی کے پلو پرلمحہ بھر رکا، وہ اس کی طرف ، پلٹیں۔

''تم نے کنج کرلیا ہے؟''

"جی ۔" اس نے امی کا چہرہ دیکھا پھرصونے پرسرتھام کر بیٹے گئی۔ اس کی آئکھوں کے سامنے وہ سارے زخمی مجاہد پھرنے گئے جن کے زخموں کا اند مال کر کے وہ آئکھوں کے سامنے وہ سارے زخمی مجاہد پھرنے گئے جن کے زخموں کا اند مال کر کے وہ آئی تھی۔ جن کونعرہ کئیسر پڑھنے اور جدوجہد آزادی کے بالکل جائز مطالبے پرٹارچرسیل کا نوالہ بنایا جارہا تھا۔ جنہیں غلام بنانے کے لئے بھیا تک مظالم ڈھائے جارہے تھے۔

ایک ایک مجاہد کا زخم وہ اپ دل پر لے کر وہاں سے آئی تھی۔ ان کے جذبہ جہاد نے اسے اندر سے جنجوڑ دیا تھا۔ اس کی روح نے ایک نئی کروٹ لی تھی۔ کیسے کیسے زخمی سے گرکسی کے لب پر آہ یاسسکی نہیں تھی۔ بلکہ یوں مسکرامسکرا کراس سے باتیں کر رہے جوں۔ ہاں۔ وہ سارے رہے تھے جیسے جنت کے باغوں میں بیٹھے خوش گیمیاں کر رہے ہوں۔ ہاں۔ وہ سارے جنت کے بی تو مہمان تھے۔ زمین پراتر سے تھے اسلام کی سربلندی کے لئے۔ اس نے میں بندکر کے سرصوفے کی پشت پر اگالیا۔

"مومو!" أي نے اس كے كند هے كو ملكے سے تھيكا۔ "كياسو چنے لكيس بيثى؟"

"سوچ نہیں رہی ہوں 'بلکہ و بکھ رہی ہوں۔ وہ سب کچھ جو یہ آتکھیں نہیں دیکھنا جا ہتیں۔ اس کچھ جو یہ آتکھیں نہیں دیکھنا جا ہتیں۔ اب سوچنے کا وقت کہاں ہے امی! اب تو میدان عمل میں اترنے کا وقت ہے۔ اب تو میلمانوں کے یک جا ہو جانے کا وقت ہے۔ "اس کی آ واز بھرا گئی۔

''میرا خیال ہے تم تھک گئی ہو۔ آرام بھی نہیں کیا ہوگا تا۔''ای اسے پیار سے بارنے لگیں۔

''امی!''اس نے شاکی نظروں سے انہیں دیکھا اور کرب آمیز احساس کے ساتھ اب جھینچ لئے۔

روس ہی تو کرتی رہی اب تک اور اسی بات پر وکھی ہوں۔ کیا آج کشمیری اب کا اور اسی بات پر وکھی ہوں۔ کیا آج کشمیری مسلمانوں کو آرام نصیب ہے؟ کیا راتوں کی نیندیں انہیں میسر ہیں؟ امی بید دھرتی تو کھولتا ہوا لہو بن گئی ہے اور کس دھڑ لے ہے بھارتی حکومت باہر بیہ پروپیگنڈہ کرتی

سال کا تھا تب سے لے کراب تک میں نے اسے ایک بار بھی اپنی سکی اولاد کے سوال کھھ نہیں سمجھا۔ نہ مولوی صاحب نے۔''

'' آپ بھی خفا ہو گئیں بی بی!'' وہ دل گرفتہ ہو کران سے لیٹ گئی۔خفت اور ندامت کے احساس سے اس کی آتھ جیس کیلی ہو گئیں۔

" نہ بیٹی! خفا تو مولوی جی بھی نہیں ہوئے تم سے ۔ ہاں بس تھوڑ ہے وکھی ہو

منے۔ " بی بی نے اس کا سرتھیکا۔

' ' میں انہیں منا کیتی ہوں۔ میرا مطلب سے ہرگز نہیں تھا بی بی! میں تو عازی شاہ کی ہے۔ کی جو کی ساہ کی بید ان کی است کر رہی تھی۔ استے برسوں بعد آئی ہوں مگر وہ جھے ہے ہوائی اور بے مروتی کی بات کر رہی تھی۔ استے برسوں بعد آئی ہوں مگر وہ جھے ہے ملئے بھی نہیں آیا۔ ایک نون تک نہیں کیا۔ بجین کی وہ معصوم صور تیں بھی کم ہوتی جا رہی ہیں۔' وہ پلکوں کی لبی جھالروں کو جھیک کرنمی کی دھند کو جھنگنے گئی۔

''چلوچھوڑ دے تم دل برا مت کرو۔ وہ آئے گا تو مولوی جی اس کی خوب خبر لیس سے یتم منہ ہاتھ دھولو۔ بیس کھاٹا لگاتی ہوں۔' بی بی محبت بھرے لہجے میں بولیں اور اس کا سرتھیک کر کمرے سے نکل گئیں۔

♦..... **♦**..... **♦**

وہ'' طارق ہاؤس'' آئی تو پاپا ہے مہمانوں میں مصروف تھے۔ وہ انہیں سلام کر کے می کے بیڈروم میں چلی آئی۔ وہ قد آ دم آ کینے کے سامنے کھڑی اپنی ساڑھی کی فال درست کر رہی تھیں۔ وہ کسی دعوت میں جانے کی تیاری کر رہی تھیں۔ نیلے رنگ کی سیاہ بارڈر والی ساڑی میں ان کا متناسب سرایا بہت نیجی رہا تھا۔

" " " " " " " " " انہوں نے آئیے اور مولوی صاحب کیسے ہیں؟ " انہوں نے آئیے میں اس کے انہوں نے آئیے میں اس کے انجرتے عکس کو دیکھ کرمسکرا ہٹ انچھالی۔

سن اوھر ایک دوجینل بدلے پھر دوبارہ آف کر کے ریموٹ اٹھا کرٹی وی آن کیا۔ ادھر اوھر ایک دوجینل بدلے پھر دوبارہ آف کر کے ریموٹ ایک طرف ڈال کر اضطراری انداز میں بیڈے ارسی ۔

''امی! کشمیر کے مسلمانوں پر تو بے حدظلم ہورہا ہے۔ یہاں کے حالات تو بہت خراب ہیں۔ آخر ریکب تک چلنا رہے گا؟'' وہ ان کے نزد یک دیوار سے لگ کر

وہ ہاسپول آئی تو کو بتانے اسے آڑے ہاتھوں لیا۔ " بی اچھی رہی۔ اینے گیسٹ کے ساتھ فرارہو کئیں اور ادھر ہم جناب کی واپسی کی گھڑیاں گنتے رہے۔''

"سوري کوی! مجبوري بي پھواليي ہو گئي آھي۔" اس نے چېره اپنے بيك پر جھكا

لیا اور زپ کھولنے گئی۔ ''ادہو۔ مجبوری کیسی مجبوری؟ کوئی مدما تا راج پوت تو نہیں آسمیا تھا اڑن کھٹو لے میں ۔'' وہ اس برجھل ۔

" کوی۔ بہت مار کھائے گی۔ ابھی تیری صحبت کا اثر نہیں ہوا مجھ بر۔ ایسے راج ہوت مجھے بی مبارک ۔ ''اس نے برس اسے جڑ دیا۔

''ارے۔ایے تو من کے سنگھاس پراب کوئی راج بوت سے ہی نہیں سکتا۔ بالكل خالى من ہے سونا سونا۔'' وہ تچھيكى سى ہنسي ہنس پردى۔

"خریت؟ برکاش سے جھڑا ہو کیا ہے کیا؟" مومنہ نے فداق سے اسے

" جھڑا؟"اس نے ہلکی سانس تھینی۔

" بيتو بهت معمولي سالفظ ہے۔ يهال تك بات هوتي تو خير ـ " وہ جيسے لسي جذباتی کھے کی گرفت سے خود کو نکالتے ہوئے ہنس دی پھررسٹ واج پر نگاہیں ڈال کر

"اب میں چلوں۔ پہلے ہی در ہو تھی ہے ادھر باتیں مجھارتے مجھارتے۔ ڈیوٹی روم میں میرے مریض بیٹھے جھے کوس رہے ہوں سے اور جنگن جی کے سامنے کوئی بھی بنتی (معذرت) نہیں چلتی۔اوے۔' وہ ہاتھ ہلاتی نکل بھا گی۔مومنہ بھی اپنا سامان سنجال كركرى سے اٹھ كئى۔

پھرتی ہے یہ شرمناک جھوٹ بولتی پھرتی ہے کہ مقبوضہ تشمیر کے عوام نے الیکن کے وریع ابنی قسمت کا فیصلہ بھارت کے حق میں کر دیا ہے کیکن یہاں کے حالات کیا ٹابت کررہے ہیں۔ کیا میا کھنڈ بھارت کا دھو کہ ہیں ہے۔' وہ رہج اور غصے سے صوفے

"توحمهیں مولوی جی نے اپنے رتک میں رنگنا شروع کر دیا؟" یا یا کمرے میں داخل ہوتے ہوئے برہمی سے کویا ہوئے۔

ودحمہيں آئے ہفتہ بھر ہوا ہے اور تم نے خود كوان سياسى معاملول ميں الجمانا

" پایا! بیصرف سیاسی معالمه نہیں ہے۔" اس نے بلث کر یا یا کوشاکی نظروں

" مجھے بابانے کچھ نہیں بتایا۔ میں بھی آئکھیں رکھتی ہوں۔ یہاں میڈیا پرسنسر ہے تو کیا ہوا۔ بھارتی درندوں کے مظالم تو تھلی سر کوں پر دکھائی دیتے ہیں۔''

"اجھابس" می نے تھرا کراس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر ہلکا دباؤ ڈالا اور پهرطارق احمه کا چېره دیکھا۔

" فھیک ہے تم بھی جانتی ہو۔ میں بھی جانتا ہوں بلکہ ہر تشمیری باخبر ہے مر آئندہ تم اس موضوع پر بات نہیں کروگی۔' وہ دبنک کہج میں بولے۔ پھرمی کی طرف

" چلوز ہرہ۔ بہت در ہورہی ہے۔" وہ کمرے سے نکل محے۔مومندان کی اس بے حسی ، سنگ دلی پر گنگ سی رہ منی۔

"وو مهمیں بہت جا ہتے ہیں جان! نہیں جا ہتے کہ مہیں کوئی گزند ہنے۔" می ابنا برس اٹھا کراس کے رخسار کوسہلاتے ہوئے بولیں۔

''ایبا کرو۔کو یتا کے پاس چلی جاؤیا پھرنورین کی طرف ہوآؤ۔ بہت دنوں سے وہ مہیں یاد کررہی ہے۔ دل بہل جائے گا۔''

یا پا کی گاڑی کا ہارن بجنے لگا تو می اس کی پیٹانی چوم کرسرعت سے کمرے سے جلی گئیں۔ سے چلی گئیں۔

" بھگوان نہ کرے جو کوئی حادثہ آپ کا نصیب ہو۔" ڈاکٹر سٹیل نے جیسے زب کرکہا۔ اس کا بیا اعداز مومنہ کولخلہ جر شپٹا گیا تا ہم وہ سٹجل کر بوئی۔
" ڈاکٹر سٹیل! کوئی کسی کوزندگی نہیں دے سکتا اور کوئی اس کے لکھے سے پہلے سے موت سے ہمکنار نہیں کر سکتا اور پھر میں تنہا ہر گر نہیں ہوں۔ میرے ہمراہ میرے لئد کی عظیم ذات ہے جس کی موجودگی کا احساس کسی مسلمان کو بھی تنہا نہیں ہونے بتا۔ اے کسی بھی خوف میں جتا نہیں کر سکتا۔ آئی ایم تھینک فل ٹو یو۔ آپ نے میرے لئے اتن فکر مندی ظاہر کی۔ اللہ حافظ۔" وہ پلٹ گئی۔

ڈاکٹرسنیل اپنی جگہ کھڑا اسے دیکھا رہا۔ جب اس کی گاڑی پارکنگ ایریا سے کل گئی تو وہ ست قدموں سے پلٹا اور شکا۔ کول ستون سے فیک لگائے کو بتا کھڑی تھی۔ پیٹا ور تھ کا اور شکا۔ کول ستون سے فیک لگائے کو بتا کھڑی تھی۔ پیٹا ور آل کی دونوں جیبوں میں ہاتھ پھٹسائے ایک گمبیمر سنجیدگی سے غیر مرکی نقطے کو تک رہی تھی۔

''تم نے دیکھائیل! کتنا و شواس تھا' کتنی طمانیت تھی اس کے چہرے پڑ جیسے کوئی بڑی شخصی اس کے ہمراہ ہو۔ ڈاکٹر سنیل! بیصرف مومنہ کے چہرے پر ہی نہیں میں نے ہر کشمیری مسلمان کے چہرے پر ایبا ہی وشواس ای شکتی کو دیکھا ہے۔' اس نے ایک مہری سانس بحر کر آ تکھیں بند کرلیں بحر مجروح انداز میں مسکرانے گی۔

''پرکاش میری الیم با توں سے نالاں رہتا ہے۔ مجھے مورکھ خیال کرتا ہے۔ کیا میں مورکھ (احمق) ہوں سنیل؟''اس نے آنکھیں کھول ویں مگر راہداری سنسان تھی۔ اکٹرسنیل وہاں کے جاچکا تھا۔

"شایدتم بھی مجھے مور کھ خیال کرد ہے تھے۔" اس کے لیوں کے گوشے میں بھلے مسکرا ہٹ کہری ہوگئی محرد وسرے بل یوں سکر گئی جیسے کھلنے دالے پودے کوکوئی جڑ سے اکھاڑ جھینے۔

اس کے دھیان کی روماتا بی کی طرف دوڑ گئی۔انہوں نے جاتے سے اسے ماصی تاکید کی تھی کہ دور گئی۔انہوں نے جاتے سے اسے ماصی تاکید کی تھی کہ دوہ جوں ہی فارغ ہوسیدھی کھر چکی آئے۔کہیں بازار یا اھرادھرنہ فل جائے کیونکہ خالی خالی کھر انہیں کا شنے کو دوڑتا تھا۔

وہ کیا بتاتی ماتا جی کو کہاے تو وہ گھر اس دفت بھی ایسے ہی کا شنے کو دوڑتا

ڈیوٹی سے فارغ ہونے کے بعد وہ پارکنگ ایریا میں اپنے شولڈر بیک پرجھکی گاڑی کی جابی ڈھونڈ رہی تھی جب سرجن منیل اس کے قریب چلے آئے۔ ''مومنہ جی!''اس نے سراٹھا کراہے دیکھا۔ ''ہ ساکیل میاری جو سے میامطل سے سالکا جو ایک سامند سام

''آپاکی جارہی ہیں۔میرا مطلب ہے بالکل تنہا۔'' وہ بے اختیارا ڈنے والی مسکراہٹ کونیہ چھیاسکی۔

''میں بھی نہیں سنیل صاحب! میں توروز ہی اکیلے جاتی ہوں۔''اس نے جابی نکال کر بیک شانے پر اٹکا لیا۔

''اس اطلاع کاشکریہ محراب تو مجھے ہرتئم کے حالات سے واسطہ پڑے گا اور مجھے تنہا ہی فیس کرنا پڑے گا۔ یہ آنا جانا تو میرے روز کامعمول ہے اور یوں بھی میرے پاس میری اپنی کنونیس ہے۔''

'' ہاں۔ مگر پھر بھی۔ اگر آپ کو مجھ پر شواس ہوتو میرے ساتھ آجائے۔ میں آپ کو ڈراپ کر دیتا ہوں۔ ادر۔''

''تھینک ہوڈاکٹر سنیل!'' وہ اس کی بات پوری ہونے سے پہلی ہولی۔ ''کیا میرے نصیب کی کسی کولی کوآپ روک لیس سے؟ اگر کوئی حادثہ میری ' قسمت میں لکھا ہوگا تو آپ اسے ٹال سکیں سے؟'' ہے۔ ''مجھے خوشی ہے کہتم نے آج خود اپنی آنکھوں سے سب دیکھ لیا اور اپنے دل پرآ ملے کی طرح محسوس کیا۔''

''بابا!''مومنہ نے تڑپ کرانہیں دیکھا۔مولوی صاحب کے لیجے اور آنکھوں میں جانے کیا تھا۔ اس کے لیجے اور آنکھوں میں جانے کیا تھا۔ اس کے لیب کچھ کہنے کی خواہش میں کیکیا گئے۔ اسے لگاکس نے اس کے دل پرضرب لگائی ہو۔ جوروح تک میں کھاؤ ڈال کئی ہو۔

''تو کیا آپ مجھ سے بے حسی کی تو قع کررہے تھے۔'' وہ بے پناہ و کھ کے ساتھ فرش سے اٹھتے ہوئے مولوی خصر کود کھنے گئی۔ ''میری رکوں میں آپ کا خون نہیں ہے اس لئے آپ ایسا سمجھتے رہے کہ

۔ دونہیں۔ نہیں مومند۔ '' مولوی خصر محمد نے یکا کیک نرمی ہے اس کے شانے پر پنا ہاز و پھیلالیا۔

. '' جمعے نہ تمہارے خون پر شک ہے نہ اپنی تربیت پر مگر۔'' وہ پچھ کہتے ہوئے پچکانے لگے۔

''گرید کہ۔ آپ سوچ رہے تھے کہ مغرب کی آزاد فضاؤں میں رہ کرآنے والی ایک سرجن کی آنکھیں بھلاکشمیریوں کے دکھ پر کیسے آنسو بہاسکتی ہیں۔اس کا دل مغرب کی آلودہ فضاؤں ہے اتناشتی ہوگیا ہوگا کہ ان مظالم پر سسک ہی نہیں سکے گا۔ ہے نا بابا؟ یہی سمجھ رہے تھے نا آپ؟'' وہ خود آزاری کیفیت میں ہنس پڑی۔

''مومنہ بئی!'' مولوی صاحب کا ہاتھ اس کے شانے پرلرزنے لگا۔ جے
کرب سے گزرتی مومنہ نے جھٹک دیا۔اس کا ول دکھ کی اتھاہ میں ڈوبتا جارہا تھا۔
'' آپ نے جھے گورنمنٹ ہا سپل جوائن کرنے سے نہیں روکا۔ مجھے ایک بار
بھی نہیں کہا کہ میری مسیحائی تشمیری مسلمانوں کے لئے ہونی چاہئے۔ایک باربھی۔ایک
باربھی مجھ سے سری گر کے حالات پر تبھرہ نہیں کیا۔اس لئے نا کہ آپ کے خیال میں
میں طارق احمد کی میٹی ہوں اور انہی کی طرح مادہ پرست ہوں گی۔''اس کی آ واز بھرا گئی۔
میں طارق احمد کی میٹی ہوں اور انہی کی طرح مادہ پرست ہوں گی۔''اس کی آ واز بھرا گئی۔
بخت بی بی تڑپ کر اس کی طرف برھیں گر وہ کرتی پر گر کر اس کی پشت سے چہرہ ٹکا کر

تھا جب بھرا پراتھا۔ جب انتیا کی شادی نہیں ہوئی تھی۔ جب رمیش اور بھا بی رادھا کینیڈا
نہیں گئے تھے۔ جب ما تا جی ہر دفت اپنے پیروں سے یہاں دہاں بھا گئی دوڑتی تھیں۔
جب پرکاش ہر روز آتا، خوب ہلسی غداق کرتا۔ اسے اپنی بائیک پر بٹھا کر
سزوں پر لئے لئے بھرتا رہتا مگراس کی آتما کواس دفت بھی آئند نہیں تھا۔ اس کے من کو
اس کی آتما کو کسی نادیدہ شے کی تلاش تھی۔

♦...... **♦**..... **♦**

مومنہ کھر پہنی تو بخت ہی بی بی نے سکون کا سانس کیتے ہوئے اے خود سے لگا

" الله تيراشكر ہے۔ ميرا ول تو سها جا رہا تھا۔ شہر كے حالات كچھ تھيك نہيں ہيں تا۔" ہيں تا۔"

" " بیخونه نبیل بی بی! بلکه بهت زیاده خراب بیل" اس نے شولڈر بیک اتار کر ایک طرف بچینکا اور فرش پر بیٹھ کر سینڈل اتار نے لگی۔

"برجگہ بھارتی فوجی درندے مظاہرین پر اندھا دھند فائرنگ کررہے ہیں۔
کوئی انہیں رو کنے والانہیں۔ آخر سے آخر کیا حق پہنچتا ہے انہیں حق کی آواز کو دبانے کا۔
سری مگر کے سارے اخبارات پر سنسر عائد کر کے سرکار سمجھ رہی ہے کہ وہ لوگوں کو بے خبر
رکھنے میں کا میاب ہوگئی ہے مگر ان کی درندگی تو تھلی سڑکوں پر دکھائی دے رہی ہے۔ کس
طرح یہ فوجی بھیڑئے نہتے مسلمانوں پر قہر بن کر ٹوٹ رہے ہیں۔ "غم و غصے کی لہریں
اس کے اندر سے اٹر رہی تھیں۔ اس نے سینڈیلیں صوفے کے بیچے کھسکا ویں اور دل
مرفقی سے نی بی کی طرف و کھتے ہوئے یولی۔

''قلم کی انہا ہے تی بی اظلم کی انہا۔''
دون کا معمول ہیں۔کشمیری مسلمان تو اس سلمان تو اس بھی بردے برے ہیں جنہیں دیکھ کرمضبوط سے مضبوط ول بھی لرز کے رہ جاتے ہیں۔'' مولوی خصر محمد اندر داخل ہوتے ہوئے بولے اور مومنہ کا چہرہ ویکھا جہاں ایسا نے چارگی آمیز کرب بھیلا ہوا تھا جوعمو ما حالات پرسوج بچار کے بعد پیدا ہوتا

رويزي

مولوی خفنرمحمہ کا چہرہ ندامت سے دھندلا ہونے کے بجائے اس طرح چیک اٹھا کو یا تھنے بادلوں سے یک لخت چیکٹا سورج نکل آئے۔

مومنہ کے دہاغ میں جھکڑ چل رہے تھے۔اسے لگا وہ خودا پی نظروں میں گر گئی ہو۔ وہ مولوی خفر محمد کو کیسے بتاتی کہ وہ ان حربت پہندوں، ان مجاہدوں کوایک لحظ بھی نہیں بھول بائی ہے جن کا علاج وہ کر کے آئی تھی۔ جن کے جذبہ جہاد نے اسے اندر سے جعنجھوڑ ڈالا تھا۔ ان کی عزت ان کی عظمت کو وہ اپنے دل میں سمیٹ کرلے آئی تھی جواسی دھرتی کی آزاوی کے لئے جواسلام کی سربلندی کے لئے اپنا آپ قربان کر دینے مرکم رہنتہ تھے۔

تفور میں دہ تسخراڑ اتی 'سنہری آگھیں بھی اب تک ذہن ودل پر چھائی ہوئی تخصیں۔ دہ طنز میں ڈو بے جملے اور جمک آمیز رویۂ کیا گخت اس کے اعصاب پر زبردست ضرب بڑی۔ ذہن میں کوندا سالیکا۔

وہ سنہری آنگھیں۔ ستوال کھڑی سرخ ناک۔ تیز سرخ ہونٹ سب مل کر ایک مانوس سی تصویر میں ڈھلتے ہے گئے۔

اس کے بھل بھل بہتے آنسو بلکوں پر تھبر مجتے۔اسے نگااس کے دماغ میں کسی ۔ نے وزنی بم رکھ ویا تھا۔ جواجا تک بھٹ محیا ہو۔

وہ کری ہے جھکے سے آٹھی۔ ''بابا غازی شاہ کہاں ہے؟'' اس کا سوال غیرمتوقع تھا یا اس کا بلاکا اعتماد مولوی خصر محمد لحظہ بھر کے لئے بلکیں جھیک نہ سکے۔اسے ویکھتے رہ محملے بھرنظریں جرامے۔ تب بخت بی بی بولیں۔

"وه سری تکرسے باہرہے۔"

''نہیں بی بی!' اس نے ہاتھ اٹھا کر بخت بی بی کو بولنے سے روک دیا۔ ''نہ وہ ملک سے ہاہر ہے نہ سری تگر سے۔ وہ پہیں ہے ای خطے ہیں۔' اس کا لہجدا تنا مضبوط اور منتحکم تھا کہ مولوی خصر مجمد بے اختیار مسکرا اٹھے۔ پھر آ مے بڑھ کر انہوں نے اسے بہت نری سے تھام لیا تگر وہ کسی کم سن ناراض بیچے کی طرح بونہی روشی روشی سی کھڑی دہی۔

" ہاں۔ وہ کل شام کوآیا تھا اور اس نے مجھے سب کھ بتا دیا۔ میں اس پر بہت برہم ہوا۔ بہت ڈانٹا ہے اسے کہ اس نے تمہمارے ساتھ الیں حرکت کیوں کی؟"

"وہ ۔ وہ غازی عازی شاہ ہی تھا نا۔" مارے تیر کے وہ زور سے چینی۔ دوسرے بلی طلای سے ہونؤں پہھلی جما دی مرچرے پر وہ رنگ اترے کہ چھپائے نہ چھپائے نہ چھپا۔ خوشی ۔ حیرت ۔ بیٹی ۔ انجھن نے اسے اپنی گرفت میں لے لیا۔ اسے اپنی گرفت میں لے لیا۔ اسے اپنی گرفت میں لے لیا۔ اسے اپنی آپ کوسنجالنا مشکل ہونے لگا۔

''ہاں۔ وہ غازی شاہ ہی تھا بالکل پاگل لڑکا ہے۔ تمہارے آنے کے دن گنتا رہتا تھا گر انقاق سے ایسا ہوتا رہا کہ تم چھٹیوں میں ہفتے دو ہفتے کے لئے آئیں اور وہ سری گر میں موجود نہ ہوتا۔ اس بار تمہارے آنے کا اسے علم تھا۔ تمہارے خطوط وہی تو پڑھ کر مجھے سنا تا تھا۔ تم نے مغرب کی بہت تعریفیں کی تھیں۔ وہاں کے ہاسپطر کے وہلی ، صفائی سقرائی اور دوسری کئی با تیں۔ شاید اس نے تمہاری ان باتوں سے بہی نتیجہ افذکیا کہ تم پر مغرب کا جادو چل گیا ہے۔ مادہ پرتی غالب آگئی ہے۔ اس کے بعد اس نیتہ باری کہ آتے ہی تم نے گور نمنٹ ہاسپطل کی جاب کر لی ہے تو اس کا دل ٹوٹ گیا۔ وہ تمہاری غیر موجود گی میں میرے پاس آیا تھا اور جھے روک دیا کہ شن تمہیں تمہارے اپ تمہاری غیر موجود گی میں میرے پاس آیا تھا اور جھے روک دیا کہ شن تمہیں تمہارے اپ تمہیں بہاں کے مطلمانوں سے کیا ہمردی ہوگی تم محض ایک سرجن کے دوپ میں آؤ گی اور اپنے باپ کی طرح بیسہ بنانے کی مشین بن جاؤگی۔ اس کی بیر کت بالکل غیر گرادی تھی۔ شاید اس کے ذہن میں کہیں یہ ہوگے۔ وہ آنو پو ٹیجھتے ہوئے کی دم وکھی ! نداز میں ہنس پڑی۔

''جھوڑی بابا! میں نداق میں بھی خود پر بے حتی ، غداری اور مادہ پرتی کالیبل جسپال کروانا پیند نہیں کروں گی۔ کتنی غلط سوچ ہے اس کی میرے بارے میں۔'' اس نے تاسف سے سسکی بھری پھر ملکی ہی سانس بھرتے ہوئے یولی۔

دولت، سینٹس اور بلندسوسائٹ کانہیں ہے۔ بے شک میں اپنایا۔ میرا خواب دولت، سینٹس اور بلندسوسائٹ کانہیں ہے۔ بے شک میں اپنی ایجوکیشن کے دوران میں دولت، سینٹس اور بلندسوسائٹ کانہیں ہے۔ بے شک میں اپنی ایجوکیشن کے دوران میں یہاں کے مسلمانوں کے حالات سے بے خبر رہی۔ یہ میری غفلت ہے۔ کوتاہی ہے۔

مومنہ طارق کی گاڑی ان مانوس راستوں پر گامزن تھی جہاں اے اغوا کر کے ۔ واجنبی لے کر گئے تھے۔ کچھ دشواری کے بعدا سے وہ پرانی عمارت دکھائی دی۔

اس نے گاڑی آیک کنارے پر روک دی۔ عمارت پھھ اس ڈھب کی تھی کہ سے اندر جانے کا کوئی راستہ دکھائی نہ دے رہا تھا۔ وہ پریشان کی اطراف کا جائزہ لینے لگی کہ یک دم عقب ہے کسی نے اس کی پہلی میں ریوالور کی نال چبودی۔ اس کا دل براساں ہوکر لحظہ بھر سینے کی دیواروں میں دب کر رہ گیا پھر اللہ کا نام لے کر اس نے براساں ہوکر کحظہ بھر سینے کی دیواروں میں دب کر رہ گیا پھر اللہ کا نام لے کر اس نے بہتیں بحق کر تے ہوئے رخ موڑا تو اطمینان کی لہراس کے اندر تک اتر گئی۔ وہ طلحہ احمد فا۔ وہ بھی اے و کیھے کر چونکا۔

''سرجن آپ بہاں؟ خود ہے۔' اس نے ریوالور سرعت سے اس کی پہلی سے مثا کرائی پیٹی میں اڑس لیا۔

وہ اس کی جیرت کا کوئی جواب سوچتی کہ اچا تک اس کی ساری توجہ اس برگد کے درخت پر جائفہری جس کے مضبوط نے کی تھوہ سے ایک فخص برآ مہ ہوا تھا۔ وہ بھی للحہ احمد کے ساتھ کسی اجنبی لڑکی کو دیکھی کر بو کھلا کر رہ گیا تھا اور بڑی تیزی ہے جیب سے بیالور نکال کرلوڈ کرنے لگا۔ اس کی تھبرا ہت اور بو کھلا ہت ہے معنی نہیں تھی۔

مومنہ اب اسے نہیں بلکہ اس سنے کود کھے رہی تھی جہاں سے وہ نکلا تھا۔ طلحہ احمد کے لئے بھی بیصورت حال خاصی تا محوارتی ۔ تا ہم اس نے اپنے اس رفیق کو پچھ نہیں کہا سے اشارے سے ربوالور واپس جیب میں رکھ دینے کو کہا۔

'' میں تمہارے لیڈر سے ملنا جا ہتی ہوں۔'' وہ بھی اپنی جیرتوں کوسمیٹ کر طلحہ نمر سے مخاطب ہوگی۔

> جواباً طلحه احمد بڑے عجیب ہے انداز میں مسکرایا۔ ''ان سے ملنے کیلئے آپ کو انتظار کی زحمت اٹھانا پڑے گی سرجن۔'' ''کیا مطلب؟''

''مظلب یہ خانون! کہ جب وہ تھم کریں تھے ہم آپ کو ہاسپال سے لے نیں سے۔''اس نے بڑی سنجیدگی سے اس کا مسخراڑا نا جاہا۔ ''سنٹ آپ۔''اس کا منہ لال ہو گیا۔''میں غازی شاہ سے ابھی اور اسی وقت دراصل وہاں میڈیا پرمسلمانوں کوخصوصاً مجاہدوں کو دہشت گرد کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ ان پر ڈھائے جانے والے مظالم کوخفی رکھا جاتا ہے۔ بہرحال میں اپنی کوتاہی مانتی ہوں مگر۔ مگر غازی شاہ نے میرے ساتھ جو پچھ کیا ہے اس کی سزا ضرور ملنی چاہئے۔ کیوں بی بی!' دہ بچوں کی طرح مجل گئے۔ بخت بی بی نے اسے لیٹالیا۔

"فرور سزا ملی و اس بدمعاش کو۔ اسے تو ضرور سزا ملی عابی دو اس بدمعاش کو۔ اسے تو ضرور سزا ملی عابی عابی میری مومو کو اتنا ذبنی ٹارج کیا اور پجھ سزا تو آپ کو بھی ہونی جا ہے جی این بی بی بلیٹ کر مولوی خصر محمد پر یک دم بکر تمکیں۔

'''اس بدمعاش کے ساتھ مل کرآپ نے میری بچی کو سمجھنے میں غلطی کی۔آپ کو کیا خبر کہ میری بچی کا دل کشمیر کی طرح خوبصورت ہے۔'' مولوی خصر محمد ہنس دیئے۔

♦..... **♦**..... **♦**

آج سری محرکی سراکوں پر ہوکا عالم تھا۔کل احتجاجی مظاہرے کے باوجود کرفیو نافذ نہیں کیا گیا تھا۔شاید دن بھر کی خاموثی اور کسی مظاہرے کے نہ ہونے کے سبب سے یا بھر بھارتی حکومت کو بدنای کا اندیشہ تھا۔ حالا نکہ اپنی نام نہاد نیک نامی کو تو وہ بچاس سال پہلے ہی ختم کر جکے تھے۔ کون نہیں جانتا کہ تشمیر کے عوام سے وعدہ کیا گیا تھا کہ "جب تشمیر میں حالات معمول پر آجائیں کے تو بین الاقوامی کمشن کی محرانی میں کشمیری عوام سے بدرائے کی جائے گی کہ وہ اپنا مستقبل بھارت سے وابستہ کرنا چا ہے ہیں یا پاکستان کے ساتھ شامل ہونے کو ترجے دیں ہے۔'

یہ دہ بنیادی حق ہے جس کا مطالبہ تشمیری عوام پچاس سال سے کرتے چلے آئے ہیں اور اس آواز کو دبانے کے لئے تشمیر میں ہندوستان کی ساڑھے سات لاکھ درندہ صفت فوج نہتے تشمیر ہوں کی بوٹیاں نوچ رہی ہے۔ ہزاروں خواتین کی عصمتیں پایال کر رہی ہے مگر پھر بھی حق کی آواز کو دبانہیں سکی۔

کل ہونے والے مظاہرے میں کتنے بے گناہ مسلمان شہید ہوئے تھے اس کا محصلہ سے سے کی کام مسلمان شہید ہوئے تھے اس کا محصلہ سے سی کوعلم نہیں تھا۔ ایک تو سری نگر کے تمام اخبارات پر سنسر عائد تھا اور دوسرے شہروں کے اخبار کی آمدور فت بھی ممنوع تھی جبکہ بی بی کوعمو نا ایسے مواقع پر جام کر دیا ۔ جاتا تھا۔

ملنا چاہتی ہوں۔ "اس کا لہج قطعی بے لچک تھا اور تھکم آمیز بھی مگر طلحہ احمد اور اس دوسرے الا کے واس کے لیجے سے زیادہ اس کے منہ سے "غازی شاہ" کا نام ورط جرت بیل رھکیل گیا۔ چونکہ اس نام سے سوائے قربی عزیز اور دوستوں رفیقوں کے کوئی واقف نہیں تھا۔ طلحہ احمد کا چہرہ بڑی تیزی سے تناذ کا شکار ہوا تھا۔ اس کی آنکھوں بیس تشویش کلبلانے گئی۔ وہ کچھ پرخیال انداز میں اسے دیکھنے لگا پھر دوقدم پیچھے ہے کر اس کی محلال نے گئے۔ وہ کچھ پرخیال انداز میں اسے دیکھنے لگا پھر دوقدم پیچھے ہے کر اس کی محلال کے گئے۔

"وظلی احمد! مجھ پر یہ ٹابت کرنے کی کوشش مت کرو کہ تشمیر کی آزادی کے خواہش مندصرف تم لوگ ہو۔ قربانیاں تم ہی دے سکتے ہو۔ بھارتی درندوں کی نفرت صرف تہاری رکوں میں آگ بن کر دوڑ رہی ہے۔ ہرگز نہیں بلکہ ہر تشمیری مسلمان اسی نفرت میں جبلس رہا ہے۔ میں مومنہ طارق احمد، تبہارے کما نڈر غازی شاہ سے یہی کہنے آئی تھی۔ اسے کہد دینا کہ اس جدوجہد میں میں بھی شائل ہوں۔ "وہ غصے سے لال بھوکا چرے کے ساتھ ہی پلٹی مگر و ہیں منجمد ہوگئی۔ اس کے اعصاب پر ایسا اثر ہوا جیسے شخت چرے کے ساتھ ہی پلٹی مگر و ہیں منجمد ہوگئی۔ اس کے اعصاب پر ایسا اثر ہوا جیسے شخت آئر ہے ہوئے کاروں کو درمیان سے کوئی کاٹ دے اور دہ ڈھیلے پڑ جا کیں۔

'' خوش آمدید مومند!' اس کی ہیروں کی طرح دکمتی سنہری آنکھیں مومند کی چٹم خوش سے نگرا کر اس کے چہرے کو انو کھے احساس سے سرخ کر کئیں۔ نیلے رنگ کے شلوار سوٹ میں وہ دونوں ہاتھ سینے سے باندھے دوستانہ مسکراہٹ کے ساتھ کھڑا تھا اور مومند کی رگ رگ کو بیمسکراہٹ بیآ تکھیں چھوگئیں۔

اسے دفعنا محسوں ہوا جیسے اس کے سینے میں موجود دل زبردست انقلاب سے دوجار ہونے لگا ہو۔ اس کی ساری ہستی تندموجوں میں آئی کشتی کی طرح ڈول کر روسی

ہو۔ بچپن کی تصویر جو معدوم ہوتی چلی جاتی رہی تھی' کی دم توانا ہو کرجس خوب صورت رنگ میں ڈھل کرسا منے آئی تھی اسے نہ صرف دل کوسنجالنا مشکل ہوگیا بلکہ فرط مسرت سے قوت کو یائی بھی چھن گئی تھی۔ وہ جانے محویت کے عالم میں اسے کب تک دیمی رہتی کہ غازی شاہ کی آ واڑا سے عالم مدہوثی سے عام خود شناسی میں لے آئی۔ دیمرجن مومنہ میں اور میرے رفیق تہہیں خوش آ مدید کہتے ہیں۔''

''اوہ۔'' وہ ہلکی می سانس بھر کر پلکیس جھکا گئی اور پچھ مجوب می ہوگئی۔ غازی شاہ کے علاوہ دوسرے لڑکوں کی موجود گی کا احساس کر کے اس کے گال نے لگے۔

طلحه احمد کو لگا جیسے شیرنی بل بھر میں اپنا طنطنه بھول گئی ہو۔ ابھی پچھ دیر پہلے وہ جس طراری اور غصے کا مظاہرہ کر پچکی تھی غازی شاہ کے سامنے سارا غصہ جھاگ کی طرح ببیعتنا دکھائی دیا۔

" طلحہ تم پہلے اس گاڑی کوٹھکانے لگاؤ۔ بلیز مومنہ " اس نے اپی چوڑی سرخ ہفیلی اس کے سامنے پھیلائی تو اس نے بغیر حیل وجت چابی اس پرر کھ دی۔
وہ اب تک جیسے ایک سحر میں تھی۔خوشگواری اس کے اندر بھلجڑ یوں کی طرح پھوٹ رہی تھی۔ ایک خوب صورت دمکنا رنگ وہ غازی شاہ کی آ تکھوں میں بھی دیکھ چکی تھی جو اے یہاں دیکھ کر ابھرا تھا جس میں ستائش تھی تجوایت کی سندتھی اور ایسی ہی خوشگواری تھی جو وہ اپنے تن من سے ابھرتی محسوس کر رہی تھی۔

دو جمہیں بہاں اس طرح نہیں آنا جائے تھا۔ یہ بہت غیر محفوظ علاقہ ہے اور پھر ہی ہیں بہاں اس طرح نہیں آنا جائے تھا۔ یہ بہت غیر محفوظ علاقہ ہے اور پھر ہیچھا کرتے ہوئے کوئی بھی یہاں تک آسکتا تھا۔ آؤ میر ہے ساتھ۔ 'وہ اپنائیت کے اس احساس کے ساتھ اس کا ہاتھ تھا م کر جلنے لگا۔

مومنہ ایک عجیب اُحساس کے خصار میں گرفتاراس کے ساتھ چلے گئی۔ یہ وہی راستہ تھا جہاں اسے ریوالور کی زو میں لایا گیا تھا گر آج وہ جیسے ستاروں پر چل رہی تھی کو کہاس روز بھی اس کی دھڑکن غیر معمولی تھی اور آج بھی گر اس دھڑکن کے شور میں آج کوئی خوف کوئی دہشت نہیں تھی۔ یہ بوسیدہ عمارت کا تہ خانہ تھا جو گئی کمروں پر مشمل تھا جس میں اسلحہ خانہ بھی تھا۔ زخمیوں کو امداد و بینے کا سامان بھی تھا اور رہائش کی ادنی سہولیات بھی تھیں۔

وہ اے ایک ہال نما کمرے میں لے آیا جو خالی تھا۔ ایک میز کے سامنے خالی کری پر مومنہ کو بٹھا کر وہ خود اس کے مقابل کی خالی کری پر سنجل کر بیٹھ گیا۔ دونو ں کے درمیان ایک چھوٹی مگر اونچی میزتھی جس کی کھر وی سطح پر مومنہ طارق نے اپنے لرزتے ہاتھ رکھ دیئے تھے۔ دہ اب تک ایک سرخوشی کے عالم میں تھی۔

''مومنہ! بابا ہے میری رات کو بات ہوئی تھی۔ انہوں نے مجھے بہت ڈانٹا۔ انہوں نے مجھے یہ بھی بتایا کہتم میرے رویے پر بے حدد کھی ہوئی ہو۔ مجھے سے خفا ہو۔ سے پوچھومومو! مجھے یقین نہیں آرہا کہ''

" کہ میں بھی اپنے دل میں شمیریوں کے لئے ایک زم گوشہ رکھتی ہوں اور بیہ کہ میں مادہ پرست نہیں ہوں۔' وہ اس کی بات کاٹ کراستہزائیا نداز میں ہنی۔ " دنہیں نہیں مومنہ۔' وہ گویا تڑب اٹھا۔

''فدارا جھے غلامت جھو۔ار پورٹ پر میں پہنچ نہیں سکا۔ یقین جانو باوجود چاہئے کے میں یہاں سے نگل نہیں سکا۔اس کے بعد تم سے ملنے کو بے قرار تھا مگر پہ چلا کہ تم طارق ہاؤس کی ہو چر تہاری سرکاری جاب کاس کرول بجھ سا گیا۔ یوں لگا امید کی جو چاور بن رہا تھا اس کا کوئی ٹا نکا نکل گیا ہواور چاور ادھر تی چلی گئی ہو۔اس کے بعد تم یہاں آئیں۔ تمہیں یوں بلوانا میری بالکل غیر انتقاری حرکت تھی۔ تمہیں است سالوں بعد اپنے روبرو و کھ کر میرے اندر کیے کیے طوفان اٹھے تھے گر جھے اس وقت شدید تکلیف ہوئی جب تم جھے و کھتے ہی پہچان نہ پائیں۔ میں نے نقاب ہٹا کر بھی صرف تہمارے چرے پر اجھن ہی دکھی۔ پہچان نہ پائیس میں کر مہا تھا نامید نہیں اور میں کروٹ تھی میرے ول کے میں امید کی لوجگارہی تھی۔ میں خود کو ناکام محسوں کر رہا تھا نامید نہیں اور جب بابا نے کل جھے بتایا کہ تم نے نہ صرف جھے پہچان لیا ہے بلکہ شمیر کے لئے تہمارا ول اتنا ہی گداز ہے جتنا ہونا چاہا کی وقت او نچ قبقے نگا کرا پی ہے بلکہ شمیر کے لئے تہمارا ور اس مت بوچھومومو! میں مارے خوتی کے دیوانہ ہو جاتا۔ میرا دل چاہا ای وقت او نچ او نچ تہتے نگا کرا پی بے بایاں مسرت کا اظہار کروں۔''

اس نے فرطِ جذب ہے اپنے دونوں گرم ہاتھوں میں اس کے تن بستہ نازک ہاتھ جکڑ لئے۔ اس کے رویے کی بے ساختگی اور جذبوں کی شدت نے گخلہ بھر کے لئے مومنہ کو جیران کر دیا۔ دوسرے بل وہ ایک دل فریب احساس میں ڈوب گئی۔ کتنے بل دونوں کے درمیان سنسنی خیز خاموشی طاری رہی پھر دہ سنجل کر بولی۔ ''غازی! میں بھی ہر شمیری مسلمان کی طرح اپنی حیات کا ہر لمحداس کی آزادی کے بولی۔ ''غازی! میں بھی ہر شمیری مسلمان کی طرح اپنی حیات کا ہر لمحداس کی آزادی کے

کے مرف کر دیتا جائی ہوں۔ جمعے بھی موقع دو کہ میں اپنے پروفیشن سے اس کھوئی دھرتی کی آگ بھا سکھوں اور آزادی کی اس جنگ میں اپنا خون بہا سکوں۔''
دھرتی کی آگ بھا سکھوں اور آزادی کی اس جنگ میں اپنا خون بہا سکوں۔''
د خدا تمہیں سلامت رکھے موسز! میری عمر بھی تمہیں لگ جائے۔ میں زعرہ رہوں یا نہ رہوں تم اپنی آنکھوں سے اس دھرتی کی ما تک میں آزادی کی افشاں چکتی دکھے سکو۔ سمیر بنے گایا کتان! یہ نیرہ میری قبر پر اسان

"" بنیل عازی شاہ۔" اس نے بڑے مسلمیانہ انداز میں اپنا ہاتھ اس کے ہوئے مسلمیانہ انداز میں اپنا ہاتھ اس کے ہوئوں پر رکھ دیا تھا۔" خدا کرے تم خود اپنی آتھوں سے آزادی کے اجالے دیکھ سکو۔" اس کی آواز میں لرزش تھی اپنائیت کی۔ مجت کی۔

"تہاری زعر کی جھے اپی زعر کی ہے جی زیادہ عزیز ہے۔" وہ یہ کہتے ہوئے سر جماعتی۔

عازی شاہ چھ لیے اے دیکھا دہ کیا۔ اس کی چٹم خوش میں ہمینے والی نی کو دیکھنے کا۔ اس کی چٹم خوش میں ہمینے والی نی کو دیکھنے گا۔ بڑے بہ ساخت بن کے ساتھ اس نے موسنہ کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں جکڑ لئے اور کری ہے اٹھا مگر دومرے بل کھے خفیف سا ہو کراپنے ہاتھ کھنے کراپنے سنے پہاندھ لئے اور ایک گھری سائس کھنچے ہوئے اپنی بشری کمزوری پر قابو یالیا۔

"موموا ميرا دل جاہتا ہے على اس وقت تم سے بہت ى با تمل كروں وہ سارى باتى جو تظره تغره مير ول على جمع ہوكر سمندر ہوگئ جيں دل جاہتا ہے يہ سارى باتى جو تظره تغره مير ول على جمع ہوكر سمندر ہوگئ جيں دل جاہوں كى سارے بندھ تو ڈوالوں گررے ماہ وسال كى باتى، حال كى اور آنے والے دنوں كى باتى كرتا جاؤں كر يہ بدى خود غرضى ہوگى شايد ہمارى دھرتى كھول ہوا سمندر نى ہوئى ہوئى شايد ہمارى دھرتى كھول ہواسمندر نى ہوئى شايد ہماور جانے كتنى معموم جانوں كا خون اس سمندر على الله جاتا ہے كتنى ماؤں كو بھون دالا جاتا ہے كتنى عورتوں كو بے آبد كيا جاتا ہے۔

" کھی ہوں کے مقدر میں سامیاں بحری جاری ہیں۔ان کے لیول سے ملی چین ان کے لیول سے ملی چین لی گئی ہے۔ خوشیول کے سارے دروازے ان پر بند کر دیئے گئے ہیں مگر ہم آج بھی کی ہے۔ خوشیول کے سارے دروازے ان پر بند کر دیئے گئے ہیں مگر ہم آج بھی کی کہتے ہیں اور کہتے رہیں سے کہ مشمیر کا الحاق بھارت کے ساتھ مکن جیس ہے۔ یہ

كازك باته ابنااعماد بارب تقر

اجا تک اس نے گمبرا کراہے ہاتھ کھنٹی لئے اس گرفت سے جواس کے دل پر بھی مضبوط ہوتی جاری تھی۔حیا ہے اس کی میکیس جھکتے گئیں۔

طلحہ احمد اعدر داخل ہوا تو عازی شاہ اس خوب صورت منظرے نظریں ہٹانے برمجبور ہو کمیا۔

"آؤ آؤ طلحہ۔اہے تم آیک ذبین سرجن کے ناتے تو جانے بی ہو مے تمر بیل نہیں جانے تی ہو مے تمر بیل نہیں جانے کہ میہ اسٹ کا دی شاہ کے سرخ لیوں کی تراش میں معم کی مسکراہٹ بیل کی طرح کوند گئی۔اس نے جملہ ادھورا جھوڑ کر بیٹی ملائم نظری مومنہ کے چیرے پر ڈالیس پھرطلحہ احمدے تا طب ہوا۔

"طلحد بجین کے تقش بہت گرے ہوتے ہیں۔ مٹائے تیل منح اور جب کوئی مٹانا بی نہ چاہد بیش منح اور جب کوئی مٹانا بی نہ چاہے تب ریقش روشی بن کر اجرتے ہیں اور وجود کو چاروں طرف سے گیر لیتے ہیں۔ اندر باہر ہمارا منور ہو جاتا ہے اور پھر ای روشی میں آپ اپتا باقی سنر طے کرنا چاہتے ہیں۔

'' طلح، انبیت ادر محبت تو بہت جھوٹے سے الفاظ ہیں۔ اگر میں کوں کہ جھے مومنہ سے محبت ہے۔ اگر میں کہوں کہ جھے مومنہ سے محبت ہے تو میرا خیال ہے کہ میں اپنے جذبات کی کمل ترجمانی نہیں کرسکا موں بلکہ''

"غازی شاہ "مومنہ کو اپنے گال تمتماتے ہوئے محسوس ہونے گئے۔اسے بالکل بھی اندازہ نہیں تھا کہ وہ طلحہ احمد کے سامنے کوئی الی بات کر دے گا۔ اس کا مطلب تفاوہ اس کا بہترین رفیق تفاعمر شرم وحیانے اسے بوکھلا کر رکھ دیا تھا۔

طلح اجمد کے لیوں کی تراش میں بدی خوش کن مسکرا ہے کھیل رہی تھی جیسے وہ بھی غازی شاہ کے ولی جذبات ہے آگاہ ہو چکا ہو۔" تو سے وہ عازی! جس کی آمد فی جناب کو بیال موجودگی جناب کو بیال موجودگی

جمارتی وحی در عرب برروز نیخ تشمیر یول کے مکانوں پر ٹوشے بین ان کی آداز کو دبانے

کے بجائے ان کے خون کو اور گرمارے بیں۔ بھال ہر کشمیری کو ایک بی سین آتا ہے کہ
اہمیت اس بات کی نیس ہے کہ کوئی گئی دیر زعمہ رہا۔ اہم بات یہ ہے کہ زعم کی اعداز

کیمار ہا۔ بھال موت سے کوئی فا کف نیس ہے اور جو تو بیل موت سے بھار کرنا سکھ لی بیں در حقیقت آزاوی کی فتمت سے بھرہ ور ہوتی ہیں۔ بھنے کا للف انہی لوگول کو آتا ہے

جو مرنا جانے میں جوموت سے خوفر دو نہیں بی۔ جن کی نظریں افروی زعم کی بھی رہتی میں۔

ن فی اللہ کی تہ عمل جا کا راز معمر ہے جے مرنا نہیں آتا" اسے جیتا نہیں آتا"

موند طارق اس کی آواز کے سحر اور بیان کی دلکشی شی جکڑی اس بہادر مجاہد،
دلیر کماغ رکود کھتی ری۔ اس کے الفاظ اثر انگیز تھے۔ اس کا جذب لاکن تخسین تھا۔ مومنہ
کوائی رکوں میں نیاری مرائیت کرتا محسوس ہونے لگا جس کے ذاکے سے وہ اب تک
محروم تھی۔

"موند! بياك اعمارات ب جهال سے واليى ايك مجر دوالى بات ہو كى اللہ مجر دوالى بات ہو كى ۔ يهال برسانس زعرى كى دولى ناد من سفر كرتى ہے۔ كب ناد دوب جائے يا سامل برآ كے۔" دوكرى كي كي كردوباروال كے سامنے بين كيا۔

" من من تو کہتے ہو جے مرنائیس آنا اے بینائیس آنا اور جینے کا ہنر وسلیقہ اور للف انہی لوگوں کو آنا ہے جو مرنا جانتے ہیں۔" وہ جوایا کھکے سے مسکرانی۔

"میں یزولی۔ خاموتی آور مغاہمت کی موت کو جذبہ قربانی ہے تکست دینا چاہتی ہوں۔ بجائے اس کے کہ زعر کی جھے گزار دے میں زعر کی کوگزارنا چاہتی ہوں۔
ایک تفاخر کے ساتھ جینا اور عزت کے ساتھ مرنا چاہتی ہوں۔" اس کی لرزتی آواز میں
یقین تھا۔ عزم ملکورے لے رہا تھا اور عازی شاہ کے ہاتھوں کے مضبوط حصار میں اس ٹرائسمیٹر کی سرخ لائٹ کے جواب میں عازی شاہ نے کوئی تین نمبر دہرائے۔ "میں۔" اس کی آ داز ادر چہرہ اپنے مخصوص رعب میں ڈ حلا ادر پھر لے جسے

كاچيره دكمانى دين لكا تمار

دوسری ست آواز بے مدم کی تھے مرف وی من پار ہاتھا۔

ودر کیا؟ جمہیں یعین ہے وہ کرل رمیش درما عی ہے۔ اجھا۔ اجھا۔ مول۔

ہوائی اوے پر دکھائی دیا تھا۔ گڈ۔ اجھا طیہ بتاؤ۔ " دوسری ست بلی آواز میں علم کی تمیل ہونے گئی۔

مومنہ نے دیکھا عازی شاہ کا چیرہ خطرناک مدیک سرخ ہوتا جارہا تھا جیے جسم کا سارا خون صرف چیرے برسمٹ آیا ہو۔ اس کی سنبری آنکھوں کے ہیرے کچھاور جیکتے اکھائی دے رہے تھے۔

مرخ لائث بحد تقی آواز بھی بند ہوگی محر قازی شاہ ای کیفیت میں رہا۔ اس نے دانوں میں لب اس شدت ہے دبار کھے تھے کہ مومنہ اور طلحہ احمد کو بیک وقت میں فیال آیا کہ ابھی خون ان مرخ ہونوں ہے چھک پڑے گا۔

"کما اور نری سے اس کے کدھے کوچھوا تو وہ مکدم ہوں چونکا کویا گہری فیند سے بیدار
اوا ہو۔ تاہم اس کے چیرے کے تازک حصول میں تھیر نے والی سرخی موجود رہی۔ اس
نے فالی فالی نظریں طلحہ احمد پر بھا ویں۔ وہ شاید خود کو اب تک سنسال نیس پایا تھا پھر
ما کے سرکری کی پشت پر نکا کر ہوں جھنکا جیسے کی تصور کو جھنگ رہا ہو۔ نگاہوں کے مانے بنتے کی منظر سے منہ موڑ رہا ہو۔

تہمیں بے پایاں مرت سے ہمکنار کر رہی ہے اور جس کے لئے تم رات رات بر تیقیم لگاتے رہے تھے بچوں کی طرح۔"

دورے ارے بدمعاش۔ برتمیزی بالکل بھی نہیں۔ ' عازی شاہ جمینپ کررہ ممیا اور کری ہے اٹھ کر طلحہ احمد کی گردان و ہوج کی پھر دونوں کمل کر بننے لگے۔

ادھرموں در جما کرشرم وحیا ہے خود کو کتا ہوا محسوں کرنے گی اور سوچنے گی کہ جذبہ جہاد سے سرشار یہ مجاہدین ان برتی کولیوں اور ظالموں کے اعد سے مظالم میں ایخ کی مسکراتے گیات کھید کر لیتے ہیں کہ ان پر آشوب حالات میں مجر ایک دوسرے سے یوں ل پائیں گے یا نہیں۔ شاید ان کی زعد کیوں میں خوشی کے ایسے چھ لیات می ہوتے ہیں۔

وہ محبت بحری نگاہوں سے عازی شاہ کو سکتے گی۔اس کا پورا وجود ایک انوکی خوتی سے سرشار ہور ہاتھا۔

ا جا تک عازی شاہ کی جیب میں پڑے ٹرائسمیر کا بٹن سرخ رنگ کی لائٹ وین کا اور بھی بھی کا انتظام کے ساتھ طلحہ احمد بھی وینے لگا اور بھی بھی کھرر کھرد کی آواز سنائی وینے لگی۔ غازی شاہ کے ساتھ طلحہ احمد بھی چوتک پڑا۔

کمانے کی۔

"کیا ہوا۔ بیگاڑی چلا رہے ہو یا جمولا جملا رہے ہو؟" اس نے اپی چموٹی جموٹی مروہ آسمیں سکیڑ کرڈرائیور کو کھورا۔

"سرکار۔گاڑی تو تھیک جل رہی ہے پر میرا خیال ہے اگروں میں کھے گڑید موکی ہے؟" ڈرائیور بابونے مجبرا کرکھا۔ای دم گاڑی کھمل رک گی۔وہ جلدی سے نیچے اترااور ٹائروں کو چیک کرنے لگا۔

"مبت برافتكون برية و نكلت سے تونے الروں كو چيك بيس كيا تھا كيا؟" كرتل رميش نے كھا جانے والى نظروں سے نائروں پر جھكے بالدكو كھورا پرخود بھی جمنجملاكر ينج اتر كيا۔

میرا کوئی دوش بیس ہرکار۔ بددیکھیں بھال کیلیں بھی ہیں اورا گلے بھیلے دونوں ٹائروں کا بیڑا غرق ہو گیا ہے۔ بددیکھیں کتی بڑی کی اورا گلے بھیلے دونوں ٹائروں کا بیڑا غرق ہو گیا ہے۔ بددیکھیں کتی بڑی کی کیل ہے۔ اور کی نظری مضبوط کیلی کیلوں پر بڑیں۔

کرل رئیس خود بھی جھک کرفرش پرایک مکٹنا تکا کرکیلوں کا معائنہ کرنے لگا پھرآ کے کیا تو اس طرح کی کئی اور کیلیں دکھائی دیں۔اییا لگ رہا تھا کویا جان ہوجہ کر بچھائی گئی ہوں۔اس کا ماتھا ٹھنگا۔

"بریقیناکی راکشس (شیطان) کی شرارت ہے۔ تم آئے جاکردیموؤرا،
برسلسلہ کہاں تک ہے۔ "وہ پرسوی اعداز میں کیلوں کود کھتے ہوئے بولا اور خود جھک کر
ٹائر کا معائد کرنے لگا بحرایک کیل اٹھا کر جیب میں ڈال لی۔ اے اچا تک خطرے کا
احساس ہونے لگا تھا۔ اس نے احتیاطاً جیب میں پڑے پیمل پر ہاتھ رکھ لیا اور باہد کے
آئے کا انتظار کرنے لگا جو آئے جاکر نظروں سے اوجمل ہو گیا تھا۔

سامنے درختوں کے لہلہاتے جمنڈ تنے اور میرب جنگل پھیلا ہوا تھا۔ وہ تنظر ہو میا کہ جنگ سے پیدل گزرنا خطرے سے خالی ہیں تھا۔

"یہ مورکہ کہاں مرکمیا؟" ڈرائے دیا انظار طویل ہونے نگا تو کرل رمیش کے جبڑے شعبے سے بھتے گئے۔ اس طرح اس کے محدے نقوش اور بدیویت دکھائی دیے اس طرح اس کے محدے نقوش اور بدیویت دکھائی دیے گئے۔ اس طرح اس نے آگے چلتا شروع کر دیا محر ابھی چند قدموں کا دیے گئے۔ بچھ سوچ کر اس نے آگے چلتا شروع کر دیا محر ابھی چند قدموں کا

" کول رمیش کی پوسٹنگ پھر مری محر میں ہوگئی ہے۔ ہاں۔ سلطان دھوکہ ہیں کھا سکا۔ گلا ہے اس کی موت اسے یہاں مین کا کہا ہے۔ اس نے میزکی سطح پر کہنیاں انکا کہ طلحہ کی طرف دیکھا پھر جو تک کرمومنہ کی طرف متوجہ ہوا۔

''مومنہ تم جاؤ۔ تمہیں طلحہ با حفاظت پہنچا دے گا۔'' اس نے ٹرانسمیٹر اٹھا کر جیب میں ڈالا۔

"مراابھی آنا مشکل ہوگا۔ بابا سے رابطہ رہتا ہے تم سے بھی انشاء اللہ رہ کا۔ عاد مومو!" اس نے اس کی اشخاء والی نگاہ کے سوال نظرا نداز کرتے ہوئے قطعی لیج میں کہا۔ اس کا لیجہ اتنا سیاف اور تھکم آمیز تھا کہ وہ جیران ہونے کے باوجود کچھ نہ کہہ سکی۔ بس جیب جیاب طحہ احمہ کے ہمراہ ہال نمااس کمرے سے باہر آگئی۔

محقیر کاخس آج بھی ہرآ کھ کو خیرہ کرتا ہے۔ طلوع ہونے والا سورج اس کی تمام تر رعائیوں کو بے نقاب کر دیتا ہے۔ اے پیولوں کی خوشیو، پیلوں کی فرادانی، بہتے جمرنوں کی سبک پائی، بیاڑوں کی بلندی اور سبزے کی لھلھا ہٹ سب ل کر ایک طلسی وادی کا روی ویتے ہیں۔

علی العباح کرئل رمیش کشواڑ کے لئے روانہ ہوا تھا جو ایک نوبی ہوائی اڈا ہے۔ وہ فوجی جوائی اڈا ہے۔ وہ فوجی جیائے اپنی ذاتی گاڑی میں تھا جے اس کا ڈرائیور بابوڈرائیو کر ہاتھا۔ گاڑی فرائے کے بجائے اپنا سفر طے کرری تھی۔

کرل رمیش درما راشربیسیوک سکھ کا ایک سرگرم رکن تھا۔ اس نے نہتے کھیریوں پرجس قدرمظالم ڈھائے تھے اس کا کوئی حساب نہیں تھا۔ جب اورجس کو جاہتا دواجی نفرت کا نشانہ بناڈال۔اے سرکار کی طرف سے کملی چھٹی کی ہوئی تھی۔

وہ مسلمانوں سے بھٹی نفرت کرتا ہوگا اس سے کہیں زیادہ حربت پہنداس سے نفرت کرتے ہے۔ عورتوں کی آبروریزی اس کا پہندیدہ مشغلہ بن کررہ کیا تھا۔ اس کا دکارعموم اور نوخیز کشمیری لڑکیاں ہوتی تھیں۔ وہ جس گھریس گھتا وہاں موت کا سناٹا بھیل جاتا۔ اس کا شیطانی کروہ وجود مسلمانوں کے لئے نفرت اور غلاظت انگیز تھا۔

اس دفت وہ اینے کسی ذاتی کام سے کشتواڑ جا رہا تھا جب گاڑی جکولے

إبتا ہوں كرتل اور ما يى۔ 'وہ دوقدم چل كراس كے اتنے نزديك آھيا كہاس كے اور لرق رئيك آھيا كہاس كے اور لرق رميش كے درميان به مشكل ايك ہاتھ كا فاصلہ رہ ميا۔ اس كى مسكرا ہث ميں ايك روم برى تھى كہ كرتل رميش كو اپنى ريڑھ كى ہڑى ميں سنسنا ہث دوڑتى محسوس ہونے كئى۔ اسے محصے ميں درنہيں كى كہ وہ كوئى كشميرى الم ہے۔ اسے محصے ميں درنہيں كى كہ وہ كوئى كشميرى باہر ہے۔

" كيا _كيا جا ہے ہوتم ؟" وہ ائي آواز كومعبوط بنانے كى كوشش كرتے ہوئے

'' مرف اور صرف تهراری زندگی جا بتا ہوں۔'' جوابا اس نو جوان کی گرج دار از کوئی۔

" کو ایس کے آیا۔ اس کی سنہری آ تکھیں دھیرے دھیرے دیکے لگیں پھران میں دوڑتے لہو ہوان کی رگ رگ میں دوڑتے لہو ہی طوفان نے آیا۔ اس کی سنہری آ تکھیں دھیرے دھیرے دیکے لگیں پھران میں جیسے ہوتیرنے لگا۔ اس کے جبڑے اندرونی خلفشار سے جینج سمجے۔ اچا تک اس نے ایک اس نے ایک اس نے ایک منہ پروے مازا۔ یہ پھٹراس قدر طاقت سے مارا میا تھا کہ کرتل رمیش توازن قائم ندر کھ سکا۔

" کتے! ہزاروں معموم بے مناہوں کا قبل کرتے ہوئے تم نے کھی ان معموم سے یہ پوچھا۔ ان کے اس سوال کا جواب دیا۔ ہزاروں بے گناہ پاکیزہ ورتوں کی آبروریزی کرتے ہوئے کھی ان کی کراہوں، سسکیوں، التجاوُں کا جواب یا۔" وہ زمین پراڑ کھڑا کرگرنے والے کرتل رمیش کے اوپر جمک گیا اور اسے خون آشام کا ہوں سے تکنے لگا۔

کرٹل رمیش اپنی پوری وحشانہ زندگی میں پہلی بارخود کو ایک مسلمان مجاہد کے اُ مے پسیا خیال کرنے لگا۔

"دویکمودیکمورتم میری ہتیا کر کے بہت نقصان اٹھاؤ کے۔میری زندگی لینے سے تہمیں کوئی فائدہ نہیں پنچے کا بلکہ الٹائم مصیبت میں پھنس جاؤ کے۔" وہ لرزتے ویئے وہ کرزتے ویئے وہ کرزتے ویئے وہ کی اس کا روال کانپ رہا تھا۔اچا تک اس کی آئیس دہشت سے اہل بڑیں۔

ا ملے طیا تھا کہ دھپ ہے کوئی شے بکدم اس کے قدموں کے پاس کری۔ دہ انجیل کر چیجے بٹا۔ دومرے بل اس کی آتھیں خوف ہے لحظہ بحرکوماکت ہوگئیں۔
اس کے تیجے ہے ڈرائے و بابولال کی سکڑی مٹی لاش اس کے قدموں کے پاس پری تی جس ہے کرم کرم خون ایل و با تھا۔ ٹھیک دل پر نیخر کھونیا کیا تھا۔

مارے خوف کے اس کا دل سے کی دیوار علی سکڑا، پھیلا محر دومرے ہل وہ تربیت یافتہ فوتی ہونے کے ناتے خطرے کو محسوں کر کے چوکتا ہو کیا اور پھل کے ہمراہ جب سے موبائل بھی نکال لیا محر اے پھل کی سیغٹی تھے ہٹانے عمی ذرای تاخیر ہوگئی جب ہے موبائل بھی نکال لیا محر اے پھل کی سیغٹی تھے ہٹانے عمی ذرای تاخیر ہوگئی محمی۔ ایک سنتاتی کولی اس کے ہاتھوں سے ریوالور اور دومری کولی موبائل اڑا کر لے محمی۔

نٹانہ اس قدر ماہرانہ تھا کہ اس کی انگلی پر ذرا بھی خراش نہ آئی تھی اور دونوں جزیں اس کی دسترس سے دور ہو گئی تھیں۔

وری است کی کی کی کر است کی کی کرد است کی کی کرد است کی کی کرد است کر

"کیالگا؟" وہ بلکے ہے مسکرایا۔ گراس کی سنہری ہیرے کی تی جیسی آتھیں اس مسکراہٹ کا ساتھ نہیں دے رہی تھیں۔ ان میں ایک سردسردی کیفیت رہی ہوئی متمیہ۔

"کون ہوتم اور سے۔ بیب کرنے کا متصد کیا ہے؟" کرٹل رمیش نے اپنے خوف کی متصد کیا ہے؟ کرٹل رمیش نے اپنے خوف کی خوف کی کوشش کی محراس کا دل خوف کی ولیس میں وصنتا جارہا تھا۔
ولدل میں وصنتا جارہا تھا۔

دلان میں دسا ہو ہوں ہے گوڑے پراعتاد مراپے کی دہشت تھی یا پیروں میں پڑی
باہدلال کی لاش کی یا پھر نہتے ہوجانے کا خوف۔اس نے کن انھیوں سے اپنے ریوالورکو
دیکھا جواس سے چوقدم کے قاصلے پر پڑا تھا۔

"میں کون ہوں بیتو حمیس میں تنسیل سے بناؤں کا مگر بیہ پوچھو کہ میں کیا

اس مسلمان مجاہد نے اپنے موزے سے ایک تیز دھار چاقو نکالا اور اس کی آئے۔ آئھوں کے سامنے اس کی چیکتی دھار کا رخ کیا۔

وہ عالم وحشت میں من سارہ کیا۔ اس کے طلق سے آواز نکلنے کی کوشش میں محص کھر کھر اکررہ گئے۔

"یاد کروشیطان! اپ تمام جرم۔ اپ تمام گناه۔ اپ وہ تمام کارناہے جن
پرتم فخر سے جام لنڈھایا کرتے تھے اور دھرم سیوک کا نعرہ مادا کرتے تھے۔ یاد کرواہلیس!
جب تم نے اس دات ایک مال کی عزت کی چاور کو تار تارکیا تھا۔ ایک جنت کو پامال کیا
تھا۔ جس نے اس دوزشتم کھا لی تھی کہ تھے جہنم رسید نہ کیا تو چین سے نہ بیٹھوں گا۔ تھے
کتے کی موت مادوں گا۔ تیرا کروہ چرہ تو میرے دل پرنقش ہے۔ یاد کر وہ دات وہ
گنا ہوں سے پردات۔ "وہ بالوں سے اس کا سر پکڑ کر کنگر ملی زمین پر کھرانے لگا۔
کرتل رمیش کے ہونٹوں سے سے اری نکل گئی۔

' ہا۔' اس نوجوان نے پوری طاقت سے اس کا سرز مین پروے مارا۔ اس کی وکت سے اس کا سرز مین پروے مارا۔ اس کی وکتی آئی آئی موں سے آگ برس رہی تھی جو کرتل رمیش کوجلا کر بھسم کر رہی تھی۔

"میں غازی شاہ ہوں۔ غازی شاہ۔ جس طرح تونے میری اور میرے جیسے کتنوں کی جنت اجاڑی شاہ ہوں کو کھنڈر کیا ہے اس طرح میں تمہیں کھنڈر کر دوں گا۔
ایک ایک درندے کو اجاڑ دوں گا۔ میرا دل برسوں سے ایک آگ میں جل رہا ہے۔ اس ایک ایک میں تہارے نایاک خون ہے بجھاؤں گا۔"

''ت ہے۔ تم۔ وہی غازی شاہ ہو جو سری تکر میں۔''کرٹل رمیش کی آواز طلق میں سخت نوالے کی طرح میں کررہ گئی۔ وہ پھرائی آنکھوں ہے اس مجاہد کو دیکھنے لگا جس کی جوان مردی اور دلیری نے بھارتی فوجی درندوں میں ہلچل مچا ڈالی تھی۔ اے پاکستانی جاسوس کہا جارہا تھا۔ جاسوس کہا جارہا تھا تو بھی دہشت گرد کہا جارہا تھا۔

''ہاں۔ وہی غازی شاہ۔ اللہ کا سابی۔ ایک مجاہد جس نے تم بھیڑیوں اور درندوں کو تکنی کا ناچ نچا رکھا ہے۔ یاد رکھنا شیطان! تم جیسے ہزاروں بھی مل کر جتنے بھی مظالم ڈھالو۔ اسلام کی آواز کونہیں دباسکو مے۔مظلوم مسلمانوں کے دل سے جذبہ جہاد کو نہ نکال سکو مے۔ بیکفر کی بیلخار مسلمانوں کے خلاف کفار کی بیریا شورشیں ان کے لہو

کو اور گرما رہی ہیں۔ تم جذبہ جہاد کو دبا ہی نہیں سکتے اس لئے کہ مسلمانوں کی بقا کا راز ہی اس میں مضمرہے۔''اس نے جاتو عین اس کے دل کی جگہ پر رکھا۔

" نن - نہیں ۔ تھہر و۔ تھہر و۔ تہہیں بھگوان کی سوگند۔ تہہیں تہہارے اللہ رسول کا داسطہ۔ دک جاد مجھے معاف کر دو۔ '' کرتل رمیش بن پانی کی مجھلی کی طرح ترب کرتا رمیش بن پانی کی مجھلی کی طرح ترب کرتا رمیش بن پانی کی مجھلی کی طرح ترب کرتا ہوئی تھی۔ وہ خود کو اس مجاہد اس کی ساری مکاری ہرن ہو چکی تھی۔ وہ خود کو اس مجاہد کے رحم دکرم پرمحسوس کر رہا تھا۔

''نتم کافروں کے لئے معافی کا کوئی وروازہ ہے بی نہیں پھر معافی کا کیا سوال۔ تہارے لئے تو جہم کی آگ ویک ربی ہے۔'' اس کا لہجہ سرسراتا ہوا تھا۔ ووسرے بل کرتل رمیش کی دفراش چیخ نصا میں بھر گئی۔ اس کے سینے سے گاڑھا سیال خون البلنے لگا۔ اس کی آگھیں وہشت سے کھی آسان کو بھی رہ گئیں۔

نضا میں چھایا سکوت بس بل جر کے لئے منتشر ہوا تھا۔ کرنل رمیش کی لاش اس زمین پر پڑی اپنی ہے اور بے قعتی کورورہی تھی جہاں بھی وہ اکر کر چلنا تھا اور کشمیر یوں کے بہتے لہو سے ہاتھ وھوتے ہوئے کہتا کہ وہ اپنے گناہ وھورہا ہے۔ خود کو پوتر کررہا ہے اور پھر لاش کے سینے پرٹا تگ رکھ کر قبقے لگاتے ہوئے جام انڈھا تا تھا۔ پوتر کررہا ہے اور پھر لاش کے سینے پرٹا تگ رکھ کر قبقے لگاتے ہوئے جام انڈھا تا تھا۔ عازی شاہ نے اس کی لاش کو نفرت آمیز نظروں سے دیکھا۔ اگر اسلام میں فائن نہ ہوتی تو وہ اس لاش کے تکڑے کر کے چیل کوؤں کو ڈال

دیتا۔ اس نے خون آلود چاقو ایک طرف کھینک دیا۔ اس کے دماغ میں کھون آہتہ آہتہ بڑھنے لگی اور آنکھوں کے سامنے کئی منظر لہرانے لگ۔ اس کے جبڑے باہم بھنچ مجئے ایک ممہری سانس بحرتے ہوئے اس نے اپنے آپ کوسنمبالا اور رائفل اٹھا کرایک طرف چل بڑا۔

♦ ♦ ♦

سے رات عازی شاہ کے لئے بڑی بھاری تھی۔اس نے نہ طلحہ احمہ سے رابطہ کیا نہ مولوی خعر محمد شاہ سے۔استے برس اس نے جس آگ کو اپنے اندر سلکتا محسوس کیا تھا اس بر چند جھینے بڑے ہے آج مگر وہ کیف ومستی میں ڈو ہے ہے بجائے ایک کونے میں سر گھنوں میں دیے بیٹھا تھا۔ول کے اندر اداسیوں کا میلا سجا ہوا تھا۔ یہ بیس تھا کہ میں سر گھنوں میں دیتے بیٹھا تھا۔ول کے اندر اداسیوں کا میلا سجا ہوا تھا۔ یہ بیس تھا کہ

اے اس شیطان کی موت پر دکھ تھا بلکہ آج انقام کی آگ کو شنڈا کرنے کے ساتھ دہ سارے زخم یاد کرر ہاتھا جوروح کوسلگاتے رہتے تھے۔

اس کی سنبری آنکھوں کی زمینیں آہتہ آہتہ بھیکنے لکیں اور ایکا کی بہت ساپانی کدم بہہ لکا۔ ہمیشہ خٹک رہنے والی آنکھ الیمی بری کہ مولوی اور بخت بی بی و کھے لیتے تو بجائے غزدہ ہونے کے مسرور ہو اٹھتے۔ انہیں تو برسوں آرزو رہی کہ بیاڑ کا ابناغم آنسوؤں میں بہا ڈالے۔ دل کی آگ کو بہی آنسوؤں کی بارش تو بجھا سکتی تھی۔ اور آخ اس آگ کو آئسوؤں میں سر دیتے اپنی برسوں کی اس آگ کو آئسوؤں کی بارش جھا رہی تھی۔ وہ گھٹوں میں سر دیتے اپنی برسوں کی اس تھی ادر جلن کو آنسوؤں کی بورش سے بجھا رہا تھا اور ساتھ ساتھ ماضی کی یا دوں سے سلگا بھی رہا تھا۔

وہ ماضی کی ایک دل دوز۔ تاریک۔ وحشت تاک اورخونی رات تھی جس نے اس کی دس سالہ بنستی مسکراتی زندگی کی خوشیوں اور مسرتوں کا قطرہ قطرہ نچوڑ لیا تھا۔

اس نے ابھی دیکھائی کیا تھا۔ ابھی تو دوعمیٰ کی بیٹھی گودیش ہمکتا تھا۔ احمد شاہ (پاپا) کے سینے پر چڑھ کرناچتا تھا۔ ان کے ہمراہ شرارتوں کی بہارسجاتا تھا۔ نیندآتی تو دادی کی لج کرتی گودیش دبک کرآ تکھیں موند لیتا اورخوابوں کے دلیں میں پریوں کے سائے۔ نکل جاتا۔

می کی کہانیوں کی پریاں اسے ہرروزخوابوں میں لوری دیتیں۔ وہ آتھیں بند

کے الی وادی میں چلا جاتا جہاں رنگ و کہت کی بارش ہوتی۔ جہاں حسن کا دریا بہتا ،
بالکل وادی حمیر جیبا۔ مرا چا تک جہاں حقیقی وادی میں آگ گئ وہاں اس کے خوابوں کی وادی میں آگ گئ وہاں اس کے خوابوں کی وادی میں ہمی شعطے بورک المحے۔ ایک وحشت ناک شور اٹھا اور وہ وادی کی گود سے ہڑ بیزا کر کھڑ اہو گیا۔ وادی کے ہاتھ سے تبیع گرگئی۔ وہ گھراکر پوتے کو پکڑنے دوڑیں۔
مرک خازی بیٹا۔ 'وہ دروازہ کھول کر باہر نکلا مگر وہیں جم کررہ گیا۔
مرے میں جیز روشنی پھیلی ہوئی تھی اور تین بندوق بروارا پی مکروہ صور تول کے ہمراہ کھڑے۔ ان میں سے ایک پاپا کوری سے باعد صربا تھا جبکہ ایک شیطان صفت اس کی من مونی نازک سی می کو د ہوئے ہوئے تھا۔ ہیشہ سے آئیل سے ڈھکا

رہنے والامی کا سر رکا تھا۔ دہ مقدس آ کیل اس شیطان کے پیروں تلے تھا۔

"خدا کے لئے رحم کرو۔ چھوڑ دو مجھے۔" ممی اس کے تاپاک بازوؤں سے نکلنے کو کی اس کے تاپاک بازوؤں سے نکلنے کو کی رہا نہیں باندھ کر رائفل کے بیٹے مگر وہ انہیں باندھ کر رائفل کے بیٹ مارنے کیے تھے۔

عازی شاہ اپنے باپ اور مال کی بے بی پرتزپ اٹھا۔ بچہ تھا گراس بچے کے اندر ایک مستقبل کے مرد کا ول تھا۔ وہ اپنی طرف سے مدد کے لئے لیکا مر پیچے سے دادی نے مین کا مرکز کے پردے کے بیچے چھپا دیا۔ وہ خود بھی تحر تحر کانپ رہی تھیں۔

دادی نے مینے لیا اور خبر دار کر کے پردے کے بیچے چھپا دیا۔ وہ خود بھی تحر تحر کانپ رہی تھیں۔

"آج کشمیر کی آزادی کے سینے دیکھ رہے ہومور کھوا تم جیے سوروں کوایک ایک کر کے نرک میں نہ جمونکا تو میرانام رمیش ور مانہیں۔ شمیر پر راج پاٹ کے سینے دیکھ دے ہو۔ "ایک بڑی موٹچھوں اور شیطان صفت چہرے والا اس کے پاپا کے منہ پر طمانچ مارتے ہوئے تعقیم لگا رہا تھا پھر چیچے ہٹا اور استہزائیہ انداز میں ہنتے ہوئے بولا۔

"احمد شاہ! رن بھوی میں ایسا تو ہوتا ہے۔ آزادی کے لئے بیسب تو قربان کرتا بی پڑے گا۔" اس نے اپنی ہوس زوہ نظریں جوال سال می کے سراپ پر ڈالیس اور ہونٹوں پرزبان پھیرتے ہوئے مسکرانے لگا پھر لیکفت ہاتھ بڑھا کراس نے می کو اپنی جانب تھینجے لیا۔

"الىي سندر ـ مد ماتى بيوى بيئهاري احمد شاه!"

''نہیں۔نہیں خدا کے لئے بیام مت کرنا۔ بے شک مجھے جو جاہو اذیت دے لوگر میری عزت کو بول تار تار نہ کرو۔'' پاپا کی چینیں درود بوار کو دہلانے لگیں اور ہر طرف قبقے اثر بڑے۔

بكدم اذيت آميز اور كرب ناك منظر كى تاب ندلات موئ بإيان آتكسيس بيج ليس-

می کی دلخراش چین کا نتات کی ہر شے کومنتشر کر رہی تھیں۔ دادی تو وہیں ردے کے چیجے بی الڑھک کر بے ہوش ہو چکی تعیں۔

پاپاس فیخ رہے تھے اور درندے ان کاعزت کی جا درکوتار تارکر رہے تھے۔

) آگ ان آنسوؤں سے بیں بھے گی۔ بیخون سے بھے گی۔ بھارتی درندوں کے خون سے بھے گی۔ بھارتی درندوں کے خون سے۔ کو انٹا بن کیا تھا۔

مرآج اس کی آئیس میل تغییں۔ اس کی سنہری داڑھی نم نم تھی۔ اس کے سنہری داڑھی نم نم تھی۔ اس کے راف وہی مانوس خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔ اس یاؤڈر کی جواس کی ممی لگایا کرتی تھیں۔ وہ ماک سینے سے لگتا تو جیسے خود بھی معطر ہوجاتا۔

'' آوُ کھانی سناوَں۔''

" روالي- وه جيث فر ماكش كروالا-

''ویکھا احمہ۔آپ کا بیٹا ابھی سے پر یوں میں دلچیسی رکھتا ہے۔'' ممی کی کھنگتی میل جاتی۔

''رپاں کیبی ہوتی ہیں پایا۔'' دہ می کوچھوڑ کر پاپا سے لیٹ جاتا۔ ''رپاں۔آں۔ پریاں۔'' پاپا سوچنے لگتے بھران کے لب مسکرانے لگتے اور نگھیں ممی کے چبرے کا طواف کرنے لگتیں۔

"رپیال بالکل تمہاری می جیسی ہوتی ہیں۔ ایس سنہری آتھوں اور سنہرے ان والی۔تمہاری می کو بھی تو ہم پرستان سے لے کرآئے ہیں۔ اڑتے قالین پر بٹھا ""

وہ می کوغور ہے و کیمنے گلا۔ اس کے ذہن ہیں می واقعی کسی پری کی طرح الر نیں۔ دوسنہرے پر لگا کر چمکدار میکسی پہنے ہوئے۔ سنہرے بالوں کی لئیں۔ سنہرا تاج۔ جل ہے تی آئیسیں اور بے حد تیز گلائی ہونٹ۔ لیکفت سب کچھٹوٹ گیا۔ پری کی این اس کی بے بسی اور اس کی آئیں، کراہیں۔ سارا تصور دھڑام سے نیچ آگرا۔ کہاں یاوہ تاج۔ وہ لہراتا پروں کے مانداڑتا آچل۔ بس سفید چادر ہرمنظر پر پھیل گئی۔ یاوہ تاج۔ وہ لہراتا پروں کے مانداڑتا آچل۔ بس سفید چادر ہرمنظر پر پھیل گئی۔ ان عازی شاہ، کی بیدم کوئی اسے جنجوڑ نے لگا۔ اس نے سراو پر اٹھایا۔ ان عازی شاہ، کی ہیدکا جو اس کے سراٹھاتے ہی جسے بدکا پھر تحیر آمیز بے بینی ہے اس کی سنہری آئیموں کی زمینوں پر چیکتے شفانی آنووں کو بھر تحیر آمیز بے بینی ہے اس کی سنہری آئیموں کی زمینوں پر چیکتے شفانی آنووں کو بھے لگا اور فرش پر اس کے قریب دوزانو ہو کر بیٹھ گیا۔

مینی کا اور فرش پر اس کے قریب دوزانو ہو کر بیٹھ گیا۔

مینی کا سراغ لگا لیا؟'' وہ پکھ

پھرجام انڈیلے گئے۔ تہتہوں کی بازگشت تیز ہوگی مرظلم کو دیکھنے والی آکھیں اورسنے والے بدن شفنڈے پڑ چکے تھے۔ البتہ ایک بدن اور دوآ تکھیں اب بھی زندہ تھیں جو ان گھڑ ہوں کو اس تاریک منظر کو، چنگار ہوں کولہو میں اثر تامحسوں کر رہی تھیں۔ وہ بروے کے پیچھے کھڑ ایوں ساکت تھا جیسے اب بھی نہ بل پائے گا محر دوسرے بل اس کی آئے وہ دھند جھانے گئی۔

صبح اس کھر میں کہرام بیا تھا۔ دادی نے جانے اسے کس کی کود میں ڈالا اور پھرول پر ہاتھ رکھ کرخود بھی ایک طرف لڑھک کئیں۔

می کا برن سفید جا در سے ڈھکا ہوا تھا۔ ان کے برابر پاپا لیٹے ہوئے تھے۔ جن کے اوپر بھی سفید جا در تھی بھر جب کسی نے دادی کے بدن اور چرے کوسفید جا در میں ڈھانینا جا ہاتو وہ جیخ اٹھا۔

"بٹاؤ۔ اسے بٹاؤ۔" وہ پاپا کے جسم سے جادر تھینچنے لگا۔ اسے بکافت سفید رنگ سے دحشت ہونے لگی۔ اس کی ہر بیاری ہستی کوسفید جادر میں لبیٹا جارہا تھا جواس کے لئے غیرمعمولی بات تھی۔

وہ ویوانہ وارساری چاوری تھینج ڈالٹا کہ سی نے بیارے اسے کود میں بھرلیا اور وہاں سے لئے اور وہاں کے لئے اور وہاں سے لے جاکر بہلانے لگا تحر بہلانے والانہیں جانتا تھا کہ اب اس کے لئے کوئی تسلی،کوئی بہلاوا تربیاق نہیں بن سکتا۔اس کی روح میں جو کہرام بربا ہے وہ یوں نہیں تھے گا۔

اس کی آنکھوں میں جو سناٹا اتر آیا تھا وہ وقت کے ساتھ ساتھ دبیز ہوتا چلا

" " بخت فی فی نے اسے مال بن کر ہیں کا بوجھ بلکا ہو جائے گا۔" بخت فی فی نے اسے مال بن کر بالا تھا۔ وہ بہی اصرار کرتی رہیں کہ بھی رولو۔ انہیں اس کی خشک آتھوں سے خون آنے گئی جس کے چیچے ایک آتش فشاں بک رہا تھا۔ جیسے ایک سکتی بھٹی ہواور اس میں مسلسل لکڑیاں ڈائی جاتی رہی ہوں۔

'' روتے وہ ہیں تی تی! جو بچھ نہیں کر سکتے۔جن کو اپناغم بہا دیٹا ہوتا ہے۔ روتے وہ ہیں جنہیں سب بچھ بھلا دیتا ہوتا ہے اور میں بچھ بھولنانہیں جا ہتا۔میرے اندر

سوچ کر بوجھنے لگا اور غازی شاہ کے تیز سرخ ہونٹوں کی تراش میں بڑی ولفریب مسکراہٹ لبرا گئی۔

الیکی مسکراہت جو یقینا فاتح جرنیل کے چہرے پر ہوتی ہوگی یا اس شیر کے لیوں پر جب وہ شکاری کوخودشکار کر لیتا ہوگا۔

''نہ صرف سراغ بلکہ اسے جہنم رسید کر کے آیا ہوں۔' وہ کھڑا ہو گیا جبکہ طلحہ احمد ہکا بکا رہ گیا گویا کہ اسے مجمد کر دیا گیا ہو۔ کر ایسا مرف لیحہ بحر رہا۔ دوسرے بل وہ انجیل کر کھڑا ہو گیا۔اس کے چیرے پرخوشی کا ایک رنگا رنگ جہال اللہ آیا۔وہ دیوانہ دارا کے بردھاا ورغازی شاہ کو باز دوں میں بحرلیا۔

" کارنامہ سرانجام دے دیا اور اتنی ہوی خوش خبری جھے آکر کیوں نہیں بتائی۔ اوہ میرے خدا۔ وہ سرانجام دے دیا اور اتنی ہوی خوش خبری جھے آکر کیوں نہیں بتائی۔ اوہ میرے خدا۔ وہ سیوک دھرم کا نعرہ مارنے والا۔ شمیری مسلمانوں کی لاشوں کی بے حرمتی کرنے والا۔ کشمیریوں کو نرک میں جھو تکنے کی خواہش رکھنے والا خوو نرک کا ایندھن بن گیا۔ ہا ہا غازی!" طلحہ احمد پاگلوں کی طرح اچھنے لگا۔ اور غازی شاہ کو ایک بار پھر باز وول میں جھینج لیا۔

''اس خوشی میں مومنہ کوشر یک نہیں کرو گے؟''اس نے پوچھا۔ ''ابھی خوشی کہاں ملی ہے۔ ابھی تو ادھوری خوشی ہے۔ ابھی خواب کہال پورے ہوئے ہیں۔'' دہ اس کے شانے پر سررکھے دمیرے سے بولا۔ طلحہ احمد کو اپنے کندھے برخی کا احساس ہونے لگا۔

خوداس کی ساہ آنکھیں بھی آنسوؤں سے ترخیں۔
''اہمی خوشی کو پایا ہی کہاں ہے۔ ابھی خوشیاں منانے کے دن نہیں آئے
ہیں۔'' وہ طلحہ احمہ سے الگ ہوا۔

♦...... ♦...... **♦**

ادھر کرتل رمیش در ماکی ہیبت ٹاک موت پرسرکاری ایوانوں میں کویا زلزلہ آ عمیا۔ حریت پیندوں کے بڑے بڑے لیڈر ہٹ کسٹ پرآنے لگے۔ غازی شاہ نے گئر بلچل مجا کرر کھ دی تھی۔

کرنل میں کوئی معمولی سپاہی نہ تھا۔ سرکار کا خاص منظورِ نظر اور پر جوش ذہے برکزل تھا۔ اس کی السی بے بس موت کیسے کہرام نہ مجاتی جبکہ تشمیری مسلمانوں میں کویا ندگی کی لہر ووڑ گئی۔ ہر زبان اس عظیم کارنامہ انجام دینے والے کو دعا کیں دے رہی نی۔ مرزبان اس عظیم کارنامہ انجام

مولوی خصر محمسلسل غازی شاہ سے رابطہ کرنے کی کوشش کر رہے تھے مگر ابطہ نہ ہو یا رہا تھا۔ آخر طلحہ سے بات ہوگئی۔

'' کہاں ہے وہ لڑکا؟ اس سے کہووہ اتنی بڑی خوشی کی خبر لے کرمیرے پاس کیوں نہیں آیا؟'' ان کی آ وازمسرت سے مغلوب ہوکرلرزنے لگی۔

طلحہ احمد نے ایک لیحد تو قف کے بعد گہری سانس بھری۔ ''وہ ابھی اپنی خوشی مکمل نہیں سمجھ رہا مولوی جی! میں اسے لے کرآپ کی خدمت میں حاضر ہونے ہی والا وں ۔ بس ذرا حالات بہتر ہوجا کمیں۔ میرا خیال ہے ابھی بہت شورا تھا ہوا ہے۔ بھارتی دی درند ہے سرکوں پر نفرت اور غصے میں بلبلاتے پھر رہے ہیں۔ ہر محض پر کڑی نگاہ دی حاربی ہے۔''

''ہاں۔ جھےاس کا خیال ہے گراس لڑکے سے کہو کوئی رابطرتو کرے۔'
''اس نے تو کسی سے بھی رابطہ نہیں کیا۔ جھے بھی۔ اس نے نہیں بتایا تھا بس بن بی اسے کھوجتا' اس تک پہنچ گیا۔ وہ بہت اواس ہے مولوی جی! برسوں کی آگ کو جھایا بھی ہے اور سلگایا بھی ہے۔ رہنج اور خوثی نے اس کے اندر ایک طوفان اٹھایا ہوا ہے۔ آپ اس کی آٹھوں میں آنسود کھنے کے متنی تھے نا۔ تو وہ میں نے ویکھے ہیں۔ وہ بہت رویا ہے مولوی صاحب! بہت رویا ہے۔ اب ایک دن کھل کر ہنے گا بھی۔''
انشاء اللہ وہ دن ضرور آئے گا جب ہر سمیری کے لیوں پر مسکراہٹوں کے جگنو بہت سے بھاری ہوگئی۔'' مولوی خصر محمد کی آواز آنسوؤل کی پورش سے بھاری ہوگئی۔'' انشاء اللہ وہ دن ضرور آئے گا جب ہر سمیری کے لیوں پر مسکراہٹوں کے جگنو بہت سے نے دوسری طرف طلحہ احمد '' اسے لے آؤ طلح ! میرے پاس لے آؤ یا جھے اس کے پاس۔'' میں بہتر۔ جو نہی موقع ملا ہم حاضر ہو جا کیں گے۔'' دوسری طرف طلحہ احمد '' دیا مطفع کر دیا۔

مولوی خفرمحد نے چھوٹے سے ٹرانسمیر کا اپریٹس پٹن کر دیا پھر آستین سے

ماتا بی کویتا کوچنجھوڑ کر اٹھا رہی تھیں مگر وہ سلمندی سے پڑی رہی۔ بس آتھیں کھول دیں۔ "اوں۔کیا ہوا؟"

''ہوتا کیا ہے۔ ہپتال نہیں جاتا کیا۔ اٹھ۔'' بے نور چرے والی ماتا جی اس
کے بدن سے چادر کھینچتے ہوئے خت اکمائی اور بے زاری دکھائی دے رہی تھیں۔
''من نہیں ہے آج میرا جانے کا؟''اس نے کروٹ بدل لی۔
''میں کہتی ہو اٹھ کوی۔ ہپتال نہیں جاتی تو نہ جا پر مندر چلنا ہے آج کجے میر سے ساتھ۔ ہر روز بہانے سن کر تک آگئی ہوں۔ شرم نہیں آتی۔ بھوان سے منہ موڑے بیٹی ہے۔ دیکھ کو تا اٹھ۔ اری آ نندتو اسی در پر جانے سے ملے گا آتما کو۔ چل۔ موڑے بیٹی ہے۔ دیکھ کو تا اٹھ۔ اری آ نندتو اسی در پر جانے سے ملے گا آتما کو۔ چل۔ اتی شبھ گھڑی ہے۔ دیکھ کو تا اٹھ۔ اری آ نو تو ہوئے کرے میں بھری چزیں بھی اٹھا

اٹھا کر قرینے سے لگائی جارہی تھیں۔ کونتا نے سخت بے زاری کے عالم میں بدن سے جا در نوج کر پھینکی ادر اپنے ساہ بھرے بالوں کے رئیٹی نچھوں کو پکڑ کر جوڑے کی شکل دینے گئی۔

''کٹنی بارکہا ہے سحر کے وفت ایک چکرلگا آیا کرمندر کا۔آشاروز پوچھتی ہے کہ کو بتانے بچ جاکے لئے مندرآنا کیوں چھوڑ رکھا ہے۔''

"مندر _مندر _ پوجا _ تنگ آئنی ہوں میں روز ایک ہی ج ج ج سے ۔ " وہ بھنا

كربيدے نيج الرحق-

ر بیرے ہے۔ وہ اس برارتھنا کر آتی ہیں۔ بہت نہیں ہے کیا؟ مجھے وشواس نہیں ہے کی محکوان بر۔' وہ دھم دھم کرتی عسل خانے میں جاتھی۔ آئکھیں پو نچھنے گئے۔ مومنہ نے ان کے کندھے پر اپنا سر لکا لیا۔

'' کتنے دن ہو گئے تا بابا! اس نے ہم سے رابطہ ہیں کیا۔ وہ یہاں کوں نہیں آتا۔' اس کے لیجے میں بے چارگی آمیز شکوہ تھا۔ اس کے دل میں ایک عجیب ی تڑپ کی ہوئی تھی غازی شاہ سے ملنے کی۔ اس دن کے بعد سے اس سے رابطہ نہیں ہوا تھا۔

'' وہ آئے گا تو میں اس سے خوب جھڑ اکروں گی۔''
مولوی صاحب بنس پڑے۔ وہ اس لیے سرجن نہیں بلکہ معموم می سکول گرل دکھائی دے رہی تھی۔
دکھائی دے رہی تھی۔

"ارے نگل-اس نے اپنے آپ کو جہاد کے لئے وقف کر دیا ہے۔ وہ ان چھوٹی چھوٹی چھوٹی شکانتوں اور فکوؤں پر ہنتا ہے۔ ہاں مگرتم اس سے فکوہ ضرور کرتا۔ وہ تنہاری بات ضرور سنے گا۔ تمہارے فکو ہے کو اہمیت دے گا۔"

انہوں نے بہت سادے سے انداز میں کہا تھر جانے کیوں مومنہ کا دل معمول سے ہٹ کر بڑے مختلف انداز میں دھڑ کا۔لہو میں تندی سی آئی۔اس کی خوشما پلکیں ایک انو کھے احساس سے بھاری ہوکر آٹھوں کی سیاہ جعیلوں پر جھک گئیں۔
ایک انو کھے احساس سے بھاری ہوکر آٹھوں کی سیاہ جعیلوں پر جھک گئیں۔
یہ بڑا انو کھا سما تجربہ تھا خود اس کے لئے۔ ہوں بے اختیار ہوکر دل کا دھڑک

وہ خود بھی نہ بھے پائی کہ بید ایکا کیک عام سے جملے نے اس کے اندرالی ہلچل کیوں مچاوی نہ ہوں کے اندرالی ہلچل کیوں مچاوی کہ وہ بنیادوں تک سے بل کررہ گئی۔ کیوں مچاوی کھنر جھر کے پاس سے آہنتگی سے اٹھی اور اندر چلی گئی۔

♦.....♦

اب تو کا کنات کی ہر شے ہے ہی اس کا دل اچائ ہوتا جارہا تھا۔ پرکاش اس
کے بچپن کا ساتھی جونو جوانی کی دہلیز پر قدم رکھنے تک اے کا کنات کی ہر شے ہے عزیز
لگنا تھا۔ اس کی ہا تیں وہ س کر ہنستی تھی اس کے ساتھ با ئیک پر گھومنا، سینما جانا اچھا لگنا
تھا گر پھر ایکا یک وہ غیر محسوس طور پر اس ہے دور ہوتی چلی گئی۔ جس طرح مندر ہے،
ہمگوانوں ہے پھر ہر شے ہے۔ شاید اس بھوی پس شاخی اور سکھ ہے ہی نہیں یا پھر اس
کے اپنے من میں اتنا اندھیارا ہے کہ کہیں کوئی روشیٰ کی کرن پھوٹی دکھائی نہیں ویں۔

اس نے سخت ہے دلی کے عالم میں کند سے پر جھولنا چرمی بیگ کری پر پھینکا۔
مومندا ہے دیکھے کر جیران ہوئی۔

وسیہ سے دیور میں اسے والی تعیں۔خیریت۔کیا سرنے تمہاری لیوا یکسپیٹ ''تم تو آج نہیں آنے والی تعیں۔خیریت۔کیا سرنے تمہاری لیوا یکسپیٹ نہیں گی؟''

''رات تک تو موڈ آنے کا بالکل نہیں تھا تکرسورے موڈ بن عمیا۔'' اس نے خودکوکری برگرالیا۔

ر یہ میں بہت ہے کوی! پریشان لگ رہی ہو۔' مومندا پی جگہ چھوڑ کر اس کے ساتھ والی کری پر آ کر بیٹھ گئی۔ ساتھ والی کری پر آ کر بیٹھ گئی۔

ا بیت سیاہ آتھ میں اٹھا ئیں پھر ہلکی مسکان کے ساتھ اس کے کندھے ماتھ رکھ دیا۔

'' کویتا! بکواس بند کرواور جھے تم بالکل ٹھیک نہیں لگ رہیں۔ کیا ماتا تی سے کوئی جھٹے تم بالکل ٹھیک نہیں لگ رہیں۔ کیا ماتا تی سے کوئی جھٹے اس کو کھوجتی نظروں سے دیکھا۔ اس بل سریش اندر داخل ہوا۔ اس کی کچولٹی سے کال آگئی تو وہ کویتا کو وہیں بیٹھا رہنے کی تاکید کر کے مطاب اس کی کچولٹی سے کال آگئی تو وہ کویتا کو وہیں بیٹھا رہنے کی تاکید کر کے کمرے سے نکل گئی۔

جب وہ کچولٹی ہے لوٹی تو جائے کا دفت تھا مگر کو بتا وہاں موجود نہیں تھی۔
جب وہ کچولٹی ہے لوٹی تو جائے کا دفت تھا مگر کو بتا وہاں موجود نہیں تھی۔
'' آئے آئے ڈاکٹر مومنہ! ہمارے ساتھ شیئر سیجئے۔'' ڈاکٹر سنیل اسے ویکھتے ہی خوشکواری ہے اپنی کرس سے اٹھا۔اس کے سوائٹ کو۔

ماتا جی منہ پر ہاتھ رکھے بیٹھی رہ کئیں۔ پھراپنے گال بیٹے لگیں۔
"ارے کم بخت ماری۔ تو نے بھگوان کا انہان کر ڈالا۔ اری شرم کر۔ بے شرم۔ چار جماعتیں پڑھ کرخود کو کیا سمجھ بیٹھی ہے۔ ٹھیک ہی کیا ہے پرکاش نے جو یہاں آتا مجھوڑ رکھا ہے۔"

''اونہد۔ میں کب جاہتی تھی وہ یہاں آئے۔'' وہ تولید پھینک کر باور چی خانے میں چلی آئی محرجیے ہی ہنڈیا کا ڈھکن اٹھایا۔ بھاجی (سبزی) دکھے کراس کے تن بدن میں آگ گئی۔

'''بھی تو موش پکالیا کرو ماں!'' اس نے منہ نکال کر بادر ہی خانے سے باہر حجما نکا۔'' تنگ آئی ہوں میں تو ان بھا جیوں سے۔ آخر جانور انسانوں کے لئے ہی ہیں ۴۲''

''کویتا۔کویتا۔مت من جلا میرا۔ میں تو تیرے انت (انجام) ہے ڈرنے لکی ہوں۔ جانے کیا ہوگا تیرے ساتھ اس بھومی میں بھی ادر۔ا مجلے جنم میں ''

" مرمنش کے انت کا ایک دن اس کے بھاگ میں لکھا جاچا ہے۔ آپ کو چتا کرنے کی ضرورت نہیں۔ " وہ باور چی خانے سے باہر آگئی اور ای بجڑے موڈ کے ساتھ کرنے کی ضرورت نہیں۔ " وہ باور چی خانے سے باہر آگئی اور ای بجڑے موڈ نہیں تھا مگر کپڑے بدل کر مہیتال چلی آئی حالا نکہ آج اس کا مہیتال جانے کا قطعی موڈ نہیں تھا مگر ماتا جی سے خواہ مخواہ کی جی بی تی ہے کے لئے وہ چلی آئی۔

بقول ما تا جی کہ" تیری تو آتما ہے آند فارج ہو کیا ہے۔"

شاید ٹھیک ہی کہتی ہیں۔ اس کی بے چین آتما کو قرار نہیں تھا۔ پہانہیں میہ اضطراب مید سیونی اس کے جیون میں کیسے اور کب واخل ہو گئی تھی۔

شاید چند برسوں سے یا پھر جب شعور سنجالا تھا یا اس ہے بھی پہلے۔جنم لینے سے بھی پہلے۔جنم لینے سے بھی پہلے۔جنم لینے سے بھی پہلے۔وہ خودا بنی اس کیفیت کو بھی نہ سمجھ یا ئی تھی۔

ماتا بی کہتیں مندر جا کرآنند ملتا ہے۔ پوجا میں بڑی جائی ہے۔ وہ مندر بھی علی مندر بھی ایسے بھتاتوں کی طرح دیوتاؤں کا پرساد بھی لیا گرآنند کہا۔ کہاں ملاآنند؟ کب ملی اس کی بے جین آتما کوراحت؟ اسے تو جانے کیوں بچپن سے بی یہ سب ایک نداق لگتا تھا۔

"اس سے دوئی ہی کب تھی۔" وہ کپڑے جماڑتی کھڑی ہوگئ۔ اس کی ہنسی ی عجیب تھی جیسے خالی برتن میں بہت سے پھرلڑ ھکا دیئے ہوں۔

مومنہ نے اس کا ہاتھ کمینچا اور اسے دوبارہ کھاس کے فرش پر بٹھا دیا۔
"اس قدر اداس تو تم مجھی نہیں لگیس کو بتا۔ کیا مجھے نہیں بتاؤ گی۔ مجھ سے شیئر
بی کروگی؟" وہ اس کے چہرے کے آمے جھی ابنائیت آمیز محبت سے بولی تو کو بتا
ہے ہونٹوں کو اضطرابی انداز میں وہا کررہ گئی۔

" اچھا چلو۔ ایسا کرتے ہیں آؤٹنگ پر چلتے ہیں۔ کھلی تازہ ہوا ہیں۔ ' وہ دل رانہ انداز ہیں کہتی اس کا ہاتھ پکڑ کر اٹھ گئی اور پارکٹ لاٹ کی طرف بڑھ گئی۔ گرکو بتا نے کسی پارک ہیں جانے یا آئس کریم بار جانے سے منع کر دیا اور اس کے گھر جانے کی اہش ظاہر کی گھر پچھاس انداز سے کہ مومنہ تخیر اور ربخ سے اسے دیکھتی رہ گئی۔ ''مومنہ! بہانہیں جھے تہمارے گھر میں قدم رکھنا بھی چاہئے یا نہیں گرمیری ''مومنہ! بہانہیں جھے تہمارے گھر میں قدم رکھنا بھی چاہئے یا نہیں گرمیری اس آزو ہے بخت بی بی اور مولوی جی سے ملنے کی۔ کیا میں اس قابل ہوں کہ۔'' اس کی آواز کانپ رہی تھی۔ اس کی خوش نما آئھوں میں ایک ادائی ہلکورے قد دکھائی دے رہی تھی۔

اس نے مومنہ پر نظر ڈال کر بلکوں کی لرزتی باڑھ جھکا لی۔

''مولوی صاحب کا گھر کوئی عام سا گھر تو نہیں ہوگا تا۔ تہہاری تربیت میں نہی کا رنگ ہے نا مومو! وہ خود کتے عظیم ۔ کتے معتبر ہوں کے اور میں ایک پائی ہوں۔ برے قدم ناپاک ہیں۔ نہیں مومنہ رہنے دو۔ ہاں جھے دہاں نہیں جانا چاہے۔ اس نے تو بس یونہی کہہ دیا۔' اس نے یکدم گھبرا کرسٹیئرنگ وہمل پرد کھے مومنہ کے زم تھوں پراینا ہاتھ دکھ دیا۔

''ایک مسلمان کے گھر ہندو کے قدم وہ بھی شودر ہندو کے۔''
''کویتا! گاڈ سیک۔' چپ ہو جاؤ اس سے زیادہ فضول بکواس اور کیا ہوسکتی ہے۔'' مومنہ انتہائی کرب اور دکھ سے چلائی۔ اس کے چہرے کوایک تکلیف دہ رنگ چھو کیا تھا۔

''نو-تھننگس۔ میں جائے پی چکی ہوں۔آپ پلیز چیجے۔'' اس نے مسکرا کر معذرت کرلی۔

"ابایے مایوں تو نہ کریں۔ جائے نہ کی اسکا کئی لیجے۔ یہ خصوصی میرے جیب خرج سے خریدے میں گئی ہے۔ یہ خصوصی میرے جیب خرج سے خریدے میں کئی ہے۔ وہ شرارت سے بولا تو دوسری ساری ڈاکٹرز ہننے گئیں۔

''ہاں ہاں مومنہ! ڈاکٹر سنیل ہے جارے اتنے پیار سے کہدر ہے ہیں اور ان فیکٹ۔ بیخر بدے ہی تہمارے لئے مسے ہیں۔ ہمیں تو بیمجبورا کھلار ہے ہیں۔' ڈاکٹر لٹا بردی شرارتی اور بذلہ سنج تھی۔ اکٹر مومنہ کو چھیٹرا کرتی تھی۔

مومنیہ جعینپ کررہ گئی۔

'' پھر بھی آپ کی اس خاطر کاسواد اٹھاؤں گی۔ اس وقت میں پچھ جلدی میں ہوں۔'' وہ کہتی سرعت سے کمرے سے نکل بھا گی۔ موں۔'' وہ کہتی سرعت سے کمرے سے نکل بھا گی۔ کو بتا اسے لان کے ایک کو شے میں بیٹھی ٹل گئی۔

''برتمیز لڑک! بیکون سا وقت ہے باغ میں بیٹھنے کا۔ میں تو وطویڈ وطویڈ کر ملکان ہوگئی اور محترمہ یہال استراحت فرما رہی ہیں۔'' اس نے اپنا بیک اس کے سر پر ملکے سے مارا۔

رہا کتنے دنوں، ہی کوہ و ومن رہا کتنے دنوں، ہی کا چلن جہاں جہاں حسن ملا وہاں بیٹے رہا کیا جہاں جہاں بیار ملا وہاں صاد کیا جہال بیار ملا وہاں صاد کیا جہال گرائی ڈالی توڑے ہوئے ہے گنگنائی۔

''اوہو۔ تو شاعرانہ مزاح ہور ہا ہے جناب کا؟'' '' پانہیں کون سامزاج ہور ہاہے۔ میں خودنہیں سمجھ یا کی ابھی تک۔'' اس نے

ایک مهری سانس تھینجی۔

''کوی!''مومندنے بغوراس کی طرف دیکھا۔ ''اتی ڈیریس کیوں ہورہی ہو۔ پرکاش سے جھکڑا وگڑ اتونہیں ہو گیا؟''

اور برتیاک انداز میں کویتا کو بردھ کر سینے سے لگالیا اور اس کی پیشانی چوم لی۔ "ارے بی بی! کمال ہو کیا۔ آپ نے کیے پہوان لیا۔ استے برسوں بعد۔" مومندمصنوی جیرت سے چلائی۔ پھر کھلکھلا دی اور بی بی کی بانہوں کے حصار میں کھڑی کویتا کاسرخ سرخ چېره د تیمینے کلی _

"میں نے کہا تھا تا بی بی جمہیں دیکھ کر بہت خوش ہوں گی۔"

"ارے لڑکیو! تم لوگوں نے اطلاع ہی کردی ہوتی تو میں کھے چیزیں یکا لیتی۔ اجما اب بیفوبس ذرایہ بیج بوری کر کے تم شریروں سے متی ہوں۔کویتا بین! بیتخت تامعقول الزكى ہے۔ غازى شاہ كى طرح اسے بھى ہر وقت سر پرائز۔ وہ كيا كہتے ہيں ہاں بس وہی دینے کا شوق ہے۔ " بی بی مومنہ کو پیار بھری ڈانٹ کے ساتھ دیکھنے لکیں۔

غازی شاہ کے نام پر ایک لحظہ مومنہ کے دل پر وہی مانوس سی دھند جھا گئی۔ دو سنبری آتھوں کا رنگ ول کے ساحل پر چھیلا اورسکڑ کیا۔

''تم بیٹھوکوی۔ میں پہلے ظہر کی نماز پڑھ لوں۔ بابا کہتے ہیں کہ نماز ترک كرنے والا اللہ سے تعلقات قطع كرتا ہے اور اللہ سے تعلق ندر ہے تو پھر ايك مسلمان کے پاس کیارہ جاتا ہے۔ 'وہ اسے تخت پر بیضنے کو کہدکر اندر کی طرف بھاگ لی۔

" و کتنی اچھی باتیں بتاتے ہیں تمہارے بابا۔خوش نصیب ہومومنہ طارق! کہ تمہاری برورش الی ہستیوں نے کی ہے۔"

وه تخت بر پیرلنکا کر بینه کئی اور بخت نی بی کو د کیمنے لی جن کا چهره سفید براق حاور کے بالے میں کوئی نورانی سی محسوس مور ہا تھا۔اس کے ذہن کی سکرین پر ماتا تى كاچېره الجرآيا- بينور- بيميكا- بردم ملول رہنے والا جيسے بي آب وعمياه صحرا_

مولوی خصر محد شاید کسی قریبی مسجد میں نماز بڑھ کر آئے تھے۔ان ہے مل کر کو يتا كا وه سارا خوف، بے نام سے انديشے رفع ہو مئے۔ اونے لمے۔ سرخ وسپيد چېرے اور سفيد كمبى وارهى والے مولوى خفر محمد بارعب شخصيت كے ساتھ انتهائى شفيق، ، وضع دار اور باوقار دکھائی وے رہے تھے۔ جنہیں دیکھ کر مھنڈے بادل کا احساس ہونے کے۔کسی میٹھے جشمے کا تاثر ابھرآئے۔آٹکھیں اور دل خود بخو داحتر ام کرنے کیے۔ایسے

کویتا کا ذہنی اضطراب اس کے دل کی پراگندگی اے جیرت کے ساتھ دھی کر

اس نے سر کو خفیف سی جنبش دے کر ہلکی سی سانس بحری اور نرمی ہے اس کا باتحداسينه باتحد مس تعام ليا_

"اسلام میں اللہ اور رسول کی اطاعت کے بعد برا درجہ انسانوں سے پیار کرنا ہے۔ بدطبقاتی تقسیم ہماری اپنی بنائی ہوئی ہے۔ بابا اور بی بیتم سے ل کر بہت خوش ہوں کے۔ یقین کروکوی! بی بی تو میرے منہ سے تمہارا اتناذ کرسنتی ہیں کہ اکثر مجھ سے کہتی ہیں كدكويتا كوكسى دن كي أو كمر؟" الله في كويتا كى جيرت سے المحف والى آ محول ميں جما تکتے ہوئے یقین دلایا۔گاڑی مولوی خفرمحد کے گھر کے سامنے رک کئی تو کویتا کے ول کے اندر عجیب سا نامانوس احساس بلمر حمیا۔ اس کے سینے کی دیواروں پر نادیدہ سا بوجو بمكنے لگا۔

اس نے باختیار مومنہ کا ہاتھ پکر کر کرزتا قدم اس وہلیز بررکھا۔ مومنہ کو چہلی بار اس کی کیفیت نے میداحساس دلایا کہ کویتا ڈاکٹر بننے کے باوجووخود کوکس قدر کم ماردادر بے حیثیت مجھتی ہے۔

شاید بیان کی ذات بات اور طبقاتی تعتیم کا اثر تھا جس نے انسانوں کو اتنے طبقوں اور درجوں میں منقسم کر کے رکھ دیا تھا۔ برہمن۔شودر۔کھتری اور اس طرح کی درجہ بندی ازخود کر کے کتنوں کو برتری کے احساس اور کتنوں کو کم تری کے احساس میں جتلا کررکھا تھا مگر المیہ کم تری کے احساس میں جکڑے ہوؤں کا تھا جو بدترین ڈبنی اذیت میں زندگی گزاررہے ہتے بلکہ زندگی انہیں گزار رہی تھی۔

" بی بی! دیکھیں ذرا کون آیا ہے؟" مومنہ نے کویتا کا ہاتھ پکڑ کر اسے بخت بی بی کے سامنے کر دیا۔وہ نمازے فارغ ہوکر جانماز پربینی سبیع پھیررہی تھیں۔ '''بوجیس تو جانیں۔''ان کے سراٹھانے پروہ شرارت سے ہلی۔ "ارے شریر مجھے پہلیاں مجھوائے گی۔ بدتو کو بتا ہے۔ اسے نہ پہیانوں کی كيا؟" بخت ني ني كے برنور چېرے برشفيق سي مسكراجت كى جاندنى تجيل كئ ۔ وہ انھيں

''ارے نہیں۔ یہ یونمی بول رہی ہے۔'' کویتا پھیکی ہٹسی کے ساتھ بولی۔ ''کیاتم نے نہیں کہا تھا کہ ایک ہندو شودر کو مسلمانوں کے گھر نہیں آتا عاہے'۔''مومنہ نے اسے محورا۔

''بات بینیں ہے۔''کو بتا کے چہرے پر سجیدگی آمیز کرب سمٹ آیا۔
''کہاں کھیم میں جو حالات ہیں اس نے یقیغا مسلمانوں کو ہندوؤں سے دل کر دیا ہوگا۔ بھارت راج پاٹ کھیمری مسلمانوں کے ساتھ جوسلوک روا رکھ وکے ہو وہ دوسرے ہندوؤں کی نظر میں جائز ہو یا ناجائز مگر میری نظر میں یہ ایک المانہ نعل ہے۔ میں اس کارن یہاں نہیں آنا چاہ رہی تھی کہ شاید آپ کو نہ بھائے۔ الممانہ نعل ہے۔ میں اس کارن یہاں نہیں آنا چاہ رہی تھی کہ شاید آپ کو نہ بھائے اس بھی ہیں بروی پاپن ہوں۔ ما تا جی کہتی ہیں تیراانت (انجام) بروا براہوگا۔ تو بھگوان البان کرتی رہتی ہے پر میں کیا کروں مولوی جی! میں جان کرتو ایرا نہیں کرتی۔ بس پا کہاں کرتی رہتی ہے بر میں کیا کروں مولوی جی! میں جان کرتو ایرا نہیں کرتی۔ بس پا بی کہتا ہی میری باتوں سے جھے سے دور چلا گیا۔ میرے اندر سے شانتی نکل گئی ہے مولوی جی! ماتا جی باتا جی باتوں سے جھے سے دور چلا گیا۔ میرے اندر سے شانتی نکل گئی ہے مولوی جی! ماتا جی باتا جی بیات ہوں اور پاپی کی ناؤ منجد ھار میں ڈوبتی ہے۔''اس کی باتا جی بی بہتی ہیں تایہ میر بی بیان ہوں اور پاپی کی ناؤ منجد ھار میں ڈوبتی ہے۔''اس کی باتا جی بی بہتی ہی بیتی ہیں شاید۔ میں پاپن ہوں اور پاپی کی ناؤ منجد ھار میں ڈوبتی ہے۔''اس کی باتا جی بیار سے اس کے گروا پنا باز وہما کی کے بیار سے اس کے گروا پنا باز وہما کی کے بیار سے اس کے گروا پنا باز وہما کی کروا پیا باز وہما کی کروا پیا بین ہوں اور پاپی کی ناؤ منجد ھار میں ڈوبتی ہیں تا ہوں اور پاپی کی ناؤ منجد ھار میں ڈوبتی ہے۔''اس کی باز کھرا گئی۔ اس نے سر جھکا لیا۔ بخت بی بی نے بیار سے اس کے گروا پنا باز وہما کی کروا بنا باز وہما کی کروا

"ایسانہیں کہتے۔ ہو جاتا ہے بھی بھی انسان یونمی ہے۔ اداس اور بے است ہرشے بے کار اور بری کلنے گئی ہے۔ مربیہ کیفیت عارضی ہوتی ہے۔"

مولوی خفر محرسر جھکائے کسی مجری سوچ میں تم ہتے۔ انہیں کو بتا کی یہ کیفیت نبی ناراضی، مایوسی یا وقتی ناامیدی کی نہیں گئی بلکہ وہ محسوس کر رہے ہتھے کہ اس لڑکی کو پاکن '' کی تلاش ہے۔ اس کی آتما سکون کی متلاثی ہے۔ ایسا سکون اور طمانیت بھان ، سوا نگ میں ہرگر نہیں مل سکتا تھا۔

انہوں نے سراٹھا کرایک مہری سانس سینے میں کھینی۔
''زندگی میں حقیقت بھی ہے اور نا ٹک بھی۔ بس حقیقت کو پہچا نے والی آ ٹکھ
ر ہونی جا ہے۔ حقیقت اور جھوٹ میں فرق صرف نقطہ نظر کا ہوتا ہے اور تم ایک

چہرے کو بتا نے شاید اپنی زندگی میں آج تک نہیں دیکھے تھے۔ اسے بافقیار مومنہ پر رشک آیا جو السی محبت کرنے والی ہستیوں کے درمیان حیات گزار دی تی ۔ ان کی گفتگو میں بہت تھہرا دُ تھا۔ لیجے میں لوج تھا۔ انہوں نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا تو کو بتا کو سائبان کا احساس ہونے لگا۔ اس کے اندر کی محردمیاں چھنے لگیں۔ وہ خوش ہوتے ہوتے اندر سے جیسے یکدم فالی ہوجانے کے احساس کے ساتھ ممکین ہوگا۔

اور ازکر کرتی رہتی ہے مومنہ تمہارا۔ یوں سمجھو۔ ہیں اللہ آکر تمہاری باتیں سمجھو۔ ہیں تال سے آکر تمہاری باتیں اترتا۔'' باتیں کئے بغیراس لڑی کے حلق ہے کھانا نہیں اترتا۔''

بہلی سے سر سے سر ان روحنی ۔ مومنہ کو دیکھا جو بی بی سے لگی اسے محبت پاٹن نظروں سے د کھ رہی تقی ۔

'' میں اتن محبت کے کہاں قابل ہوں؟'' بے ساختہ ہی لیوں ہے بھسل پڑا۔ اس کے جملے پر مومنہ کے دل میں اداسی پھیل گئی۔مولوی خفر محمد نے پہلی بار اس کے چبرے کی طرف دیکھا۔

وہ مومنہ کی ہم عمر تھی۔معصوم اور سادہ چیرے والی بیہ بچی انہیں قلبی طور پر مصطور پر مصطور بر مصطور بر

" محبت حاصل کرنا ہر انسان کا پیدائش حق ہے۔ وہ اپنے پیدا ہونے سے بردے ہونے تک اپنے الطراف لوگوں سے مختلف رشتوں، ناتوں سے پیار وصول کرتا رہتا ہے۔ یہاں قابل یا ناقابل کا کیا سوال؟" مولوی صاحب نے نرماہث بھری مسکراہث کے ساتھ اسے سرزنش کی۔

''جور۔ لٹیرے۔ ڈاکوسب ہی اپنے جصے کی خوشیاں اور محبتیں وصول کرتے ہیں۔ تم تو بہت معصوم۔ پاکیزہ اور جھوٹی بچی ہو۔ تمہارا دامن تو ابھی خوشیاں اور محبتیں سمیننے کے لئے پھیلا ہونا جاہئے۔''

یں ہے۔ سے میں زبردسی اسے بابا! الیم ہی فضول با تنبی سوچتی رہتی ہے۔ میں زبردسی اسے کی کر کرلائی ہوں یہاں۔'' مومندا پی جگہ سے اٹھ کر تخت پر آ کر بیٹھ گئی۔

"میرے من کے اندر بہت گرد ہے مولوی بی! یہ بھلا کیے صاف ہوگ۔

نہیں۔ نہیں مولوی بی۔ میری روح کی گرد جھاڑنا چاہیں گے آپ تو خود پورے اف

عائیں گے۔ مگریہ تو وراثی گرد ہے۔ یہ تو پیدائی اند میرا ہے یہ کیے چھے گا؟" وہ ایک

بھکے سے تخت سے کھڑی ہوگی۔ اس کے ہونٹ کیکیا رہے تھے اس کی انکھوں میں بجھے

یے کا سادھواں پھیٹا ہوا دکھائی وے رہا تھا۔

''مولوی تی۔' وہ اچا تک مولوی خفر تھر کے قدموں میں جھک گئی۔ ''ماحل کی تمنا وہ مخص کیے کرسکتا ہے جوسمندر کے بچ تندموجوں میں گھر اہو ر چہاروں طرف یعنور کے دائرے ہوں۔ آپ۔ آپ مجھے روشی دکھا رہے ہیں مولوی باگر آپ کو کیا خبر کہ میں جہال ہوں وہاں تاریکی بھوت کی طرح مسلط ہے میرے جم روح پ' وہ شدت کرب سے اپنے باریک خوش نما لب دائتوں سے کچل ری تھی۔ ''باریک سے باریک روشی دبیز سے دبیز تاریکی کا سینہ چیر ویتی ہے۔ گئیب ر جیرے میں اک ذرا سا در بچہ واکر کے دیکھو۔ روشنی کی باریک لکیر کمرے میں مرے اندھیرے کا دم تو ڈ دیتی ہے۔'' مولوی خضر تھر کا لہج آسلی آمیز تھا۔ انہوں نے مرے سر پر ہاتھ رکھا اور ہٹا لیا۔

وہ اچا تک اٹھی اور بلیٹ کرتیزی سے دروازے سے باہرنکل گئی۔مومنہ نے

یک طرف کم صم مجیب سے احساسات سے دوجار بیٹھی تھی اس کے یوں بھا گئے پراس

بیجھے جانا جا ہاتو مولوی صاحب نے اسے روک دیا۔

''اسے جانے دو۔اس کا اس وقت چلے جاتا ہی بہتر ہے بٹی!'' ''مگر بابا!'' اس نے الجھ کرمولوی صاحب کو دیکھا جوسر کو ہلکی ہی اثباتی جنبش یکر بولے۔

''ہاں۔اس کا جانا ہی بہتر ہے ابھی۔اس کے اندر جو در بچہ کھلنا چاہتا ہے جو) پھوٹ رہی ہے اس کا سہارتا اسے بہت مشکل ہوگا کیونکہ اس کی روح کے در یچے جو روشنی اندر آنا چاہ رہی ہے وہ کوئی عام سی فانی روشنی نہیں ہے بلکہ ایمان کی روشنی راحی لکھی۔ سمجھ دارلز کی ہو۔ اپنے اندر کو شول سکتی ہو۔ تبدیلی کو محسوس کر سکتی ہو۔ اپنے ضمیر پر پڑے اس بوجھ کوئم در حقیقت شدت سے محسوس کر رہی ہو۔ تہمیں '' راستی'' کی تلاش ہے۔ تہمارے اطراف کا ماحول تہمارے ضمیر پر بوجھ کی طرح لدا ہوا ہے اور بیتو بردی خوش آئند بات ہے کہ تہمارے باس سیائی کی روشنی اور بدی کی تاریکی میں فرق محسوس کرنے والی آئکھ ہے۔

دوجس طرح خوبصورتی ہمارے اندر ہوتی ہے ای طرح سپائی بھی ہمارے اندر فطرت نے وہ بعث کی ضرورت ہے اور صد اندر فطرت نے وہ بعت کی ہے۔ بس اسے ڈھونڈ نے کی ، تلاشنے کی ضرورت ہے اور صد شکر کہ تمہارے باس حق آشنا ایک قوت ہے۔ "مولوی خضر محمد اپنے میں کو یتا کے دل کو کو یا جمجھوڑ رہے تھے۔

" تم اپنے ماحول سے بے زار نہیں ہو بلکہ اس بدی ہے۔ کروفریب اور مجموف سے بے زار ہو جو تمہارے اردگر دیمیلا ہوا ہے۔ بینی! غدا کو جب سی کوسچائی کا راستہ دکھانا مقصود ہوتا ہے تو اس کی روح میں ایک اضطراب برپا کر دیتا ہے۔ اسے تاریکی کا ادراک ہونے گلتا ہے اور روشنی کی تلاش میں وہ سرگرداں ہو جاتا ہے۔ تہمارے اندروہ در بچ کھلنا چاہتا ہے جس سے آگی کا سورج چیکنا دکھائی دے۔"

کویتا دم سادھے مولوی صاحب کے منہ سے نگلنے دالے لفظوں کا قطرہ قطرہ پیتے ہوئے ایک عجیب لذت، ایک انوکی چاشی روح بیل سرایت کرتی محسوس کر رہی گئیں۔ اس کے وجود بیل عجیب خنڈی لہریں دوڑ نے لئیں۔ اسے لگا مولوی صاحب اس کے اندرجھا تک رہے ہوں۔ ان کا لفظ لفظ اسے اپنے اضطراب کا ترجمان لگا۔ اسے لگ رہا تھا جیسے کوئی چکیلا سیال جسم بیل ایسے سرایت کر رہا ہو جیسے صحراؤں بیس شنڈی پھواڑ میسے روح کے دیرانے بیل باد و بارال کے جھکڑ۔ گر یکدم اس کی آنکھوں بیس جی دکھ کی کئی دبیز ہونے گئی۔ اس کی روح کا اضطراب پہلے سے کہیں اور زیادہ بڑھ گیا۔

کائی دبیز ہونے گئی۔ اس کی روح کا اضطراب پہلے سے کہیں اور زیادہ بڑھ گیا۔

"ہاں۔ میرے اندر بہت اندھیارا ہے مولوی جی۔ اتنا اندھیارا کہ چھ بھائی میں دیتا۔ ایک سیاہ تاریک جنگل۔ ایک ہولناک خلا اور خلا کے اندر گھور تاریکی۔ " ماس کی آ داز ایسے انجری جسے بہت دور سے آ رہی ہو۔

اس کی آ داز ایسے انجری جسے بہت دور سے آ رہی ہو۔

دوسرے دن مومنہ ہپتال آئی تو ہا چلا کو یتا نہیں آئی۔ اس نے سوچا واپسی پر وہ اس کے گھر جائے گی مگر ہجھ سوچا کر جانے کا ارادہ ملتوی کر دیا اور طارق ہاؤس کے بہاں جلی آئی۔

''افاہ۔ خیرت تو ہے بی بی اکون مہمان آرہے ہیں جو اتنی خوشہو کیں اٹھ رہی ہیں؟'' وہ باور جی خانے میں بی بی کو براے جوش وخروش سے مصروف عمل دیکھ کرچونگی۔ بیں؟'' وہ باور جی خانے میں بی بی کو برائے جوش وخروش سے مصروف عمل دیکھ کرچونگی۔ ''غازی شاہ آیا ہوا ہے۔'' بخت بی بی نے بغیر پلٹے اپنے کام میں منہمک رہے ہوئے ہی اسے جواب سے نواز ااور وہ جہاں کھڑی تھی وہیں کھڑی رہ گئی۔

اسے لگانی بی نے بڑے زور ہے اس کے دل کے ساز پرمفزاب مار دیا ہو۔ ہرتار ہی جھنجھنانے لگااور ایک مرحم موسیقی رگ رگ میں بیخے گئی۔

"ملو کی نہیں اس سے؟" بی بی اسے خاموش دیکھ کر پلٹیں۔اس نے ایک مہری سانس نے کردیکی کا ڈھکن اٹھا کر یونمی جھا نگا۔

"اتا سارا کھاس کے آنے پرکرتی ہیں آپ؟ مگراسے کون سااحساس ہے آپ کا۔ ہوا کے محوثہ پرسوار آتا ہے اور جھو نکے کی طرح گزرجاتا ہے۔اسے کب روا ہے آپ کی۔بس آپ ہی ہیں جواس کے لئے ہلکان ہوتی رہتی ہیں۔"

اس کی آواز میں رجمت تھی۔شکوہ تھا۔ بی بی اسے اتنا دل گرفتہ دیکے کرسنجیدہ ہو نئیں۔ تہوے کا چولہا آہتہ کر کے اس کی طرف جلی آئیں۔

" بیا ۔ وہ جان کرتھوڑا ہی ایبا کرتا ہے۔ بھارتی درندے کوں کی طرح اسے موغہ تے بھرتے ہیں۔ وہ اس طرح کھلے عام آ جانہیں سکتا۔ حالات دیکھ کر آٹا پڑتا ہے۔ اس نے بیجو تھم اپنی ذات کے لئے تو نہیں لیا تا۔''

بخت بی بی اورمومنہ نے بیک وقت چونک کر پھر قدرے بے بیتی سے مولوی صاب کے چہرے کی طرف دیکھا اور دیکھتی رہ گئیں۔

ساب سے پارسان اور ایا ہوتا جا ہتی ہے؟ "مومنہ کوخود اپنی آ داز بہت نی نی کی دور ہوتا کی آ داز بہت نی نی کی دور کے مولوی میں ایک انوکی خوش کے دیپ جلنے کئے تھے۔مولوی میں ایک انوکی خوش کے دیپ جلنے کئے تھے۔مولوی صاحب اس پر ایک نگاہ ڈال کررہ مجھے۔کوئی جواب نہیں دیا اور اٹھ کرا پے کمرے میں صاحب اس پر ایک نگاہ ڈال کررہ مجھے۔ کوئی جواب نہیں دیا اور اٹھ کرا ہے کہ مدے۔

سے ہے۔ بہت ی باتوں کے جواب وقت کے پاس ہوتے ہیں اور مولوی خفر محمر بھی وقت کے منہ سے ہی سننا جا ور ہے تھے جوان کا دل کواہی دے رہاتھا۔

"بی بی! اگر میں سری تحریف ہی ہوتی تو کیا آپ لوگوں سے رابطہ نہ رکھتی؟"
اس کی بات پر برامان کرمومنہ نے بی بی کو مدد طلب نظروں سے دیکھا۔
اس کی آتھوں کے سحر انگیز رکھوں میں برسی مدھری مسکرا ہے کہ بھرگئی۔
اس کی آتھوں کے سحر انگیز رکھوں میں ابھو۔ جھے تو درمیان میں مت تھی یٹو۔" بخت
بی بی دامن بچا گئیں۔

''میراخیال ہے دوریاں محبت کی شدت کا احساس دلاتی ہیں۔ فاصلے زیادہ قریب لانے کا باعث ہوتے ہیں۔' بی بی کے باور چی خانے سے جانے کے بعد وہ ہولے سے بولا۔

مومنہ نے بلکیں اٹھا کیں۔ اس کی بڑی بڑی روش تابتاک آکھیں اس کی سری آکھوں اس کی سنبری آکھوں کے ماندلرزتا سنبری آکھوں کے سمندر سے گراکیں تو غازی شاہ کو اپنا وجود لحظہ بجریانی کے ماندلرزتا محسوس ہوا دوسرے بل وہ جیسے چونک سامی اور ایک مہری سانس کھینی۔

"سوری مومنہ! میں جہال ہوں اور جو حالات میرے اردگرد ہیں وہاں ایک باتوں کے سوچنے کے لئے بھی وقت نہیں ملا۔ دو گھڑی ساتھی مل بیٹے کرہنس بول لیس تو بھی ایسا گلا ہے جیسے کوئی جرم کر لیا ہو۔ اطراف میں سکتے انسانوں کا بجوم۔ بھارتی در ندول کے مظالم کا نشانہ بننے والے بے گناہ کشمیریوں کی آہ و بکا، ایک وقت میں دس در بن جنازے۔ بیسارے حالات اور واقعات ہماری سوچوں اور مسکراہٹوں کو یوں چوس در بنازے۔ بیسارے حالات اور واقعات ہماری سوچوں اور مسکراہٹوں کو یوں چوس لیتے ہیں جیسے آگاس بمل ہرے بھرے پودے کا پتا پتا۔ پھر بھی میں تم سے شرمندہ ہوں۔ لیتے ہیں جیسے آگاس بمل ہرے بھرے پودے کا پتا پتا۔ پھر بھی میں تم سے شرمندہ ہوں۔ اسا اوقات ہمارے اندر سے بہت می تمنا کیں، خواہشیں سر اٹھاتی ہیں مگران کا یا تو گلا بسا اوقات ہمارے یا پھران پر دبیز نقابیں چڑھانی پڑتی ہیں۔''اس کا لہجہ دھیما لو دیتا ہو! تھا جو مومنہ کی ساعت پر بھلامحسوں ہور ہا تھا۔

وہ دونوں میں چلے آئے جہاں خوشکوار دھوپ بکھری ہوئی تھی۔ ''میرا خیال ہے تم نے مجھے معاف تو کر دیا ہوگا؟'' وہ اس کی جھکی جھکی پلکوں برنگا ہیں لکاتے ہوئے یو جھنے لگا۔اس کا لہجہ مسکراتا ہوا تھا۔ وہ پلکوں کی باڑھ جھکانے پر کس مہ گئی

"معاف تو کردیا ہے مکر محکوہ تو اب بھی ہے غازی شاہ۔" وہ چند کمیے تو تف

" مربی بی است البلد رکھتا ہے گر جھے سے ایک بار بھی اس نے چھوڑیں بی بی۔ آپ تو ہمیشہ اس کی حمایت کرتی ہیں۔ ' دہ خفا ہوگئی۔

" چل ہے بے وقوف لڑک! میں بھلا کیوں اس کی حمایت کرنے گئی۔ جتنا وہ
جھے بیارا ہے اس سے زیادہ تو مجھے بیاری ہے۔ تو تو میرے آئن کا چاند ہے۔ چل آ۔
میں اس کے کان بکر واکر تیرے سامنے ہاتھ جڑواتی ہوں پھر دیکھو۔ وہ معانی مانگا ہے
تھے ہے کس طرح ۔' بی بی نے بیار سے اسے تھاما گر وہ کم س نادان بچی کی طرح بدک
کردورہے گئی۔

روروں ہیں ہی ہی! زبروتی احساس دلانے سے کیا حاصل۔ یہ کوئی پوشاک تو نہیں ہے کہ آپ نے زبردتی پہنا دی۔ احساس تو خود دل کی زمین سے پھوٹنے والا بودا ہے۔ اسے خود ہی احساس کیوں نہیں کہ بابا اور آپ کے علادہ کوئی تیسرا بھی اس کا منتظر ہے۔'اس کی آ داز بھرا گئی۔

ہے۔ ہن ہورہ ہوں ہوں ہے۔ ہن رہی استے برسوں کہ وہ دانتوں میں اب کیلئے دمیں تو ہوئی خوش فہم ہی رہی استے برسوں کہ وہ دانتوں میں اب کیلئے کی اور آئھوں میں اللہ نے والے قطروں کو چھیانے کی غرض سے باور چی خانے سے باہر نکلنے کے لئے پلٹی تو دھک سے دہیں کھڑی کی کھڑی رہ گئی۔

وه دونوں ہاتھ سینے پر باندھے وہیں تو کھڑا تھا۔ آنکھوں سے ہم رنگ شلوار سوٹ اور سادہ می چپل کوئی اہتمام نہیں تھا مر پھر بھی وہ بہت خاص لگ رہاتھا۔ سوٹ اور سادہ می چپل کوئی اہتمام نہیں تھا مر پھر بھی

اس کی غیرمتوقع موجودگی نے مومنہ کو اچھا خاصا خفیف کر کے رکھ دیا جبکہ وہ اس کی غیرمتوقع موجودگی نے مومنہ کو اچھا خاصا خفیف کر کے رکھ دیا جبکہ وہ اس کے چہرے پر ابھرتے اور معدوم ہوتے تاثرات کا جائزہ لیتے ہوئے خاصا محظوظ ہوا ہوں

'' دہ میری مجبوری تھی۔'' دہ سر جھکا کرآ ہستگی ہے گویا ہوئی۔ ''مجبوریاں انسان کی اپی خود ساختہ ہوتی ہیں۔'' وہ جیسے ماننے کو تیار نہ ہوا۔

کے بعد بولی۔

" من مجھے سے وعدہ کیا تھا کہ اپی تنظیم میں مجھے ضرور شامل کرو مے مگر ابھی جی وعدہ وفانہیں ہوا۔ کہال تو میری سرکاری جاب نے تہہیں جھ سے متنز کر دیا تھا اور اب جتنی بار اس جاب کو خیر باد کہنے کا کہا تم نے بابا سے کہلوا دیا کہ میں ابھی ایسا کوئی قدم نہا تھا اور کہنے کا کہا تم نے بابا سے کہلوا دیا کہ میں ابھی ایسا کوئی قدم نہا تھا اور کہنے کا کہا تم کی وجہ سے مجھے روک رہے ہواگر ایسا ہے تو پاپا سے میں خود بات

دونہیں مومنہ! یہ بات نہیں ہے۔ تم تو ہماری تنظیم میں بہت اہم پوسٹ پر ہو کی۔ تمہاری اہمیت تو بہت زیادہ ہے۔ سرجن ہونے کی حیثیت سے بھی اور "اس نے جملہ اوھورا حجوز کرایک مجلی می سانس بحری مجرسر جھٹک کر بولا۔

"میراخیال ہے پیجگہان باتوں کے لئے ہیں ہے۔"

''تو بھر مجھے اس جگہ لے جاؤ تا جو مناسب ہے۔ میں خود آنا جاہتی ہوں تو وہاں تمہارے باہر کھڑے جھے اندر نہیں جانے دیتے۔''

ودوه وجي نبيس مجامد بين-' غازي شاه نے سخت برا مان كر فہمائى نظرول سے

ایے ٹوکا۔

"وسوری مراس وقت وہ مجھے بہت برے لکتے ہیں جب مجھے تم سے ملنے ہیں ویتے۔"وہ پوری سچاکی اور سادگی سے کہدگئ۔

غازی شاہ نے بے اختیاراس کی طرف دیکھا اور دیکھا رہ گیا رہ گیا۔اس کی آنکھوں کی خوش نما جھیلوں میں وہ اپنے لئے پندیدہ رنگ دیکھ رہا تھا بلکہ محبت آمیز چک بھی۔ وہ سادہ لوح یا کم فہم نہیں تھا کہ وہ رنگ نہ بہچان یا تا جوشنق کی طرح دل کے آسان برسج کر آنکھوں کو خیرہ کرنے لگتے ہیں۔ وہ خود بھی اپنے دل میں محبت کی الیمی ہی روشنی محبوں کر رہا تھا۔

پہوں سوں مردہ ہوں۔ جب وہ تعلیم کے لئے لندن چلی گئی تھی وہ ہر ہر آ ہث براس کا گمان کرتا رہا تھا۔ ہر ہر لیحے اسے یاد آتی رہی تھی۔ بھی رات کی تاریکی میں آسان پر جیکتے ستاروں میں اسے تلاشتا تھا تو بھی پھولوں میں اس کی تھلکھلاہٹیں ڈھونڈ تا پھرتا۔ اس کی ہنسی کے ا موتی ہمیشہ اس کے دل کی سیب میں محفوظ تھے تکر اب وہ جذباتی نوجوان بن کرنہیں سوچنا

چاہتا تھا۔ محبت کی مسرور کن مہک اور دل گداز رگوں کے ہمراہ سفاک تقیقت ہمی اس کے سامنے پھیلی ہوئی تھی۔ وہ مولوی خفر محمد کی نہیں طارق احمد کی بئی تھی جوایک سرکاری آفیسر تھا جے کشمیری مسلمانوں کے مفاد سے بھینا کوئی دلچیں نہتی جے صرف اپنی نوکری اپنے اثر درسوخ اور شیش کی فکر رہتی تھی۔ پھر ہملا وہ ایک حربت پند لیڈر کو دامادی میں کسے قبول کر سکتا تھا اور پھر جن حالات سے وہ نبرد آزما تھا اس کے آس پاس زندگیاں سک رہی تھیں۔ اذبت اور دکھ کا سفر تھا جو کا نثول سے پر تھا اور جانے کتنا طویل تھا۔ جہاں اسے بہت سے نہتے ، ب گناہ ظلم کی چکی میں پستے انسانوں کی حق خوداراد ہت اور دکھ کا سفر تھا جو کا نثول سے کر تھا اور جانے کتنا طویل تھا۔ آزادی کی جنگ جاری تھی ایسے میں وہ اپنی خوشیاں وقت کے تشکول سے کس طرح چن مکتا تھا۔

اور ضروری نہیں اس کے ہاتھ خوشیوں کی ان مہکتی کلیوں کو چننے کے لئے برختے تو وہ کامیاب رہتا۔ خالی ہاتھ رہ جاتا۔ بہت می الیم سوچیں اسے اپنے جذبوں کے آئے ہے کہ سے آئے کہ وئے تھیں۔

" بھارتی حکومت میڈیا پر پابندی لگا کر یہ بجھ بیٹی ہے کہ وہ اپ مظالم جو کشمیریوں پر روار کھے ہوئے ہے وہ چھپانے میں کامیاب ہوگئ ہے۔ اس کی بربریت کے کھلے مظالم تو سر کوں پر دکھائی دیتے ہیں۔ عازی شاہ! ایسے میں میرا دل چاہتا ہے میں یہ بہتال چھوڑ دوں جہاں انہی درندوں، ظالم ہندوؤں کے زخموں کا اند مال ہوتا ہے جہاں ایک زخمی مسلمان کے ساتھ تعقباتی سلوک روار کھا جاتا ہے۔"

'' وهرج سرجن! وهرج - تنهارا جذبه قابل تحسین ہے مگر ہر کام سوج اور حکمت عملی سے عمر ہر کام سوج اور حکمت عملی سے کیا جانا جاہتے۔ ہاری محض چند جذباتی با تیں ہمیں آزادی نہیں ولائیں گی۔'' وہ مخمر ہے ہوئے لیجے میں اسے جذباتی کیفیت سے نکالنے لگا۔

" ہاں۔ غازی ٹھیک کہدرہا ہے بیٹا۔ ہر کام مضبوط ارادے اور بہترین حکمت عملی ہے کیا جائے تو کامیا بی کا امکان رہتا ہے۔ "مولوی خطر محمد بھی ادھر چلے آئے۔
" بھارتی سرکار جس طرح ایک با قاعدہ منصوب کے تحت پوری دنیا میں اپنا ہندہ مت کلچر بھیلا رہے ہے میڈیا کے ذریعے یہ کوئی وقتی نہیں ہاں کا اثر دیریا ہوگا۔ جس طرح مغربی کلچر بردے منصوب ادر سازش کے تحت غیر محسوس طریقے ہے آدھی دنیا

عابتی ہوں۔ میں اب تمہیں اس طرح ہرگزنہیں جانے دوں گی جب تک تم میرے لئے کوئی فیصلہ نہیں کرو مے۔''

"بہت ضدی لڑکی ہو؟" غازی شاہ بےساختہ مسکرا دیا۔

''نہیں غازی شاہ۔ میری بیٹی حقیقا اس قابل ہے کہ تم اے ایک بار آزباکر دیکھو۔ یہ کیسے پورا اتر تی ہے۔'' مولوی ڈھنر محمد اس کی حمایت میں بولے نو وہ کھل اٹھی۔ ''اب تو بابا بھی میری حمایت کررہے ہیں۔ بولو کیا کہتے ہو؟'' وہ فرضی کالر حجماڑنے گئی۔

و ارے میں تو کہتی ہوں اڑکی ذات کی صلاحیتیں تو اس کے شوہر کا گھر چلانے اور بال بچوں کی پرورش میں صرف ہونا جائیں۔'' بخت بی بی دستر خوان پر برتن رکھتے ہوئے بول انھیں۔

"اب طارق ہے کہو کہ اس کی شادی کا سویے۔ کیا بٹھائے رکھنا ہے اسے۔ "
صحن میں لحظہ بحر بڑی خاموش ہی فضائن گئے۔ بی بی کے جملے بڑے غیر متوقع سے ۔ مومنہ اور غازی شاہ کے ول کیبارگی ایک ہی احساس سے ہم آ ہنگ ہو کر دھڑ کے سے ۔ مومنہ کی خمرار پکوں میں سے ۔ ساختہ نگا ہیں ملیس مگر نگا ہوں کا بی تصادم لمحہ بحر کا تھا۔ مومنہ کی خمرار پکوں میں حیا کا بوجھ سمٹ آیا۔ وہ چرہ جھکا کر تخت سے اٹھ گئی۔

ی با آپ کوتو بس ایک ہی موضوع یاد رہتا ہے۔' وہ رخ موڑ کر دستر خوان پر پلیٹیں تر تیب سے رکھنے گئی۔ عجیب می شرم نے اسے آگھیرا تھا۔

"الور میں کوئی غلط کہہ رہی ہوں مولوی جی! میں تو بس سے چاہتی ہوں کہ آپ طارق اور زہرہ سے بات کریں۔ ہمارا غازی شاہ لاکھوں میں ایک ہے خمر سے۔ کتنا ار مان ہے میرا کہ اس کا گھر بس جائے اور وہ بھی اپنی مومو سے۔ اب تو بس دل چاہتا ہے ہید کام جلد از جلد ہو جائے۔" بی بی کے لیجے میں خواہشیں، آرز و میں کروٹیس لے رہی تھیں۔ ادھرمومنہ پلیٹ ہاتھ میں پکڑے کو یا سانس لینا بھی بھول گئی۔ اس کے اندر اتنی سکت بھی نہ رہی کہ پلیٹ کر غازی شاہ کے چبرے کے تاثر ات کا جائزہ ہی لیتی۔ بھلا اس وقت اس کے چبرے پرکون سا رنگ تھا۔ اس کی سنہری آئیسیں بی بی بی بی بی بی سنہری آئیسیں بی بی بی سے تھیں یاس کی جانب اٹھی تھیں۔

میں کھیل کر بربادی کا باعث ہوا اس طرح اب بھارتی کلچر ہے ہودہ فلموں کے ذریعے
معصوم ذہنوں میں بٹھایا جارہا ہے۔ چند دیدہ زیب اور وقتی خیرہ کن رگوں کے ساتھ بہ
ز برنس نس میں اتارا جا رہا ہے جو مشیات سے زیادہ مہلک ہے جو روحانی اور جسمانی
تبائی کا باعث ہے۔ بس رب العالمین اس ز برسے عالم اسلام کو محفوظ رکھے۔ بیز ہرجسم
کی نہیں روح کی موت ہے۔ دنیا بی نہیں آخرت بھی برباد ہاس ہے۔ "مولوی خصر
محمد کے چرے برتاسف اور دکھ کے سائے لرزنے گئے۔

''بابا۔ اسلام کسی انسان کا تخلیق کردہ دین نہیں ہے۔ بیداللہ کے مانے والوں کے قلوب میں اسلام کسی انسان کا تخلیق کردہ دین نہیں ہے۔ بیداللہ کے مام کتا کہ اسلام کسی خون بھام کتا دوڑتا ہے۔ اگر شریانوں سے خون نکال دیا جائے تو موت واقع ہوجاتی ہے۔''

''یہ ہزاروں کشمیری بھارتی درندوں کے تیروں کا استقبال کرتے ہیں۔ اپنے سینوں پر، تلواریں تمغول کی طرح سجالیتے ہیں۔ وینی اور جسمانی اذبیتیں سہدرہ ہیں۔
کیمے کیے ظالمانہ طریقوں سے انہیں ٹارچ کیا جاتا ہے کہ عام آدی دکھ کرلرز جائے کر یہ کشمیری مسلمان ہی ہیں جو زخموں سے چور، کئے ہوئے اعضا کے ساتھ بھی چیخ چیخ کر کی کہتے ہیں''نغرہ تجمیر۔ اللہ اکبر۔' یہ جذبہ جہاد ہے جو دنیا کے بزے بزے ایٹم بموں سی موجزن سے زیادہ یاورفل ہے۔ ایمانی طاقت ہے جو ان کے کمزور اور نجیف جسموں میں ملورے لیتا رہ کر انہیں کمزور نہیں پڑنے دیتی۔' غازی شاہ کے انداز بیاں اور جملوں میں ہلکورے لیتا جوش ماحول پر عجیب ساسحر طاری کر رہا تھا۔ مومنہ کی پلکوں پر یک بیک ستارے جوش ماحول پر عجیب ساسحر طاری کر رہا تھا۔ مومنہ کی پلکوں پر یک بیک ستارے جوش ماحول پر عجیب ساسحر طاری کر رہا تھا۔ مومنہ کی پلکوں پر یک بیک ستارے تھالملانے گئے۔ اسے تختوں پر لیٹے وہ زخی یاد آئے جو بھارتی فوجیوں کی بربریت کا شانہ بنائے گئے جے بھی اللہ اکبر کہنے کے جرم میں۔

ا تنا برا بھارت اور اتنی ہزاروں نوج بھی نہتے تشمیر ہوں کی آواز کو دیا نہیں یا رہی تھی۔اس لئے کہ بیرجن کی آواز تھی۔ سیائی کی ایکار تھی۔

اس نے ایک مہری پرملال سائس بحریتے ہوئے بلکوں پر ازتے نمی کے مروں کو یو نچھا۔

''میرے اندر بھی وہی خون ہے غازی شاہ اور ایسے ہی طوفان اٹھائے ہوئے ہے جوتمہاری رکوں میں موجزن ہے۔ سمیر کو میں بھی بھارت کے ظلم وستم سے آزاد دیکھنا وہ لی لی کو باور چی خانے کی طرف آتے دیکھ کرتیزی سے باہر نکل آئی۔ لی لی برئی خاموش راز دال تعیس۔ اس کا ادراک اسے آج ہوا۔ اس نے ان پر دز دیدہ نگاہ ڈالی اور محن کے اس حصے میں جلی آئی جہاں غازی شاہ کھڑا تھا۔

'' میں میں میں میں پیندنہیں کروں کی غازی شاہ کہتم ہی ہی کی بھیک میں مجھے ملو۔ میں کوئی کشکول لے کرنہیں کھڑی ہوں کہان کے کہنے پرتم اپنی عنایت توجہاور محبت کا سکہ ڈال دو۔'' وہ بڑی سنجیدگی کے ساتھ اس کے سامنے آکر کھڑی ہوگئی۔

"رفاقت میں آدمی دل و جال سے شائل نہ ہوتو وہ سراب ہوتی ہے۔ محبت تو ایک دوسرے کے اندر امکنے کا نام ہے غازی شاہ۔ کوئی کسی کے اندر زبردتی اپنی جڑیں نہیں ڈال سکتا۔ یہ تو خود کوئیل کی طرح پھوٹی ہے اور آ ہتہ آ ہتہ نمو پاکر پھر بلی زمین کو بھی زم کر دیتی ہے۔ دوسرے کے دل میں آپ زبردتی اگر نہیں سکتے جا ہے وہ زمین کتنی ہی زرخیز کیول نہ ہو۔"

اس نے بیکہ کرغازی شاہ کی آٹھوں سے جھلکتے تخیر کو ایک نظر دیکھا پھر بلٹنے ہی گئی تھی کہ اس کی کلائی غازی شاہ کے مضبوط ہاتھ کی گرفت میں تھی۔ اس کی آٹھوں کے تخیر میں ایک دارفتانہ ہی جیک بھی اتر آئی تھی۔

اس کے کمس کی گرنوں نے مومنہ کی رگ رگ میں طوفان مجا دیا۔ یہ س کسی معصوم بچے کا نہیں تھا جسے تھام کر معصوم بچے کا نہیں تھا۔ یہ ہاتھ اس بچے کا نہیں تھا جسے تھام کر وہ مزے سے گڑھے بارکیا کرتی تھی۔

یہ ہاتھ تو ایک بھر بور مرد کا تھا جس نے بورے استحقاق کے ساتھ اسے تھاما

وہ خاموش نظریں اور عنابی لب جنہوں نے بھی کھل کر اظہار نہ کیا تھا تو کیا ہوا۔ وہ پہلی ملاقات کی بے تابی مسرخوشی ۔طلحہ احمد کی شرارتوں پراس کامحظوظ ہوکرمسکرانا اس بات کی غمازی ہی تو کرتا تھا کہ وہ بھی اس سفر کا مسافر ضرور ہے۔

"اے لو۔ تم سب لوگ تو یوں جب ہو گئے جیسے سانب سونکھ کیا ہو۔ میں نے آپ سے کہا ہے مولوی جی !"

"ارے بی بی۔ آپ بہت دور کا سوچنے گئی ہیں۔ بھلا ایک مجاہد۔ حربت پہند طارق احمد جیسے بڑے آفیسر کی بیٹی کے قابل کہاں۔ وہ اپنی بیٹی کے لئے مقینا کسی اعلیٰ عہدے دار داماد کے خواہش مند ہوں گے۔ آپ ناحق خواب و کیھنے گئی ہیں۔" غازی شاہ آستین فولڈ کرتے ہوئے تخت سے کھڑا ہو کہا۔

اس کے لیجے میں استہزا آمیز مسکراہٹ تھی جو تیر بن کرمومنہ کے جگر کوچھائی کر علی استہزا آمیز مستراہٹ تھی جو تیر بن کرمومنہ کے جگر کوچھائی کر علی ۔ احساس تذلیل ہے اس کا چہرہ تمتمانے لگا۔ اس نے پلیٹ پیٹنے کے انداز میں دستر خوان پر رکھی اور اٹھے کر باور چی خانے کی طرف چلی تی۔

مولوی خطر محد شاہ بے حد خاموثی سے اٹھ محتے اور جا کر نکلے پر ہاتھ دھونے لکے جیسے اس موضوع پر ہات کرنا ان کے لئے قطعی غیر ضروری تھا یا پھر قبل از وقت۔ یوں بھی وہ کم کو تھے اور عملی انسان تھے۔

''غازی! پھرخفا کر دیا میری بچی کو؟ یہ جانتے ہوئے کہ یہ تمہارے علاوہ کسی اور کے بارے میں نظروں سے غازی اور کے بارے میں نہیں سوچتی۔'' بی بی کی آواز دھیمی تھی۔ دہ فہمائٹی نظروں سے غازی شاہ کو د کھے رہی تھی اور باور چی خانے کے دروازے کو تھا ہے کھڑی مومنہ کا دل دھک سے رہ گیا کہ یہاں کے جذبے بی بی پر کیسے عیاں ہو گئے۔

.

کے آھے اتنی کمزور مجی نہیں ہوں۔' وہ مسکرائی۔

"بیمیرا وعدہ ہے مومی کہ تمہارے انظار کولمبائبیں ہونے دوں گا۔ تمہاری آنظار کولمبائبیں ہونے دوں گا۔ تمہاری آنھوں کو حصلے نہیں دوں گا۔ تمہارے صبط کو آزماؤں گانبیں کہ جسے چاہتے ہیں۔ اسے دکھنبیں دیتے۔ اسے آزماتے نہیں ہیں۔ "اس نے بڑے با اختیاراندانداز میں کہا۔ مومندخود میں سٹ گئی۔

♦..... ♦.....

کمانا بہت خوش گوار ماحول میں کھایا جا رہاتھ۔ بی بی غازی شاہ کو ایک ایک چیز اصرار کر کے کھلا رہی تعیس جیسے وہ کوئی چیوٹا ساشر میلا سابچہ ہو۔
ای دم دروازہ کھول کر اچا تک طلحہ احمد اندر واخل ہوا۔
"فازی! غازی شاہ!" اس کی آواز میں گھبرا ہے تھی محر لہجہ دھیما تھا۔ غازی

شاہ خطرے کا احساس کر کے ایک جھکے سے دسترخوان سے کھڑا ہو گیا۔ ''کیا بات ہے طلح؟'' مولوی خصر محمد بھی اٹھ مکئے۔

"جلدی سے نکل چلو یہاں سے غازی۔ سرکاری گاڑیاں اس محلے میں گھر گھر تلاثی لے رہی ہیں۔ افضل نے بتایا ہے۔ رمیش ور ماکے تل کے بعد سرکاری کتے اور زیادہ حرکت ہیں آگئے ہیں۔جلدی نکل چلو۔"

غازی شاہ نے سرعت سے اپنی جا وراٹھائی۔طلحہ باہر کی طرف مڑھیا تھا۔ ''خدا خیر کرے۔ جانے آج کتنے معصوم کھروں کے چراغ کل ہوں ہے۔'' بخت بی بی جلدی دسترخوان سمیٹے لگیں۔

مومنه بھی اینی جگہ سے کھڑی ہوگئی ہی ۔

''وہ ہمارے کھر میں کیا تلاشی لیس سے۔کیا ہے یہاں بر؟'' وہ متعجب ہو کرمولوی صاحب کو دیکھنے گئی۔

'' دوسروں کے گھروں میں کیا ملتا ہے بھلا انہیں۔بس مار دھاڑ کرلڑکوں کو بکڑ کرتشدہ کا نشانہ بناتے ہیں اورعورتوں کی بے حرمتی کرتے ہیں۔''

ووتم ایبا کرومومنه که طارق باؤس چلی جاؤ۔ تمہارے پاس اپنی گاڑی تو ہے

اس کے اس ہاتھ میں وہ ول وھڑک رہا تھا جس میں مومنہ طارق بی ہوئی

وہ تھے۔ اور تھے۔ اور ہاتھ جھٹرانے ملی۔ وہ بیسب نہیں کہنا جا ہتی تھی مگر بس ایک طرح کی بے اختیاری تھی جس کی لیپیٹ میں لیکھت چلی مٹی تھی۔

«حچوژ دمیرا باتھ-"

''آگر نہ چھوڑوں تو؟'' وہ لطف اٹھا رہا تھا۔ اس لیجے اس کی سنہری آنکھوں کے سمندر میں ایکی تندی اور روانی تھی کہ مومنہ کو لگ رہا تھا وہ اس روانی میں تنکے کی طرح بہہ جائے گی۔

"من بي بي كو بلالول كي-"

"بلالو بلکہ بابا کو بھی آواز دے لوتا کہ وہ بھی و بکھ لیس کہ میں نے تہارا ہاتھ پورے استحقاق کے ساتھ تھا ہوا ہے۔ اسے بھی نہ چھوڑنے کے لئے۔ ہم تو بنے ہی ایک دوسرے کے لئے ہیں مومنہ!" اس کا لہجہ تبییر ہو گیا چراس کا ہاتھ چھوڑ کر سنجیدگی ہے گویا ہوا۔

"فی فی کی خواہش بے جانہیں ہے۔ ہر مال باپ کی بیخواہش ہوتی ہے کہ وہ اولاد کی خوشیال دیکھیں اور ہونا بھی یہی چاہئے۔ یہی قانون فطرت ہے کہ انسان ہر حال۔ بیس اپنی لائف بالکل فطری انداز میں گزار ہے۔ شادی ایک سوشل ضرورت ہے۔ جہال بی عورت کو تحفظ فراہم کرتی ہے دہاں مردکو دہنی آسودگی مہیا کرتی ہے۔ بیہ بندھن زندگی کو مہل بنا دیتا ہے۔ مگر میں وجنی طور پراس وجہ سے ڈسٹرب ہوں کہ ڈرتا ہوں پا نہیں اس رہتے کے نقاضوں کو پورے خلوص سے ادا کرسوں کا یانہیں۔ میں دراصل کھل نہیں اس رہتے کے نقاضوں کو پورے خلوص سے ادا کرسوں کا یانہیں۔ میں دراصل کھل کیسوئی کے ساتھ اس بندھن کو نبھا تا جا ہتا ہوں مگر جانا ہوں کہ کیسوئی کے لئے چند برس کیسوئی کے ساتھ اس بندھن کو نبھا تا جا ہتا ہوں مگر جانا ہوں کہ کیسوئی کے لئے چند برس کیسی گزر سکتے ہیں اور پوری عمر بھی۔ کیا تم انظار کرسکتی ہو جننا میں کہوں؟'' وہ اس کی آئیس میں جما تک کر یو چھنے لگا۔

"مومنه طارق مرتے وم تک انظار کرسکتی ہے غازی شاہ۔ میں اپنے جذبوں

"_t

" " نہیں۔ میری گاڑی ورکشاپ میں ہے۔ مر میں طارق ہاؤس تہیں جاؤل کی۔''وہ یکدم ضدی کہیج میں بولی۔

"د دیکھو۔ بحث مت کرو۔ غازی ٹھیک کہدر ہا ہے تم یہاں سے نکل جاؤ۔ان درندوں کا کیچھ بحروسانہیں۔ وہ کب ، مولوی خصر اسے پیکارنے کے۔وہ خود بھی یکدم متوحش نظرا نے لکے تھے۔

" دو محمر بابا ۔ کیا یہاں ہر محلے۔ ہر کھر کی عورت طارق ہاؤس ہی جائے گی پناہ کے لئے۔ طارق ہاؤس کوئی پناہ گاہ تو تہیں ہے۔ بس تہیں جاؤں کی میں۔ ویکھلوں کی وہ کیا بگاڑ سکتے ہیں میرا؟" وہ جھک کر ہاتھ دھونے لی اور جیسے ہی سیدھی ہوئی غازی شاہ نے جھکے سے اس کی کلائی پکڑ لی۔

" بہت ضدی لڑی ہوتم۔" وہ اسے تھسیٹیا ہوا باہر نکل عمیا۔ طلحہ احمد اسے اشارہ و بے کر دوسری جانب نکل حمیا تھا۔

غازی شاہ اسے ساتھ لئے احتیاط سے سنسان کلیوں کی طرف بھا گئے لگا۔ محلیوں میں نیم تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔سرکاری محازیوں کی آمدیر ہر کھر میں خوف و ہراس _{جھ} طاری تھا۔ لائیں تو یوں بھی کسی نے نہیں جلا رکھی تغییں جوایک طرح سے ان کے لئے سکا

وہ درختوں کے جھنڈ میں ایک جگہ رک کر ماحول کا جائزہ کینے لگا۔مومنہ اس کے میتھے دیک کر بیٹھ گئی۔

"اب جم کہاں جائیں سے غازی؟" وہ آستہ آواز میں یو جھنے گی۔ "میرا خیال ہے ابھی ای جگہ ہمیں تھم کر حالات کا جائزہ لیتا ہوگا۔ ابھی آگے برهنا مناسب تبیں ہے۔ یہ قدرے محفوظ جکہ ہے۔ 'اس نے ایک فوجی گاڑی کو آتے دیکھا تو مکمل اس طرف متوجہ ہو گیا پھر اس کی طرف منہ کر کے دلی زبان میں بولا۔ "ميرے خيال سے فوجي گاڑياں اپني كارروائيوں ميں آ دھا گھنٹا تو ضرورليس

مجھہی در میں سرکاری گاڑی سے بھارتی فوجی ارنے بھینوں کی طرح اتر کڑ محروں کے درداز وں پر مکریں مارنے گئے۔

خوف میں روز و شب گزارنا اور شب بیداریاں تو تشمیریوں کا مقدر ہو چکی تھیں۔ ہر آ ہث پر ول خوف کی ولدلی زمین میں دھننے ککتے۔عورتیں اندر کمروں میں دبک جاتیں مرجھوٹے جھوٹے کھروں کے کمزور دروازے انہیں کہاں تحفظ دے سکتے تھے۔ان ہوس زدہ نظروں ہے۔ایک کھرے اچا تک چیخ و بکار کی آوازیں آنے لگیں جو ماحول پر جھائی دہشت کو مجھاور 'بردھار ہی تھیں ۔

دو فوجی در ندے ایک جوان دوشیزہ کو مینے کھانے کر دہلیزے باہر نکال رہے تھے۔اندرعورتوں کے چیخے اور رونے کی آوازیں آرہی تھیں جبکہ ایک بوڑھا ان فوجیوں کے قدموں میں گراان کے بیروں سے لیٹا اپنی عزت کی بھیک مانگ رہا تھا۔

كتناهم فہم تھا جوعزت كے سب سے برے كثيرے تھے جوعزت كامفہوم بجھنے نہ تھے ان سے الی بھیک مانگنا سوائے نا دانی کے کیا ہوسکتا تھا۔

" حجور دو مجھے۔ خدا کے واسطے مجھے حجور دو۔ میں نے کوئی جرم نہیں کیا۔" اڑی کی چینیں آسان و زمین کو ہلا رہی تھیں مران کا فروں کے دل کی تاریک زمین میں ذرامجني ہلچل نه ہوئی۔

اس كا دوينا ان كے بيروں ميں برا زل رہا تھا اور تھينجا تالى سے اس كے گریبان کے بنن ٹوٹ مجئے تھے۔ اس روح فرسا منظر نے مومنہ کو شدت کرب سے محنگ کردیا۔اس نے مارے خوف کے غازی شاہ کا باز و جکڑ لیا۔اسے نگا جیسے اس لڑکی

ہاں وہ بھی تو تشمیری عورت تھی۔ دوسری مسلمان عورتوں کی طرح اتنی ہی

''غازی شاہ! میہ درندے اسے کہاں لے جا رہے ہیں؟'' اس کی آواز خوف ہے مرتقش تھی۔ غازی شاہ کی نظریں بھی سامنے تھیں جہاں ایک نوجی اس بوڑھے کواپنے وزنی بوٹوں سے تھوکریں مارر ہاتھا مگروہ ان نا قابل برداشت ضربوں کے باجود اپنی بیٹی کی طرف لیک ریا تھا۔

و کی کھے کروغازی شاہ۔' وہ رود سے کو تھی۔ بہمشکل اپنی سسکی کواس نے منہ پر باتھ رکھ کررو کا تھا۔

"میرے پاس اس دفت ہتھیار نہیں ہے اور ایبا پہلی بار نہیں ہو رہا۔ کتنی عور تنس آزادی کی اس جنگ میں قربان ہوگئی ہیں۔ان بھیٹر یوں کے ہاتھوں۔" وہ بے اور کی آمیز کرب سے بولا۔

بہت کھے کرنے کی خواہش اور کھے نہ کر سکنے کی لا چاری اے بھی آ زردہ کئے ۔ انتخاب

"وہ ہتھیاروں سے لیس ہیں اور ہم نہتے ہیں۔ پچھکرنا سوائے بے وتوفی کے کھے نہ ہوگا۔ ہم بہت ہوگا۔ اس سے زیادہ دل کھے نہ ہوگا۔ اس سے زیادہ دل وزمنظر دیکھے ہیں میں نے کہ سینہ شق ہو جاتا ہے۔ ایسے مواقع آئے ہیں ہم پر جب ایسی مواقع آئے ہیں ہم پر جب ایسی می بے افتیاری پیروں کی زنجیر بن جاتی ہے۔ "وہ اسے تسلی دینے لگا۔

وہ الرکی کسی کئی شاخ کی طرح اس فوجی کے باز و کے حلقے میں فوجی گاڑی تک پہنچی تھی کہ اچا تک ایک مکان کی حجت سے زبردست فائرنگ ہونے گئی۔ یہ فائرنگ سیدھی فوجی گاڑی ہے نہین سیدھی فوجی گاڑی کی کھینچے والا فوجی کسی پرندے کی طرح پٹ سے زمین بوس ہو گیا۔ اسے تڑ پنے کا موقع بھی نہ ملا تھا۔ سنستاتی کولیاں سیدھے دل کے مقام پر کئی تھیں۔

فائر تک شین من سے ہورہی تھی اور لگا تار ہونے کے باعث سرکاری بھیڑوں میں بوکھلا ہت بھیل می تھی۔ لڑکی موقع پاتے ہی اپنے بوڑھے باپ کی طرف بھاگی۔ اس غیبی المداد نے ضعیف اور زخی بوڑھے کے اندر بھی کویا تو انائیاں بھر دیں۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور بٹی کو پکڑ کر دوڑ لگا دی۔

غازی شاہ اور مومنہ اچا تک پلننے والے حالات پر جیرت اور خوشی کے ملے جلے احساسات کے ساتھ اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے تھے۔ اچا تک غازی شاہ نے بحرعقیدت کی مجرائیوں میں ڈوب کر ہلکی آ واز میں نعر و کھیے راگایا اور مکا فضا میں لہرایا۔
"" طلحہ احمد۔ زندہ باو۔ طلحہ احمد۔" اس کی آ واز و بی محر پر جوش تھی۔ مومنہ تخیر آمیز بے بیٹنی سے اسے و کھنے گئی۔

آمیز بے بینی ہے اسے ویکھنے گی۔ "وطلحہ کیا مطلب؟"

" ہاں مومنہ۔ بید فائر تک طلحہ احمد نے کی ہے۔ میں ہزاروں میں پہچان سکتا

وں۔ اتنا زبردست افکی طلحہ ہی کرسکتا ہے۔ وہی اللہ کا سپاہی ، کشمیر کا محافظ طلحہ۔ خداتم برحمت نازل کرے۔ تمہیں شمع حق کی حفاظت کے لئے کمی حیات وے ہتم اس دھرتی کا مان ہو۔'' خوشی اس کے انگ انگ سے چھوٹ رہی تھی۔

نو جی گاڑیوں سے نصامیں چھوٹے چھوٹے بم اچھالے جانے لکے جبکہ دوسری رف فائر نگ کا سلسلہ رک چکا تھا۔

'' چلومومنہ'' غازی شاہ نے اس کا ہاتھ پکڑااور پچھلی طرف دوڑنے لگا۔ ''مم میمروہ طلحہ'' وہ پرتشویش سی ہوکر ہولی۔اس کے دھیان کی روطلحہ احمد کی رف بھٹکنے گئی۔

''وہ آ جائے گا۔ اس کا اللہ جمہان ہے۔ ہمیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہمیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہمیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جہاد کرنے واللہ کے دائیں ہاتھ پر بیٹے ہوتے ہیں۔ اس کے قرب سے ف اندوز ہورہے ہوتے ہیں۔''غازی شاہ ملکے سے مسکرایا پھر بولا۔

'یوتو کچھ بھی نہیں ہے۔ طلحہ نے اس سے عظیم جرائت کا مظاہرہ کیا ہے۔ وہ اَی عام مخص نہیں ہے۔ وہ شیر ہے شیر۔ کشمیر کا۔ اللہ کا۔ وہ مسلمانوں کا فخر ہے۔ جہاد الذت کا گرویدہ۔ جنت کا رائی ہے۔''

اورمومنہ کا دل بھی اس کشمیری اڑ کے کی ولیری کو دل بی دل میں خراج محسین ساکھنے کی دلیری کو دل بی دل میں خراج محسین ساکھنے کی دعا کیں نکلنے ساکھنے کی دعا کیں نکلنے بیں۔ اس کے لئے خیریت اور عافیت کی دعا کیں نکلنے بیں۔

♦..... **♦**..... **♦**

ایک فوجی کی جوابی فائرنگ سے طلحہ احمد کی ٹاٹک زخمی ہوگئ تھی۔سنساتی مولی اک پنڈلی کے گوشت میں پیوست ہوگئ تھی۔خون بہنے کی رفتار خاصی تیز تھی جس کی سے بھا گئے میں خاصی وشواری کا سامنا تھا۔اسے لگ رہا تھا جیسے پنڈلی میں آگ۔ ۔اٹھی ہو۔

وہ بہت مضبوط اعصاب کالڑکا تھا۔ اس کے لئے یہ بات پریثان کن تھی نہ تبیعی شخصاب کالڑکا تھا۔ اس کے لئے یہ بات پریثان کن تھی نہ تبیعی شخصاب خوف زوہ کرسکتی تھی۔ یوں بھی ہر کشمیری مجاہدا ہے سود و زیاں سے

وہ آگے بڑھی۔ دوبخی معلم میں

"زخی معلوم ہوتے ہو؟"

''کیا مجھے اتنا موقع دیا جائے گا کہ میں اپنا زخم صاف کرسکوں۔اس کے علاوہ برایہاں کودنے کا کوئی مقصد نہیں تھا۔'' طلحہ احمدنے یہ کہتے ہوئے اس کے چہرے کے ثرات کا بھی بغور جائزہ لیا۔

وه دوستاندانداز مین مسکرا وی اورایک طرف هوگئ۔

'' ہاں۔اندرآ جاؤ۔مسلمان ہو؟''

''الحمد للله ''اس کے پیچھے کمرے کا رخ کرتے ہوئے طلحہ کے لبول سے بے وفی کے ساتھ جواب لکا تھا۔ وہ ٹھٹک کر پلٹی ۔ لحظہ بحر کے لئے اس کی آتھوں میں مجیب ما تاثر پیدا ہوا جیسے اس جواب سے اسے خوشی بھی ہوئی ہواور رنج بھی ۔

وہ اسے آیک کمرے میں بٹھامٹی اور خود جب دوبارہ کمرے میں آئی تو اس کے ہاتھ میں فرسٹ ایڈ باکس تھا۔

''کیاتم بھی مسلمان ہو۔ میرا مطلب ہے یہ گھر کسی مسلمان کا ہے ہا؟''
اس کے دوستانہ رویے نے طلحہ احمد کو البحن میں مبتلا کر دیا۔ اس کا البحن میں
تلا ہونا ایبا غلط بھی نہیں تھا۔ کشمیر کے حالات کے پیش نظر مسلمانوں اور ہندوؤں میں
فت قسم کی کشیدگی پائی جاتی تھی۔ کسی ہندو کے گھر کا ورواز ہمسلمانوں کی مدو کے لئے
بیس کھل سکتا تھا۔ کئی ایک گھروں نے تو دھو کے سے مسلمان مجاہدوں کو بناہ دے کر انہیں
ملل حکام کے حوالے کر دیا تھا۔

'' زخموں کا اند مال کرنا کیا صرف مسلمانوں کا ہی شیوہ ہے؟'' وہ ہولے سے سکرائی اور مزید کچھ کہتی کہ اندر کسی عورت کی آ واز ابھری۔

''کویتا کون ہے؟ پرکاش آیا ہے کیا؟'' ''بیں مال۔کوئی نہیں ہے۔تم سورہو۔ ہیں اپنا کام کررہی ہوں۔''اس نے روازے کی طرف منہ کر کے ملحقہ کمرے میں سوئی اپنی مال کو جواب دیا۔طلحہ کو اپنی بات کا جواب اس کے لیجے سے ل کیا۔ بے گانہ تھا۔ زندگی کا نشہ ان کے لئے کوئی اہمیت نہیں رکھتا تھا کیونکہ ان کی نظریں (علیمن) پر ہوتی ہیں۔ زمین پرنہیں۔

جذبہ آزادی اور جذبہ شہادت کی جاشتی ہے جب دل وروح کا رشتہ اٹو ف ہوجائے تو پھر بردی سے بردی رکاوٹ اور برے سے برداخوف بھی ریت کی دیوار ثابت ہوتا ہے۔

اس نے رک کرا طراف کا جائزہ لیا۔ اس کے اپنے خیال کے مطابق وہ جہال کھڑا تھا یہاں ہندوآ بادی کی اکثریت تھی اور وہ جس ویوار کو پھاندنے کا سوچ رہا تھا اس کے خیال میں وہ بھی یقینا کسی ہندو کا ہی مکان ہوسکتا تھا مگر اس کمچے وہ کہیں بیٹے کر اطمینان سے اپنا زخم و کھنا چاہتا تھا جس طرح گوشت میں آگ دبکی ہوئی محسوس ہورہی تھی اس سے بیٹا بت ہورہا تھا کہ کوئی ابھی گوشت میں ہی موجود ہے جونقصان دہ ٹابت ہورہا تھا کہ کوئی ابھی گوشت میں ہی موجود ہے جونقصان دہ ٹابت ہوسکتی تھی۔

الله كانام لے كراس نے ويوار كھلا تك لى-

الدون المراف کا جائزہ لیتے ہوئے کیدم محک کررک کیا۔ جاند کی ملکی روشنی بھری ہوئی کا اللہ کی ملکی میں اللہ کی ملکی اللہ کی موجود کی ملک کے اللہ کی روشنی بھی شامل ہوئی۔ اللہ کی موجود کم واٹ کے بلب کی روشنی بھی شامل ہوئی۔

وہ ایک لڑی تھی جواندر کا دروازہ کھول کر صحن میں آئی مگر دوسرے بل ایک مرد کو دیکھے کر ہراساں نظر آنے گئی۔اس کی نظر اس کے خون آلود پیر پر بڑی تو اس نے اپنی چنخ کواندر ہی اتارلیا۔

ی سیمان کا ہاتھ سے لئے یہ پچویشن بڑی پریشان کن تھی۔ اس کا ہاتھ سرعت سے اپنی ا جیب کی طرف ریک گیا۔ جیب کی طرف ریک گیا۔

بیبان رسیرا خیال ہے تہ ہیں 'اس' کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔' وہ اس کی جیب میں موجود ریوالور کو مسوس کر کے زمی سے بولی تو اس نے چونک کرلڑ کی کو بہ تظرِ غور دیسے میں موجود ریوالور کو مسوس کر کے زمی سے بولی تو اس نے چونک کرلڑ کی کو بہ تظرِ غور دیکھا۔ ساوہ سے سوٹ اور ہم رنگ دو ہے میں وہ بالکل عام تشمیری لڑکیوں کی طرق میں تھی۔ نہ پیشانی پر بندیا، تلک نہ ساڑی جوعمو ما یہاں کی عورتوں کا پہناوا تھا۔

وه طلحه احمد کو بول دیمچر دی تقی جیسے وه کوئی و بوتا ہو۔ کوئی انو کھی مخلوق۔ کم از کم۔ ں بھومی کی تونہیں۔

اس کی خوش نما آتھوں میں اس کے لئے پندیدگی کی چمک نہرانے گی۔ یہ منبوط اعصاب،مضبوط بدن کا مرد اس کے اعصاب کومنتشر کر رہا تھا۔ ہولے ہولے مارے بندکواڑ برٹھوکریں مارر ہاتھا۔

اسے لگ رہا تھا جیسے وہ اپنی بنیادوں سے بھی بل رہی ہو۔ پھیلی رات کا لوت جیسے درہم برہم ہوکررہ کمیا ہو۔

" دومی تمهارا بیاحسان یا در کھوں گا ڈاکٹر۔ اور موقع ملاتو اتار دوں گا۔ ' وہ اپنی مدسے الحقتا ہوا بولا۔

وہ جیسے عالم خود فراموثی سے عالم خودشناسی میں چلی آئی۔ اس کے چہرے لے دلکش نقوش میں رنج سچیل میا۔

"میں نے کوئی احسان نہیں کیا۔ ایک ڈاکٹر ہونے کے ناتے یہ میرا فرض

"فرض تو اس وقت ہوتا ڈاکٹر جب میں ہپتال میں آتا۔ بہر حال اللہ تم پر ست نازل کرے۔ میں شکر گزار ہوں تمہارا۔ "وہ سنجل کر وروازے کی طرف بڑھا۔
"میں انظار کروں گی۔"وہ اس کے پیچے آتے ہوئے بولی۔
وہ ٹھٹکا اور ذرا ساچرہ موڑ کر استفہامیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا تو ہے دھیکالگا۔
عدھیکالگا۔
اس سادہ سے چہرے پر انوکھی تحریریں تھیں اور آتھوں میں رنگ بول رہے

اس کا چہرہ بکدم پھر بلا ہو گیا اور اعصاب تن گئے۔ ''کس بات کا انتظار؟''اب کے لہجہ قدر ہے سپاٹ ہو گیا تھا۔ ''احسان چکانے کا۔'' وہ مبہم سے انداز میں مسکرائی۔ ''ڈاکٹر! اگر زندگی وفا کرے گی تو میں اپنا وعدہ پورا ضرور کروں گا۔ اگر شہید ''چنا مت کرو۔ تم وشواس کر سکتے ہو۔ ویسے تم مجاہد معلوم ہوتے ہو۔' وہ اس کے پیرکا زخم ویکھنے کے لئے ذرا ساجھی کہ اس نے جلدی سے اپنا پاؤں سینے کیا۔
'' بیں ایک ڈاکٹر ہوں۔ میرا خیال ہے کولی گوشت کے خاصی اندر تک وشن کی ہے۔ اسے تم خودا ہے ہاتھ سے نہیں نکال سکو گے۔' وہ اس کے بہتے ہوئے خون کو وکھی کر تشویش سے بولی۔ پھر نرمی سے اس کے پیر کے زخم کا معائد کرنے گئی۔ طلحہ احمد نے کوئی مدا ضلت نہ کی۔ بول بھی خون کے اخراج نے اسے زیادہ مزاحت کے قابل بھی نہیں رکھا تھا۔ وہ جلد از جلد اس کولی سے چھٹکارا پاکریہاں سے نکل جانا چاہتا تھا۔

تمام وقت وہ ایک چھوٹے سے سٹول پر بیٹھارہا۔ اس کے لیوں سے ایک کراہ اسک نگلی تھی۔ ڈاکٹر کو بتا اس کے چہرے پر پھیلے استقلال کو دیکھ کرول ہی ول میں اس کے مغبوط اعصاب کو سراہتی رہی۔ اس نے تو ہا سپول میں مریضوں کو معمولی خراشوں پر بھی چینے چلاتے دیکھا تھا مگر بیاس کے لئے بڑا انو کھا تجربہ تھا۔ وہ مضبوط اعصاب کا مرد نہ صرف صبط کے ساتھ بیٹھا تھا بلکہ مختلف اوز اربھی اٹھا کراسے دے کراس کی مدد کر باپڑی تھی۔ کوئی آ دھے گھنے کی فاموثی میں بید رہا تھا۔ وہ بینڈ تج کر کے کھڑی ہوئی تو سوچ رہی تھی کہ ایسے حوصلہ مند دلیر اور جری مسلمانوں کو بھلاکون فلست دے سکے گا۔ ان کی اس جرائت، جوال مردی اور بلند حوصلے نے تو بھارتی سرکار کو ہلاکرر کھ ویا تھا۔

وہ اس کے لئے دودھ کا گلاس بھر کرلائی مگراس نے پینے سے انکار کردیا۔ ''اس کی تمہیں اس وقت ضرورت ہے۔خون بہت بہہ کیا ہے بیفوری توانائی ے کا تمہیں۔''

'' و اکٹر! یہ خون اللہ کی راہ میں بہا ہے اور میرے نزویک بہت معمولی سابہا ہے۔ یہاں تو بھارتی فوجی کشمیری مجاہدوں کے بدن سے لہو کا قطرہ قطرہ نجوڑ لیتے ہیں تب بھی وہ کمزور نہیں پڑتے۔ یہ چند قطرے بہہ جانے سے بھلا کیا نقابت آئے گی۔'
اس کا لہجہ خشک اور سادہ تھا۔ کو بتا کے ول کے گوشے میں مانوس سا درو پھیل میا۔ دبی بے قراری اور اضطراب روح میں چنکیاں بھرنے لگا۔

ہے۔ تو بس مولوی جی۔ میرے اندر بھی ایبا در بچہ کھلنا چاہتا ہے۔ آگہی ور راسی کا سورج چکنا چاہتا ہے۔ جھ پر کر پاسیجے مولوی جی! مجھے نراش نہ سیجے گا۔ آپ کواپنے پرمیشور کا واسطہ۔''اس نے جھک کرمولوی خصر محمد کے پیر پکڑ لئے تھے۔

مولوی صاحب یوں چونک اٹھے جیسے گہری نیند سے میکم بیدار ہوئے ہوں۔ انہوں نے روتی بلکتی کو بتا کی طرف دیکھا پھراس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اپنے بیر تھینچ لئے۔

''اٹھو بٹی۔او پر بٹھو۔''ان کالہجہ نیم کی ٹھنڈی چھاؤں جیبا تھا۔ ''تہہارےاندر کی اس طلب کو میں پہلے دن ہی پہچان گیا تھا۔ میں منظر تھاتم پر جر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اٹھو بٹی۔مسلمان ہونے کی سعادت حاصل کرنا کوئی معمولی خوش نصیبی نہیں ہے۔ یہ دنیا فانی ہے اور آخرت کی زندگی ہی اصل حقیقت ہے۔اس دنیا میں آیا ہی انسان اخروی زندگی پانے کے لئے اچھی یا بری۔ جزایا سزا۔اخروی زندگی کی مسرتیں اور لذتیں اس فانی دنیا کی مسرتوں سے ہزار گنا زیادہ اور پائیدار ہیں مگر جس نے تھن دنیا کی لذتوں سے ہی خودکوسیراب کرلیااس کے لئے وہاں پھے بھی نہیں ہے۔ دنغوث دنیا کی لذتوں سے ہی خودکوسیراب کرلیااس کے لئے وہاں پھے بھی نہیں ہے۔ دغوث دنیا کی لذتوں سے ہی خودکوسیراب کرلیااس کے لئے وہاں پھے بھی نہیں ہے۔ ہے۔سے صندوق پچھ نہیں اس کے اندر کا خزانہ ہی سب پھے ہے۔

سیب پہر نہیں ساری اہمیت اندر موجود موتی کی ہے تو بس اصل جسم قلب ہے اور اس کی صفائی کی ضرورت ہے اور اس کا اہتمام قدرت نے کلمہ طیبہ سے کیا ہے۔ ابتدا اس کی صفائی کے ضرورت موتی ہے جس طرح فرش کی صفائی کے لئے سب سے پہلے جھاڑ و پھیر کر پجرا اور گندگی نکالی جاتی ہے اس کے بعد یو نچھا لگایا جاتا ہے۔ اس طرح ول و روح کی تمام گندگی نکالی جاتی ہوتی ہے۔''

''نو پھر پڑھائے تا وہ کلمہ مولوی جی!''اس کے وجود میں اضطراب بڑھنے لگا جیسے کوئی سمندراندر آتھ ہراتھا۔ سرسراتی لہریں پہم یلغار کررہی ہوں۔

مولوی خصر محمد اس کی بے قراری کومسوس کر رہے تھے۔ انہوں نے اسے بتایا کہ اے پہلے شسل کرنا ہوگا۔ پھر جب وہ شسل کر کے آسمی تو بخت بی بی نے اس کے سر ہو گیاتو معاف کر دیتا۔' وہ متانت سے کہہ کرصحن میں آیا پھر اس کے بتائے ہوئے راستے سے باہرنکل کیا۔ مگر کو بتا کے کھنڈر، ویران ول میں روشن کی کرن بن کر در آیا۔ اس نے جلدی سے کھر کے دردازے کے ساتھ اپنے دل کے دردازے کو بھی

بندكرديا_

اتی دل نواز، باندازہ جگر کرتی روشی کووہ کیے نکل جانے دیں۔
وہ بستر پر گری تو اس کی ونیا ہی بدل گئی تھی۔ روح میں ایس ہی بے قراری چل رہی تھی۔
مجل رہی تھی جومولوی خفر محر کے گھر سے واپسی پر ہوئی تھی جومومنہ سے ل کر ہوتی تھی۔
اس کی بے خواب آ تکھیں جھت کو گھور رہی تھیں۔ یکدم اے لگا جیسے وہال سے روشنی بھوٹ رہی ہواور روشنی کا دائرہ بڑھتے بڑھتے اسے حصار میں لیتا جا رہا ہو۔
مجر یکدم وہ روشنی میں نہاگئی۔

د بیزاندهیراکسی بوسیده جا در کی طرح پیشتا جار ہاتھا۔

بس ایک جھکے کی ضرورت تھی۔اس اند حیرے کو ہمیشہ کے لئے کاشنے کے

اس روشی کوتھا منے کے لئے بس ایک قدم کی ضرورت تھی۔ وہ بستر سے اٹھ گئی۔اس کے پورے بدن پرلرزہ طاری ہوگیا۔ صبح وہ مولوی خصر محمد کے قدموں میں بیٹھی بلک رہی تھی۔

" بجھے شانتی چاہئے۔ مجھے اس اضطراب سے نکال دیجئے مولوی تی! میر سے اندر بھی اپنے جیسا اظمینان اور شانتی ڈال دیجئے۔ میں اس روشنی کو تعامنا چاہتی ہوں۔ میرامن کھنچا جاتا ہے اس روشنی کی طرف مگر جب قدم اس کی طرف بردھاتی ہوں تو پردہ ساتہ جاتا ہے۔ شاید خوف کا، وحشت کا، نادیدہ ہاتھوں کا مگرمگر پھر بھی کوئی فنکتی ہے، جو مجھے آپ کی طرف میننج لاتی ہے۔

آپ نے کہا تھا ٹا کہ پرمیشور (خدا تعالی) جب کسی کوسپائی کا راستہ وکھاٹا،
عام ہے ہتا ہے تو علوم کی طلب اس کے اندر پیدا کر دیتا ہے۔ ایک اضطراب اس کی آتما ہیں!
بریا کر دیتا ہے۔ اے تاریکی کا ادراک ہونے لگتا ہے تو وہ روشن کی تلاش شروع کر دیتا

ر آلی و اور جب مولوی خصر محمد اے کلمہ بڑھانے کیے تو اسے ذرا بھی وقت نہیں ہوئی حالانکہ عربی زبان اس کے لئے قطعاً ایک اجبی زبان تھی مکر اسے لگا بیالفاظ مانوس موں۔ وہ بڑھتی جلی ہی۔

ایک بار۔ دوبار۔ بار بار۔

اسے بوں اگا گویا اس کے اندر روشی اتر تی جا رہی ہو۔ اس کا بورا بدن آیک انوکھی لذت سے سرشار ہور ہا ہو۔ اس اپنا بوراجسم دل کی طرح دھڑ کتا محسوں ہور ہا تھا۔ دل جھی لذت سے سرشار ہوں ہیں خون کی طرح دوڑ رہا ہو۔ شدت شوق نے اس کی رگ رگ کو جکڑ رکھا تھا۔

وہ زندگی میں پہلی ہاراکیٹئ کیفیت، ایکٹی لذت سے آشنا ہورہی تھی۔

♦..... ♦..... **♦**

غازی شاہ میٹنگ برخاست کر کے مومنہ کی طرف آیا جوایک طرف قدرے خفاخفاس بیٹھی تھی۔

''اب کیا ہوا سرجن ہم یہاں آنا چاہتی تعیں میں لے آیا۔ ہماری تحریک میں شامل ہونا چاہتی تعیں میں نے رضامندی دے دی پھر چہرے پرخفکی کا سال کیوں ہے؟'' اس کے لیوں کی تراش میں مدھم مسکرا ہے تھی مگر آنکھوں میں تخیر بھی جھک رہا تھا۔

'' بجھے یوں لگا ہے غازی شاہ کہتم نے جھے یہاں لاکر کسی بچے کی طرح ول بہلانے کی کوشش کی ہے۔ ہاتھ جس چاکلیٹ دے کر جھے خوش دیکھنا چاہتے ہو۔ جس محض یہ چہار دیواری دیکھنے کی خواہش مند نہیں تھی نہ تہاری تنظیم جس ہے کارعضو کی طرح رہنا چاہتی ہوں۔ تم کیوں نہیں سجھتے ہیرے جذبی جس بھی عملی طور پر پچھ کرنا چاہتی ہوں۔ تم کیوں نہیں سجھتے ہیرے جذبی جس بھی عملی طور پر پچھ کرنا چاہتی ہوں۔ ایک چاہتی ہوں۔ ایک انسان ہوں تم لوگوں جیسی۔ میری اندر بھی تشمیر کی آزادی کا جذبہ موجزن ہے۔ انسان ہوں تم لوگوں جیسی۔ میری اندر بھی تشمیر کی آزادی کا جذبہ موجزن ہے۔ مسلمانوں پر ڈھائے جانے والے مظالم میرے دل کو بھی اذبت دیتے ہیں۔'' وہ زج ہو ۔ بھی تھی۔

اس کے خیال میں غازی شاہ اسے صرف بہلانے کو بہاں لے آیا تھا۔
طلحہ احمد کے لب بے اختیار مسکرا اسھے تاہم مومنہ کی خفکی اور رنجیدگی کا خیال
برتے ہوئے اس نے مسکراہٹ کے تصلیعے سے قبل ہی اسے ہونٹوں کی تراش میں
سمیٹ لیا اور غازی شاہ کی طرف و یکھا جس کے چہرے پر بدستور شجیدگی تھی۔
سمیٹ لیا اور غازی شاہ کی طرف و یکھا جس کے چہرے پر بدستور شجیدگی تھی۔
"بیتم نے کیسے سوچ لیا مومنہ کہتم جماری شظیم میں بے کارعضو کی طرح ہو۔

دارشاخوں کی طرح جھک سکئیں۔

غازی شاہ کے لئے بیہ انتہائی دلچیپ تجربہ تھا۔ بتیتے ہوئے چہرے پر لیکفت شرم کی لالی کا اند آنا جیسے بھری دھوپ میں مکدم برسات ہوگئی ہو۔

اس کا دل پہلو میں برائے زور سے دھڑکا تھا مگر وہاں صرف اس کا شریر دوست طلحہ احمد بی نہیں تھا اور بھی دوسرے تھے۔

''سوری مومنہ۔ تہہیں طلحہ نے یونہی پریٹان کر دیا۔ تم البحومت میں تہہیں سمجھاتا ہوں۔'' اس کا تھہرا اور تمبیعر لہجہ مومنہ کے لئے تقویت کا باعث بنا۔خود کوسنجال کروہ اب قدرے سبجید کی اور متانت کے ساتھ اس کی طرف متوجہ تھا۔

''تم تو جائی ہو شمیری مجاہد کس سمیری کی حالت میں جہاد کر رہے ہیں۔ نہ اسلحہ ہے ان کے پاس ضرورت جتنا نہ دوسرے وسائل۔ بس ان کا جذبہ ایمانی ہی ان کے لئے ہر طرح کا متصیار بنا ہوا ہے۔ آئے دن شمیری بزاروں جمارتی فوجیوں کے مظالم کا نشانہ بنتے ہیں۔ کتنے نو جوانوں کو وہ ہر روز اذبی مراکز میں لے جاکر اذبیتی دے کر پھر انہیں سر کوں پر پھینک جاتے ہیں جنہیں ہمارے لڑکے لے آتے ہیں مگر بیشتر کے زخم ایسے ہوتے ہیں جن کا مداوا ہمارے پاس نہیں ہوتا اور اکثر دواؤں کی عدم دستیابی کے باعث وہ معذور ہو جاتے ہیں۔ بہر حال آج کل ہمیں جن دواؤں کی اشد مضرورت ہا در شدید قلت ہے وہ ایستھیلک Anesthetic ہیں۔' یہ کہ کرغازی ضرورت ہا ایک لیے تو تف کیا پھر کمکی سائس تھینچے ہوئے بولا۔

"ال سلسلے میں تنہیں ہماری پوری عملی مدد کرنا ہوگی۔" اس کے بعد غازی شاہ اسے اینے منصوبے ہے آگاہ کرنے لگا اور مومنہ کے

لئے عملی میدان میں اتر کر پہلے کرنے کا تصور ہی خوش آئنداورمسرت انگیز تھا۔

'' میں بیکام ضرور کروں کی جا ہے اس میں میری جان کیوں نہ چکی جائے۔'' اس کے اندر گویا نئی قوت بیدار ہوگئی۔

"خدا نہ کرے۔" عازی شاہ نے بے اختیار اس کے لیوں پر ہاتھ رکھ دیا ہم دوسرے بل شیٹا کر صینے لیا مکر مومنہ محوری بیٹی رہ گئی ہی۔ دوسرے بل شیٹا کر صینے لیا مکر مومنہ محوری بیٹی رہ گئی تھی۔
""تہاری زندگی مجاہدوں کے لئے بہت قیمتی ہے۔ حمہیں بہت جینا ہے

ہرگزنہیں تم تو بہت اہم رکن ہواور رہی تمہارے جذبوں کی بات تو میں ہی کیا ہماری تظیم کا ہرلاکا تمہارے جذبوں اور احساسات کی قدر کرتا ہے۔ تمہارے ہاتھوں شفایاب ہونے والے مجاہد تمہارے احسان مند ہیں تم سے بہت امیدیں رکھتے ہیں۔ تم ایک قائل سرجن ہو۔ اس سے بروہ کر ہمارے شمیری بھائیوں کے لئے مسرت انگیز بات اور کیا ہو سکتی ہے۔ ایسے حالات میں تو تم ہم مجاہدوں کے لئے روش مینارہ ہو۔' غازی شاہ بولا۔ دمیں ہوں۔' وہ سرجھکا کر اپنا فیصلہ ہوز شکی بحرے انداز میں سانے گی۔

اس کے خیال میں غازی شاہ اس کی تعریف کر کے پھر اسے بہلانے کی کوشش کر رہا تھا۔احساس تذلیل سے اس کی خوشما آتھوں کی زمینیں نم ہونے لگی تھیں۔
کوشش کر رہا تھا۔احساس تذلیل سے اس کی خوشما آتھوں کی زمینیں نم ہونے لگی تھیں۔
"اییا ہرگز نہ سیجئے گا سرجن مومنہ!" طلحہ احمہ نے شیٹا کراہے دیکھا۔

" آپ کا ہاسپیل میں رہنا ہمارے لئے سودمند ہے۔" اس نے استفہامی نظروں سے طلحہ احمد کی طرف دیکھا۔

" ہاں۔طلحہ تھیک کہدر ہاہے۔" غازی شاہ کے آب مہم انداز میں تھیلے۔ مگراس کی آئیسیں اس مسکرا ہے ہے عاری رہیں وہاں تو سوچوں کا ڈیرا تھا۔ ایک فکر انگیز خیال کا بسیرا تھا۔

وہ کری اٹھا کراس کے مقابل رکھ کر بیٹھ گیا۔ ''تم فی الحال اپی جاب نہیں چھوڑ وگی۔ یہ میرا تھم سمجھ لو۔'' ''کس برتے پرتم بیتھم صادر کررہے ہو؟'' وہ کم سن ناراض بچے کی طرح بلبلا

ایک لخط تو غازی شاہ گڑ ہڑا کررہ گیا جبہ طلحہ احمد مسکرا کرا بی جگہ ہے اٹھا۔

'' گنتا خی کی معافی چا ہتا ہوں سرجن! کمر کے بنا رہ نہیں سکیا کہ آپ کے اور
غازی کے درمیان تو بہت سے تعلق ہیں۔ اس میں جوسب سے پیارا اور مضبوط تعلق ہو

سمجھ لیجئے ای برتے پراس نے تعلم دیا ہے۔' وہ قدر بے شریر ہوا تھا۔

اس کی یہ شرارت بالکل غیر متوقع ٹابت ہوئی۔ مومنہ کا تنا ہوا چرہ لیکخت رنگ بدل ممیا۔ اس کی یہ شرارت بالکل غیر متوقع ٹابت ہوئی۔ مومنہ کا تنا ہوا چرہ لیکخت رنگ بدل ممیا۔ اس کے ہونٹ آپس میں جڑ گئے اور دراز بلکیں خوش نما جمیلوں برنرم اور کیک

سرجن!"

ر سے اس کالہجہزم، میٹھا اور اتنا اپنائیت آمیزتھا کہ مومنہ طارق کے اندر واقعی جینے کی امنگیں کروٹیں لینے لکیں۔ کی امنگیں کروٹیں لینے لکیں۔

♦.....**♦**

کویتا فرش پر بالکل ساکت بیٹی تھی محراس کے چیرے پر سناٹانہیں بلکہ ایک سکون آمیز تھہراؤ تھا۔

ماتا جی نے اس سے چہرے پراییا سکون اییا اطمینان پہلے بھی نہیں ویکھا تھا۔ محر خود ان کا وجود اَن دیکھی آگ میں جل رہا تھا۔ اس کے انکشاف نے انہیں بوسیدہ جا در کی طرح ادھیر کررکھ دیا تھا۔

" پاین! میں تو سوچ بھی نہیں سکتی تھی تو بھلوان کا ایبا ایمان کرے گی۔ تیری آتما میں راکشیس (شیطان) کہاں ہے تھی کیا۔ دور ہو جامیری نظروں ہے۔' ما تاجی وہیں فرش پر بیٹھ کر دھاڑیں مار کر رونے کئی تھیں۔

''میری آتما ہے تو راکشس اب لکلا ہے ماں! الی شانتی مجھے پہلے کب ملی متمی ہے۔ اسی شانتی مجھے پہلے کب ملی متمی ہے اندر سے جنجوڑتی رہتی تھی۔ بدی شامی ہے اندر سے جنجوڑتی رہتی تھی۔ بدی شامی ہے ور لیے جاتا چاہتی تھی۔مولوی جی کہتے ہیں اللہ جس بندے کو چاہتا ہے اپنی طرف مسینج لیتا ہے اور ہدایت دیتا ہے۔ اس بندے کو جو اللہ کی طرف رجوع و توجہ اختیار کرتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ فرما تا ہے۔

"الله تعالى جس كمى كى بدايت كا اراده كرتا ہے تو اس كا سينداسلام كے لئے كھول ديا ہے۔" اور فر مايا كه "بعلا جس كا سيندالله نے دين اسلام كے لئے كھول ديا تو اور كاري الله الله عندالله نے بروردگار كى طرف سے روشن ميں ہے۔" كويتا كى آواز دهيمي تھى اور نگا ہيں غير مركى نقطے پر مركوز تعين جيسے وہ خود فراموشى كے عالم ميں مولوى صاحب كى باتوں كے اللہ ميں بھئك رہى ہو۔

حرامیر بر برون من بعند رس بور '' حب کر جابد بخت۔'' ما تا تی کا روال روال کا نپ اٹھا ان کی نظریں مورتی پر بڑیں پھر جھک گئیں۔ '' کاش۔ مجھے میری کوکھ نے جنم نہ دیا ہوتا۔ تو اس کھر سے نگل جا۔ میں مجھے

برداشت نہیں کر سکتی۔ تو اپ ساتھ جھے بھی نرک میں لے جائے گی۔' اِل کا بس نہیں چل رہا تھا کہ دہ اپنی اس لا ڈلی بیٹی کے فکڑے فکڑے کر کے چیل کو دُل کو ڈال دیتیں۔
''ہائے۔ پر کھوں کی عزت خاک میں ملا دی تو نے۔ اگر برادری میں خبر پڑگئی کہ کو بتا مسلمان ہوگئی ہے تو اس کمر پر قیامت ٹوٹ پڑے گی۔ میری برسوں کی تنہیا تو نے خاک میں ملا دی۔ میں بھگوان کے سامنے کیا منہ لے کر جادُل گی۔ ابھا گن تو نے میرا خیال بھی نہ کیا۔ کیسی دُشٹ اولا دے تو۔'' ما تا جی کا واد بلا اس کے لئے کسی تشویش کا باعث نہ تھا۔ وہ مطمئن تھی۔ اس لئے کہ اس نے اندھیرے سے اجالے کا سفر کیا تھا۔ صحراسے نخلستان کا سفر کیا تھا۔

اس کاسمبندھ فرش کے ہزاروں خداؤں سے نہیں عرش کے پر ماتما سے ہوا۔ وہ ماتا جی کوبھی اس اندھیرے سے نکالنا جاہتی تھی۔

''نرک ۔ تو جائی ہے مال جہنم اور جنت کی حقیقت۔ تو جھتی ہے مال کہ یہ مورتیاں۔ یہ ویوتا۔ یہ پھر کے بت بچھے نرک سے بچالیں گے؟ نہیں مال! اب اس پاکھنڈ سے تم بھی نکل آؤ۔ تہمیں کیا خبر کہ جنت اور جہنم کس کے جھے ہیں آئے گی۔ وہاں کا آئد کس کے بھاگ میں تکھا ہے۔ ہاں مال! اللہ کے نہ مائے والوں کے لئے جنت کا کوئی تصور نہیں ہے۔ ان کے لئے صرف جہنم ہے بھڑ کی ہوئی آگ۔ تم بھی دل کی آئکسیں کھول کر دیکھو عقل کی نگام تھام کرغور کرو۔ کیا ہم دھو کے میں نہیں ہیں۔ کیا ہم اسے بی ہاتھوں سے تراشے ہوئے جھوٹے 'کو نگے معبودوں کی پوجا پائ میں وہ شانتی اپنے بی ہاتھوں سے تراشے ہوئے جھوٹے 'کو نگے معبودوں کی پوجا پائ میں وہ شانتی اپنے جو ماں! میرے چہرے اسے بھی اسی شانتی ایبا وشواس نظر آیا ہوتا۔ میری طرف دیکھو ماں! میرے چہرے پر بھے بھی اسی شانتی ایبا وشواس نظر آیا ہوتا۔ میری طرف دیکھو ماں! میرے چہرے پر جھے بھی اسی شانتی ایبا وشواس نظر آیا بھی کونی بھڑ تی ہوئی آگ ہواور انہیں جلا کر را کھ کر ڈالے گی۔

"دو کیے مال۔ میری طرف و کیے۔ تو تو اولا دکا چہرہ پڑھ سکتی ہے۔ اس کے من کا حال اس کی آنکھوں سے جان سکتی ہے۔ تو تو مال ہے اور مولوی جی بتاتے ہیں کہ مال کے قدموں تلے۔ "وہ ہونٹ بھینج کے قدموں تلے۔ "وہ ہونٹ بھینج کر میں مرتبہارے قدموں تلے۔ "وہ ہونٹ بھینج کر جیب ہوگئی۔

زد کی موڑھے پر بوں ڈھے گئیں جیسے پیروں نے مزیدجسم کا بوجھ اٹھانے سے انکار کر دیا ہو۔ان کا چہرہ جھکا ہوا تھا اور آنکھوں سے اشک بہدرہے تھے۔

♦.....♦

مومنہ کے لئے بیخبر بے صدخوش کن تھی کہ آج کل سٹور کا جارج ڈاکٹر سنیل کے پاس تھا۔ اس مسرت انگیز خبر کے ساتھ ہی اس کا ذہن سوتے جا گئے ایک پلان سرت کررہا تھا۔

وہ سرجن بھن ناتھ کے ساتھ وارڈ کا راؤنڈ کے کر سیرھیاں اتر رہی تھی کہ گراؤنڈ فلور پر ڈاکٹرسٹیل سے کراؤ ہو گیا۔

وہ اتفاق سے سٹور سے باہرنگل رہا تھا۔ اس کے ہاتھ ہیں کچھ رجشرز تھے۔
س کا رخ ایم الیس کے کمرے کی طرف تھا گرمومنہ کو دیکھے کروہ رک گیا۔ لبول پر مدھر
سکراہٹ بھر گئی۔ آنکھوں کی چک میں اضافہ ہو گیا۔ ہاتھ بلا ارادہ بالوں پر پھیرنے

''ہیلوڈ اکٹر سنیل!'' میں آپ ہی کو تلاش کررہی تھی۔'' اس نے پہلی باراپنے لیجے میں اتنی مشاس بھری تھی کہ ایک بل کوڈ اکٹر سنیل حیران ہوا مگر دوسرے بل اس کی آئیس لوڈ اکٹر سنیل حیران ہوا مگر دوسرے بل اس کی آئیس۔ آئیس لودینے لگیں۔

''زہے نمیں۔ وہ آئیں خود ہماری طرف خدا کی قدرت ہے۔ ویے مجھ نقیر پُرتفقیم کی تلاش کیونکر ہورہی تھی؟''اس کے لہجے میں انوکھی کھنک اتر آئی تھی۔ ''دراصل آج سرجن سری کانت کے ساتھ میرا آپریشن تھا مگر پتا چلا پیشدے کی عالت کے چیش نظر آپریشن انہوں نے ڈیلے کر دیا ہے۔ کو بتا بھی نہیں آئی ہے سوچا آپ کی کہنی میں بچھ دفت گزارلوں۔''

" چلیں۔ آپ کو ہماری سنگت کا خیال تو آیا ورنہ بقول غالب۔ اگر اور جیتے ۔ بھی انتظار ہوتا۔ ' ڈاکٹر سنیل کا چیرہ دیدنی تھا۔ اس کی چھوٹی چھوٹی چھکتی سیاہ انتظار ہوتا۔ ' ڈاکٹر سنیل کا چیرہ دیدنی تھا۔ اس کی چھوٹی چھوٹی چھکتی سیاہ انتظار اترنے لگا۔

" آپ نے کر پاکر ڈالی۔ اس عنایت۔ اس نوازش۔ اس کرم کا شکریہ۔ ' وہ سرکوخم ویتے ہوئے شوخی سے بولا تو مومنہ بنس بڑی اور اس کے ساتھ طویل راہداری

اس کی آتھوں میں لیکفت ملال کا رنگ اندنے لگا۔وہ ما تا جی کی طرف و کیھنے گئی جو ایک خود اسے تک ربی تھیں۔نظریں ملیس تو وہ مصطربانہ انداز میں کھڑی ہو ' گئی جو ایک ٹک خود اسے تک ربی تھیں۔نظریں ملیس تو وہ مصطربانہ انداز میں کھڑی ہو ' ''کئیں۔ان کا بوڑھا وجود اب تک مرتعش تھا۔ وہ نہ کو بتا سے نظریں ملا پا ربی تھیں' نہ ان مور تیوں کی طرف و کمچے ربی تھیں جو جا بجا دیواروں پرتجی تھیں۔

" بیاراوہ مجھ سے نہ ہوگا۔ نہ ہوگا۔ بھگوان کر پاکر۔ کر پاکر مجھ پر۔اس کھر پر..... وہ بزبردا تیں کمرے سے نکل گئیں۔

کوئی محنٹا بھر بعد کو یتا بڑا سا بیک کندھے پر ڈالے کھرے نکلنے کلی تو ما تا جی رآئیں۔

''کہاں جا رہی ہو؟' ان کے لیجے میں جبرت اور خوف تھا۔ کو یتا کی آنکھوں میں کوئی کرب۔ ملال نہ تھا۔ یوں لگ رہا تھا دانعی کوئی بڑی شکتی اس کے ہمراہ ہے جو اے ایبا مضبوط بنائے ہوئے ہے۔

''میں اپنے اللہ کو ڈھونڈ نا جا ہتی ہوں ماں۔اسے پانا جا ہتی ہوں۔اس کے نزدیک ہونا جا ہتی ہوں۔ اس کے نزدیک ہونا جا ہتی ہوں۔ یہاں بتوں کے ڈھیر لگے ہیں۔ یہاں مجھ سے آپ کے محکوان کا ایمان ہوجائے گا ادر میں آپ کو دکھ دینا نہیں جا ہتی۔ مجھ سے اگر کوئی ایرادھ مجھ اسلام کا اور میں آپ کو دکھ دینا نہیں جا ہتی۔ مجھ سے اگر کوئی ایرادھ مجھ کیا ہوتو معاف کر دینا۔'اس نے قدم اٹھائے مگر ما تا جی نے اس کا باز دیکڑ لیا۔

" کھے تیرے بربھوکا واسطہ کو بتا! تیرے اللہ کا واسطہ بیٹھ یہاں مجھ بڑھی کو اس بڑھا ہے۔ اللہ کا واسطہ بیٹھ یہاں مجھ بڑھی کو اس بڑھا ہے میں دکھ وے کی تجھے شرم نہ آئے گی؟ "انہوں نے ایک اضمحلال سے اسے دیکھا اور پھرکو بتا کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولیں۔

دومیں جانتی ہوں تو میری ڈانٹ ڈیٹ پردکھی ہوگئی ہے۔ پر کیا کروں تو نے دھیکا ہی ایسا پہنچایا ہے۔ رک جاکوی۔ جھے سوچنے دیے۔ سوچنے دیے بیٹی!''
دھیکا ہی ایسا پہنچایا ہے۔ رک جاکوی۔ جھے سوچنے دیے۔ سوچنے دیے بیٹی!''

"کیا سوچنے دول مال۔ تو۔ تو کیا سوچ رہی ہے؟" اس کی آواز زنجیر کی الپیٹ میں آ کر مرتفق ہوگئے۔ اس کا ول پہلو میں کسی خوش آئند نصور سے زور زور سے دور زور سے دور زور سے دور زور سے دور کے لگا۔

" يبي كه تيرے الله اور ميرے بھگوان ميں كون حق برہے۔" ما تا جي بيد كهدكر

کھئے۔'' وہ پچھ کھسیا کر ہاتھ پہلو میں گرا کر ہنس دیا۔ وہ اس کے ہمراہ ڈیوٹی روم کی طرف چلی آئی جواس وفت خالی پڑا تھا۔ ''ویسے آج کل میر کے ابیات، غالب کے مصرعے ذہن میں ہلچل مجائے

کھتے ہیں۔ بقول شاعر

اس عشق کے درد کی کون دوا تمر ایک وظیفہ ہے ایک دعا

پڑمو میر و کبیر کے بیت کبت سنو صرِ نظیر فقیر و غنی

ڈاکٹر سنیل کا خمار سر چڑھ کر بول رہا تھا۔ مومنہ دل ہی دل بیس پچھتا رہی تھی

ہناجق ڈاکٹر سنیل کوچھیٹر دیا۔ وہ تو کسی بے سرے راگ کی طرح نے اٹھا تھا اور بیالیی

بیقی تھی جو دہ کم از کم افورڈ نہیں کرسکتی تھی تاہم مارے بندھے اس کے ہمراہ رہی۔

" آپ تو بڑے مصروف ہو گئے ہیں ان دنوں۔ بھی سٹور سے برآمد ہوتے ہتو بھی ایم ایس کے کرے ہے۔ یہ بیت کبت کا وقت کب مل جاتا ہے؟" وہ لہجے ہخوش دلی کا تا ترسموتے ہوئے بولی اور ایک خالی کری پر بیٹھ گئی۔

'' میرڈ یوٹی کچھ بے زار کن نہیں ہے؟'' وہ میز پر رکھی فائلوں کو یونہی سرسری از میں اٹھا کرد مکھنے گئی۔

"ارے جناب! ہم تو بڑے سواد میں ہیں۔ کم از کم اس ڈیوٹی میں صبح صبح بین ہیں کے سوکھ سڑے منہ کے درش سے تو نجات ال کئی ہے۔ ہاں کچھ ذمے بیال بڑھ کی ہے۔ ہاں کچھ ذمے بیال بڑھ کی ہیں۔ "وہ اس کے مقابل دوسری کری تھینج کر بیٹے گیا اور درمیانی میز پر بیال نکا کر کری سیت آھے کی طرف جھکتے ہوئے بولا۔

" می وژو به بتاؤ که کمیاسیوا کی جائے۔ بیت کبت کے ساتھ کولڈ ڈرنک جلے یا گر ما گرم کافی ؟"

" " میراخیال ہے بیت کبت کے ساتھ تو اسپرین بی چلے گی۔" وہ جواہا برجستہ ہا۔ڈاکٹر سنیل کا بڑا جاندار قبقہہ کونج اٹھا۔

'' فراکٹر سنیل جی !' سرکیش اندر داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں ایک سفید پر چی اجواس کے ہاتھ میں ایک سفید پر چی اجواس نے اس کے سامنے میزکی سطح پر رکھ دی۔ آجواس نے اس کے سامنے میزکی سطح پر رکھ دی۔ '' یہ پچھ دوائیاں جائیس نوری۔ ڈاکٹر جگن تاتھ نے منگوائی ہیں۔'' میں دھیرے دھیرے قدم اٹھاتے ہوئے بولی۔
"ایک تو مجھے انجی راستوں سے داتفیت نہیں ہے۔ بار بار راستے بھول جاتی،

ہوں۔ کدھر جانا ہوتا ہے کدھر چکی جاتی ہوں۔''

" دواقعی _ بی آو بردی انجمن کی بات ہے۔ ایک راستہ جن لیجئے بار بار راستہ بھنگی رہیں گی تو میں بے جارہ تو مارا جاؤل گا۔ "وہ اس کی بات بوری ہونے سے پہلے ایک طویزی سانس لیتے ہوئے بولا۔ مومنہ اس کا جذبوں سے پرلجہ قطعی نظرانداز کرتے ہوئے یولی۔

"ای لئے تو سوچا ہے کہ آپ کی سنگت میں ذرا گھوم پھر کر راستوں سے واقف ہو جاؤں۔کیا خیال ہے آپ میری مدد تو کریں سے نا۔"

اندھے کو کیا جا ہے ڈاکٹر سنیل کے تو دل کی کلی کھل آئی۔ دہ تو مومنہ کے قرب کا خواہاں رہتا تھا بیا درموقع کیسے گنوا دیتا۔

"د" كون نبيل - مير ب لئے يہ شرح كھڑى ہوكى اور يافينا يہ دان بھى مير ب لئے يادگار ہوگا۔ ويسے آپ كى كر پا ہوتو ميرا پورا جيون بى يادگار بن سكتا ہے۔" وہ دونوں باتھ سينے پر باند ھے اس كى سمت جھكا۔ اسے جذب لٹاتی نگا ہوں سے تكنے لگا۔

مومنہ كے لئے يہ چويشن يافينا شيٹا دينے دالى تھى۔ ڈاكٹر سنيل كے اس طرح اس طرح الى تھى۔ ڈاکٹر سنيل كے اس طرح الى الى سے الى سے سرحال وہ وجنی طور پر تیار نبیل تھى۔ اس نے صرف مسكرانے پراکھا كيا اوراس كى يہى مسكرا ہے وہ خمير تيار نبيل تے حوصلہ افزا ثابت ہورہى تھى۔ وہ خمير تيا

آئے کی طرح پھیلا ہی جلا میا۔

قردل کیا ہے میں تو ان کی خاطر جان بھی دے دول
میری قسمت اگر ان کو نہ پھر بھی اعتبار آئے

''خوب تو شاعری کا شوق بھی رکھتے ہیں۔'' مومندول ہی ول میں اسے کو اللہ
کررہ گئی گر بظاہر نری سے اس کا ہاتھ ہٹا دیا۔ جواسے بڑے جذب اور خاص بے تعلقہ سے اس کے زم گداز کندھے پررکھ دیا تھا۔ جسے مومنہ طارق آج اس پرسب کچھ والم
دینے کو تیارتھی۔

''ارے شوق کا ایک جہاں ہے۔ ہمارے من میں۔ بھی جھا تک کو ا

Scanned By Wagar Azeem Paksitanipoint

ڈاکٹرسنیل کو سرلیش کی بے وقت آمد سخت کھلی تھی۔ اس نے سرلیش کو با قاعدہ م محور کر دیکھا اور دل ہی دل میں ایک موٹی سی گالی دی پھر پرچی اٹھا کر شکھے چتون کے ساتھ اس برنظریں ڈال کر بدمزہ ہوکر بولا۔ ساتھ اس پرنظریں ڈال کر بدمزہ ہوکر بولا۔

ری کردا کیاں سٹور میں Available نہیں ہیں۔' اس کا لہجہ اتنا چہمتا ہوا در تلخ تھا جیسے قمین کے برتن میں کسی نے پھرلڑ ھکا دیئے ہوں۔

" اچھا سنو۔'' کچھسوچ کروہ بکدم کری دھکیل کر کھڑا ہو گیا۔ " اچھا سنو۔'' کچھسوچ کروہ بکدم کری دھکیل کر کھڑا ہو گیا۔

" بنتم چلو۔ میں آتا ہوں۔ "اس کے چرے برلحہ بھر میں سارے جہال کی جہال کی جہال کی جہال کی عرب ہوئے تھے ہوئے وہ مومنہ کی طرف کے داری رقم ہو چکی تھی۔ جیب سے چاہیوں کا مجھا نکالتے ہوئے وہ مومنہ کی طرف حالا

بھا۔
'' ویٹ ہمیز ۔ آئی ایم جسٹ کمنگ اوک۔''
مومنہ کے لئے تو خدانے بہترین موقع عنایت کر دیا تھا۔ ڈاکٹرسنیل کے جاتے ہی وہ فاکلوں کوجلدی ہے اپنی طرف تھینج کر بڑی تیزی ہے اپنی ورق گردانی کر رزگی تیزی ہے اپنی کو رق گردانی کر زنگی اور کاغذوں پر نظری ووڑانے کی پھرایک ضروری کاغذو آ ہمتنی ہے پن سے الگ کیا اور تہدکر کے سرعت ہے اپنے برس میں ڈال لیا اور باتی فاکلوں کو چیک کرنے الگ کیا اور تہدکر کے سرعت ہے اپنے برس میں ڈال لیا اور باتی فاکلوں کو چیک کرنے کے بعد یونہی میز پر اوپر تلے رکھ دیا۔ اس کے خیال میں آج کے لئے اتنا ہی کافی تھا۔ یوں بھی اس کا اصلی ٹارگٹ اس جابی کا حصول تھا جو ڈاکٹرسنیل اپنے ساتھ لے گیا تھا۔

بی بی می کی رپورٹ کے مطابق بھارتی فوج کے وحشانہ مظالم سے 22 عام بید بیسسیت 25 سمیری شہید ہو بھے تھے اور الشکر طیبہ کے ڈسٹر کٹ کما تذریجی شہید ہو بھے تھے اور الشکر طیبہ کے ڈسٹر کٹ کما تذریجی شہید کے علاوہ ایک اسرائیلی خاتون کی جانب سے حضور کی شان میں گنا خانہ تصاویر کے بیسٹر آ دیزاں کرنے کے مکروہ واقع کے خلاف پورے سری گر میں احتجاجی مظاہرے جاری تھے۔تقریباً ساری بی تحریبی اس احتجاج میں شامل تھیں۔ مسلمانوں میں نم وغصے کی لہریں کروٹیں لے ربی تھیں۔ اس طرح کی گھناؤنی سازشوں سے ان کو ذہنی ایذا پہنچائی جا رہی تھی۔ ان کے اندر اشتعال بیدا کیا جا رہا تھا۔ پھر ان کے اس فم وغصے کو مغربی میڈیا جنون، شدت پندی کا نام دیتا تھا۔ دراصل یہ سب کچھ مسلمانوں کے فلاف سوچے سمجھے منصوبے کے تحت کیا جا رہا تھا۔

اس احتجاج میں غازی شاہ کی تحریک بھی شال تھی ان کے جوان جگہ جگہ بڑے پوسٹر چسپاں کر کے مظلوم کشمیریوں کے حوصلے بڑھا رہے تھے۔

♦..... **♦**..... **♦**

ان دنوں غازی شاہ کا ایک فجیر غیر کمکی اخبار میں سلسلے دار آ رہا تھا جو خاصا تہلکہ خیز ثابت ہورہا تھا۔ پہلی قسط میں اس نے مدل الفاظ میں کفر کی طاقتوں ادران کی سازشوں پر کھلے لفظوں لکھا تھا جو مختلف معتبر حوالوں سے لکھا میا تھا جس کا متن بہت سقرا، سچا ادراثر انگیز تھا۔

'' منظرتا ہے منظرتا ہے میں اسلام اور کفر دوفریق بن کر سامنے آ چکے جیں۔ اسلام اور کفر دوفریق بن کر سامنے آ چکے جیں۔ مسلمانوں کے خلاف یہود ونصاری کا اتحادان کی سفا کانہ اور گھناؤنی سازشیں کھل

ا گرو' کا نام بھی دیا جانے لگا ہے۔

دہشت گرد کہہ کر انہیں کرور کیا جانے لگا حالاتکہ دیکھا جائے تو فلسطین، افغانستان، کشمیر، بوسنیا ہر جگہ ڈھائے جانے والے مظالم کافروں کی درندگی اور دہشت گردی کا کھلا ثبوت ہیں۔ وہ کس طرح اپنی برتری اور طاقت کومسلمانوں کے قل عام کے لئے بدرلیخ استعال کررہا ہے۔ اس بدوردی اور سفاکی اور اس غیرانسانی سلوک کو''امن'' اور'' قانون'' کا نام دیا جا رہا ہے۔ یہ اہل مغرب جنہوں نے احترام انسانیت، اکرام آومیت، خوا تمین، بچوں اور بوڑھوں کے جداگانہ حقوق، حیوانات کے تحفظ اور ماحولیات کے سدھارنے کے لئے جامع اور مؤثر قوانین بنا رکھے ہیں گر حقیقت یہ ہے کہ یہ کشن ان کی ورندگیوں، عیار یوں، مکاریوں پر مع سازی ہے۔ اگر ان کے دل میں انسانیت کے جذبات کا رتی بھر خیال ہوتا جس کا اظہار کر کے وہ ابنا رعب مسلمانوں کے ساتھ وہ سلوک نہ کرتے جن کی خبروں سے اخبار بحرے پڑے ہیں اور ان کے منہ برطمانیوں کی طرح ہیں۔

یکی افغان مجاہد جب جہاد میں روس کو فکست دے رہا تھا تو ان اعلیٰ حکام کے سامنے وہ مجاہد ہیرو تنے اور آج اسلام کے نام پر کھڑے ہوئے تو ان کے ساتھ نا قابلِ بیان سلوک روارکھا جارہا ہے۔

تاریخ کواہ ہے کہ جب ظلم بڑھتا ہے تو مظلوم خواہ کمزور ہی کیوں نہ ہوں اپنے حق کے حصول کے لئے اٹھ کھڑا ہوتا ہے اور یہی جہاد ہے۔ جب نفر، اسلام کی شع کل کر کے اللہ کی مخلوق کو نفر وشرک اور نفس برسی کی اندھیر مگریوں میں وھکیلنا چاہتا ہے انسانوں کو اسلام کے سایہ عدل سے نکال کرظلم، ناانصافی اور اپنی نفسانی خواہشات کی جینٹ چڑھانا چاہتا ہے تب اسلام شمع حق کی حفاظت کے لئے کمواں تھانے کا تھم دیتا ہے۔ اسے جہاد کہتے ہیں۔ ارشاد باری تعالی ہے۔

''اور ان سے لڑو یہاں تک کہ فتنہ بائی ندر ہے اور وین سارا کا سارا اللہ کے اللہ علیہ ہوجائے۔'' کے ہوجائے۔''

یمی جہاد آج کشمیر میں ہور ہا ہے۔ کشمیر کے مظلوم عوام 55 برس سے انصاف

کرسا منے آپی ہیں کیونکہ آج کے مسلمانوں نے ایک مرتبہ پھر فدوی الی ، فدوی نی کا روپ وھارلیا ہے۔ غفلت اورستی کی چا درا تارکران کفر کی طاقتوں کے آگے گئے فیک کر ذلت وخواری کی زندگی کو ترجیح دینے کے بجائے بہ زورشمشیرا پنے حقوق حاصل کرنے کا ارادہ با ندھ لیا ہے۔ ان کے اندرحسین ابن علی ، طارق بن زیارہ عبداللہ بن زبیرہ ، خالد بن ولیڈ ، نیپوسلطان کی یادی زندہ کرنے کا جذبہ پیدا ہوا ہے۔ سو کفار نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف نت نے پروپیکنڈے شروع کروئے ہیں جن میں پہلا اور بیانڈ ان نبیاد پرتی کا ہے۔ اس پروپیکنڈ کی امقصد مسلمانوں کو بدنام کر کے اختشار اور بدامنی کا ذمے دار قرار دینا ہے اور مسلمانوں کو دین اور جہاوے تنظر کرنے کی ناکام اور گھٹیا کوشش ہے۔

در حقیقت بنیاد پرست ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو اپنے دین میں اصل، اور وی عقائد میں مضبوط ہوں۔ اسلام در حقیقت ایک کمل اور جامع دین ہے۔ اس میں دوسرے نداہب کی طرح تو ہمات اور تخیلات اور چنداعمال ہی نہیں بلکہ اس کے عقائد کھرے ہیں اور اعمال انسانیت کو شرف بخشنے والے ہیں۔ اس دین میں عباوات کا ہی وظل نہیں، سیاست، معیشت، معاشرت، خلافت، حکومت، اقتصادیات، حدود قصاص اور انسانی زندگی کے ہر شعبے کے تمام احکام موجود ہیں۔

سواسلام کے سوا دوسر نے نہ ہب کے لوگ بنیاد پرست ہو جی نہیں سکتے۔ان
کے پاس ہے ہی کیا جس پر پختہ ہوں۔ان کا دین اسمبلیوں اور پارلیمنٹ کے تابع ہے
جو وہاں سے پاس ہوتا ہے اسے اپنا لیتے ہیں۔سو کفر کی طاقتیں یہ چاہتی ہیں کہ
مسلمانوں میں جو پختہ ایمان مسلمان ہیں وہ ختم ہو جا کی اور جومسلمان عقا کدادرایمان
میں کمزور ہیں وہ اس جملے کے خوف سے خود کوسیا مسلمان ثابت کرنے کی کوشش نہ
کرس۔

بنیاد پرتی کی بیر اصطلاح اب بڑے زور شور سے استعال ہونے کئی ہے حالانکہ مسلمان ہر دور میں موجود رہے گر آج مسلمانوں نے ذلت اور غلامی کی زندگی کے خلاف آواز اٹھانی شروع کر دی ہے۔ وہ کفار کے مظالم کا مقابلہ کرنے کے لئے ویٹ کر میدانِ عمل میں اتر آئے ہیں۔ یوں انہیں بنیاد برتی کے ساتھ ساتھ" دہشت ویٹ کر میدانِ عمل میں اتر آئے ہیں۔ یوں انہیں بنیاد برتی کے ساتھ ساتھ" دہشت

آواز جذبات کی بورش سے بھاری ہوگئ تھی۔

وہ خاموش ہوا تو کتنی در کرے کی فضا میں بوجمل اداسی طاری رہی مجربہ

بوجمل کمحسر کے۔غازی شاہ نے ٹیپ کا بٹن کھول دیا۔

المحه بحر بعد بى ايك برجوش بعارى آواز كو خير كلى ـ

ہم دین کے داعی بین اللہ کے سیای بیں ہم دیں کی حفاظت میں سر اپنا کٹا دیں کے ہم محسن اعظم کے جانباز مجاہد ہیں ہم قصرِ صلالت کی بنیاد بلا دیں کے جو پاک کے وحمن ہیں، عظیر کے عاصب ہیں اس سرکش و رہزن کو ہم اچھی سزا دیں کے ہے خون شہیداں سے رنگین حسیس وادی ہم اینے شہیدوں کے قرضوں کو چکا دیں کے سالار مسلمال سے سہا ہوا باطل ہے اصنام کے بندوں پر وہ برق مرا دیں کے امید نه رکه برگز امریکی، یبودی سے یہ شاطرِ عالم ہیں، موقع یہ وغا دیں کے پھر جید مسلسل سے ایماں کی بہار آئی پھر مخمع الٰبی کو میچھ اور جلا دیں کے

ایک عجیب ساسحرتها جس نے ان سب کوجکڑ رکھا تھا۔ ایبا لگ رہا تھا سب کے ول سینے کی جہار و بواری میں شخصے کی طرح ہو سکتے ہوں۔اب ٹوٹا کہ اب ٹوٹا۔ ذرا آواز تھے گی اور بیٹوٹ کر کر چیوں کی طرح فرش پر بھر جائے گا۔

مھیک کہتے ہیں کہنے والے کہ آ واز کا تعلق براہ راست دل سے ہے۔ آ واز کی کمان سے لکلا ہوا تیر تھیک نشانے پر جا لگے بات تو تب ہے۔ اور بیآ واز ول پر لگ رہی تھی۔ تھہرے ہوئے پانی میں کویا تلاظم پیدا کررہی تھی۔ وہ بلکیں جھیکے بنا یوں ٹیپ ریکارڈ رکو تک رہی تھی کویا بلکیں جھیکنے سے بیسحر

كا دامن كيميلان كے باوجود انساف ند كنے برآج بدز ورشمشيرميدان ميس كود برے

بیمضمون ابھی جاری تھا۔ کشمیر کے بیمتوالے تکوار کے ساتھ قلم سے بھی جہاد میں مصروف عمل منے۔ ایک روز غازی شاہ نے ایک کیسٹ مومنہ کو دکھائی۔

'' یہ دیکھوسرجن! الی تقریباً ایک لاکھ سے زائد بھارت میں تقسیم کی جا چکی میں۔ جبکہ اب تک پندرہ ہزار سے زائد ضبط کی جا چکی میں۔ یہ سیسیس آج محارتی

سامراج کے لئے بروا مسئلہ نی ہوئی ہیں۔ ہر کھر میں نج رہی ہیں۔''

مومنہ نے اس کے ہاتھ ہے کیسٹ لے کرالٹ ملیٹ کردیکھی۔

"مربة عامى آديوكيث بياس من كياب ايبا؟"

" الله بظاہر تو بہ عام ی آ ڈیو کیسٹ ہی ہے۔ جوعموماً گانوں کی ہوتی ہے مگر اس میں بجنے والا ترانہ جذبہ جہاد کو توانا کر رہا ہے۔اس چھوٹی سی کیسٹ میں کشمیری مسلمانوں کے خون کو کرما دیے والی آواز بندہے۔سنو کی ؟"

"فسرور مکریدس کی کوشش ہے؟"

"اس سوال کا جواب تو خود ہمارے یاس بھی نہیں ہے۔" طلحه احمد نے پہلی بار لب کشائی کی۔غازی شاہ نے ایک منی سائز ٹیپ ریکارڈر میں کیسٹ لگاتے ہوئے اس کی طرف چېره موژ تے ہوئے کہا۔

" ال مومو! بدایک معما ہے۔ ہارے یاس بدیسیس درجنوں کے حساب ے پہنچائی جا رہی ہیں۔ جیجنے والا خود کو پوشیدہ رکھے ہوئے ہے۔ ہم ان کیسٹول کو گھر محمر تقتیم کر دیتے ہیں بہرحال جو بھی ہے وہ اس جہاد میں شامل ہے اور یہی ہمارے لئے بہت ہے۔ یہاں ہر تشمیری مسلمان ابنی بساط کے مطابق جہاد میں مصروف ہے۔ مومنہ! تشمیر یوں کا بہنے والا خون ، جانوں کے بیرنذرانے تشمیر کی آزاد کا جراغ بجھنے نہ ویں گے۔اذبت رسیدہ تشمیری اس جراغ کو آخری سانس تک اپنے خون سے جلاتے رہیں گے۔ جب تک ایوانوں میں بیٹھا سامراج فکست فاش سے دوحیار ہو کر منہ" چھیانے پرمجبور نہ ہو جائے اس جراغ کواپنے لہو سے جلاتے رہیں گے۔' غازی شاہ کی

ٹوٹ جائے گا۔

یہ چند کھے بجیب کشاکش کے گزرے۔ غازی شاہ نے ٹیپ بند کر دیا اور جیسے سارا ماحول اس ٹرانس سے باہرنگل آیا۔ سینے میں انکی سانسیں پھر رواں ہوگئیں۔ساکن بلکوں کا رقص پھر جاری ہو گیا۔ کا گنات اپنے مدار پر گردش کرنے گی۔

ایک ممری سانس تھینج کرمومنہ نے ہاتھ بڑھا کر غازی شاہ سے وہ کیسٹ لے لی۔اس کے سرخ رخساروں ہے اس کی اندرونی کیفیت کا اندازہ ہورہا تھا۔

اس آواز کی بازشت نے کسی طلسی ڈور سے اس کا ذہن، اس کا ول اور اعصاب باندھ ویئے تھے۔اسے پہلے تو لگا یہ آواز پہلے بھی سی ہے ممرکہاں، کب، ذہن کی گرفت سے باہرتھا۔ پھرسر جھنگ کرسوچا شاید دہم ہی ہو۔ بھی بھی کوئی صورت، کوئی آواز یونہی وہم میں جتلا کردیتی ہے کہ یہ صورت پہلے بھی دیکھی ہے۔

یہ آواز پہلے بھی ساعت نے سی ہے مگر الیانہیں ہوتا۔ دل میں کھب جانے والی آواز یا صورت عموماً مانوس محسوس ہوتی ہے۔

"سات لا کھی فوج کیا پیاس لا کھی فوج بھی مسلمانوں کے اس جذبے کو نہیں مسلمانوں کے اس جذبے کو نہیں دیا سکے گی غازی شاہ!"مومنہ پرعزم انداز میں ملکے سے مسکرائی۔

"بالکل سرجن! اب تو بیتر یکین اور زور پکر گئی جیں۔ بجاہدین کی کارروائیوں میں وسعت اور سرعت آ ربی ہے۔ لداخ سے لے کر جمول کے دور دراز علاقوں تک اور دادی تشمیر کے کپواڑہ ہے لے کر کشتواڑ تک کے علاقے تحریک کے دائرے میں آ چکے جی اور کشمیر کے باہر ہما چل پردلیش کی سرحدوں تک بلکہ خود ہندوستان کے اندراس جرو استبداد کے خلاف آ واڑ اٹھائی جانے گئی ہے۔ بیدت کی آ واڑ ہے۔ بیآ واڑ ایک دن بھارت کے خلاف آ واڑ ایک جا کہ موت کا منظر دیکھیں گے۔"

"انشاء الله اليها ضرور ہوگا۔طلحہ احد، مومنہ اور غازی شاہ کے ول کی میرائیوں سے بیک وفت بیآ واز ابھری اور فضا کومسحور کریٹی۔

♦......

وہ طارق ہاؤس آئی تو ممااس کا بے چینی سے انتظار کررہی تھیں۔

''کہاں رہ می تھیں تم نے تو کہا تھا ہا سپلل سے سیدھے یہیں آؤگی؟'' وہ حجمو مجھے یہ بیں آؤگی؟'' وہ حجمو مجھو منتے ہی سرزنش کرنے والے انداز میں استفسار کرنے کلیں۔

وہ بڑی محمن اور شخصی محسوں کر رہی تھی۔ بیک کندھے سے اتار کر لا بی کے صوفے پر ڈالا اور مماکے کندھے برزمی سے ہاتھ رکھ دیا۔

" " "سوری مما بس مصرو فیت بیچهالی مومی تقی به" "

''مگر ڈاکٹر سنیل کو میں نے فون کیا تو اس نے بتایاتم ہاسپلل سے تو جلدی نکل سمی تعیں ادر مولوی صاحب کی طرف بھی نہیں تعیں۔''مما کے لیجے میں ہی نہیں آئکھوں میں بھی کھوج تھی۔

'' بیآج کل کن کاموں میں معروف رہنے گی ہوتم۔ ڈرا مجھے بھی تو پا چلے؟'' وہ اس کا چیرہ نٹو لنے لکیں جہاں اس غیرمتوقع باز پرس کے حملے نے بو کھلا ہٹ عیاں کر وی تھی۔

''میری اور کیا معرو فیت ہوسکتی ہے مما۔ سوائے ہا پیلل کے۔'' اس نے کندھے اچکا کرزبروسی مسکرا ہٹ ہونٹوں پر لاکران کی تشویش کا توڑکرنا جایا۔

و موی می ازی شاہ سے ملاقا تیں ہوتی ہیں تمہاری؟ وہ بلنے کی کہ مماکی آداز نے اس کے قدموں کو جکڑ لیا۔ اس کا ٹھٹک جانا اور نگاہیں جرالینا بی ان کی اس ساری کھوج کا جواب بن گیا۔

''ہاں۔ ملتی ہوں۔'' وہ سر جھکا کراعتراف کر گئے۔ پھر بڑے اعتماد کے ساتھ ایڑیوں کے بل کپٹی۔

"مراخیال ہے آپ سے چمپانا ہے کار ہے۔"

''مومند جانتی ہوتم۔ تنہارے پایا کے علم میں آئے گا تو وہ کس قدر برہم ہوں گے۔ وہ پہلے ہی جمہیں خبردار کر بچلے ہیں کہتم کسی قتم کی سیاست میں انوالوہیں ہو گی اور۔''

کی اور۔"

دیمیں کسی سیاست میں انوالونہیں ہوئی۔ مائٹڈ اے مما۔ بیسیاست نہیں ہے۔

یہ آزادی کی جنگ ہے۔ بیہ جاری زندگی کا سوال ہے۔ بیمرتے ہوئے تشمیری مسلمانوں
کے لہوکا سوال ہے جو ہم زندہ لوگوں کے گریبانوں کو پکڑ کر جعنجوڑ کر کہہ رہے ہیں کہ

ہمارے لہو ہے جلاج اغ بجھنے نہ یائے۔''

ممانے تخیر ہے اسے دیکھا پھر جیسے سنجل کر سر کو خفیف سی جنبش دے کر مسکرائیں اور پیار ہے اس کے گردا پنا بازوحمائل کر دیا۔

"میں جانتی ہوں تم بہت حساس ہوادر پھرتمہاری تربیت بھی تو مولوی صاحب
نے کی ہے۔ تم تو بخت بی بی اور مولوی جی کاعکس ہو۔" انہوں نے بڑی طائمت سے اس
کے چہرے کے گرومنڈ لاتی زلفوں کوسنوا را اور اس کے رخسار پر ہاتھ پھیرنے لگیں۔
"میں تو خود دل سے بہی جا ہتی ہوں کہ تمہاری مسجائی کشمیری مسلمانوں کے دسمیری مسلمانوں کے میں تو خود دل سے بہی جا ہتی ہوں کہ تمہاری مسجائی کشمیری مسلمانوں کے دسمیری کے دسمیری مسلمانوں کے دسمیری کے

یں و خودوں سے بیل عابی ہوں کہ ہوں کہ ہوں کہ ہوں ہوں ہے۔ لئے ہو مگر بیٹی تم اپنے پاپا کو بھی جانتی ہو۔ درامل وہ تہیں بہت جا ہے ہیں۔ تہیں کوئی گزند بہنچے وہ کیسے برداشت کر سکیں ہے۔''

ر سے در اس خود غرضی ہوگی مما!'' وہ ایک مہری سانس تھنج کران کو دیکھنے گئی مجرقد رہے دل کرفکی ہے کویا ہوئی۔

'' یا ہے آزاوی کی جنگ میں شہید ہونے والے بھی تو اپنی ماؤں، باپوں کے جگر کے گوشے تھے اور جو دوسرے ہیں وہ بھی تو کسی کی اولا وہیں۔ کیا ان کے والدین ان سے تھی محبت نہیں کرتے؟ کیا مولوی جی اور بی بی کو جھے سے اور غازی شاہ سے محبت نہیں ہے۔ نہیں ممار ہر محبت اپناخی وصول کرنے بیٹے جائے تو اس ونیا ہیں محبتوں کا دم محد جائے ۔ لوگ محبت پانے سے خوف زوہ ہو جا کیں محبت وصولی کے لئے نہیں کی جاتی حق جاتے کو اس دیا ہی جاتی ہے جاتے ہوں کے الے نہیں کی جاتی ہے ہوگئی۔ اس کی مطابق والدین سے ملتی ہے وار آپ لوگوں نے تو ہمیں نظرت کے مطابق والدین سے ملتی ہے اور آپ لوگوں نے تو ہمیں نیر ہی ہوگئی۔ اس کی محرومیاں پھر جی کی مساس کے آخری جملے پر ترثیب سی گئی تھیں۔

''مومی! میری جان! تم شکوہ کرنے میں حق بجانب ہو تمر بیٹا!'' ''سوری مما۔ میرا مقصد آپ کو ہرٹ کرنانہیں تھا۔'' وہ جلدی سے بولی مجرمما کے ہاتھ تھام کرائی نم آنکھوں سے لگا گئے۔

ور بھے تو اتن بے بایاں تحبیل ملی بیں کہ کہیں بھی جھے خالی بن کا احساس ہیں ہوئے۔ موال بگرا کہ میں کہ کہیں بھی جھے خالی بن کا احساس ہیں ہوئے۔ موال بلکہ بھی تو اپنا وامن تک محسوس ہونے لگتا ہے خوشیال اور جاہتیں سمیٹتے ہوئے۔ ایسے بھی ماں باپ ہوتے میں جو اپنی اولا وکو اپنی اپنی مجبور یوں کے پیش نظر کچرا کنڈی یا

یتم فانوں میں پھینک جاتے ہیں۔ میں تو آپ کی احسان مند ہوں کہ آپ نے جھے بی اور مولوی صاحب جیسی کود میں ڈالا۔ میں تو اپنی خوش قسمتی پر جتنی نازاں ہوں کم ہے۔ رئیلی مما۔ آئی ایم تھینک فل ٹو ہو۔' اس کے لیج میں حقیقی تشکر تھا گر زہرہ طارق کے اندر بہت پچھٹوٹ رہا تھا۔ وہ اپنا سینہ کھول کر وہ زخم نہیں دکھا سکتی تھیں جس سے بھی تک خون رس رہا تھا۔ ان لیحوں کی اذبہت ناکی کے وہ آ بلے ابھی تک روح پر تپک سے بھی تک روح پر تپک

" چھوڑی مما! یہ دیکھیں یہ کیسٹ مجھے دراصل بچھ کھروں میں تقیم کرنی تھیں کا سے موضوع بدل ڈالا۔ مما کا دل کرفتہ چرہ کے آج لیٹ ہوگئے۔ "اس نے جلدی سے موضوع بدل ڈالا۔ مما کا دل کرفتہ چرہ سے اندر ہی اندر ندامت میں دھکیل رہا تھا۔ اس نے وہ آڈیو کیسٹ اپنے بیک سے کال کرمما کودکھائی۔

''کیسی کیسٹ ہے۔ کیا ہے اس میں؟''مما چونک کر پھر فقد رے جیرت سے س چھوٹی سی آڈیو کیسٹ کو گھورنے لگیس۔

"بہ غازی کو ملتی رہتی ہیں۔اسے میعنے والا کون ہے بیدوہ خود بھی نہیں جانیا۔ ہرحال جو بھی ہے اس جدوجہد میں شامل ہے۔آ پ سنیں گی؟"

ممانے اثبات میں سر ہلا دیا۔ وہ فطری تجسس کے مارے وہیں ہی ڈی پلیئر کے پاس جا بیٹھیں۔مومنہ نے پلیئر آن کیا چند کمجے ہی سرکے تنے کہ وہی ترانہ کو نجنے ا۔

مما دم بخودرہ گئیں۔ان کے وہم و کمان میں بھی نہ تھا کہ کیسٹ سے بیآواز رموکی۔

وہ کتنی دیرایک سنائے کا شکار رہیں۔مومنہ نے بٹن آف کیا اور کیسٹ نکال راسے احتیاط سے دوبارہ بیک میں رکھ دیا۔

" آن کشمیر کا بچہ بچہ جس نفرت سے سلگ رہا ہے۔ بینفرت بھارتی تھرانوں مطرف سے بی ود بعت ہوئی ہے۔ ان بڑے بڑے ایوانوں کو آگ لگا دبی جاہئے ہوں سے بی ود بعت ہوئی ہے۔ ان بڑے بڑے ایوانوں کو آگ لگا دبی جاہئے ہوں نے انسانیت سوز مظالم ڈ ھائے ہیں جس نے کشمیر کو تاریخ کا بدترین ظلم کا شکار ہوں ۔ ان ایوانوں کو آگ لگا کہ بنا ڈ الا ہے۔ جہاں حواکی بٹیاں بدترین اذبیت کا شکار ہیں۔ ان ایوانوں کو آگ لگا

زہرہ طارق کے دل پر برجیمی کی طرح لگ رہی تھی۔ ''تمہارا قصور بھی نہیں ہے بیٹی۔تم اپنے باپ کو بھنے میں غلطی کر رہی ہو۔'' انہوں نے افسردگی سے سانس تھینجی۔

" آگی کا اوراک انبان پر بالکل اجا تک ہوتا ہے گر بھی وقت کی ڈور ہاتھ سے اتنی دورنکل جاتی ہے کہ مداوے، تلافی کا کوئی امکان نہیں ہوتا۔ تنہارے ساتھ کی گئ زیاد تیوں اور تمہارے دامن میں ڈالی گئی محرومیوں پر ہم دونوں اپ اللہ کے سامنے شرمسار ہیں۔ ہم ہمدونت خودکوا یک مجرم خیال کرتے رہتے ہیں۔ گرمومنہ! تم ایسے مجرم کو کیا سزا دے سکتی ہوجس کی پشیمانیاں اس کے جرم سے بڑھ گئی ہوں۔ "وہ افسردگی سے بنس دیں۔ پھراس کے کندھے کوئرمی سے تعبقیایا۔

'' جانتی ہوں میری بی کہ تمہارے اس تھر میں آجانے سے صدیوں کی دوریاں کم مہیں ہوئیں۔''

" "مما۔ آئی ایم سوری۔ "وہ انہیں دل گرفتہ رنجیدہ و کیے کرخود بھی آزردہ ہوگئ۔
" مجھے اپنے معاطے میں نہ آپ سے شکوہ ہے نہ پایا ہے۔ وقت ہر زخم خود ہی بحر جاتا ہے۔ یقین کریں مجھے آپ سے کوئی شکوہ نہیں ہے گر۔ "ال نے ایک لحظہ رک کراب وانتوں میں دبا کرچھوڑے۔

" پاپا کی بے حسی سے فکوہ ضرور ہے جو بااثر ہونے کے باوجود کشمیر کی جدوجہد کے لئے کچھ نہیں کر سکتے۔ بلکہ میرے قدموں میں بھی زنجیریں ڈالنا چاہتے ہیں۔ کیا انہوں نے مجھے اس لئے ڈاکٹر بنایا ہے کہ میں ان کی طرح محض پیسہ کمانے والی مشین بن حاؤل؟"

وزیمی تو میں کہ ربی ہوں کہتم اپنے پاپا کو بچھنے میں غلطی کر ربی ہو بلکہ ایک عرصے تک تو میں کبی انہیں جان بی نہ پائی۔ آؤ ادھر آؤ۔ میرے ساتھ۔ تہارے شکوؤں کا جواب وہ تو شاید عمر بھر نہ دیں مر جھ سے برداشت نہیں ہورہا۔ میں ایک مشرقی، وفاشعار اور شوہر پرست عورت ہوں اور عورت اپنے شوہر پرلگائے میے الزام میں برداشت نہیں کر سنی جا ہے یہ اس کی اپنی اولاد کی طرف سے بی لگائے میے ہوں۔ ادھر آؤ۔ میرے ساتھ۔ آج اس راز کو طشت ازبام ہو بی جانا جا ہے۔ مما کیارگ

د بی جائے جس میں بیٹھ کراند ھے مظالم ڈھائے جانے کے احکامات جاری کئے جاتے ہیں۔''

اس کا چرہ شدت رن سے لال ہورہا تھا۔ شریانوں میں خون کی جگہ آگ ہوا تھا۔ شریانوں میں خون کی جگہ آگ ہوا تھا۔ درزتی محسوں ہوری تھی۔ اس کی نگاہوں میں وہی منظر گھوم رہا تھا جب بھارتی درند ہوا کی معصوم پاک باز بیٹی کوسٹوں پر بے دردی سے مینج کر لے جارہے تھے۔ "مما! پاپا سے کہہ دیجئے گا کہ ان لوگوں سے دوئی بھی ہو ہی نہیں گئی۔ کا فر مسلمانوں کے بھی دوست ہو ہی نہیں گئے۔ مولوی تی کہتے ہیں مسلمان اللہ کا دوست ہوتا ہے اور کا فر شیطان کا۔ چر بھلا اللہ کا دوست۔ شیطان کا دوست کے فکر ہوسکتا ہے۔ شیطان تو اللہ اور اس کے رسول کا وشن ہے۔ ان ایوانوں میں بیضنے والے بااثر کہلائے والوں سے تعلقات استوار کرنا فخر کی نہیں شرم اور ذلت کی بات ہے۔ سرخردئی کی نہیں والوں سے تعلقات استوار کرنا فخر کی نہیں شرم اور ذلت کی بات ہے۔ سرخردئی کی نہیں اللہ کے آگے رسوائی کی بات ہے۔ سرخردئی کی نہیں

اللد سے اسرائی تھیں۔ ان کے "مرکا کدم جیسے کسی ٹرانس سے باہر لکی تھیں۔ ان کے لیے اور آئی تھیں۔ ان کے لیے اور آئی تھوں ہے اور آئی تھوں سے برجمی جھلکنے گئی۔

''اپنے پاپا کے بارے میں ایسا کہتے ہوئے شرم آنی چاہئے تہیں۔' ''میں پاپا کو برا بھلانہیں کہ رہی ہوں مما! میرے ول میں پاپا کا بہت احترام ہے۔ وہ میرے لئے باپ ہونے کے ناتے قابل احترام، قابل عزت ہستی ہیں مگر سے بات بھی من لیجئے کہ جمھے پاپا کے اس اثر ورسوخ اور اعلی عہدے پرکوئی افز نہیں۔ کوئی خوشی نہیں ہوتی۔ برے لوگوں کی پارٹیاں اٹینڈ کر کے ہم بروے نہیں بن جاتے۔'' اس کا لہجہ بردا متاسفانہ تھا۔ جیسے اسے افسوس ہور ہا ہو طارق احمد کی بٹی کہلانے پر۔

ہجبہ برا مل معاب بری طرح متاثر ہوئے تھے۔ بتانہیں دور یوں نے گئی غلط فہمیاں بخش دی تھیں۔ وہ لا کھ خود کو مسرور ظاہر کرتی تھیں مگر مال ہونے کے ناتے محسوں کر رہی تھیں کہ اس کے بچپن کی محرومیاں اب بھی موجود ہیں جواسے گاہے بگاہے مشتعل کر دیتی ہیں۔ وہ تو خود کواپنے دل کی عدالت ہیں اب تک مجرم ہی گردانے ہوئی تھیں۔ کر دیتی ہیں۔ وہ تو خود کواپنے دل کی عدالت ہیں اب تک مجرم ہی گردانے ہوئی تھیں۔ وہ اس وقت جس کبیدگی کا شکارتھی وہ در حقیقت اس کی غلط نہی تھی اور یہ اجنبیت وہ شکت وہ شکتا ہے۔ ہم کلام تھی ماں ہے مگراس کی اس شاکتگی میں اجنبیت تھی اور یہ اجنبیت

جذباتی ہوکراس کا ہاتھ کھینچنے لگیں۔ وہ جیران پریشان ان کے ہمراہ منچی چلی گئے۔ میڑھیاں اثر کروہ اسے ایک اندھیرے کمرے میں لئے آئیں۔ بیشاید کوشی کا تہہ خانہ تھا۔ وہ زندگی میں پہلی باریہاں آئی تھی۔ممانے سونچ آن کیا تو پورا کمرا روشن سے نہا گیا۔روشن ہوتے ہی اس کی آنکھیں تجیرآ میز بے بینی سے پھیل کئی تھیں۔

♦.....♦.....♦

اس کی آئیمیں تحیر آمیز بے بیٹن سے اس کشادہ کمرے کا جائزہ نے رہی تھیں اس مختلف تنم کے اسلیح کا ڈھیر لگا ہوا تھا۔ کئی طرح کے کارٹن اوپر تلے رکھے ہوئے اس مختلف تنم کے اسلیح کا ڈھیر لگا ہوا تھا۔ کئی طرح اس کی آئیموں کے سامنے تھا۔ وہ بھی اے۔ ان میں جانے کیا پچھ تھا جو کسی راز کی طرح اس کی آئیموں کے سامنے تھا۔ وہ بھی یا دیواروں کی طرح مختل کی کھڑی تھی۔

''دو کھو بیاسلی کشمیری مسلمانوں کوسپلائی کیا جاتا ہے گرید پاکستان سے سمگل کرنہیں آتا بلکہ خود بہاں کی ہندو پارٹیاں سپلائی کرتی ہیں جنہیں صرف بیب سے وکار ہے اورادھرآؤ۔'' ممااس کا ہاتھ پکڑ کراہے آیک دوسرے کرے ہیں لے کئیں۔
یک چھوٹا ساسٹڈی روم تھا جہاں آیک لبی می میزر کھی تھی جس پرآڈ ہو کیسٹ کے انبار فی تھے۔ساتھ ہی برتی تاروں کا آیک جال بچھا ہوا تھا جو د ہواروں اور چھت سے لپٹا فی سے۔ساتھ ہی برتی تاروں کا آیک جال بچھا ہوا تھا جو د ہواروں اور چھت کے انبار انتھا۔ اس کے علاوہ فاکلوں اور کا غذوں کے پلندے تھے۔ وہ ابھی پچھلے کرے ہیں انتھا۔ اسلام اور آئیس کشمیری مجاہدوں کوسپلائی کرنے کے انکشاف پر ہی وگلے تھی اور اب

"اٹھاؤر کیسٹ اور لگاؤا سے اسٹیپ میں۔"
"کیا پہلیال بچھوا رہی ہیں مما!" جیرت اور ابچھن نے اسے جھنجطا کر رکھ دیا۔
"ممانے خود ہی ایک کیسٹ اٹھائی اور اسے کیسٹ پلیئر میں لگا کر بٹن آن کر۔
دوسرے بل اس پر کویا جیرتوں کے بہاڑ ٹوٹ بڑے دہی ترانے کو نجنے لگا جو غازی

ا کی وی ہوئی کیسٹ میں تھا۔

"بہ کیا معمہ ہے مما؟" اے اپنی آواز جیرت سے شدت سے بکھرتی ہوئی وس ہونے کی۔ مومنہ طارق احمد کی طرف چلی آئی۔ پچھ کمجے دونوں باپ جی ایک دوسرے ، مقابل خاموش کھڑے رہے چھر طارق احمد نے نرمی سے اس کے کندھے پراپ دل ہا تھ دکھ دیئے۔ ان کے چبرے پرنرم پرشفقت اور مہربان مسکرا ہے کھیا گئی۔ سرے بل وہ ان کے سینے سے کمی وہ تمام آسودگی سمیٹ رہی تھی جس سے محروم تھی یا سے دل کا ایک گوشہ خالی تھا۔

اسے لگا اس کے وجود کے اندر کہیں جو ایک خلا تھا وہ پر ہو گیا ہے۔ جس سودگی کے جال نے اسے ایک عرصے سے جکڑ رکھا تھا وہ کٹ گیا ہو۔

جود کھ گلہ ول میں آ لیے کی طرح شکتا رہتا تھا۔ جس نامانوس ی اذبت کو وہ ہر شوں کرتی رہی تھی وہ جھٹ رہی تھی۔اب کسی کلے شکوے کی ضرورت نہ رہی تھی۔ عول سے بہنے والے بے آ واز آنسواس گروکوا تارر ہے تھے۔

''میں بھی کتنا بے عقل تھا کہ بیٹیوں کو بے کار شے کی طرح سمجھتا رہا تھا۔
ل تو پھول ہوتی ہیں۔ گھر میں رہیں تو آئلن کھلا رہتا ہے اور رخصت ہوں تو اپنی ہو'اپنے چھے چھوڑ جاتی ہیں اور مال باپ عمر بحر اس معطر خوشبو میں مسر ور رہتے ہیں۔
اس رحمت سے منہ موڑے رہا کتنا ناوان تھا میں۔''

پاپا کہدرہے تھے اور وہ سن رہی تھی۔ وہ آنہیں نادم نہیں ویکھنا جا ہتی تھی مگر بے مسرت کے احساس نے زبان سلب کر کے رکھ دی تھی۔

سراٹھا کر اس نے باپ کا چہرہ دیکھا اور نم نم پلکوں کو جھیک کرمسکرا دی پھر نے اطراف ایک نگاہ ڈال کرایک مہری سانس تھینج کر بولی۔

''سب کیا ہے پاپا! آپ نے مجھے اس میں شریک کیوں نہیں کیا؟''
''سب کیا ہے پاپا! آپ نے مجھے اس میں شریک کیوں نہیں کیا؟''
''میں ''جھی بجھی دل گرفلی بھی تقی۔

"بیاوراس طرح کی میسٹس تمہارے پاپاہی سپلائی کررہے ہیں۔آج جوترانہ نج رہاہے بیترانا" طارق احمر" کی اپنی آواز میں ہے۔"

مما کے لیجے میں کیسا فخر بول رہا تھا گویا وہ بٹی کے سامنے سرخرہ ہورہی ہوں جبکہ مومنہ کے لئے یہ انکشاف کسی دھا کے سے کم نہ تھا۔ جبرت اورخوشی کی شدت نے اس کی قوت گویا کی سلب کر لی تھی۔ وہ بس ککر کلر بھی اس کمرے کو دیکھتی بھی مما کے چبرے کی طرف پھر لیکافت ان سے لیٹ گئی اور رو پڑی۔

" اسے کی بتایا آج تک اور پایا نے بھی کیوں نہیں بتایا آج تک اور پایا نے بھی چھپائے رکھا اس بات کو۔ کیوں مما؟ "اسے لگا وہ بیخوشی سہار نہیں پائے گا۔ اس کے وجود پر خفیف سی لرزش طاری تھی۔ ممانے اسے تھام رکھا تھا۔ خود ان کی آنگھیں بھی انگلیار تھیں۔

اچا تک مومندان کے بازوؤل کے گھیرے سے نکل اس کی آٹھول کی پہلیول میں خوشکواری ہمک رہی تھی۔ چہرے کے نقوش میں جیرت اور خوشی کا سنگم بڑا پیارا لگ رہا تھا۔

'' مجھے یقین نہیں آ رہا مما! ہے۔۔۔۔۔ بیسارا کچھ تو میرے کمان میرے تصور میں ' بھی نہ تھا۔ مائی گاڈ! میں پاپا کو کتنا غلط مجھتی رہی ان سے شاکی رہی۔ کیا خبرتھی وہ اپنے سینے میں ایک کشمیری مجاہد کا دل رکھتے ہیں۔ آئی ایم سوپیی مما!'' وہ ایک بار پھران سے لیٹ کررونے گئی۔

"مما! ما المجھے سے خفا تو نہیں ہیں؟"

''ارے نہیں جان! بالکل نہیں۔ وہ بھلا کیونکرخفا ہوں گے؟'' ممانے اس کے آنسوؤں سے ترچیرہ اونچا کیا اورا پیے سکارف سے پو چھنے لگیں۔

'' خفا تو تحمین ہونا جائے میری بی اکہ مجرم تو ہم ہیں تہارے ۔۔۔۔تہاری محروم تو ہم ہیں تہارے۔۔۔۔تہاری محروم کے محروم کے اور نا آسودگیوں کے مجرم کو بالی آواز کمرے کی فضا میں ابھری جس میں ندامت ہلکورے لیے ایک ندامت ہلکورے لیے ایک ندامت ہلکورے لیے ایک کمرے میں اپنی ادر مومنہ کی موجودگی پر چوری بن گئیں گر طارق احمد کے چہرے میں نقوش میں کسی طرح کی مرزنش نہ تھی۔

ضراب مارر ہا ہے۔

سیائی کی ان دیمی آمستی جو انہیں جاروں طرف سے گیر رہی تھی مرجسم میں کر رہی تھی بلکہ ذہن کے در پیوں کو دھڑادھڑ کھولنا جاہتی تھی مگر وہ اپنا ذہن دل اور ان سب اسی طرح بندر کھنا جاہتی تھیں جس طرح ایک عرصے سے بند ہتے۔

"اس سنسار میں بڑاروں معبود ہیں سب اپ اپ معبود کوئ بر سجھتے ہیں پر اس کہ ان معبود کوئ بر سجھتے ہیں پر ان کہ ان معبود وں کی بساط کیا ہے۔ یہ انسانوں کے ہاتھوں سے تخلیق پانے کے ہیں۔ چاند سورج کے بجاری اصنام کے بجاری آگ اور پہاڑوں کے بجاری ناسب کا تو کوئی نہ کوئی محرک ہے جو انہیں متحرک رکھتا ہے اور اگر انہیں کوئی متحرک رکھتا ہے۔ یہ تو انہیں متحرک رکھتا ہے۔ یہ تو اس سے بھی بڑی شکتی ہے جو انہیں متحرک رکھتی ہے۔ یہ تو اس کے بہر متحرک رکھتی ہے۔ یہ تو سر ورتمام اجمام کا سلسلہ بت باکہ ہم متحرک کے لئے کسی محرک کی ضرورت ہوتا ہے جو خود متحرک نہیں کے وقد و تر ورتمام اشیاء کی حرکت کا کے بھی محرک کی ضرورت ہوگی اور محرک اول جوخود متحرک نہیں اور تمام اشیاء کی حرکت کا عش ہے بی وہ دو دکی کوئی ابتدائیں ہے ہم مقت ہے وہ دد کی کوئی ابتدائیں ہے ہم مردہ چیز سے پہلے وہ بی ہے۔

" توسوج مال کہ ایک بچہ مال کیطن پی جیون کیے پاتا ہے کون اسے زندہ کے ہوتا ہے۔ وہ باہر آتا ہے تو اسے منہ کھول کر دودھ بینا کیے آجاتا ہے۔ سوج مال بی بائی کا نتات کا ظہور اور تخلیق تحض اتفاق ہوسکتا ہے؟ جبکہ ایک چھوٹا سا کمرہ بھی اس زوسامان کے ساتھ خود بخو د مرتب نہیں ہوسکتا تو یہ اتنی بڑی کا نتات کسی طاقت کے برکس طرح پیدا ہوگئی۔ اسے استے منظم طریقے سے کون چلا رہا ہے یہ نظر آتے بود سسنہیں کوئی بڑی فکتی ہے جونظر نہیں آتی مگر ہر جگہ موجود ہے۔ واحد الشریک ہے بود سسنہیں کوئی بڑی فکتی ہے جونظر نہیں آتی مگر ہر جگہ موجود ہے۔ واحد الشریک ہے بھر مال! ہم اس کے ساتھ کسی ایسے کوشریک کس طرح کرلیں جس کا محرک انسان کی بیاریکی وہ اس کے ساتھ کسی ایسے کوشریک کس طرح کرلیں جس کا محرک انسان کی بیاریکی وہ کا بھر مال! بھر مال! ہم اس کے ساتھ کسی ایسے کوشریک کس طرح کرلیں جس کا محرک انسان کی بیاریکی وہ کا بھر مال! ہم اس کے ساتھ کسی ایسے کوشریک کس طرح کرلیں جس کا محرک انسان کی بیاریکی کی دو انہ

چپ کر جا کو بتا! چپ کر جا۔' ما تا جی زورزور سے چلانا جاہ رہی تھیں مگران کی ۔ از کسی کمزور لہر کی طرح اندر ہی ابھر کر ڈوب گئی۔کو بتا ان کے آگے پڑے اندھے ۔ اے پروے ہٹائے جارہی تھی۔ایک انوکھی روشن سے آشنا کر رہی تھی۔ان کی آنکھیں یہ حوض کا تھہرا ہوا مقید پانی نہیں ہے بلکہ ایک روال دریا ہے جس کا بہاؤ ایک ون ظالموں کی ان زنجیروں کو کاٹ ڈالے گائیہ چڑھتا دریا ظلمتوں کے سارے بندتوڑ دے آہ میں''

"فرور انشاء الله "مماکی آنکھوں میں ایک عزم ہلکورے لے رہا تھا۔
کی نظریں ان باپ بیٹی پڑھیں مگر ذہن لفظوں کولباس پہنا رہا تھا۔

"کچھ ونوں بعد زمانے کی ہوا بدلے گ

ابر کڑے گا فضا رتگ وفا بدلے گ

ٹوٹ جائے گا ہر ایک طقہ زنجیر ستم

یے نواؤں کی آہوں سے فضا بدلے گ

''ما تا جی!'' کو پتا نے بیار سے ان کے اوپر پڑی چادر کو تھینجا تو انہوں نے چہرے سے چاور ہٹائی۔ چہرہ بخار کی حدت سے لال ہور ہاتھا۔ وہ کرزی کئیں۔
''کیا بات ہے اور ہپتال کیوں نہیں گئی۔ تو کتنے دنوں سے چھٹیاں کر رہی ہے۔'' انہوں نے اسے سادہ سے کپڑوں میں دیکھاتو ذرا تا کواری سے بولیں۔
''تہہاری طبیعت جوٹھیک نہیں ہے۔'' وہ ان کے سر ہانے بیٹھ گئی۔ ''تہہاری جاتا نہ کر یے طبیعت اب سنبطے گئیں۔ اس کھر میں ایبا ایمان ہوا ۔ مرسمیری چاتا نہ کر یہ طبیعت اب سنبطے گئیں۔ اس کھر میں ایبا ایمان ہوا ۔

ہے۔ ہوری ہے۔

''کوئی ایمان نہیں ہوا ماں! بیسارے ہما ہے اپنان کی کمزوری ہے کہ ہما

اپنے ہی ہاتھوں سے بنائے معبودوں سے خوف زدہ رہتے ہیں۔ جن کے ہاتھوں میں خود ان کا اپنا جیون بھی نہیں ہے۔ کیا تیرامن پرشاد اور ڈیڈوت کے بعد شانت ہو جا اللہ ہے۔ کیا تیرامن پرشاد اور ڈیڈوت کے بعد شانت ہو جا اللہ ہے۔ کیا تیری آتما کواس پوجا پاٹ سے آرام ملتا ہے؟''

انبیں ایبا لگتا کوئی ان کی رگ رگ کوجنجوڑ رہا ہے۔ ان کے اعصاب ا

چندھیار ہی تھیں۔ ہانہیں روشن تیزتھی یا ابھی ان کی بیتائی کمزورتھی۔

"مال! حضرت ابراہیم اپنے باپ اوربستی والوں کی بت برسی سے بے زارہ ہ عظے وہ کہتے تھے کہ آخر پھر کی خود تر اشیدہ مور تیاں خدا کس طرح بن کئیں۔تمہارے باپ دادا گمراہ اور بے وتو ف تھے گرتم تو محمراہ نہ بنو۔

''ایک بار جب بستی کے یکی بت پرست لوگ شہر سے باہر میلے میں گئے تب حضرت ابراہیم نے بت وہ باقی رہنے حضرت ابراہیم نے بت خانے میں جا کر بتوں کو تو ڈوالا۔ صرف ایک بت کو باتی رہنے دیا جو تعظیم و تکریم میں ان کے نزویک سب سے برا تھا اور جس کلہاڑی سے تو ڈا تھا وہ اس بڑے بت کے مجلے میں لئکا دی۔

"وہ لوگ جب واپس آئے تو ہوئے ہوئے۔ حضرت ابراہیم کو بلا کر لائے اور ان سے دریافت کیا تو وہ فرمانے گئے کہ" بھے سے دریافت کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ بیفرض کرلیا جائے کہ اس بڑے گرو گھٹٹال نے جو بھی دسالم کھڑا ہے اور تو ڑنے کا آلہ بھی اس کے پاس موجود ہے بیکام کیا ہوگا۔اب آپ لوگوں کے پاس کیا دلیل ہے کہ ایبا نہیں ہوا؟ کیا دنیا میں ایبا نہیں ہوتا کہ بڑے سانپ چھوٹے سانپوں کو بڑی محجلی چھوٹی میں ایبا نہیں ہوتا کہ بڑے سانپ چھوٹے سانپوں کو بڑی محجلی جھوٹے سانپ جھوٹے سانپوں کو بڑی محجلی جھوٹی میں ایسانہیں ہوتا کہ برخرین صورت میرے تمہارے درمیان فیصلہ کی ہے ہے کہ تم خودا بنے ان معبودوں ہی سے دریافت کرلوکہ ماجرا کی سے کہ تم خودا ہے اس مطرح ہوا۔

"" تو وہ بولے کہتم جان بوجھ کرہم سے ایسی نامکن بات کا مطالبہ کیوں کرتے ہا ہو' کہیں پھر بھی بولتے ہیں؟ تو حضرت ابراہیم فر مانے لگے کہ" تو پھرتم لوگ اس کی بوجا کیوں کرتے ہو' پھر پوچنے ہے کیا حاصل' جومورتی ایک لفظ نہ بول سکے' کسی آ ڑھے وفت میں کام نہ آسکے ذرا برابر نفع ونقصان اس کے اختیار میں نہ ہواسے خدا تعالیٰ کا درجہ دے رکھا ہے۔"

کویتا ذرا در رکی ادر ماتا جی کا زرد پھیا ہے رنگ چہرہ دیکھا جہال پیدنہ ہوا مسام سے پھوٹنا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔

'' ان اس نے رات کی تاریکیوں میں اسے دعامیں پکارا ہے تو اس نے جھے۔ اپنی موجودگی کا احساس دلایا ہے۔ میرے دل کے اندر رہ کر وہ سنتا ہے ماں!صرف

ماستنا ہے وہی پر ماتما ہے وہی تیرا میراسب کا پر بھو ہے باتی سارے بھان متی ماں تو نامیر سے دوہ نامیر سے ماتھ مولوی جی کے پاس۔ وہ تیرے من میں بھی شانتی بھر دیں ہے۔ وہ تی کا ایسا میتارہ ہیں مال جس کے پاس جا کر ہمارا اعمار باہر روش ہو جاتا ہے۔ سب ف دکھائی دینے لگتا ہے۔ "وہ آ ہستہ آ ہستہ ما تاجی کا سر دبانے کی۔

کویتا کے لفظوں کے میرخ انگارے ان کے دل میں ایک نیا احساس جگا ہے تھے۔ان کی بینائی کھوتیز ہونے لگی۔

''کویتا۔''ان کی آواز پر بھی لرزہ طاری تھا۔ کو بتاان کے چہرے پر جھکی۔ ''ہاں بول ماں؟''

''کوی! مجھے ایہا لگ رہا ہے جیسے تو مجھے چلتے چلتے اچا تک شعلوں میں دھکیل اسپ میرے اندر کوئی الاؤ دہک رہا ہے۔' ان کی آواز الی کر بناک تھی جیسے وہ پری ہوں۔ کر بناک تھی جیسے وہ پری ہوں۔ میں مول۔ بن یانی کی مجھلی کی طرح یہاں وہاں ہاتھ یاؤں یا رہی ہوں مگر منے پھیلا اند میراحیث ندر ہاہو۔

"بہ وہ ضعلے نہیں ہیں ماں! بیالی آگ ہے جو بھسم نہیں کرے گی تھے را کھ ماکرے کی بلکہ بیاچیکتی روشن ہے د مکتاالا و نہیں۔

"براستی کی بجلیاں ہیں۔ سپائی کی آگ ہے جو حضرت موی کو دکھائی دی ا۔ ہال میں ۔۔۔۔ بہی آگ میں تیرے اندر بھی اتارنا جا ہتی ہوں۔ میں آگ تو میرے اتری تو مجھے اندھیرے اور روشنی کا فرق سمجھ آیا۔ وہی تو روشنی بن کرمیری راہ کے ۔۔۔ اندھیارے کافتی گئی ہے۔''

اس نے ماتا بی کی طرف دیکھا پھر چپ ہوگئے۔ ماتا بی عجیب عقیدت اور محبت
اس کا چبرہ تک رہی تعیں۔ ان کے سو کھے پیٹری زدہ لیوں کی تراش میں ہلکی سی
اس کا چبرہ تک رہی تعیں۔ ان کے سو کھے پیٹری زدہ لیوں کی تراش میں ہلکی سی
اہٹ کرن کی طرح پھوٹی پھر انہوں نے اپنی دونوں لرزیدہ ہتھیلیاں اوپر اٹھا کیں
اہٹ کرن کی طرح پھیلا دیں۔

'' بخیجے اتنی سندر با تنی کرنی' اتنا اچھا بولنا کیسے آگیا کو بتا؟ اوش کوئی بردی فئلق من کے اندر آگفہری ہے جس نے اتنا دشواس بھر ویا ہے تیرے من میں۔'' ''نہیں مال' ابھی تو صرف الف پڑھا ہے بیدا عجاز تو مولوی جی کا ہے بیہ ہاتیں اس کی متحیر اور مسرت بھری نگاہوں سے کو بتا کی نظریں ملیں تو اس کے لیوں پر مسکراہٹ بھیل میں۔ کو بتا کی نظریں ملیس تو اس کے لیوں پر مسکراہٹ بھیل مسکراہٹ اچھالی اور دوبارہ بی بی کوسبق سنانے تھی۔ سنانے تھی۔

مومنہ اندر آ کرفرش پر ایک کونے میں بیٹے گئی۔ جب وہ قرآن پاک بند کر کے اٹھی تو وہ بے اختیار اپنی جگہ ہے اٹھی اور اس سے لیٹ گئی۔

''کوی …… بید اتنی بردی خبر لونے مجھے اب تک کیوں نہیں بتائی؟''اس کی آواز اندرونی خوش سے مرتعش ہوگئی۔

''اوں ہوں ۔۔۔۔۔ کویتا' نہیں عائشہ!'' وہ اس سے الگ ہوتے ہوئے ہوئے۔ مومنہ نے دیکھا اس کی سیاہ محور آنکھوں میں آج کوئی اضطراب وحشت رقم نہیں تھی بلکہ وہ ایس پرسکون جھیل کے مانند دکھائی دے رہی تھیں جہاں شام کا محتندا سابیہ اتر آتا ہے۔۔

جب وهوپ کی تمازت ہار جاتی ہے اور درختوں کے لیم لیمے سائے اس جھیل کو اپنی چھاؤں سے ڈھانپ لیتے ہیں تب وہ اور زیادہ خوش نما اور پرسکون دکھائی دیتی

'' تم نے مجھے بجیب ی خوشی دے دی ہے کوئ سوری عائشہ مجھے سمجھ نہیں آرہا کہ میں اسے کس طرح سیلیمر بٹ کروں۔' وہ ہستی ہوئی اپنی آئکھوں کے کوشے سے کھیلئے والے قطروں کوسکارف کے کناروں سے یو شجھنے کی۔

"اسے ہم سب مل کرسیلیور ہے کریں ہے تینی آج رات کا کھانا عائشہ ہمارے ساتھ کھائے گی۔ "بخت ہی بی بولیس تو مومنہ چنگی بجاتی چوکی ہے اچھل کراٹھی۔
مارے ساتھ کھائے گی۔ "بخت ہی بی بولیس تو مومنہ چنگی بجاتی چوکی ہے اچھل کراٹھی۔
""کڈسس یہ آئیڈیا اچھا ہے پھر کیا خیال ہے بی بی! آج ہم دونوں تکمی لڑکیاں آپ کا باور چی خانہ نہ سنجال لیس۔ "اس نے یہ کہتے ہوئے کو بتا کی طرف دیکھا جو مسکرا دی اور سر ہلا کر چوکی ہے اٹھ گئی۔

تو وہ کرتے ہیں۔ ہیں تو صرف ان کا حرف حرف ساتی ہوں۔"

د'کوی! تو جیت گئ ہیں ہارگی ہاں کوئ ہیں ہارگی۔' وہ آئتگی ہے اللہ بینے کوئی مجرم اپنے سارے ہتھیا رکھنیک کراپنے جرم کااعتراف کر دہا ہو۔

کو یتا نے تخیر آمیز بے بھینی سے ما تاجی کو دیکھا۔ اس کے لب ملے مگر فرط مسرت سے جیسے توت کویائی سلب ہونے گئی۔ لب صرف کیکیا کر دہ گئے۔ اس نے با اختیاران کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھ ہیں لے کراپنے چرے پر کھ لیے۔

اختیاران کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھ ہیں لے کراپنے چرے پر کھ لیے۔

د جس طرح کوئی ماں اولا د کا برانہیں جا ہ سکتی اسی طرح شاید کوئی بٹی بھی اپنی ماں کا برانہیں جا ہتی ہوگی ۔ تو جیت ملی کوی!''

"ماں!" کویتا ان کے ہاتھ چومنے گی۔اس کی آنکھوں سے آنسو بے آواد

''نہیں ماں تو ہاری نہیں ہے بلکہ ہار تو جموٹ کی ہوئی ہے باطل کی ہوئی ہے ہار تو جموٹ کی ہوئی ہے ہار تو جموٹ کی ہوئی ہے ہار تو خلست کی ہوئی ہے۔ ہار تو ظلمت کی ہوئی ہے۔ او یا ہمی نہیں جیتے بلکہ جیت سے کی ہوئی ہے جن کی ہوئی ہے۔ ''اس کی آ داز خوشی سے کانپ رہی تھی۔ وہ ما تا تی کا چہرہ چو ہے جا رہی تھی۔ دونول با مال بٹی ردر ہی تھیں مگر ریآ نسوخت یا لینے کی خوشی کے تھے۔

مومنۂ طارق ہاؤس ہے سیدھی خصر محمد کی طرف پنجی وہ اپنی اس بے پایال مسرت میں بخت بی بی اومولوی جی کوشال کرنا جاہتی تھی۔اس نے سوچا بیدا عشاف ال دونوں کے لئے یقینا حیران کن ہی نہیں مسرت انگیز بھی ہوگا۔ طارق احمد کی ذات کا م پہلوانہیں خوشی سے جمکنار کردےگا۔

، مروراندر میں پنجی تو ایک خوشی خوداس کی منظرتی ۔ سفید سکارف باندھے کو بتا' بخت کی بی سے قرآن یاک پڑھ رہی تھی۔

وہ دبلیز پر بی کنگ رہ گئی۔ اسے لگا وہ دروازہ کھولتے بی یک گفت کسی گلستان میں آئی ہو۔ جہاں شنڈی فرحت انگیز ہوا اس کے بدن سے ظرا کراس کی روح کومعلی کر گئی ہو۔ انگ انگ کر پڑھنے والی کو بتا کی آواز کسی شنڈی پھوار کی طرح اسے انگیا ساعت میں اترتی محسوس ہونے گئی۔ کو پکڑا دیا۔

وہ خود ڈاکٹرسٹیل کو دینے کا رسک نہیں لے سکتی تھی۔ اب اس نے سوچا اک ذراس غفلت کتنے بوے نقصان کا پیش خیمہ بن سکتی ہے۔ اسے ڈاکٹرسٹیل کی اس غیر ذمہ دارانہ حرکت اس خیر ذمہ دارانہ حرکت اس کی یہ غیر ذمہ دارانہ حرکت اس کے لئے اللہ کی مدہ بی تھی۔ بہر حال اس کی یہ غیر ذمہ دارانہ حرکت اس کے لئے اللہ کی مدد بی تھی۔ بے شک وہ اتنا قادر المطلق ہے جب اور جس طرح چاہے بندوں کی مدد کرتا ہے۔

" ہاں بی بی ہی ہے۔ ہمائے گربھی تو کھلنے چاہئیں تا آپ پر۔اب ہم استے برے
کک بھی نہیں ہیں۔ "اس کا لہجہ شوخ اور کھنکتا ہوا تھا۔ وہ دونوں بی بی کے نہ نہ کرنے
کے باوجود باور چی خانے میں جا تھیں مکر کتنی دیر تو دونوں کی سمجھ میں نہیں آیا کہ کام
کہاں سے شروع کیا جائے اور کیا لگایا جائے۔

بی کی تخت پر بیٹیس ان دونوں کو الجھتے سلجھتے دیکھتی رہیں اور ہستی رہیں گر سرشام وہ دونوں کافی چیزیں بنا کر دسترخوان برسجا چکی تھیں۔مولوی خضر محمد نے ان کی بنائی ہر چیزی دل کھول کر تعریف کی بی بی نے بھی سراہا۔

دونوں کا اند مال کرنا ہی ہیں آتا معدے کا اند مال کرنا بھی جانتی ہو۔ ان مخطوظ ہوکر ہاں بھی ہات پروہ دونوں کظوظ ہوکر ہنتی تھیں۔

♦.....♦

آج صبح ہی صبح مومنہ کو قدرت نے بڑا سنبرا موقع فراہم کر دیا تھا۔سٹور کی چاپی اس کے ہاتھ لگ گئے۔ ہوا کچھ ہیں کہریش چاپی کا کچھا لئے ایم ایس کے کرے میں آیا۔ وہ ڈاکٹر سنیل کو ڈھونڈ تا پھر رہا تھا۔ انفاق سے ڈاکٹر سنیل ایڈ منٹریئر کے ساتھ باہر گیا ہوا تھا اور وہ اس وقت ایم ایس کے کرے میں اکبی بیٹی تھی۔ اس نے سریش کے ہاتھ سے چابیاں لے لیس کہ وہ ڈاکٹر سنیل کو دے دے گی۔ پھر سریش کے جاتے ہی وہ خود بھی سرعت سے کرے سے باہر نکل۔ اس کا رخ پارکنگ لاٹ کی طرف تھا جہاں اس کی گاڑی موجود تھی۔ گاڑی میں بیٹے ہوئے اس نے اردگر د نظریں دوڑا کیں جہاں اس کی گاڑی موجود تھی۔ گاڑی واضی درواز سے خاصی دور شکلے کے کنار سے پر پارک کی تھی۔ اردگر د سے مطمئن ہوکر اس نے جلدی سے کچھے سٹور کے کنار سے پر پارک کی تھی۔ اردگر د سے مطمئن ہوکر اس نے جلدی سے کچھے سٹور کے درواز سے کی چاپی اتار نے کئی پھر چاپی دوبارہ اس سیجھے میں ڈال کر دیکس بار دونوں رخ پر چاپی کی چھاپ اتار نے کئی پھر چاپی دوبارہ اس سیجھے میں ڈال کر دیکس بار دونوں رخ پر چاپی کی چھاپ اتار نے گئی۔

پوں میں رہیں ایک میں ڈاکٹر سنیل تو مجھے کہیں دکھائی نہیں دیتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کافی ہار ملے محتے ہوں تم یہ چیابیاں خود ہی انہیں دے دینا۔ 'اس نے جابیوں کا سمجھا سریش "الو كيابي خطرے والى بات نہيں ہوگى؟" مومند قدرے تشويش سے بولى "مرجن! ہم خطروں میں تو دن رات بی کمرے رہتے ہیں اور خطرے سے
ركر ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹے تو نہیں رہیں گے۔ میں غازی شاہ كے آئیڈے سے متفق
دل-"

ری در ہے گھر مجھے کیا کرنا ہوگا؟'' مومنہ نے غازی شاہ کو دیکھا جو گھری سوج میں تم وکیا تھا۔اس کے سوال پر ایک ہنگارا مجرا پھر کاغذ کو سمیٹ کرنتہ کرنے لگا جس پرمومنہ زنقیشہ بنایا تھا۔

رہ جہیں ایک مریض کو بہت اچھی طرح ڈیل کرنا ہوگا۔ اس کے زخموں پر توجہ
بنا ہوگی مگر وہ خالص تنہارا مریض ہوگا اور اب بیتہاری ملاحیتوں کی آ زمائش ہوگی کہ
ان اے کس طرح دوسرے ڈاکٹرز کی نظروں سے بچا کر کسی قتم کا شک پیدا کئے بغیر علاج
کرتی ہو۔' غازی شاہ کی آجھوں میں پر اسراری چک تھی۔ ایک دو بل مومنہ کو بچھنے کے
لئے گئے پھر دہ یکدم ہنس بڑی۔

" و مینک بو کمانڈر! انشاء اللہ میں اپنی ملاحیتوں کا استعمال کروں کی محرمریف کوبھی ذرا تیزشم کے آلات کی تکلیفیں سہنا ہوں گی۔ هیقیت کا رنگ بحرنے کے لئے۔' اس کی بات پر غازی شاہ اور طلحہ دِنوں ہنس پڑے۔

غازی شاہ کی سنہری آتھوں میں مومنہ کے لئے وہی مانوس سے رنگ بل مجر کر بھر سے تھے۔ گل ہی سنہری آتھوں میں مومنہ کے لئے وہی مانوس سے رنگ بل مجر کر بھر سے تھے۔ گل ہی سکارف میں اس کا چہرہ بڑا دل موہ لینے والا تھا جس پر غازی شاہ کی لیمہ بجر کی محویت سے اپنی جگہ سے کھڑی ہو کی لیمہ بجر کی محویت سے اپنی جگہ سے کھڑی ہو سنی۔

"اوکے کما تڈراینڈ طلحہ احمہ پھرملیں ہے۔" غازی شاہ اسے چھوڑنے باہر تک آیا۔

"و اس کی کوشش کیا کے ایک حد تک فاصلہ رکھ کر اپنے کام نکالنے کی کوشش کیا کرو۔ وہ اس کی گاڑی کی طرف بر صفتے ہوئے اچا تک بولا تو پرس سے چائی نکالنے ہوئے وہ تھی۔ ہوئے وہ تھی۔

" بردا محشیاتهم کا واکٹر ہے اس کی رپورٹیشن کچھا چھی نہیں ہے۔ دل کھینک تشم

شام کو وہ سیدھے غازی شاہ کی طرف چلی گئی۔ ویکس بار اور ہپتال کے اندرونی جھے کا نقشہ پنسل سے کاغذ پر بنا کر اسے تھایا۔ سٹور تک آنے والے مخلف راستوں کا نقشہ اس نے بے حد عمر کی سے بنایا تھا۔ غازی شاہ کے ساتھ طلحہ احمر بھی اسے سراہے بغیر نہ رہ سکا۔

''اہمی سراہنے کا دفت نہیں آیا کما تذر ابھی تو میں نے کیا ہی پہونہیں ہے۔'' وہ بردی سنجیدگی سے اس تحسین کو گویا رد کرتے ہوئے بولی۔

"قابل محسین تو وہ بیں جو اپنا لہواس چراغ میں ڈال محے۔ اپنی وے میرا خیال ہے ۔ اپنی وے میرا خیال ہے آپ لوگوں کو اس داستے ہے آنے میں قدرے آسانی ہوگی۔ مہتال کا یہ حصد عموماً سنسان رہتا ہے۔ گاڑیوں کی بھی آمد ورفت نہ ہونے کے برابر ہے ایک جنگلا ہے اس پر چڑھ کر مہتال کی ویوار کو بھاندا جا سکتا ہے۔

'' بنیں میرا ذہن مختلف خطوط پر سوج رہا ہے۔' عازی شاہ نے پر خیال انداز میں نقتے سے سراٹھایا تو دونوں نے سوالیہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔

''دیکھوطلی! ہمیں دوائیوں کے باقاعدہ سٹاک چاہئے ہوں گے۔ ظاہر ہے جب اتنا بڑا رسک لیں مے تو چند دوائیوں کے لئے تو نہیں تا۔اس طرح چوری چھے جا جب اتنا بڑا رسک لیں مے تو چند دوائیوں کے لئے تو نہیں تا۔اس طرح چوری چھے جا محمد میں عمر کی سے کامیاب ہوسکیں مے۔''

"نو تمہارے خیال میں ہمیں سب کھ با قاعدہ پلاننگ کے تحت کرنا ہوگا۔ ایس مصری

اندراہا کوئی آ دی بھیج کرطلحداحمہ نے جیسے اس کا خیال پڑھ لیا۔

غازی شاہ کے سرخ لیوں کی تراش میں تحسین آمیزمسکراہٹ ابھر کرمعدوم ہو۔ ''مین''ہوں۔'' " بیر بھین کے کسی آشنا سیلی ساتھی کی معبت کا اعجاز ہے۔ " بے حد آ ہمتی ہے وہ کویا ہوئی دوسرے مل ایکسی لریٹر پر پیررکھ دیا۔ وہ جھکتے ہے ہٹا تھا اور پچھ کہتا وہ تیزی سے گاڑی ہمگاتی لے بھی۔

وہ ہونٹ بھنچ اس دھول کو کھڑا کتنی دیر دیکتا رہا۔گاڑی نظروں سے اوجمل ہو گئی مراس کے آس پاس پھیلا رہا۔ منی محراس کی موجودگی کا احساس معطر جمو تئے کی طرح اس کے آس پاس پھیلا رہا۔ طلحہ احمد کا ہاتھ البیخ کندے پر محسوس کر کے وہ چونکا اور اس خوشبو کے کمیرے سے باہر لکلا پھر قدرے خفیف سے انداز میں ہنس دیا۔

اس کی ہٹی ہے ساتھ اس کی آنگھوں کی سطح پر بھی بردی محصومانہ خفت تھی جوطلحہ احمد کو بدی بیاری گئی۔ بالکل اس چراغ کی لوکی طرح جو ننمے سے بے ضرر شعلے کے ساتھ بنم تاریکی میں جگر جگر کر رہا ہو۔

" تیار ہو جا وَطلی! مریض بنے کے لئے۔" اس نے اس کے کا ندھے پر ہاتھ

''اصولاً تو مریعن جمیس ہونا جاہئے تھا۔'' طلحہ احمہ نے معنی خیز سانس کھینی۔ غازی شاہ نے اسے مصنوی خفتل سے کھورا پھر ہنتے ہوئے اس کی گردن د ہوج کراندر کی طرف مڑکیا۔

♦..... **♦**..... **♦**

مومنہ نے آج میں سے چومریض اٹینڈ کیے تنے جن میں ایک طلحہ احریمی تھا۔ سفید پلاسٹر میں اکڑی ٹانک کے ساتھ وہ کسی دوسرے سرکاری ہیںتال سے دل برداشتہ بوکر ادھرآیا تھا۔

وہ او بی ڈی سے فارخ ہوکر راؤیڈ لینے وارڈ میں آئی اور جرال وارڈ کے بیڈ بر مرتمن پررکتے ہوئے ہوئی۔ برتمن پررکتے ہوئے ہوئے طلحہ احمد نے بھی اسے دیکھا' رسی انداز سیاٹ چہرے کے ساتھ لیٹے ہوئے طلحہ احمد نے بھی اسے دیکھا' رسی انداز میں آٹکھیں بندکر لیں۔ وہ اس کے پلاسٹر کا معائد لی سلام کر کے نقابت آمیز انداز میں آٹکھیں بندکر لیں۔ وہ اس کے پلاسٹر کا معائد لرنے کی پھرٹرس کے جٹ جانے کے بعد آ بستی سے بولی''خوش آمدید طلحہ احمد'' اس نے بٹ سے آٹکھیں کھول دیں اور ملکے سے جوابا مسکرایا'' تھینک یو سے

کا آدمی ہے وہ۔' وہ اس کی اشخے والی نگاہوں پر وضاحت دیتا ہوا بولا۔ وہ ملکے سے ہنس پڑی۔''اگر دل مجینک فتم کا نہ ہوتا تو اتنا غیر ذمہ دار بھی پند

اس کا اشارہ چائی کی جماب اور فائل کی طرف تھا۔ غازی شاہ بے ساختہ مسکرا کررہ ممیا مکر دوسرے بل بیمسکرا ہے گئے ہوگئی۔

"ببرحال اسے ذرائم بی لفٹ دیا کروتو اچھا ہے۔" مومنہ نے محسوں کیا اس کے لیجے میں رقیبانہ ی پیش تعی۔

''بڑا روماننگ فتم کا آدی ہے۔ گیت کبت سے بھی شغف رکھتا ہے ویسے مہینال کے سڑے ماحول میں اس کی صبت ذہن ددل دونوں پر اچھااٹر ڈالتی ہے۔''وہ اسے چھیٹرنے کی غرض سے بولی۔

'' ہاں کا ہرہے میرے جسے خشک بندے ہے تہارے ذہن وول کا ماحول کیا محستان ہوگا۔'' اس نے شنڈی سائس مینی۔

"قی سے ہم ہے ہے۔ اس نے جمل کر گاڑی کا دردازہ کھولتے ہوئے شرارت آمیز اللہ ہو جائے۔ اس نے جمل کر گاڑی کا دردازہ کھولتے ہوئے شرارت آمیز الظرول سے اسے دیکھا گرجلدی سے بولی۔ ' خیر'ا تنادل برداشتہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے کما نڈر! دانا یہ بھی کہتے ہیں کہ آ تکھیں روح کی کھڑکیاں ہوتی ہیں۔ ان میں جمانکنا سیکھئے دھوکے سے محفوظ رہیں کے اور جملے یہ فن آتا ہے۔ ' یہ کہہ کراس نے ڈرائیونگ سیٹھال لی۔

عازی شاہ نے فرنٹ ڈور پہ ہتمیلیاں جا کر جسک کراہے کھور کر دیکھا۔" یہ بات تم گاڑی ہے بائی داوے تہیں یہ بات تم گاڑی ہے باہرنگل کر کہتیں تو میں زیادہ فور سے سنتا۔ ویسے بائی داوے تہیں یہ فن کب اور کیے آیا؟۔" اس نے اپنی سنہری آئی تھی اس کے مسکراتے کھلے گلاب جیسے چہرے پر جما دیں جن میں اسی لیک اور کہرائی تھی کہ ان میں ڈوب جانے کا خوف انجرنے لگا۔

مومنہ طارق نے نگاہوں کا زاویہ جلدی سے بدل لیا اور ایک گہری سائس تھینے؟ ؟ کراکنیفن میں جانی ڈال کر محمائی۔ "کیا بات ہے؟۔" اس نے جلدی سے کویتا کا کندھا ہلا کر اس کی توجہ ادھر سے ہٹانی جائی۔

''اوہ آل ……ہاں!'' کو بتا یوں چوکی جیسے کسی نے اسے ٹرانس سے ہاہر نکال اہو۔ایک مہری سانس کھنچ کر اس نے مومنہ کی طرف رخ کیا۔ ''' اور ایک میں سامت کی شور اس سے مومنہ کی طرف رخ کیا۔

"اسمريض كوتم نے آج بى ايدمث كيا ہے غالبا؟"

"ہاں اس کے پیر کے دوآ پریشن ٹاکام ہو بچے ہیں اب جو ہوا ہے میرے
بال میں یہ کامیاب ہے مگر دہ خود ہوپ فل نہیں ہے سودل برداشتہ ہوکر اس ہیںال میں
یا ہے۔"مومنہ اسے بتانے کی مگر دوسرے بل اس کے اعصاب کو بری طرح جھٹکا لگا
ب کو بتا اس کے ساتھ قدم اٹھاتے ہوئے بولی۔

''بیدایک مجاہر ہے۔'' ''تری' کیسر انٹن ہ' دیا

" من کیے جانتی ہوئیرا مطلب ہے یہ بات تم وثوق سے کیے کہ سکتی ہو؟" اسے دیکھے گئی۔

''جاننا سہ جاننا تو صدیوں کاعمل ہے اور میں تو اس کے نام تک سے واقف ل ہوں۔'' دہ ملکے سے ہنی عجیب خوداستہزائیہ ہنی تھی پھرمومنہ کے چہرے پر پھیلی من محسوس کرتے ہوئے بولی۔

''سیایک بارمیرے کھر میں دیوار پھاند کر اترا تھا۔اس کے پیر میں کولی گئی ا۔وہ کولی میں نے ہی نکالی تھی۔کہیں ہے وہی زخم تو نہیں بگڑ گیااس کا۔''اس کے لہج تشویش اتر آئی۔ اس نے رخ موڑ کر طلحہ احمد کی طرف و یکھا جو ہنوز آٹکھیں بند کئے تھا۔اس کے دونوں کسرتی بازوسینے پر بندھے ہوئے تھے۔

'' آؤینچے چلتے ہیں۔' مومنہ کی خوف سے گھبرا کر اس کا ہاتھ پکڑ کر سرعت دارڈ کے داخلی در دازے سے نکل گئی۔

کویتا کا طلحہ احمد کو مجاہد کے روپ میں جان لینا اس کے لئے بے حد تشویش کی ۔ ی۔

وہ سرفروش جان جھیلی پر لے کرجس مقصد کے لئے یہاں تک آیا تھا اس میں لی لغزش بھی خطرناک ثابت ہوسکتی تھی۔ ویسے آپ کو مجھے یہاں دیکھ کر دکھ ہوا ہوگا کہ میری جگہ کی ادر کو یہاں ہونا چاہئے تھا۔''
اس کے انداز میں شرارت تھی جبکہ اس کی شرارت کا پس منظر جان کر اس کے رخساروں
پر موجود سرخی تیز ہوگئی۔

، اسر اصول کے تحت کسی اور کو ہونا جاہئے تھا؟'' وہ اس کی فائل کھول کر علی سے تھا۔'' دہ اس کی فائل کھول کر علی سے تھا۔'' دہ اس کی فائل کھول کر علی سے نے تھا۔'' دہ اس کی فائل کھول کر علی سے نے تھا۔'' دہ اس کی فائل کھول کر علی سے نے تھا۔'' دہ اس کی فائل کھول کر علی ہے۔ اس کی فائل کھول کر علی ہونا جائے۔ اس کی فائل کھول کر علی ہے۔ اس کی فائل کی فائل کی فائل کو کر علی ہے۔ اس کی فائل کی فائل کی موائل کر علی ہے۔ اس کی فائل کی فائل کی خوائل کی موائل کی موائل کی موائل کی موائل کے موائل کی موائل کی فائل کی موائل کی موائل

ا بمسرے دغیرہ چیک کرنے گئی۔ ''اصول وصول کی تو مجھے خبر نہیں بس یونہی سوچا کہ ڈاکٹر آپ ہیں تو مریض سید میں میں میں اور میں اور میں میں میں میں میں میں میں ہیں ہیں ہو مریض

چھ غلط البا۔ "ویکھو یہ جو تنہاری دوسری ٹانگ بچی ہے تا اس پر کہیں سچے مجے کا پلاسٹر شرآ جائے۔" وہ مصنوی خفل ہے اسے کھورنے گئی۔

جائے۔ وہ موں ماہ مرادر میں تہہیں اولی ڈی میں دیکھنے گئی تھی۔ ڈاکٹر منیل کہدرہے ''تم یہاں ہواور میں تہہیں اولی ڈی میں دیکھنے گئی تھی۔ ڈاکٹر منیل کہدرہے تقیم جا چکی ہو۔''کویٹا کندھے پر بیک لٹکائے اپنا گاؤن ہاتھ میں چکڑے چلی آئی۔ ''دسپور مریض ایڈ مٹ کئے تھے انہیں ہی دیکھنے آئی تھی۔'' وہ کویٹا کی طرف

بلٹی۔'' بیدڈ اکٹر سنیل میری بڑی جاسوی کرتے ہیں۔''

" المروه بھی غلط ' کو بتانے یہ کہتے ہوئے قبقہہ لگایا مگر اچا تک اس کی نظر بیٹے بروئے قبقہہ لگایا مگر اچا تک اس کی نظر بیٹے برسوئے ہوئے موجے طلحہ احمد پر پڑی تو اس کی ہنسی تقم میں۔

اس کی نگاہوں میں شناسائی کی چک اہرائی۔طلحہ احمد اسے پہلے ہی وارڈ میں راض ہوتے و کی جاتھ اسے اس کی نگاہوں میں شناسائی کی چک اہرائی۔طلحہ احمد اسے پہلے ہی وارڈ میں راض ہوتے د کیے چکا تھا۔ اسے اعصائی جمٹکا ضرور لگا تھا مگر اس کی خوش نما آنکھوں میں کسی طرح کی شناسائی کی رمت تک نہ پھوٹی تھی۔

اس نے اسے اعصاب پرسکون رکھے ہوئے محض خالی نظروں سے اسے دکھیے کرآ تکھیں موند لی تعیں۔

اس کے بوں آنگھیں موند لینے پر کو بتا کے چیرے پر تاریک ساسایہ آکر گزر ممیا۔ تیزی ہے دھڑ کتا دل جیسے ایک دم بند ہو کمیا تھا۔

یو مراس سے تمہاری تائٹ ڈیوٹی ہے تا وارڈ ہیں؟' مومنہ دوسرے بیڈکیا مرف بردھتے ہوئے کو اس کا دل اس کا دل اس کا دل معمول سے ہوئے ہوئے کا حارتی تھی۔ معمول سے ہوئے کر دھڑکا۔وہ اپنی جگہ ایستادہ طلحہ کو تکے جارتی تھی۔

''تم سامنے بیٹھے رہو پکلیں میری جم جا 'میں'' دو جھ کہ بیری میں سنا یہ بینے ہیں۔

"بیاجی کمی آپ نے ڈاکٹرسنیل! سانجھ سورے۔" کو بتانے کری پر بیٹھے فے ڈاکٹرسنیل کی طرف رخ کیا۔" یوں تو یہ بے جاری ماری جائے کی صبح وشام بھوں کو بھٹاتے۔"

کویتا کی بات پر ڈاکٹرسٹیل کا قبقہہ خاصا برجستہ تھا'' بھی میرا مطلب یہ ہرگز بس ہے۔ میں تو کسی ادر حوالے سے کہدر ہاتھا۔'' اس نے یہ کہتے ہوئے ایک مخمور نگاہ منہ پر ڈائی۔

" کی مشعر ذہن میں آرہے ہیں اس حوالے سے ارشاد کردں۔" اس نے اہر مخاطب کو بتا کو ہی کیا تھا۔ دہ ہنستی ہوئی کورنش ہجالائی اور اندھےکو کیا جا ہے۔ ڈاکٹر پیل کا خمار آئکھوں کے ساتھ لیجے میں بھی کردٹیس لینے لگا۔

نظر کے سامنے حسن بہار رہنے وے
جمال دیدکو پروروگار رہنے وے
سوال شوق کا کوئی جواب ہو کہ نہ ہو
ہمارے ول میں امید یار رہنے دے
ہمارے ول میں امید یار رہنے دے
ہی جا نداور نئے خواب کیوں دکھانے لگا
بیر جا نداور نئے خواب کیوں دکھانے لگا
بس ایک خواب نگاہوں میں بار رہنے لگا

"میرا خیال ہے مجھے اب چلنا چاہئے۔ ادھر ممانے مجھے سو جوتے لگوانے ا۔ پیس نے انہیں تھیک دو ہبجے کا ٹائم ویا تھا اور اس دفت ہور ہے ہیں تمن نج کر ہیں ...

مومنہ نے بڑی سرعت سے ڈاکٹرسنیل کی طرف سے رخ موڑ کرکویتا ہے کہا شتر کہ دونوں کو ہاتھ ہلاتی ہوئی جمو نئے کی طرح باہر لکل گئی۔
اس میں اب مزید بے سرا راگ سننے کی طاقت نہیں تھی۔ جسمانی تھکن سے ۔ و ذبنی تھکن نے اسے بری طرح نڈھال کر دیا تھا۔
و دبنی تھکن نے اسے بری طرح نڈھال کر دیا تھا۔
و و طارق ہاؤس آئی تو ملازمہ سے پہتہ چلا کہ مما اور یا یا دونوں مولوی خصر محمد کی

''اس کا نام کیا ہے مومنہ؟'' کو بتا کی سوئی تو جیسے وہیں اٹک گئی۔
او فی ڈی جی آ کر اپنا گاؤن کری سے اٹھاتے ہوئے مومنہ نے یونمی است ا دیکھا''کس کا نام؟۔'' وہ قطعی انجان بن گئی اور اسنے بیک پر جھک گئی۔ ''اسی مریض کا نام جس کے متعلق میں تمہیں بتاری تھی!'' مومنہ کے چہرے پر تغیم رونما ہوا' تا ہم کو بتا اس کی طرف متوجہ نہ تھی۔ وہ تو

مومنہ کے چہرے پرتغیر رونما ہوا تاہم کو بتا اس کی طرف متوجہ نہ کی۔ وہ لو کسی اور بی خیال کے جہان میں از کی ہوئی تھی۔ جوتصور وہ دن رات چلتے پھرتے رکھتی رہتی تھی تھے وہ یک لخت زندہ ہوکر سامنے آ رکھتی رہتی تھی تصور کے پردے پر جورتک بھر گئے تھے وہ یک لخت زندہ ہوکر سامنے آ می تھے۔اے لگا جیسے وہ صحرا میں چلتے چلتے ایک موڑ کا منتے بی نخلستان میں از گئی ہوا وہی سبزہ زار کا حسین منظر

وہی ہرورارہ یا اس کا دل تمناؤں کے سیل رواں میں بہنے لگا تھا۔ وہ خود بھی نہ بھے کی کہاس کا دل اس کا دل تمناؤں کے سیل رواں میں بہنے لگا تھا۔ دل ایک سکول کرل کی طرح کیوں اس مخص کو د مکھ کر دھڑ کئے لگا تھا۔ ""شاید طلحہ احمہ ہے۔" مومنہ جھکے سر کے ساتھ بولی" طلحہ.....!"

''شاید طلحه احمد ہے۔'' مومنہ جھے سرکے ساتھ بولی ''طلحہ۔۔۔۔'' ''طلحہ احمد!'' کو بتا کو لگا مومنہ نے اس کے دل پرمعنراب مار دیا ہو۔ اس کے روح کے ساز کو چھیٹر دیا ہواور عجیب نا آشنا محر مدھرموسیقی نے اٹھی ہو۔

روں کے سارو کا پیرویا اور دیب کا معنا میں اور میں اور ایا میر سرکری اور کا اور کا اور کا اور کا اور کا اور کا ا دو طلحہ احمد!" اس نے بہت آ ہنتگی ہے یہ نام زیرلب دہرایا مجرسرکری اور سے میں لیس۔ پشت سے لگا کرآ تکمیں زور سے میں لیس۔

پیت سے نا کرا ہے۔ اس میاں براجمان ہیں ہم تو سمجھے کہ آپ کی سواری باد بہاری آ ''تو لیڈیز! آپ بہاں براجمان ہیں ہم تو سمجھے کہ آپ کی سواری باد بہاری آپ کے دونوں کو چونکا دیا۔ وہ مخاطب مومنہ سے آپ کی ہے۔ 'واکٹر منیل کی بے دفت آپہ نے دونوں کو چونکا دیا۔ وہ مخاطب مومنہ سے آپ

ھا۔ ''آپ نکالنے کے دریے ہیں تو بس جایا ہی جائے ہیں'' وہ ملکے سے ہنگی ڈاکٹر سنیل سے اپنائیت برتنااس کی مجبوری بن گئی گئی۔

طرف کے ہیں۔ پاپا کے وہاں جانے کاس کرایک بے نام می خوشی اس کے دل ہیں افر تی محسوس ہوئی۔اس نے سوچا وہ یہاں بے کار میں پڑی رہے اوران دونوں کا انتظام اللہ کرتی رہے۔اسے غازی شاہ کی طرف چلا جانا چاہئے کو کہ غازی شاہ نے اسے ہدایت کر رکمی تھی کہ وہ اس کے بلانے سے یا رابطہ کرنے سے پہلے خود نہ آیا کرے مگر اس وقت جانے کیوں دل پھر سے اس آشیانے کی طرف جانے کے لئے تیارتھا اور جذبات کو اگر اڑان دی جائے تو پھر وہ قید کہاں ہوتے ہیں۔

وہ چینج کرنے کے بعد غازی شاہ کی طرف جانے کونکل آئی۔

سیاہ شلوار سوٹ میں غازی شاہ کا سرایا سحرانگیز دکھائی دے رہا تھا۔ وہ اپنی تنظیم کے تمام مجاہدوں کے جذبہ ایمانی پر اپنی اثر انگیز آ واز کا جادو جگارہا تھا۔

''کفرونفاق کے بیپاری ہمیشہ سے مجاہدین کے خلاف سازشوں میں مشغول ا رہے ہیں۔ بلکہ بیتاری کی کانسلسل ہے اس لئے گھبرانے ڈرنے یا مایوس ہونے کی کوئی بات نہیں ہے۔ بلکہ بیخوشی کا پہلو ہے کہ ہماری جدوجہد دشمنان اسلام کوشد بدخوف میں ہ جتلا کئے ہوئے ہے۔ ان کی نبیندیں اچائے ہوگی ہیں۔ وہ تکلیف میں دن رات رہیں ہیں اور اپنے د ماغ کو کھیاتے پھرتے ہیں۔

یں برور ہے دہاں ۔ بیٹم جیلیں تھانے اور ٹارچیل جہاد کے راستے کی رکاوٹ ہیں ۔ ''
ہیں مہیز ہیں۔ انہی چیز دں سے جہاد کو مزید قوت ملتی ہے۔ جولوگ صرف اللہ تعالی سے ڈرتے ہیں اللہ تعالی ان کے وشمنوں کو ان سے خوفز دہ کر ویتا ہے اور بالآخر غلبہ تو اللہ والوں کو ہی حاصل ہوتا ہے۔

ور میں بھارتی جس روشنی کو کشمیر کی وادی میں بھا دینے کا عہد کئے ہوئے ہیں وادی میں بھا دینے کا عہد کئے ہوئے ہیں وادی میں بھا دینے کا عہد کئے ہوئے ہیں وادی میں انتاء اللہ بھوتو نہ سکے گی بلکہ بیروشنی جموں سے لداخ سک اور امریکہ سے برطانیہ تک انتاء اللہ بھوتو نہ سکے گی بلکہ بیروشنی جموں سے لداخ سکے اور امریکہ سے برطانیہ تک باتھے جائے گی۔

دہ شمع کیا بھیے جسے روشن خدا کرے

''ساتھیو! ہر طرف ہے ہمارا گھیراؤ کیا جا رہا ہے۔ ہمیں فکست دینے کے لئے ہر حربہ استعال کیا جا رہا ہے مگر ہم ذلت کی زندگی قبول نہیں کریں گے۔ ہم آپی سلطان ہیں عزت کی موت کو ترجیح دیں مے۔ ہم عقبہ بن نافع ہیں جنہوں نے شہادہ

کی موت کی متم کھائی تھی اور رومیوں کی متحدہ طاقت کو باغہ کے مقام پر کلست فاش دی اور بحراطلا ایک کے ساحل تک بڑھتے چلے محے اور سمندر پر نظر پڑتے ہی خدا کے حضور جمک کرعرض کی کہ'' خدایا! اگر بیسمندر درمیان میں حائل نہ ہو جاتا تو جہاں تک تیری زمین ملتی میں تیری راہ میں جہاد کرتا چلا جاتا۔ خدایا! تو خوب جانتا ہے کہ میں وہی چاہتا ہوں جو تیرا دوست ذوالقر نمین چاہتا تھا کہ تیرے سواکس اور کی ہوجا نہ کی جائے۔''

''مجاہدو! ہم طارق بن زیاد کی طرح نڈر دلیراور جری جیں۔ جب تک ہمارا ایمان مفبوط ہے ہماری نظر دنیا پر ہمیں آخرت پر ہے۔ ہم طارق بن زیاد کی طرح کشتیاں جلا کر آئے بر صفے کو پسند کرتے جیں اور میں بھی طارق بن زیاد کے الفاظ میں کھوں گا کہ''فدا کی قتم! صرف پامردی اور استقلال میں نجات ہے۔ یہی وہ فات کہوں گا کہ''فدا کی قتم! صرف پامردی اور استقلال میں نجات ہے۔ یہی وہ فات فوجیں ہیں جومفلوب نہیں ہوسکتیں۔ آگر یہ دو با تیں موجود ہیں تو تعداد کی کی سے پچھ نقصان نہیں بی جم سکتا لیکن بردئی کا بلی سستی' نامرادی' اختلاف اور غرور کی موجود کی میں تعداد کی کم سے کوئی فائدہ نہیں دے سکتی۔

''خبروار! ذلت پر ہرگز راضی نہ ہونا اور اپنے آپ کو دیمن کے حوالے مت کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے جہاد اور جفاکش کے ذریعے سے دنیا ہیں تمہارے لئے جوعزت وشرف اور آخرت ہیں شہادت کا جوثواب مقرر کیا ہے اس کی طرف بردھو جس طرح طارق بن زیاد اپنے بارہ ہزار ساتھیوں سمیت راڈرک کے ٹڈی دل نشکر پرثوٹ پڑا تھا اور کچھ ویر میں میدان صاف کر کے فتح ولفرت کی خوشیوں کے ساتھ مجاہدین نے سرزمین اندلس پر پہلی نماز شکراندادا کی۔ اسی طرح ہم بھی بہت جلد اس ٹڈی دل بھاری الشکر کو فکست فاش دے کر تشمیر کی سرزمین پرنماز شکراندادا کر یہ مجی بہت جلد اس ٹڈی دل بھاری الشکر کو فکست فاش دے کر تشمیر کی سرزمین پرنماز شکراندادا کر یہ مجے۔''

''اللہ اکبر' کے نعروں سے زمین مونجنے کی۔ مجاہدوں کے چہروں پر جذبہ ایمان سرخی بن کر دوڑنے لگا تھا۔ان کے نورانی چبرے اور روشن وکھائی دینے لگے تھے۔ ایک کونے میں کھڑی مومنہ ان اللہ کے فدائی' دیوانوں کو دیکھ کرسوچ رہی تھی

كم "معلام حق كو بجعانے والے نسخه كيميا كوج سے اكھاڑنے كى سازشيں كرنے والے

مجمعر منی۔

'' توتم اس لئے وہاں نہیں گئیں کہ کہیں بی بی طارق احمہ سے ہماری شادی کا ذکر نہ چھیڑ بیٹھیں۔'' پھراکی مرائس کھینج کر بولا۔

" حالاتکہ جہیں جانا جائے ہدد کیمنے کہ نی ٹی کی اس خواہش پر تمہارے پاپا کا کیاردعمل ہوتا ہے۔ "اس نے کو کہ منافقا کی سے کہا تھا گراس کے اندر چھے طنز کومومنہ نے واضح طور پرمحسوں کیا۔

''تہماری برگمانیاں ہجا ہیں غازی شاہ میں بھی ایک عرصے تک الی ہی بدگمانی کا شکار رہی۔ بہت ہے سوالات مجھے بھی آکو پس کی طرح جکڑے رہے تھے۔
پاپا ہے مجھے بڑے شکوے تھے۔' وہ سارے کنگر ہاتھ سے جھٹک کر کھڑی ہوگئی۔

''اگر میں کہوں غازی کہ پاپا بھی تہمارے ساتھ اس جہاد میں قدم بہقدم شامل ہیں تو۔۔۔۔''

اس کی بات س کر عازی شاہ بول مسکرایا جیسے انتہائی بچکانہ بات س کر مسکرایا باتا ہے۔

" بہرحال میں تہارے پاس ایک بہت دوش آئند خبر لے کر آئی ہوں "وہ اس کی استہزائیہ مسک نظر انداز کر گئی اور اپنے پرس سے وہی کیسٹ نکالی جو غازی شاہ نے اسے دی تھی۔ شاہ نے اسے دی تھی۔

جانے ہوئیہ کیسٹ تنہیں کون سپلائی کرتا ہے؟''اس کے لیجے میں عجیب طرح جوش تھا۔

غازی شاہ کوایک بل کے لئے اپنے اعصاب تھنچنے ہوئے محسوں ہونے لگئے دہ سیمنٹ کی گئی سے کھڑا ہو گیا۔

· ' كون؟ ' اس كالبجه دهيما مكر سراتا موا تقا_

''طارق احمد!''اس نے اس کی آنکھوں میں براہ راست جھا نکا تھا۔ منازی شاہ کر جہ دیمہ واط مال کی مام ان جہ کریشہ منازی شاہ

غازی شاہ کے وجود پر سناٹا طاری ہو گیا' حبرت کی شدت نے اسے گئگ کر دیا فا۔ بیراس کے لئے بے حد غیرمتوقع بات تھی۔ اس کے ذہن کے کسی بھی موشے میں کم کب اور کیے کامیاب ہو سکتے ہیں۔ اس مع کی حفاظت کرنے والے پروانے صرف پروانے تو ہیں۔ اس مع کی حفاظت کرنے والے پروائے صرف پروانے تو نہیں دیوانے بھی ہیں اور اللہ کے دیوانوں کو بھلا تاریخ محواہ ہے کون کلست دے سکا ہے۔''

اس نے غازی شاہ کو باہر آتے دیکھا تو اس کے پیچے چلے گی۔ وہ باہر آکر ایک سینٹ کی ٹی پر بیٹھ کیا۔ اس کے چہرے کے نازک حصوں میں سرخی قدرے کہری محمی۔مومنہ کود کیے کراس نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا تو وہ دوسری ٹی پر بیٹھ گئی۔

"بہت ضدی لڑی ہوئیں نے تم سے کیا کہا تھ؟" وہ خفکی بھرے انداز میں اس کی طرف دیکھنے لگا۔

کی تراش میں مسکراہٹ ابھر آئی۔ ایک شریر سی چیکتی کراہٹ۔

غازی شاہ نے نظریں اس کے چہرے سے ہٹا کر جھکالیں۔
"میں کچھ پوچھ رہا ہوں تم ہے؟" اس کے انداز میں سرزنش واضح تھی۔
"کیا کروں خالی جیٹھے جیٹھے سوچا تمہاری طرف ہی چلی آؤں۔ پاپا اور مما تو بابا کی طرف سے ہوئے ہوئے ہیں سومیں دانستہ وہال نہیں مگئ۔"

'' ''طارق احمد بابا کی طرف '''''' اس نے جیرت سے اس کی طرف کی کھا۔

اس بایا کا بابا کی طرف جانا کوئی ناممکن می بات بھی نہیں ہے۔' وہ اس میرت پر بولی۔

' دنہیں خیر نامکن تونہیں مرجرت آمیز ضرور ہے۔ ویسے تم وانستہ وہاں نہیں گئیں ۔ " وہ عکدم چونک کراس کی طرف ویکھنے لگا۔ گئیں یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔ " وہ عکدم چونک کراس کی طرف ویکھنے لگا۔ مٹی سے چھوٹے چھوٹے کئر اٹھا کر ایک طرف ڈھیر کرتے کرتے مومنہ کا ہاتھ ایک بل کورک ممیا۔ جھکا ہوا سراور جھک ممیا۔

ہ طربیت ہی درت ہوت ہوں ہوت ہوت ہوت ہے۔ اس کا بھی غازی شاہ کی اس سادگی پر ماتم کرنے کو دل جاہتا مگر خیروہ اتنا سادہ لوح بھی نہیں تھا' اس کے سر جھکا لینے پراس کے لیوں کی تراش میں مدھم مسکرا ہث بھی نہیں رکھتا ہوں بلکہ میں تو پچھتا رہا ہوں کہ میں اب تک ان سے بدگمان کیوں رہا' خیر!''اس نے سرکوخفیف سے انداز میں جھٹکا۔

"آؤ بابا کی طرف چلتے ہیں۔" وہ یکدم بی خود کو بادلوں کی طرح باکا بھلکا محسوں کرنے لگا تھا۔

' دنہیں غازی' ابھی نہیں ہوسکتا ہے پایا ابھی تک وہاں ہوں۔'' وہ ایک دم جھجک کر پیچھے ہمٹ گئی۔

"ويني تو من جابتا بون!" وه زيركب مسكرايا

وہ بلکس جمائی۔ اس کے چبرے پرشرم کی سرخی بھر آئی۔ اسے غازی شاہ کے اس معنی خبر تبسم سے بے طرح شرم آنے گئی۔

''ارے ہال' تمہارا مریض تو پہنچ گیا ہے میرے ہیں ال '' وہ اس کی تویت ختم کرنے کی غرض سے موضوع بدل گئی۔

"طلحاحد کوایڈمٹ کرلیا ہے میں نے۔"

"اوه بال مجمع تو خيال عي نبيس رباكوئي مسئله تونبيس موا"

عازی شاہ بھی میکدم سنجل میا۔ اس کے چیرے کے زاویوں میں سنجید کی اتر

" پراہلم تو الی کوئی نہیں ہوئی ہاںایک پریشانی ضرور ہے۔ ' وہ اس کے ہمراہ دھیرے دھیرے قدم اٹھا کر چلنے گئی۔

"کیسی پریشانی؟"جنگے کے پاس غازی شاہ رک میا۔

" ڈاکٹر کو بتا طلحہ اخمہ کو مجاہد کے طور پر جانتی ہے۔ طلحہ احمہ کو دیکھے کر اس نے بس طرح کا ردمل ظاہر کیا میرے لئے بہتنویش کی بات ہے۔ ' پھر وہ اسے پوری تفصیل بتانے گئی کہ وہ کس طرح طلحہ احمہ سے واقف ہوئی۔

غازی شاه بھی فکر مند ہو کیا۔

"" تتہارے کہنے کے مطابق کو بتا اگر مسلمان ہو پکی ہے اور تہاری فرینڈ بھی ہے تو پھروہ کس حد بک ہمارے لئے مسئلہ پیدا کر سکتی ہے؟"

از کم اس فخص کا نام نہیں آسکتا تھا۔

حیرت انگیز تا قابل یقین!" بہت در بعد اس کے لیوں سے بھنجی بھنجی ا سانس آزاد ہوئی۔

'' بھے پیتہ تھاتم بھی کہو ہے۔'' وہ کیسٹ دوبارہ پرس میں ڈالتے ہوئے عجیب انداز میں مسکرائی۔

اگریہ سے ہے تو ایر انہوں نے اب تک چمپایا کیوں؟" اس کی تخیر آمیز بے بیٹین نظریں مومنہ برکی تھیں۔

یقین نظرین مومنہ پر کئی تھیں۔
''کیا نیکی چھپا کر کرنے سے نیکی نہیں رہتی؟ اس کا اجر کم ہوجاتا ہے؟''اس کے ہونؤں کے تراشیدہ کوشوں میں پھیلی مسکرا ہٹ مہری ہوگئی اور آنکھوں سے بڑا معصومانہ فخر جھلکنے لگا۔

وہ سریر ہاتھ پھیرتا پرخیال انداز میں ایک کمھے کے لئے خاموشی ہے اس کی طرف ویکھتارہ ممیا۔

" بوسكائ ہے حالات كے پیش نظروہ ايبا كرنے پر مجبور ہوں يا ہوسكائ ہے وہ اس طرح كام كرنے سے چھپايا كيوں؟ اس طرح كام كرنے سے زيادہ بہتر محسوں كرتے ہوں۔ ہاں البتہ تم سے چھپايا كيوں؟ بيسوال تم يايا سے كرسكتے ہو۔"

عازی شاہ نے ایک گہری سانس تھنج کراپنے اعصاب کوسنبالا گرحقیقت یہ تعلی کہ وہ سنبالا کرحقیقت یہ تعلی کہ وہ سنبل کربھی نہ سنبل پایا تھا۔ یہ خبراس کے لئے جہال کسی دھیکے کی طرح تھی۔ وہیں بے حدمسرت کا باعث بھی بن تھی۔ یکافت اے ان تمام کموں پر تاسف ادر ندامت ہونے کی جو بے خبری میں بی نہیں بدگانی میں بھی گزر گئے تھے۔

"بوسكائے اس من كوئى مصلحت ہو!" وہ غيرارادى طور پر اپنے باپ كا دفاع كرنے كى دناع كرنے كى دناع كرنے كى دناع كرنے كى دناع كرنے كى دنائے باب بھى خفا ہو؟"

غازی شاہ نے بے اختیار اس کی طرف دیکھا۔ وہ پچھ مضطرب دکھائی دے رہی تھی۔ یہ اضطراب شاید غازی شاہ کے چیرے کے تاثرات سے ابھراتھا۔
دین تھی۔ یہ اضطراب شاید غازی شاہ کے چیرے کے تاثرات سے ابھراتھا۔
دوخفا تو میں پہلے بھی نہیں تھا۔ وہ میرے بزرگ ہیں میں خفا ہونے کا کوئی حق

فاصے معقول کام لئے جاسکتے ہیں۔'' ''میرا خیال ہے لوگ بھیل رہے ہیں۔اب نکل جانا جاہئے' او کے بائے!'' وہ تیزی سے بھاگ لی۔غازی شاہ ہنس دیا۔

♦.....**♦**.....**♦**

وہ مولوی خصر محمد کے یہاں پہنی تو مما اور بابا جا بچکے تھے۔ مولوی صاحب مغرب کی نماز پڑھ کرفارغ ہوئے تھے اور بہتے پڑھ رہے تھے۔اسے دیکھ کران کے لیول مشققانہ مسکرا ہٹ آئی جس ہیں ایک انوکی تازگی اور روشنی تھی۔

''سلام بابا! بی بی کہاں ہیں دکھائی نہیں دے رہی ہیں؟'' وہ تخت پر آرام دہ از ہیں بیٹھ کئی۔

وریبیں کہیں ہوگی وہ نیک بخت کہاں جاستی ہے۔ انہوں نے تبلغ کا آخری وانہ گرا کر تبلغ کیا ہے۔ کا میں میں کے نیچ رکھوی۔

"طارق احمرآیا تھا آج میرے یاس-"

" بی مجھے خبر ہے مما کے ساتھ آئے تھے۔" وہ پیر کے انگو تھے کو الکیوں سے دہاتے ہوئے ہوئے کو الکیوں سے دہاتے ہوئے

'' بھلا اور کیا خبر ہے بچھے؟'' بی بی نے اس کے کندھوں کونرمی سے تھاما تو وہ سراٹھا کران کی طرف دیکھنے لگی۔

" ان کا وہ روپ مجھے وکھایا جو میں کہ پایا وہ نہیں جونظر آتے ہیں۔ ممانے ان کا وہ روپ مجھے وکھایا جو میرے لئے نہ صرف جیران کن تھا بلکہ بے حد مسرت آمیز بھی ثابت ہوا۔ "
میرے لئے نہ صرف جیران کن تھا بلکہ بے حد مسرت آمیز بھی ثابت ہوا۔ "
ہورے لئے نہ صرف جیران کو تھا۔ تا حق میں میں بھیے اب تک محروم رکھا۔ تا حق مجھے کناہ گار کرتا رہا۔ "

مولوی ساحب متاسف ہو گئے۔ایک بل کے لئے بی بی بھی افسردگی کے سحر میں گرفتار ہوئیں مگر دوسرے بل وہ اس افسردگی کے سحر کو کا منتے ہوئے ہوئے بولیں۔

"اس کے علاوہ اور کیا خبر ہے بچھے؟"

"اس بارے میں حتی طور پر تو میجینیں کہ سکتی بہر حال طلحہ منر در مختاط ہو گیا ہو

"

"ہوں!" غازی شاہ ایک ہنکارا بحرکر رہ کیا پھر پرسوج انداز میں جنگلے کے ساتھ دھیرے دھیرے جلنے لگا۔

''کیاطلحہ نے بھی اسے بہیان لیا تھا؟'' کی توقف کے بعداس نے پوچھا۔ '' پیتے ہیں طلحہ احم کے چہرے سے میں کچھا خذنہیں کرسکتی مگر جب کو بتا اسے بہیان گئی ہے تو وہ نہ بہیانا ہو ممکن نہیں۔''

''بہرحال اب ہمیں اپنا کام جلد ازجلد اور زیادہ متاط ہو کر کرنا پڑے گا۔تم کو بتا پر نظر رکھنا' ہو سکے تو نائث ڈیوٹی اپنی لکوالو۔''

ودنہیں اول تو بیہ بہت مشکل ہے اور دوسری بات بید کہ سلمان ہونے کے ناطے میں زیادہ نظر میں آسکتی ہوں۔ ظاہر ہے پہلا شک مجھ بی پر ہوسکتا ہے۔ کو بتا کا رہتا ہی بہتر ہے۔ "مومنہ اس کی بات رد کرتے ہوئے یوئی۔

غازی شاہ نے ابرو اچکا کر اسے دیکھا اور تحسین آمیز انداز میں مسکرا دیا۔ "خاصی ذبین ہوتی جارہی ہو"

"اوہ میں سمجھاتم کہوگی کماغر بیسب تہاری محبت کا اثر ہے۔" غازی نے کچھاس طرح شنڈی سانس تھینی کہ وہ اسے محور کرد کیھنے گئی۔

"دیتم مردول کو ہردقت سہرا پہننے کا شوق کیوں ہوتا ہے؟"
"اس لئے کہ سرجوہ۔"

''سرہے تو اس کا استعال سہرا پہننے کے علاوہ بھی کیا جاسکتا ہے۔'' اس نے آئیس نکالیں۔

" کیا کروں اب بابا اور بی بی اس سر پرسبرا باندھنے کیلئے مصر بیں وگرنہ میرا تو الیا کوئی ارادہ نہیں تھا۔" اس نے متاسفانہ سانس مینچی۔" حالا تکہ اس سے واقعی

"کیوں پہلیاں بجواری ہومیری بٹی سے۔"مولوی صاحب نے بی بی کو ملکے سے کھرکا۔

"لو اس میں پہلیاں بھوانے والی کون کی بات ہے اچھا تھہر و میں ابھی آئی۔" وہ حد سے زیادہ خوش دکھائی دے رہی تھیں پھر لیک کر اندر کئیں اور جب واپس لوٹیں تو ان کے ہاتھ میں پلیٹ تھی جس میں لڈور کے ہوئے تھے انہوں نے لڈو سے ایک کلا اور اور مومنہ کے منہ میں ڈال دیا۔

"ابتم میری بنی بی بہت بہت ہو بھی بن گئی ہو۔ تیرااور عازی شاہ کا رشتہ آج پکا کر ویا ہے ہم نے۔خود طارق احمد بیرشتہ منظور کر کے کیا ہے۔ بیس نے کہا مومنہ غازی شاہ کے علاوہ کسی اور کے بارے بیس سوچ بی نہیں سکتی تو بتا ہے اس نے کیا کہا؟" مومنہ فرط حیرت سے کنگ رہ گئی ۔لڈواس کے طلق میں پھنس کررہ کیا تھا۔

·• • •

آج مہلی بار ایسا ہوا تھا کہ ہپتال کا بد بودار ویران مہیب سناٹا ڈاکٹر کو بتا کے اعصاب پر گرال نہیں گزرر ہاتھا۔ راتوں کو سونے کی عادت تو یوں بھی اس کی کم ہوگئی تھی محرآج کی رات تو دہ ارادی طور پر جاگ کرگزارتا جاہ رہی تھی۔

دہ ڈیوٹی روم کی سخت لکڑی کی ہے آرام کری پر بے حدمزے سے فیک لگائے بیٹھی کھڑکی سے نظر آتے آسان پر نگاہیں لٹکائے ہوئے تھی۔

جُمُكَاتَے ستارے اسے آج بے حدروش دكھائی دے رہے تھے جیسے وہ بھی

اس کے دل کی طرح کسی انجانے ان دیکھے سفر پر گامزن ہوں۔ ایک مجری سانس لے کر وہ اٹھ کر کھڑی ہے گئی ہوگئی۔ شفنڈے جھو نکے چبرے سے لکرا کر فردت کا احساس بخش دے تھے۔ فردت کا احساس بخش دے تھے۔

اس نے سوچا اس نے ایک بار کہیں پڑھا تھا کہ "مجت بالکل اچا تک ہوتی ہے۔ ۔ ۔ بالکل اچا تک اندرا گنا ہے۔ ۔ بب آپ کو محسوس ہوتا ہے کہ کوئی دوسرا آپ کے اندرا گنا ہی ہوتا ہے کہ کوئی دوسرا آپ کے اندرا گنا ہی ہوئے ہوئے ہوئے ہوئے ہوئے ہوئے ہوئے محسوس ہو رہا تھا کہ طکہ احمد اس کے اندر جانے کب مدل سے ہمکلام ہوتے ہوئے محسوس ہو رہا تھا کہ طکہ احمد اس کے اندر اثر کیا تھا پھر وہ فنا ہوگئی۔ اپنا ہر وہ ہو گیا تھا ادر وہ لھے تخم بن کر اس کے اندر اثر کیا تھا پھر وہ فنا ہوگئی۔ اپنا پ مننے لگا ادر طلحہ احمد اس کے اندرا گنا میں برائی جڑیں پھیلاتا چلا گیا اور وہ اور کیے کر حمران ہوگئی کہ اس کی جڑیں تو گہرائی میں بہت دور تک اثر گئی تھیں۔ ایک پودا راتا دکھائی وے رہا تھا جو اس کے قرب کی کھاد کا متمنی تھا۔ توجہ اور التھات کی ہوا کا رہم مند تھا۔

وہ کمرے میں شیلنے لگی۔ اچا تک اس کا دل جاہا وہ وارڈ میں جائے ایک نظر سے دیکھے آئے۔ ایک نظر سے دیکھے آئے۔ یہ خواہش بالکل اچا تک المری تھی کسی شوریدہ لہر کی طرح اور اسے تکلے اطرح بہا کر لے میں۔

دہ ہے آ داز قدموں سے کمرے سے نکل کرسر جیکل دارڈی طرف بڑھنے گئی۔
امیڈیکل سٹاف ادھر ادھر او کھی رہا تھا۔ دارڈ بیس گہری مہیب خاموشی کا راج تھا۔اس بوشی بیس کمی کمی مریض کی سانس کی آ دازیا خرائے کی مونج لمحہ بحر کے لئے ناش پیدا کرتی۔
ناش پیدا کرتی۔

طلحہ احمد کا بیڈ داخلی دروازے سے نزدیک ہی تھا وہ شاید کہری نیند میں غرق -سرح پیر تک چاور سے باہر -سرح پیر تک چاور سے باہر اجوسٹینڈ سے بیٹ کی ہوئی تھی۔

اسے مایوی ہوئی۔ وہ اس کا چہرہ دیکھنا جاہ رہی تھی۔ اس کے چہرے کا ایک نقش دیکھنا اور محسوس کرنا جاہ رہی تھی۔ وہ اس کے بیٹر کے نزدیک آئی۔ اس کی

'' ڈاکٹر! تم نے جو پچھ دیکھا ہے۔ اگر کس سے بیان کرنے کی کوشش کی تو ہے تہارے حق میں بہت برا ہوگا۔'' اس کی آ واز رات کے مہیب سنائے میں کسی پھنگار سے مشاہ کی۔

کویتا کو اپنی گردن کی نرم جلد پر اس کی مضبوط الگیال کسی سانپ کی طرح سربراتی محسوس ہوئیں۔ ایک بل کو وہ کا نبی شاید وہ اب تک اپ اعساب سنجال نہ پائی تھی۔ اس نے بس فالی فالی نظروں سے طلحہ احمد کا سرخ پھر یلا چہرہ دیکھا۔

اس کی آنکھوں میں عجیب می سرومہری تھی اور ہونٹ باہم شدت سے آپس میں جکڑے ہوئے تھے۔ اسے اپنے رگ دیے میں عجیب می شندک اترتی محسوس ہونے میں جکڑے ہوئے جا رہے تھے۔ بہر حال بیتملہ اس کے نازک اعصاب کیلئے بے صد بھاری تھا اور اب سنجلنے کیلئے معبوط قوت ادادی کی ضرورت تھی۔

مد بھاری تھا اور اب سنجلنے کیلئے معبوط قوت ادادی کی ضرورت تھی۔

یہ چند کے عجیب کھیش کے گزرے۔ پھر اس نے کسمسا کر اس کی گرفت سے سے چیب کھیش کے گزرے۔ پھر اس نے کسمسا کر اس کی گرفت سے

اللیاں اس کی جاور پر ملکے سے لرز کررہ منیں۔اس نے سوچا اگر وہ جاگ کیا تو وہ کہہ دے کی کہ وہ اس کی خیریت پوچھنے آئی ہے اور راؤنٹر پرنگل ہے۔

چادر کا کوتا اس نے اٹھایا تو اس نے اپنے پیرول تلے سے زمین نگلی محسول ہوئی۔ اعصاب کوشد بدترین جھٹکا لگا تھا۔ ایک بل کے لئے تو لگا جیسے اس کے اعصاب لاسٹک کی طرح کسی نے تھینے کر چھوڑ و ئے ہوں۔ لمبائی میں رکھے محمئے دونوں تھے اس کا منہ چڑا رہے تھے اور خالی بلاستر کا خول تھے سے ہوتا ہوا سٹینڈ سے لٹکا ہوا تھا۔

جیرت کی شدت نے اس کے وہاغ کو ہاؤف کر دیا۔ وہ خالی خالی نظروں سے ان تکیوں کو تکنے کئی۔ اچا تک آئیٹ پراس نے سرافعایا تو ایک ہارجراس کے اعصاب ی ضرب پڑی تھی۔

خودكونكالتے موئے كها۔

غارت کرر ہا تھا۔اے اندر ہی اندر بے سکون کرتا جا رہا تھا۔ وہ طوفان میں آئی موج کی لمرح منتشر ہوکررہ گئی تھی۔

" میں جانتی ہوں۔ بیشانتی کیدوشواس تہمارے من میں اللہ نے ڈال رکھا ہے ورجس من میں اللہ نے ڈال رکھا ہے ورجس من میں خدا کا خوف ہو وہاں دوسرے باطل خوف مث جاتے ہیں۔ حق ایبا ہی فرر ہوتا ہے۔ ایبا بی بے باک طلحہ احمہ نے چادر کا کونا چہرے پر ڈالتے ڈالتے ڈالتے ویک کرغایت درجے جیرانی ہے اسے دیکھا۔

جواباً وہ ملکے سے مسکرائی۔'' مجھے سے باتیں مولوی صاحب نے سکھائی ہیں۔ ومنہ کے بابانے۔'' وہ اس کی جیرت رفع کرنے کی غرض سے بولی۔

طلحہ احمد البحن آمیز جیرت سے چپ ہو گیا پھراس نے چادر چیرے پر ڈال لی کویا اب مزید کوئی بات کرنانہیں چاہتا تھا۔ حقیقاً وہ الجھ کیا تھا اور غازی شاہ سے رابطہ لرنا جاہتا تھا۔

مبع اسپتال میں ایک افراتفری کا عالم تھا۔ پولیس موبائل کھڑی تھی۔ ایم ایس کے کمرے میں کئی پولیس والے دکھائی دے رہے تھے۔ انتظامیہ الگ ادھر ادھر منتشر ی۔ڈاکٹرز میں تھلبلی مجی ہوئی تھی۔

اسٹور انچارج ڈاکٹرسنیل کی حالت سب سے پہلی تھی۔ اس کے چہرے پر
ائیاں اڑر بی تھیں۔ راتوں رات دوائیوں کے اہم اطاک عائب کردیے مجے تھے اور
بارج ہونے کے ناتے سارا نزلہ اس پر گرا تھا جبکہ وہ سششدر تھا کہ اسٹور کے تالے
ارنے ہونے کے بلکہ محولے مجے تھے اور پھرای احتیاط سے بند بھی کیے تھے۔ کوئی
ف بلٹ نہیں ہوئی تھی۔ صرف اہم زواؤں کے اطاک اٹھائے مجے تھے اور یہ سارا کام
محد بلائنگ کے تحت کیا گیا تھا۔

ڈاکٹروں ہے معمولی ہوچھ ہوئی۔ ایم ایس کے کمرے کے اندر سے لے باہر تک ایک رونق کی تھی ہوئی۔ ایم ایس کے کمرے کے اندر سے لے باہر تک ایک رونق کی گئی مومنہ اس جوم کو چیر کر راہداری میں نکلی تو اسے اپنے تاہم میں ایک موری کے دنک خنک سے محسوس ہونے لگے۔ ایک ممری تاہم مین کے دایک مہری سے مین کراس نے ادھرادھرد یکھا پھر بے حد نارال انداز میں چلتی ہوئی وارڈ میں چلی ک

'' میرا خیال ہے طلحہ احمہ! تمہیں اس کھلونے کے استعال کی ضرورت پیش نہیں آئے گئ نہ کسی اور شم کی دھمکی کی ۔۔۔۔'' اس کا لہجہ دھیما اور نرم تھا۔

" میں کویتا نہیں ڈاکٹر عائشہ ہوں اور مسلمان ہونے کے ناتے میں کسی مسلمان کے ندہبی فریضے کی راہ میں رکاوٹ کسے بن سکتی ہوں۔ میرا خیال ہے کہتم اسے واپس اس جگدر کھ دو جہاں سے نکالا ہے۔ اگر کسی نے دکھے لیا تو مشکل میں پھنس جاؤ کے۔" دہ دنی زبان میں بول رہی تھی۔

ظلحاحم نے چونک کراہے عجیب سی نظروں سے دیکھا۔ جیسے یقین کرنا چاہ رہا ہوکہ دہ جو کہدرہ سے سے باطن کی سچائی ہوکہ دہ جو کہدرہ سے سے باطن کی سیاہ آئھوں کی سطح پراسے اس کے باطن کی سچائی محسوس ہونے کئی تو خود بخود اس کا ہاتھ ڈھیلا پڑتھیا۔ اس نے ایک محمری سانس تھینچتے ہوئے بطل داپس رکھ لیا۔

'' اب جلدی ہے اپنی سابقہ حالت میں آجاؤ۔ ایبا نہ ہو کہ ہیرامیڈیکل کا کوئی فردحمہیں اس حال میں دیکھ ہے۔''

طلحہ احمد کو اس کا مشورہ خاصا معقول لگا۔ وہ جلدی سے بیڈ پر لیٹ کر اپنی ٹاگل پر پلاستر کا خول چڑ ھانے لگا۔ کو بتانے چا دراس کی ٹاگلوں پر ڈال دی اور خاموش نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔ پچھ لیے اس پراسراری خاموشی میں گزر گئے۔ کو بتا کو اس خاموشی میں صرف اپنے دل کی دھڑکن سنائی دے رہی تھی' مگر طلحہ احمد کو خطرے کی خاموشی میں سائی دے رہی تھی' مگر طلحہ احمد کو خطرے کی مختیاں بجتی سنائی دے رہی تھیں۔ اس کا ذہن مختلف خطوط پر سوچ رہا تھا پھر بکدم وہ کمنٹیاں بجتی سنائی دے رہی تھیں۔ اس کا ذہن مختلف خطوط پر سوچ رہا تھا پھر بکدم وہ کاتھے ہوئے لولا۔

" نظاہر ہے جس مقصد کیلئے تم نے یہ سب کیا ہے۔ اس مقصد کے حصول کیلئے گئے ہو گے۔ ' وہ اس کی پلاستر شدہ ٹا تک پرایک اچنتی لگاہ ڈال کر ملکے سے مسکرائی۔ '' میں اس بات سے بالکل خوف زدہ نہیں ہوں کہ تم سب جان چکی ہو۔'' اس کے چہرے کے زاویوں میں کھنچا و پیدا ہوا۔ اس کمچے اس کی آ تھوں میں کوئی خوف دہشت نہیں تھی ملکہ دہ بے حد پرسکون وکھائی دے رہی تھیں۔ یہی سکون تو کو بتا کا سکون و رہشت نہیں تھی ملکہ دہ بے حد پرسکون وکھائی دے رہی تھیں۔ یہی سکون تو کو بتا کا سکون

کتنا خوش ہوگا جب بی بی کے ذریعے اسے طارق احمد کی رضامندی ملی ہوگی۔ غازی شاہ کے تصور سے ہی اس کا چبرہ لال ہو گیا۔اس پر طلحہ احمد کی مسکراتی میں میں ماد

نگا ہیں' وہ جانے کو پلٹی۔

"میری مشکل تو آسان کرتی جائے سرجن!" طلحہ احمد جیسے کراہا تھا۔ اے بے سرجنا اشام کے ہمراہ ہندی بھی آھی۔ ا

'' بیمشکل تم اپنے اس رفت کے ساتھ مل کر طل کر لینا۔ وہ تہہیں بہتر مشورہ ۔ےگا۔'' وہ بولی اور تیزی ہے آئے بڑھ گئی۔

♦..... ♦..... ♦

وہ ہپتال ہے کمر جانے کے بجائے کو بتا کی طرف چلی آئی۔ ماتا ہی اسے بکھے کر بے مدخوش ہوئیں۔اے گلے سے نگا کر پیار کیا۔

" کیسی شبھ گھڑی ہے کہ آج مومنہ آئی ہے ہمارے گھڑ سورے سورے سورے مذہ ہے گئی ہے ہمارے گھڑ سورے سورے مذہ بنڈ بر پر کا گابول رہا تھا۔ میں نے عائشہ سے کہا کہ آج کوئی ضرور آئے گا۔ وہ کہنے گئی مہارا وہم ہے۔ کوا پیاسا ہوگا ای لیے شور مچا رہا ہے۔ لو بھلا اب بتاؤ میرا وہم تھا؟ " وہ بے صدخوش وکھائی وے رہی تھیں۔

"بات کوے کے منڈریر پر بولنے کی نہیں ہوتی۔اصل بات ہمارے اپنے من کی ہوتی ہے۔ آئی کواتو روز ہی منڈریر پر بولتا ہے مگر آپ کے من میں بیرخیال آج یا ہوگا کہ کوئی ضرور آئے گا۔ "وہ بنس پڑی اتا جی بھی بنس دیں۔

'' ہاں شاید ہی بات ہے۔ من کی بھی تو اپنی بھاشا ہوتی ہے تا' پر کوئی سمجھے با۔'' ما تا بی نے ایک گری سانس کھینچی پھر نرمی سے اس کے کند ھے کو تھیکا۔'' اب کی ہوتو جانے کی بات مت کرتا۔ کھانا کھا کے جانا۔''

" جو تھم بیاتو بتائیے کہ وہ مہارانی ہے کدھر؟" اس نے اوھر اوھر نظریں رڑا کیں۔ رڑا کیں۔ "اسے کہاں ہونا ہے۔اپنے کمرے میں پڑی اینڈ رہی ہوگی۔ نائث و بوٹی آئی۔ وارڈ میں اس دفت کوئی ڈاکٹر یا پیرامیڈیکل کا شاف موجودنہیں تھا۔ سارے ہی سن کن لینے کیلئے گراؤنڈ فکور پر جمع تھے۔

وہ طلحہ احمد کی طرف آئی۔'' کا تکر بجلیشن طلحہ احمد!''وہ اس کے بیڈ کے نزدیک آئر آ ہنگی ہے بولی۔ طلحہ احمد نے بث ہے آئکھیں کھول دیں۔ اس کے بھینچے ہوئے اب ذراہے وا ہوئے پھراس انداز میں سکڑ مجئے۔

ب مینک یو محراک معمولی سی گر برد ہوگئی ہے۔ سرجن! وہ بھی آ ہستی سے محرولی ہوئی ہے۔ سرجن! وہ بھی آ ہستی سے محرولی ہوا بھر وال سے رات کی تفصیل بتائے لگا۔ مومنہ کیلئے کو بتا پر بید بات کھل جانا بہر وال تشویش کی بات تھی۔

''میراخیال ہے تہارا مزید یہال تھہرنا خطرے سے خالی نہیں۔' ''ار نے بیس سرجن!اب اتنا گھبرانے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ کام اس قدر چا بک دستی سے ہوا ہے کہ وہ صرف انگل بنی دوڑاتے رہیں گے۔ بیافراتفری بیالچل دو چار دن رہے کی پھرمطلع صاف ہو جائے گا۔''اب اس کا لہجہ کی دیتا ہوا تھا پھر یکدم سر جھنگ کر ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔'' میں صبح سے آپ کا بی منتظرتھا۔''

مومنہ نے اپنے خیالات سے نکل کر چونک کراس کی طرف ویکھا۔" مبارک باد دینے کو" اس کی اشخے والی نگاموں کے جواب میں وہ بولا۔" مکرالٹا آپ مجھے مبارک وینے کو" اس کی اشخے والی نگاموں کے جواب میں وہ بولا۔" مکرالٹا آپ مجھے مبارک وینے کئیں حالانکہ میں کسی اور خبر کی وجہ سے آپ کا ختظر تھا۔"

مومنہ کو اس کے لیجے اور آئھوں میں ایک معصوبانہ خوشی اور شرارت جمکتی وکھائی دی۔ اس کے قطعاً ناسمجھ آنے والے انداز میں اب کے اس کی طرف توجہ سے وکھائی دی۔ اس کے قطعاً ناسمجھ آنے والے انداز میں اب کے اس کی طرف توجہ سے و یکھا تو وہ بنس دیا۔

" میرے رفتی میرے بھائی میرے ساتھی سے منسوب ہو جانے کے بعد اس میرے ساتھی سے منسوب ہو جانے کے بعد اس میرے بعد اس میرے میں اور اب میرے لیٹا میں مسلسل میسوجی رہا ہوں میرے لیٹا میں مسلسل میسوجی رہا ہوں کہ آپ کوکس نام سے بکاروں مرجن مومنہ کہوں یا بھائی؟''

مومنہ شیٹا کررہ گئی۔اسے بالکل بھی اندازہ نہیں تھا کہ طلحہ احمد سے بات کہنے م رہا تھا۔ بے شماشا شرم نے اسے لیکخت گھیر لیا۔ تاہم اسے جبرت ہوئی کہ یہاں لیا لیٹے پی خبر طلحہ احمد تک کیسے پہنچ ممئی۔ پھر میسوچ کر اسے عجیب می خوشی دل میں انداؤ یا کہ وہ بات کہاں سے شروع کرے اور کس طرح اسے اس راز کو راز میں رکھنے کی التجا کرے۔

اسے کویتا کی سیاہ تھور آئمھوں میں وہ ساری داستان دکھائی دے گئی جوطلحہ احمہ نے اسے سنائی تھی۔'' عائشہ۔۔۔۔!''

چند لمحول کے تو قف کے بعد اس نے کویتا کی طرف رخ کیا۔ "اگر میں کہوں لہتم نے آئ کی رات جو کچھ و کھا اسے اگر کوئی خواب سمجھ کر بھول جاؤ تو کیا تم میری ت مان لوگی اور ہاں اگر حمہیں کوئی تجسس ہے تو کھل کر پوچھ سکتی ہو۔ میں تہاری تمام تر نفیوژن دور کر سکتی ہوں گر و کھو پلیز حمہیں واسطہ دیتی ہوں کہ "اس نے بکدم نوں ہاتھ کو بتا کے آگے جوڑ دیئے۔

' پلیز آئے پیچومت کہنا۔' کو یتائے فرط رنج سے اس کے جوڑے ہوئے عربی کڑ کراسے یوں دیکھا جیسے آل ہوتا ہوا کوئی فخص مرتے دم اپنے قاتل کو دیکھا ہے۔ منہ کے بقیدالفاظ اس کے حلق میں ہی تھٹھر مجے۔

"اتنا وشواس توحمهیں مجھ پر ہونا چاہیے تھا۔ موموا تم نے مجھے ایک سے میں اتنا حقیر کر ڈالا۔ مجھے میری ہی نظروں میں گرا دیا۔ اتنا پست کر دیا مجھے میری ہی نظروں میں گرا دیا۔ اتنا پست کر دیا مجھے میری انظار تھا ما بلبلائی جیسے حقیقتا مومنہ نے اس کی گرون پر چھری پھیردی ہو۔" مجھے تمہاراا نظار تھا سنہ! مگرمن کے ایک کوشے میں جانے کیوں آس تھی کہتم نہیں آؤگی۔ اتنا تو وشواس ابی جاہیے تھا تمہیں کیا ایک مسلمان ہونے کے ناتے میں اتنی بااعتبار نہیں تھی؟"

"نت بین اورجس سے ہم سمیری مسلمان نبرو آزما ہیں وہاں لیحہ لیے، پھونک پھونک کر است بین اورجس سے ہم سمیری مسلمان نبرو آزما ہیں وہاں لیحہ لیے، پھونک پھونک کر ارتا پڑتا ہے۔ اک ذراسی لغزش اک ذراسی کوتا ہی مہلک ٹابت ہوسکتی ہے۔ "اس کو بتا کے ہاتھ فرط جذبات سے تھام لئے۔" میرا مقصد تمہاری ول آزاری کرنانہیں ۔ یقین کروئ تم پر مجھے اعتبار نہ ہوتا تو میں یہاں نہ آتی۔ میرا ول خوف سے بجرا ہوا 'نہ میں خوف زوہ ہوں اور نہ ہی طلحہ احمد خوف زدہ ہے۔" وہ اسے یقین ولانے گئی۔ اس کی ہات پر کو بتا دھرے سے مسکرا دی۔ اس کی آئیسیں طلحہ احمد کے نام پر آگیس۔" ہاں کی بات پر کو بتا دھرے ہے مسکرا دی۔ اس کی آئیسیں سکتا۔ اس کی آئیسیں سکتا۔ اس کی آئیس۔" ہاں میں جانتی ہوں۔ وہ محفی خوف زدہ ہو بھی نہیں سکتا۔ اس کی آئیس۔" ہاں میں جانتی ہوں۔ وہ محفی خوف زدہ ہو بھی نہیں سکتا۔ اس کی آئیس۔" ہاں میں جانتی ہوں۔ وہ محفی خوف زدہ ہو بھی نہیں سکتا۔ اس کی آئیس۔" ہاں میں جانتی ہوں۔ وہ محفی خوف زدہ ہو بھی نہیں سکتا۔ اس کی آئیس۔" ہاں میں جانتی ہوں۔ وہ محفی خوف زدہ ہو بھی نہیں سکتا۔ اس کی آئیس۔" ہاں میں جانتی ہوں۔ وہ محفی خوف زدہ ہو بھی نہیں سکتا۔ اس کی آئیس۔" ہیں جانتی ہوں۔ وہ محفی خوف زدہ ہو بھی نہیں سکتا۔ اس کی آئیس

کیا کر کے آتی ہے۔ مانواحسان ہی کرتی ہے۔'' ماتا بی رسوئی کی طرف بردھ کئیں۔ کویتا' مومنہ کی آ وازس کر بستر چھوڑ پچکی تھی اور باتھ روم میں تھسی منہ دھور ہی ہے۔ تھی

ی" تو جناب! نیندیں پوری ہو رہی ہیں؟" مومنہ اس کے کمرے میں چلی

ہیں۔ بس یونی ہیں۔ بس یونی سلمندی سے پڑی تھی۔ یہ بتاؤ کہ تم آج کیے اوھر آ تکلیں۔ بہی غلطی ہے پرستان کی طرف جاتے جاتے اس صحرا میں بھٹک کر تو نہیں اتر آئیں؟''کویتا کھونٹی ہے تو لیا تھنج کر منہ رکڑتی باتھ روم سے باہر آگئی۔ میں؟''کویتا کھونٹی ہے تو لیا تھنج کر منہ رکڑتی باتھ روم سے باہر آگئی۔۔

ں۔ ''لگا ہے ابھی دیاغ پر نیند کا اثر ہے۔' مومنہ نے اسے مصنوی تنقل سے کھورا اور حسب عادت وہ زور سے بنس پڑی۔ گراس کی ہنسی میں وہ تازگی نہیں تھی۔

'' ایک تو تم اینے سورے سپتال سے نکل جاتی ہو۔ ملاقات ہونہیں پاتی ' سوچا آج تمہارے کھر پر بی چھاپا ماروں۔ یہ بتاؤ نائٹ ڈیوٹی کیسی گزری۔ میرا مطلب ہے کہ 'وہ کہے کوختی المقدور سادہ بنانے کی کوشش کرتے ہوئے بوئی محر بقیہ الفاظ اس کے منہ میں بی رہ گئے۔ کو بتا بڑے غور سے اس کی طرف و کمیے رہی تھی۔ ابروا چکا کر دیا،

بیں ۔ '' خبریت' آج سے پہلے تو تم نے بھی بیسوال نہیں پوچھا۔ اس سے پہلے بھی ا میں کئی نائث کر چکی ہوں۔''

سی میں یہ اس مورس اور ہی ہوچھ لیا۔ 'وہ خفیف ی ہوگئ۔ تب کو بتا بکدم ہنس پڑی ا اوراس کے نزویک آکراس کی طرف بانظر غور و کیھتے ہوئے بے حد سجیدگ سے بولی۔ '' مجھے یقین تھا تم آج میرے پاس ضرور آؤگی اور میری نائٹ ڈیوٹی کے حوالے سے ضرور سوال کروگی۔ میری آئھ جب کھی تب سے میں اب تک لاشعوری ا طور پرتمہاری ہی منظر تھی۔''

کویتا کی نگاہوں نے مومنہ کو بے اختیار نگاہیں چرانے پر مجبور کر دیا۔ وہ ا اضطرابی انداز میں رخ موڑ کر ایک ملکی سی سانس لے کررہ گئی۔اسے نوری طور پر سمجھ نہیں وجودگی کا احساس رہتا ہے۔"

کویتا کولگا جیسے مومنہ کے جملے اس کے دل پرمعزاب مار رہے ہوں۔اندر شنا کچھنا آشناسی موسیقی نج انفی ہو۔

''مومنہ! تیری با تیں بھی بالکل مولوی صاحب کی طرح دل کولتی ہیں۔'اس نے جذب سے مومنہ کا ہاتھ پکڑا۔

"میری با تیل تمہیں اس لیے اچھی لگ رہی ہیں کہتم آج کل بہت اچھا اچھا ۔ بنے لگی ہوا اچھا اچھا اچھا اچھا اچھا اچھا ا بنے لگی ہواور وہ بھی کسی کے بارے ہیں۔ "مومنہ نے ابرو اچکا کر اسے محورا تو وہ بنپ کراس کا ہاتھ چھوڑ کر پیچے ہیں۔

''بات سنو! بیطلحداحمہ کا کیا معالمہ ہے؟'' کونتا کے بلٹنے سے پہلے ہی مومنہ '، اس کی کلائی پکڑ کر کھینچی ۔ کونتا کے دل کی دھڑ کن تیز ہوگئی۔

''کیا معاملہ! میں تو یونی ایک بات کررہی تھی۔ کیا اجھے لوگوں کو اچھانہیں کہنا ہے۔ جو لوگ قابل تعریف ہوں تو ان کی تعریف تو خود بخو د ہوتی ہے۔' وہ خود کو مال کرنارل کہنے میں بولی مرمومنہ کے لیوں پر پھیلی مسکرا ہے۔'اس کے اعتاد میں دراڑ مال کی۔ مال کرنارل کہنے میں بولی مرمومنہ کے لیوں پر پھیلی مسکرا ہے۔ اس کے اعتاد میں دراڑ میں۔

'' فغنول بکواس کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ بتاؤ کہ لیج تو تم نے کیا نہیں ' -آج ما تا بی نے چکن کڑا ہی بتائی ہے' کھا کر جاتا۔'' کو بتاا سے پکڑ کر کھینچنے گئی۔ '' اچھا نا' کھا کر جاؤں گی تمریب لیے میری ایک بات سنو۔''

" کوئی بات وات نہیں سننا مجھے بہت زوروں کی بھوک کی ہے۔ پانی پید کھ بھوجن جائے گا تو ہا تیں بھی سمجھ آئیں گی نا۔ "کویتا اسے تھیٹی باہر لے آئی۔ ئی دسترخوان بر کھانا چن رہی تھیں۔

' پاکل بھے ایک بڑی اچھی خبر سانی تھی۔' وہ آ ہستگی سے بولی۔ کویتا نے لی پلیٹ بیس سالن نکالے ہوئے اس کی شرکیس مسکرا ہٹ کو قدرے چونک کرویکھا مک کراس کے نزد کی آ

' کیسی خبر؟ اچی خبرتو آتے بی سنا دینی چاہیے تھی۔ اب جلدی سے بتاؤ' بھی اب ایک نوالہ توڑا نہ جائے گا۔' اس کے رخساروں پر پھوٹی شفق نے کویتا کو یکدم میں اس سے بھی کوئی خوف کوئی وحشت نہیں تھی۔ وہاں بلاکا اطمینان اورسکون تھا جیسے
اردگرد سے بے نیاز ہو۔ صرف اپنے رب پراس کی نگاہ ہو۔ اس کا ڈرخوف ہو۔ ' کویتا،
کی آ تھوں میں طلحہ احمد بورا کا بورا جا ودال ہو گیا۔ وہ مانوس سے درد میں بہنے گئی۔
د کیا ہر کشمیری مسلمان طلحہ احمد ہی کی طرح ہوتا ہے مومنہ! کیا سارے مجاہد

کیا ہر سیری سمان کو جو لینے والے بنجر زمین کوسیراب کرنے والے دلوں کوسنیر کر اس جیسے ہی ہیں۔من کو چھو لینے والے بنجر زمین کوسیراب کرنے والے دلوں کوسنیر کر لینے والے جیون میں چھماق کی طرح آگ ک لگا دینے والے۔''

اس کا انداز خود کلائی کا ساتھا۔ وہ لحظہ مجرکوا ہے اردگرد سے ہراحسال سے
بے نیاز ہوگئ تھی جبکہ مومنہ کو جیرت کے شدید دھیجے نے گئی دیر تک کی بھی رقمل کے
اظہار سے باز رکھا۔ جبکہ وہ ٹچلا ہونٹ وانتوں میں دبا کر پلیس جھیک کر یکدم اس خواب
آئیں کیفیت سے جاگی تھی اور مومنہ سے نظریں ملیں تو اس کے گندی رخسار یوں دہک
اٹھے جیسے اس کے قریب ہیٹر آن کر دیا گیا ہو۔ اس کے رخساروں کی پیش کا احساس اسھے جیسے اس کے قریب ہیٹر آن کر دیا گیا ہو۔ اس کے رخساروں کی پیش کا احساس مومنہ کو است نی باتوں کو واضح کرنے کے باوجود مبھم کر دیتی ہے۔ خاموثی کی چاور اوڑھ کہا ہو ہوں ہوا جیسے وہ جو بہت می باتوں کو واضح کرنے کے باوجود مبھم کر دیتی ہے۔ خاموثی کی چاور اوڑھ کہا ہو ہوں ہوا جیسے وہ جیسے رہی ہو۔ اپنے آپ سے مومنہ کے تو کیے ایسا می محسوس ہوا جیسے وہ جیسے رہی ہو۔ اپنے آپ سے مومنہ نے اس کا ہاتھ تھام کر ملکے سے دبایا۔

'' دراصل ہو تھ کا اپنا الگ رنگ ہوتا ہے۔ جس طرح ہر منظر ہر رنگ ہم الک بھول ہر آ نکھ میں رنگ نہیں بجر سکتا۔ اس طرح ہر فض کے بارے میں ہر کسی کا اپنا ایک الگ نظریہ ادراحیاس ہوتا ہے۔ ہم کسی کے بارے میں اچھا سوچے ہیں تو وہ اچھا گلنے لگتا ہے۔ اے محبت کی نظر اور احماس سے دیکھتے ہیں تو یہ احماس ہی محبت کا روپ دھار کر مقابل کو حسین تر بنا دیتا ہے۔ متاثر کن اور خیرہ کن بنا دیتا ہے۔ جو شے کسی فضل کے دل کو گھیر لیتی ہے۔ وراصل وہی خوبصورت ہے اور یوں بھی محسوسات کی تو ایک الگ ہی دنیا ہے۔ ہزاروں میں کوئی ایک بلکہ بھی لاکھوں اربوں میں کوئی ایک آپ کی ردح کے تار کو چھیڑ جاتا ہے۔ آپ کو ایک بلکہ بھی لاکھوں اربوں میں کوئی ایک آپ کی ردح کنوں میں سائی دیتا ہے اور آپ اسے اپنے دل کے بے حد نزد یک محسوس کر کے اسے سوچنے لگتے ہیں۔ یہ عمل کسی شعور کی ایک اپنے دل کے بے حد نزد یک محسوس کر کے اسے سوچنے لگتے ہیں۔ یہ عمل کسی شعور کی ایک اسے نہ ہو گر اس کی سامنے نہ ہو گر اس کی اسے نہ ہو گر اس کی اسے نہ ہو گر اس کی سامنے نہ ہو گر اس کے سامنے نہ ہو گر اس کی سامنے نہ ہو گر اس کی سامنے نہ ہو گر اس کی سامنے نہ ہو گر اس کے سامنے نہ ہو گر اس کی سامنے نہ ہو گر اس کے سامنے نہ ہو گر اس کی سامنے نہ ہو گر اس کر سامنے نہ ہو گر اس کی سامنے نہ ہو گر اس کی سامنے نہ ہو گر اس کر گر دو اس کی سامنے نہ ہو گر اس کی سامنے نہ ہو گر اس کر سامنے نہ ہو گر اس کی سامنے نہ ہو گر اس کی سامنے نہ ہو گر اس کی سامنے نہ ہو گر اس کر سامنے کر سامنے نہ ہو گر اس کر سامنے کر سامنے نہ ہو گر اس کر سامنے کر سا

متجسس كر ڈ الا .

"اب مبرنبیں ہورہااور جب کہدری تھی کہ خبرس لوتو بھوک ستاری تھی۔ ا اب جب چاپ جاپ بیٹھ کر کھانا کھاؤ۔" اس نے شرارت آمیز انداز میں اسے آسمیں ا دکھائیں پھر بننے کی۔

کویتا اےمصنوی خطکی ہے کھور کررہ گئی۔

ماتا جی بے حدیدار ہے مومنہ کو کھانا کھلاری تھیں۔ کویتا کہنے گی'' مجھے جیلسی فیل ہور ہی ہے۔اتنے پر میم سے تو ماتا جی نے بھی مجھے بھی کھانا نہیں کھلایا۔'' سرا

'' بھی جو جس سلوک کے قابل ہو ایسا ہی سلوک کیا جاتا ہے تا اس کے ساتھ۔'' وہ ایسے چھیڑنے گئی۔ ہلکی پھلکی شفاف مسکراتی فضا میں کھانا کھایا گیا۔

کھانے کے بعد ماتا تی رسوئی کا پھیلا واسمیٹے گئیں جبکہ کو بتا اسے چائے کا کمک پڑاتے ہوئے اس کے ساتھ تخت پر بیٹھتے ہوئے بولی" اب وہ اچھی خبر تو سنا وہ جلد کی سے۔" میرا خیال ہے وہ خبرتم بی بی سے بی سن لیٹا۔" مومنہ بالکل سکول کرل کی طرف جھینے گئی۔ اس کے چبرے کے ٹازک حصوں میں اللہ نے والی شرکمیں سرخی میں عجیب تا تپش تھی۔ کو بتا اسے با قاعدہ جانچی نظروں سے دیکھنے گئی۔ پھر اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ کر اس کی طرف جھکتے ہوئے بولی۔

"جب زبان شرم سے خاموش ہوجاتی ہے تا تو آ تکھیں خود بخو و بولنے گئی جاتا ہو آ تکھیں خود بخو و بولنے گئی جاتا ہو اور تیری آ تکھیں اس سے وہ بعید کھول رہی ہیں جن کو سجھنے کیلئے الفاظ کی نہیں احساس کی ضرورت ہوتی ہے۔ "مومنہ کے رخساروں میں بھری سرخی میں بندری اضافہ ہو میا اس کی خدار میکیں رخساروں پر یوں جھکے گئیں جیسے مہلی نزم کی لیدار شاخیں کسی جسمے سابہ گئن ہوجا کیں۔ سابہ گئن ہوجا کیں۔

'' میں نے کہیں پڑھا تھا کہ عورت جب کی ہے مجت کرتی ہے تو اس کے جب کی ساری خوبصور تیاں خود بخو د ظاہر ہو جاتی ہیں لیکن ناپسندیدہ مرد کیلئے عورت اپنی ساما جسمانی خوبصور تیاں کسی مچھوے کی طرح اپنے اندر سمیٹ لیتی ہے۔ وہ ایسا کی شعور تا کوشش کے تحت نہیں کرتی بلکہ خود بخو د ہو جاتا ہے ادر میں نے دیکھا تھا کہ ڈاکٹر سنیا ہی د کیے کرتمہارے چہرے کی ساری ردنق کسی نادیدہ خول میں جا چھپتی تھی مگر اس سے الیا

الک رہا ہے جیسے تیرے ایک ایک انگ سے خوبصورتی کسی شعاع کی طرح بھوٹتی جا رہی ہے۔ کون ہے مومو! وہ کون ہے جسے بی بی نے تیرے لیے چنا ہے۔ جس نے تیرے دل کے خوابیدہ ساز کو چھیڑا ہے؟"

مومنہ نے جوابا آئنمیں زور سے پیجی کر کھولیں پھرایک گہری سانس یوں کھینچی جیے کسی احساس کے تصور سے ہی جسم و روح میں روشنی بھر رہی ہو۔ اسے اپنا پورا وجود ایک انوکھی لذت سے ہمرشار ہوتا محسوں ہور ہاتھا۔

" وہ خوشبو ہے۔ مہک ہے۔ الی مہک جوروح کومعطر کر دیتی ہے۔ اس کا رصیمالہجد آنجے دیتا ہوامحسوں ہوا۔

'' ہاں' جھی تو تمہارا پور پورمہا ہوا لگ رہا ہے۔'' کو یتا برملا بولی۔ وہ سراسیمہ سی ہوکراس سحر سے نگلی ایک دو بل کو یتا کو گھورا پھر ہنس پڑی۔

'' لگتا ہے تیری شاعرانہ تفتگو کا مجھ پر بھی اثر ہو گیا ہے۔' اس نے جائے کا محملوں سے نگالیا۔

پررم آسمیا اوراس کی جال بخشی برمومنه نے دل بی دل میں شکراوا کیا۔

پچھ دیر بیٹھ کر وہ کو بتا کے یہاں سے اٹھ آئی۔ ارادہ تھا کہ مولوی صاحب کی طرف جائے گرآج وہاں غازی شاہ کی موجودگی ممکن تھی۔ اسے غازی شاہ سے مکدم ہی جھجک محسوس ہوئی تھی۔ کل تک وہ جس جرائت اور بے تکلفی سے اس کے سامنے جا کھڑی ہوتی تھی ۔ اب اس کے نام اور تصور سے ہی شرم سے پلکیس تک بھاری ہو جاتی تھیں۔ وہ مولوی صاحب کی طرف جانے کے بچائے طارق ہاؤس چلی آئی۔

ادھرمما ابھی مولوی صاحب کے یہاں سے ہی لوٹی تھیں۔اسکارف اتار کر صوفے پر جیٹھتے ہوئے اسے دیکھا''تم کب آئی؟''

" بس ابھی کچھ در پہلے آئی ہوں۔ " وہ کاؤچ پر لیٹی تھی اٹھ کر بیٹھ گئی۔

قدموں کی چاندنی بھری ہے اور تہہیں اپنی روشی میں سمینے کو بے چین ہے۔ میں بہت خوش ہوں مومنہ! بہت خوش ول کے سی بھی کوشے میں کوئی بے اطمینانی کوئی بے سکونی نہیں ہے۔ ' ہلکی مسکرا ہث کے ساتھ انہوں نے اس کے سبک ہاتھ کوا ہے لیوں سے لگا کر چوم لیا۔

مومنہ نے برعقیدت میں فروب کران کے کندھے پر پیٹانی ٹکالی۔ وہ ان خوش نعیب ترین لڑ کیوں میں سے تعی جنہیں مال باپ اپی تمام تر دلی آ سودگی اور پرخلوص نیک دعاؤں تلے رخصت کرنا جا جے ہیں۔

♦.....**♦**.....**♦**

پورے ہیں ان دنوں مومنہ کی شادی کی خبر گرم تھی۔ خصوصاً سرجری وارڈ میں اور یہ خبر کو بتا نے بی ہم پہنچائی تھی۔ اس نے بی بی بی سے نہ صرف پوری معلومات حاصل کی تعین بلکہ چکے سے غازی شاہ کو بھی دکھ لیا تھا۔ اسے مومنہ کی قسمت پر رہ رہ کر رشک آ رہا تھا۔ اسے غازی شاہ بہت سندر لگا تھا۔ اسے و کھ کر اسے اپنی بھین میں نی کہانیوں کی یادآ گئی۔ جس میں پر بول کے ولیس کا ایک شنرادہ اڑن کھٹولے سے زمین پر اثر تا ہے۔ اپنی شنرادی کو ڈھوٹھ نے اور زمین زاد بول کو جران بے قراراور رشک کے عالم میں چھوڑ کر اپنی شنرادی کو اپنے سنہری پروں میں چھپا کر آسان کی طرف رشک کے عالم میں چھوڑ کر اپنی شنرادی کو اپنے سنہری پروں میں چھپا کر آسان کی طرف رشک ہے عالم میں جھوڑ کر اپنی شنرادی کو اپنے سنہری پروں میں جھپا کر آسان کی طرف رشک ہے اسے دہ جو ایک بیا ہو۔

اس نے وارڈ میں غازی شاہ کی اتنی تعریفیں کی تعیں۔ڈاکٹر سنیل اس دن سے انگاروں پرلوٹنے لگا تھا۔سوائے اس کے وارڈ کے تمام ڈاکٹرز نے مومنہ کو مبار کہا و دی اورٹر بیٹ کا مطالبہ کیا۔

یوں بھی ان دنوں وہ سٹور میں ہونے والی واردات کی تفتیق میں الجھا ہوا تھا اور اپنے اندر مسلمانوں کے خلاف شدید نفرت محسوں کر رہا تھا۔ اس کا رویہ مسلمان مریضوں کے ساتھ انتہائی ہنگ آ میز ہو گیا تھا۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ کسی بھی مسلمان کو اس واردات میں ملوث کر کے قبل کر دے۔ وہ بسپتال میں کھلے عام مسلمانوں کیخلاف زہرا گلنا رہتا تھا۔ اخباری صحافی کو بھی اس نے ایسا ہی کچھ بیان دیا تھا جسے اخبار

'' چلواب منگنی کے بجائے تم نکاح کیلئے تیار ہو جاؤ۔'' ممانے یہ کہتے ہوئے اسے بڑے پیارے دیکھا۔

" کیا مطلب؟" وہ ریموٹ سے ٹی وی کے چینل بدلتے بدلتے بری طرح

'' مولوی جی اور بی بی خواہش ہے بلکہ غازی کا بھی بہی کہنا ہے کہ متنی کے حجمیلے میں بڑنے کی ضرورت نہیں ہے نکاح کر دینا زیادہ بہتر ہے اور زھتی آپ لوگ جسلے میں بڑنے کی ضرورت نہیں ہے نکاح کر دینا زیادہ بہتر ہارے تا لع نہیں ہیں۔' جب جاہیں۔ کسی میں ون ہو جائے گی۔ حالات یوں بھی یہاں ہمارے تا لع نہیں ہیں۔' وہ ریموٹ والا ہاتھ کود میں ڈھیلا چھوڑ نے یونہی بیٹھی رہ گئی۔ مما مزید تفصیلات ہے آگاہ کرتے ہوئے یولیں۔

"مولوی صاحب تو رخعی بھی اسی روز کرا دینے کے حق بیل ہیں۔ عازی شاہ کو بھی اعتراض نہیں ہے۔ اب دیکھو تمہارے پاپا آتے ہیں تو بات کرتی ہوں۔ دیسے دیکھا جائے تو مولوی صاحب کی بات بھی درست ہی ہے۔ نیک کام میں در نہیں کرنی چاہیے۔" مما اٹھ کراس کے نزدیک آ کر بیٹھ گئیں ادر شرارت آ میز پیارے اس کے چرے کارخ اپی طرف کرتے ہوئے بولیں۔" کیا خیال ہے تمہارا؟"

اس نے سکول گرل کی طرح جھینپ کرانہی کے کندھے پرسرٹکالیا۔ '' یہ کیا بات ہوئی۔ اتنی بڑی سرجن ہو کر بالکل بچوں کی طرح منہ چھیا رہی ہو۔ بھئی جواب دو مجھے۔'' مما اسے چھیٹرنے لگیس۔ وہ بننے کی۔

"" ہے اوک جو فیصلہ کریں سے۔ مجھے قبول ہوگا۔"

" تو ہارا فیصلہ کیا ہوگا۔ بتا ہے تہیں۔ "ممانے بنتے ہوئے اس کا شرم سے

گلنار ہوتا ہوا چیرہ او پر اٹھایا۔' حیث منگنی پٹ بیاہ' کہوقبول ہے؟'' بیرمما بھی بس' وہ شرم سے کٹ رہی تھی۔

مما یکدم سنجیدگی کی لیبٹ میں آ تکئیں اور اس کے گرد اپنا باز و حمائل کرتے ہوئے اسے خود سے قریب کرلیا۔ ' مجھے بڑی آ سودگی ہے مومنہ کہ میں تہمیں جس آتکن میں بھیجے رہی ہوں۔ وہ آتکن تہماری بھین کی چہکار مہکار سے آشنا ہے۔ ان ہواؤں میں آج بھی تہمارے لیے آسودگی اور مسرقیں پنہاں ہیں۔ اس مٹی میں تہمارے نتھے منے آج بھی تہمارے لیے آسودگی اور مسرقیں پنہاں ہیں۔ اس مٹی میں تہمارے نتھے منے

نہ نے اسے دبی زبان میں کھرکا۔ اس کا اشارہ اپی مثلنی کی طرف تھا۔ کو تا بے کی سے ہنتی رہی۔

ڈاکٹرموہن اور ڈاکٹر وملا وہاں سے راؤنٹر لینے کی غرض سے گزر مکئے تو مومنہ کویتا کے ساتھ والی خالی کری پر آ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔

" عائشہ! بیطلحہ احمد کو فارغ کرنے کا کیا قصہ ہے؟" اس کا لہجہ سر کوئی ہے ذرا ونچا تھا۔ ساتھ ہی اس نے سریش کو اشارہ کیا کہ ابھی کسی مریض کو اندر نہ جمیعے۔

کو بتا نے کری کی پشت سے سر نکائے نکائے مومنہ کو بول دیکھا کویا اس کی کوکوں رہی ہو پھر ایک گہری سانس کھینج کرسیدھی ہوئی۔ '' اصولا تو یہ کام تہمیں کل مردینا چاہیے تھا۔ یہاں کے حالات و کھے رہی ہوتم! اس قدر بگڑتے جارہے ہیں۔ مان پیشنٹ بے چارے و کے بیٹے ہیں اور ایسے میں طلحہ احمد کا مزید یہاں رہنا کیا ، ہوتا۔ اگر اس کا بحید کھل جاتا تو ؟''

" یہ بتاؤ' یہ آئیڈیا تمہارا تھا یا طلحہ احمد کا؟" مومنہ کے لیجے میں جرت بھی تھی کی سی شرارت بھی۔

کو یتا کی پلکوں پر بیک وقت خفیف سا بوجھ آن گرا۔ '' میرا' خالص میرا' اس اکوتو بردی مشکل سے میں نے راضی کیا ہے یہاں سے بھیجنے پر۔''

" اور وہ مان گیا' ہے تا کمال کی بات! "مومنہ ایک مگری سانس تھینچ کر بے انسی۔

اس ہلی نے کویتا کے چبرے کو دم بھر کیلئے متغیر کیا تھا۔ دوسرے ہل وہ اتنے ہوئے مومنہ کو آئیسیں دکھارہی تھی۔

ڈاکٹر موہن اور وملا کو اندر آتے دیکھ کر وہ کری دھکیل کر اٹھتے ہوئے ہوئے۔ اب بجھے ان چھی دواور تم لوگ مریض بھکنا دُ۔نائٹ ڈیوٹی نے تو آج مجھے بڑا تھکا میں ''

مومنہ نے دیکھا'اس کی آئیمیں رت جگے کی چغلی کھا رہی تھیں۔ سیاہ خوش نما اس کے زیریں کنارے سرخ دکھائی وے رہے ہتھے۔ اس کا خیال تھا یہ محکن ہیں لیا نائٹ ڈیوٹی کے باعث نہیں تھی۔ اس کی '' خاص وجہ'' طلحہ احمد تھا اور وہ کوئی

والوں نے بھی بڑھا چڑھا کرلکھا۔ مسلمانوں اورخصوصاً مجاہدوں پر بیچڑ اچھالا۔
ہیتال کے مسلمان مریض بہلے ہی ہیتال کے عملے کے نارواسلوک کو سہتے
رہتے تھے اب تو سب کے روئے ہی نا قابل برداشت ہوتے جا رہے تھے۔ ایسے میں
طلحہ احمد کی موجودگی مومنہ کیلئے اہم مسئلہ ہی ہوئی تھی۔ آج ہیتال آتے ہوئے اس کا

ذہن طلحہ احمد کی طرف ہی لگا ہوا تھا کہ کو یتائے صبح ہی صبح جھوٹے ہی اسے یہ اطلاع وی کہاس نے وارڈ کے بیڈنمبر دو کے مریض طلحہ احمد کو اربی مارنگ ہی فارغ کر دیا ہے۔

اس کا کہنا تھا کہ اس نے رات خاصا شور مچایا تھا اور ڈاکٹر زکو برا بھلا کہا کہ اس کا علاج بہتر طور برنہیں ہور ہا ہے سو وہ یہاں سے جانا جا بتا ہے۔ کویتا نے سرجن جگن ناتھ کی

اجازت کے کراہے مجمع ہی مجمع ڈسچارج کردیا۔

مومنہ کیلئے بیخبر جہاں تل بخش تھی۔ وہاں جیرت آمیز بھی وہ کویتا کی طرف دیکھتی رہ گئی جبکہ کویتا کا انداز بے حد اطمینان بحرا تھا۔ وہ چائے کی چسکیاں وهیرے دھیرے دھیرے بدل کرڈاکٹرسنیل سے مخاطب ہوئی۔

" سنیل جی! آپ نے ڈاکٹر مومنہ کو ابھی تک اس کی مثلنی ہو جانے کی

مبار کیاد نہیں وی؟"اس کے انداز میں بلکی سی چھیڑتھی۔

ڈاکٹرسٹیل جو پہلے ہی اس خبر پردل شکتہ ہوکر بلبلا رہا تھا۔کویتا کی اس چھیڑ نے اس کے زخموں پرنمک کا ہی کام کیا تھا۔اس نے گرم گرم جائے کا کھونٹ یوں حلق سے اتارا جیسے وہ سیال شے نہ ہو۔کوئی سخت تھوس چیز ہو۔ پھر پیائی پرچ پر پہنے کر قدرے تا گواری سے بولا۔

"میرا خیال ہے۔ آپ لوگوں کی ڈیوٹی میں چائے کا وقفہ کھے زیادہ ہی لمباہو
گیا ہے۔ آپ مریض بھکنا ہے۔ یوں بیٹھ کر کپیں نہازا ہے۔ وہ مکدم کری تھنج کر کھڑا
ہوگیا تھا۔ اس کا انداز اس قدر زہر بجھا تھا کہ مومنہ نے چونک کر دیکھا۔ وہ چاپی جھلاتا
ڈیوٹی روم سے باہرنکل گیا۔

کویتا کی بے اختیار بلسی پرمومنہ نے اسے محور کر دیکھا۔" بے جارہ نراش

" وحمین ضرورت کیا ہے جو بی خبر یہاں سے وہاں نشر کرتی پھر رہی ہو؟"

سکے۔ نی پاک سلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاکیزہ تہذیب کے دشمنوں کوختم کر سکے۔ وہ میدان جہاد کا وہ پروانہ تھا جو زندگی کی سفع کے گردنہیں بلکہ شع شہادت کے گردفدویانہ نار ہونے کو مجل رہا تھا۔

مومنه کویہ خاموش مزاج اجلے سرایا والاطلحہ احمد بالکل بھائی کی طرح عزیز تفا۔ وہ خود بھی مومنه کی بڑی عزت اور احترام کرتا تفار بھی بھی کوئی شرارت بھی کرجاتا تفا۔

مومنہ نے دل بی دل بی سوچا کہ دہ طلحہ احمد کو کو بتا کے جذبوں سے ایک دن خود بی آگاہ کر دے گی۔ اسے کو بتا ہے حدعزیز تھی۔ جس دن سے وہ مسلمان ہوئی تھی اس دن سے دہ اینے دل بیس کو بتا کیلئے اور بھی کشادگی محسوس کرنے کی تھی۔

کویتا نائث ڈیوٹی بھکنا کر کھر لوٹی تو ماتا جی کھلے میں بے قرار روح کی مانند چک پھیریاں کھاری تغییں۔اے دیکھتے ہی اس کی طرف کپیس۔

" عائشہ! برکاش آیا تھا۔ ابھی تیجہ سے پہلے ہی تمیا ہے۔ "ان کے لیجے سے ی نہیں چہرے سے بھی وحشت فیک رہی تھی۔

اس کا ہاتھ لحظہ بھرائے کندھے سے لٹکتے بیک کے بیلٹ پرلرز کررہ کیا۔'' کیا کہدرہا تھا؟'' دوسرے بل ایک بھنجی بھنجی سانس تھینچتے ہوئے اس نے بیک صحن میں بڑے تخت پر پھینکا۔

"اسے خبر ہوگئی ہے کہ ہم مسلمان ہو سکتے ہیں۔ تیری بھٹک تو پہلے بی پڑھئی تھی ۔ ہے آشا کے ذریعے۔"

" ایک ہولی ہوں میں مسلمان اس کو کیا تکلیف ہے۔ ہم نے کوئی پاپ نہیں کیا۔ ایک ہے فرہب کو اپنایا ہے۔ کسی کی ہمیانہیں کی۔ ڈاکہ نہیں ڈالا حق اور راسی کا استہ چنا ہے۔ اسے ہم سے کیا لیما دینا کیوں آیا وہ ادھر! تم نے اسے اندر کیوں تھنے یا؟ " وہ غصے سے بچر گئی۔ اسے ماتا جی کا متوحش چرہ ہی سب سمجھا کیا تھا کہ پرکاش کی انداز اور روئے سے ماتا جی سے بات کر کے کہا ہے۔ کس انداز اور روئے سے ماتا جی سے بات کر کے کہا ہے۔ " میں میں کیا اندر ندآ نے دیتی۔ وہ تو اسے کر دوھ میں تھا۔ کھر میں کس کیا دوروں کے دو تو اسے کے دوروں کی دوروں کی دوروں کی دوروں کی دوروں کے دوروں کی دوروں کی دوروں کی دوروں کی دوروں کی دوروں کے دوروں کی دی دوروں کی دو

ناوان کم سن نہ تھی کہ کو بتا کی آ تھے ول سے چھلکتے دہ رنگ نہ پہچان سکتی جوطلحہ احمد کے نام برشنق کی طرح اس کی آ تھے ول کے آسان برا بحرآتے تھے۔

دہ بیسوی کر پریشان تھی کہ کو بتا انجانے میں جس رائے پرقدم رکھ پھی ہے۔ دہاں آ کے اس کیلئے کوئی خوش نما منزل تھی بھی یانہیں۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ طلحہ احمہ کے دل میں کو بتا کیلئے کوئی زم کوشہ بھی ہے یانہیں۔ حتی کہ وہ کو بتا کے جذبوں تک ہے بھی آگاہ تھا یانہیں۔

وہ کم کو خوش شکل مضبوط جسم اور مصوم آئموں والاطلحہ احمہ جس کا دل فطری مناوں کے سیل رواں میں بہنے سے زیادہ فنا کے جنون میں خدا کا فدوی تھا۔

دہ فنا کے اس سفر میں تھا جس پر بقا قربان ہوتی ہے۔ اس نے تو اپنے دل میں میں وہ میں تھا جس بر کوئی نہیں بائدھ سکتا۔ پتانہیں وہ ان فطری تقاضوں برتوجہ دیتا بھی ہے یا نہیں؟

کویتا کے کوئیل جیسے نازک جذبوں کو پذیرائی بخشا بھی ہے یائیں۔ اس کے اندر بہت می سوچیں فکریں سراٹھانے لکی تغییں۔

طلحہ احمد کے بارے بیں اسے غازی شاہ کے ذریعے بی پتا چلا تھا کہ اس کا پورا گھرانا آج سے سات سال پہلے بھارتی فوبی درندوں کے ہاتھوں پاہل ہوا تھا۔ وہ سب ایک رشتے دار کی شادی بیس شریک تھے۔ جب براتیوں سے بحری بس پر بھارتی در عمول نے دحشیانہ حملہ کر دیا۔ ہنسی کی چبکاریں دم تو ڈکئیں۔ بس بیس بھونچال آگیا۔ تھے چیخوں بیس بدل گئے۔ کئنے جی نوگ ان آگ بحری کولیوں سے موقع پر بی دم تو ڈکئیں۔ بس بھی براتی دم تو ڈکئیں۔ بس موقع پر بی دم تو ڈکئیں۔ بس موقع پر بی دم تو ڈکئیں۔ بس بھی ان ذخیوں بیس سے کود سے اور ٹائروں بیس آ کر کچلے گئے۔ کئی ذخی موقع کے سات بھی اور جب ہوش آیا تو اس کی اپنی دنیا لٹ بھی موئے۔ طلحہ احمد بھی ان زخیوں بیس سے تھا اور جب ہوش آیا تو اس کی اپنی دنیا لٹ بھی میں۔ اس کی دونوں معموم دی اور بارہ سالہ بہنیں اور ماں باپ اس سے بمیشہ کیلئے بھیڑ میں۔ اس کی دونوں معموم دی اور بارہ سالہ بہنیں اور ماں باپ اس سے بمیشہ کیلئے بھیڑ میں۔ اس کی دونوں معموم دی اور بارہ سالہ بہنیں اور ماں باپ اس سے بمیشہ کیلئے بھیڑ میں۔ سے طلح احمد نے غازی شاہ کی تحریک بیں شمولیت اختیار کر لی تھی۔

ہرکشمیری مسلمان کی طرح اس کے دل میں بھی بھارتی در عدوں کیخلاف نفرت کا ایک بحر بیکراں موجزن نقا۔ وہ الی زندگی پرموت کوتر بچے دیتا تھا گرزندہ صرف اس کے ایک دہنا جا بتا تھا کر زندہ میں جہاد کر کے ان ظالموں اور کفار کی بلغار کوتہس شہس کر

وہ ناشتا وہیں چھوڑ کرصرف چائے کا گک اٹھا کر چوکی پر جا ہیٹھی۔اس کے کاش کیخلاف نفرت کا ایک ریلا اٹھ رہا تھا۔ بہشکل وہ اس البلتے لاوے کو دہا رہی ایسا لگ رہا تھا۔ وہ اس البلتے لاوے کو دہا رہی ایسا لگ رہا تھا۔ وہ اس کی رکیس جنٹے جا کیں گی۔

اچا تک اس کے ذہن میں مولوی جی کا سائبان جیسا سرایا ابھر آیا۔ وہ جائے ے بوے محونث بھر کرچو کی ہے اٹھتے ہوئے بولی۔

" میں ذرا مولوی تی کی طرف جا رہی ہوں ماتا بی بہت دن ہوئے بی بی بہت ہوں۔" ماتا بی بریثان ہوتی تھی 'بہیں ملی ہوں۔" ماتا بی نے سر ہلا دیا۔ آئیس پیا تھا وہ جب پریثان ہوتی تھی تی کی طرف دوڑ جاتی تھی ادر سے تو بیتھا کہ مولوی تی کی با تیں اسے بری تقویت بی بلکہ وہ جب آ کر وہ امرت جیسے لفظ لفظ ان کی ساعتوں میں بھی گھولتی تو ان ربھی ایسی شانتی از جاتی جیسے شام ہوتے ہی سمندر کی موجوں کی جیم یلغار کا دم باتا ہے اور وہ وهیرے دھر ہے بہتی ساحل کی گود میں سر ڈال کر محفنڈی پرسکون بی جذب ہونے گئی ہیں۔

گالم گلوچ کرنے لگا۔ میں تنہائتی۔ اس کے مندگلی تو کیا خبر وہ جھے جان ہے ہی مارا دالیا۔ کہدرہا تھا مسلمان ہونا ہے تو قربانی کیلئے تیار ہو جانا۔ میں نے کہا ہم نے تیرا کیا بگاڑا ہے۔ ہمیں سکے چین سے اپنے گھر میں پڑار ہے وے۔ کو بتا ہے جا کر ہپتال میں مل لے اور جو کہنا ہے جا کر اسے سنا دے۔ پر تیرانا م سنتے ہی آگ پر جا بیٹھا تھا۔ کہنے لگا سارا کیا دھرااس حرام زادی کا بی ہے۔ اس کو تو میں بعد میں نمٹوں کا پہلے تھے خبردار کر رہا ہوں کہ……''

" بن کرو ماں!" کو بتا کو اپنے اعصاب غصے سے جینے ہوئے محسوں ہونے سے ایکے۔" اس کی ہمت کیسے ہوئی کہ وہ البی محلیا بھاشا استعمال کرے تیرے سامنے منہ نہ نوچ لیا تو نے اس کا۔" وہ بری طرح چنی تھی۔

" اشتی سے بول کہا ہی محلے کے لوگ پرکاش کی آ داز پر چونک اٹھے سے اور اب تو سجی کوخبر ہوگئ ہے ہمارے مسلمان ہو جانے کی۔' ما تا جی نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر ملکے سے دبایا۔'' چل اندرچل۔''

'' بہرحال اب جب بھی وہ تھٹیا آ دمی آئے۔دروازہ نہیں کھولنا۔ ہاہر ہی سے چلنا کر دینا۔' اس نے غصے کو دہاتے ہوئے ماتا جی کا ہاتھ اپنے کندھے سے ہٹا کراپنے ہاتھ میں تھام لیا پھر تھپتھیائے گئی۔

، 'تو چتا مت کر' وہ صرف بھو نکنے والا کتا ہے۔ بوں بھی میں پہلے ہی اس ۔ سے ہرتعلق توڑ چکی ہوں اور اب تو ہمارا اس سے تعلق بالکل ختم ہی سمجھو۔'

" مجھے تو اس کے کردوھ سے بڑا ہی ڈر بیٹے گیا ہے عائشہ! وہ بڑا دشٹ اور انارکسٹ ہندؤ ہے۔ ایبا لگ رہا تھا۔ وہ اس سے میراخون پی جائے گا۔ کیوں نہم یہ محلّہ بدل لیں اور اب تو محلے والے بھی ہمارے خلاف ہو گئے ہیں۔ آشا اور اس کی ماں ہر ایک سے ہمارے خلاف زہر اگلتی بھر رہی ہیں۔" ماتا ہی رسوئی کی طرف بڑھتے ہوئے بولیں۔

کویتا نے دیکھا ان کے کمزور بوڑھے وجود پر پرکاش کا خوف بری طرح مسلط تھا۔ بہر حال یہ بات اس کیلئے بھی تشویش کا باعث تھی کہ وہ اس کی غیر موجودگی میں آت کر ماتا جی کوڈرایا' دھمکایا کرےگا۔

ال مرف اس ليے جنم لے ربی بيں كدان كے پاس روحانی سہارانہيں مجمع عقيده اب-

مولانا خواجہ محرشفیج دہاوی نے خوب فرمایا ہے کہ '' عقیدہ غیر محسوں انداز میں انداز میں انداز میں انداز میں انداز موتا ہے بلکہ اسے ایک مخصوص سانچے انھال ہے۔ ہمیں ہا بھی نہیں چاتا اور ہمارا کردار ایک خاص نج پر مرتب ہوتا چلا ہے۔ یہ ابن آ دم کے ذبن کی مجرائیوں میں جز پکڑ کر کردار کی صورت میں برگ و نا ہے۔ یہ ابن آ دم کے ذبن کی مجرائیوں میں جز پکڑ کر کردار کی صورت میں برگ و نا ہے۔ اس لیے ایک ہے مسلمان کا کردار ایک سے مومن کا کردار بین طور پر اس نج میں ڈھلتا ہے اور یہ سانچا دوسرے سانچوں سے قطعی طور پر ممیز ہے۔ جیسا کہ موگا چیز اس سے والی ہی شکل اختیار کر کے نکلے گی۔ اس لیے صرف آپ کی مسلم یہ افغاق اور اطوار اپنانے سے مسلم کردار حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ اگر آپ کے مسلم درگ تمنا ہوتو مسلم عقید ہے واپنانا لازی ہے۔

حضرت عمرُکوجس نے عمر فاروق بنایا وہ'' اسلام'' تھا اور طارق بن زیاد ہے نے کشتیاں جلوا دیں اور کہلوایا'' ہر ملک' ملک ما است کہ ملک خدائے ما است' وہ تھا۔

جس نے خونخو ارمغلول بیس تیمور اور باہر پیدا کیے وہ'' اسلام'' تھا ورنہ اس نسل اکو اور چنگیز پیدا ہوتے تھے اور'' آتش سوز ال' کا لقب پاتے تھے۔ تینج بے نیام اسلام کے بجاؤنے انہیں فاروق حق و باطل بنا دیا۔

بس الله لاشركيكى وحدانيت كااقرار دلول كوسكون بخشائے۔عقيدےكوراسخ ہے۔ حق و باطل من تميز بيدا كر كے كرداركى تحيل كرتا ہے۔ مجزانہ طور پر ہمارے وسكون كى نعمت ہے مالا مال كر ديتا ہے اور يہ وحدانيت كيا ہے۔ " كلمه طيبہ"

جو مضطرب ہے اس کی طرف النفات ہے آخر خدا کے نام میں کوئی تو بات ہے ''ایک امیر خدا کی ہستی کا اس شدت کے ساتھ منکر و خالف ہو گیا تھا کہ اس پنے دیوان خانے میں ایک بڑے تینے پریہ فقرہ موٹے حروف میں لکھوار کھا تھا کہ

"انسان کا ایک جزو حیوانی ہے جواس کو حیوانوں سے ملاتا ہے اور ایک جزو او مانی ہے جواس دو مرے دشتے کا تعلق قطع ہو جائے اور ایک اسان صرف حیوان رہ جاتا ہے۔ اور رہان سے محروم مگر ایک مسلمان کو یہ بڑی سعادے اسان صرف حیوان رہ جاتا ہے اور رہان سے محروم مگر ایک مسلمان کو یہ بڑی سعادے حاصل ہے کہ اسے روحانی سہارا اسے بھٹکے نہیں ویتا۔ اسے پستی میں گرنے سے رو کے رکھتا ہے۔ وہ اگر رحمٰن سے اپنا تعلق پہچان لے تو پھر وہ اشرف المخلوقات کی تمام صفات سے بھر مند ہو جاتا ہے۔ وہ رحمٰن کی رحمت میں آ جاتا ہے اور اس کے اندر سے تمام دوسر باطل خوف مد جاتے ہیں۔ اس واحد لاشریک کے اقر ار واعتراف کا ول پر اخلاقی ایک باطل خوف مد جاتے ہیں۔ اس واحد لاشریک کے اقر ار واعتراف کا ول پر اخلاقی ایک باطل خوف مد جاتے ہیں۔ اس واحد لاشریک کے اقر ار واعتراف کا ول پر اخلاقی ایک باطل خوف مد جاتے ہیں۔ اس واحد لاشریک ما حاجق نمام ضرورتوں نمام امیدول بات ہے۔ اطامی کی حالی مرکز ہے۔ یہی وہ وروازہ ہے جس سے انسان کو اطمینان قلب اور اصل سہارا حاصل ہوتا ہے۔ حق تعالی خود فرما تا ہے۔

"خوب س لو کہ اللہ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان نصیب ہوتا ہے۔"

مادہ پرست لوگ سکون قلب کو اعلیٰ درج کے ملیوسات مکانات دولت مرف اللہ کے ذکر سے مرف اللہ کے ذکر سے مرف اللہ کے ذکر سے حاصل ہوتی ہے۔ اسباب راحت ہول تب بھی بغیر رجوع الی اللہ اور ذکر اللہ کے نہ ہم کوغم و اندوہ سے نجات ملے گئ نہ سکون خاطر نصیب ہوگا۔ یہ روحانی مہارا اللہ مسلمانوں کے قلب کو بھٹکنے بھرنے نہیں دیتا۔

آج مغرب اور ماده پرست ملکوں میں اتنا فرسٹریشن اتنا اضطراب اور نفسال

" أو آوطلح كيسة تا موا؟" مولوى خصر محد في ماته دهوكر توليا المايا تخت كى طرف برصتے ہوئے انہوں نے طلحہ احمد کا بھی خیر مقدم کیا۔ وہ ان کی آ داز پر بلیث کران کی طرف بڑھ کیا۔

" میں تمہارا ہی انظار کررہا تھا۔" وہ تخت پر بیٹھ مکئے تو طلحہ احمد موڑھا تھینج کر ان کے سامنے بیٹھ کیا۔

"اب کیسی طبیعت ہے تہاری ہیتال ہے کب ڈسیارج ہوئے۔" بی بی مجی اے و کھے کر باور چی خانے سے باہر آئٹیں۔ان کی نگاہیں اس کے سرایے کا جائزہ لے ربی تعیں ۔ طلحه احمد کے لیوں کی تراش میں بے اختیار مدھم مسکراہت جھاک کر معدوم ہوئی محمی۔اس کا مطلب تھائی بی کواس پلانگ سے اور اس حقیقت سے بے خبر رکھا گیا تھا۔ اس نے یونہی مولوی جی کی طرف دیکھا مروہاں مہری سنجید کی تھی۔ وہ تولیہ تخت کے سر ہانے پھیلا کر تھیے کے نیچے سے اپی سبیع نکال رہے تھے۔

"مومنه نے مجھے بتایا تو نہیں کہتم ڈسچارج ہو مکئے ہو۔" " و و انہیں کی بی! جرا کیا حمیا ہوں۔ "اس کی نگاہ بھٹلتی ہوئی باور جی خانے کے اس کوشے کی طرف جا کر بلیث آئی۔ وہ چوکی سے اٹھ کر باور جی خانے کی اندر کی د بوار ہے بالکل لگ کر کھٹری ہو گئی تھی۔

" بین وہ کیوں؟ مومنہ سے شکایت نہیں کی تم نے؟" سادہ ی بی بی بریثان ہو گئیں۔ادھرکویتا کواین پیشانی عجیب سی پٹ سے جلتی محسوس ہونے لی۔ کو کہ وہ اس کی طرف نہیں دیکھر ہاتھا تکراہے لگ رہاتھا وہ اس کے جاروں طرف اپنی نگاہوں کا حصار

'' کی تھی شکایت اس ہے بھی مگروہ کہنے گلی کہ جس نے بھی تنہیں ہپتال ہے تكالا ہے۔ بالكل تھيك كيا ہے۔ ميں اس كے اس كام سے بہت خوش مول۔ وو شرير کېدل کا۔ " تي بي اس کي استحمول اور ليوں پر تصلينے والي مسکرا ہت و کيھ کر بنس دیں اور ملکے سے اس کے سریر چیت لگا کر باور چی خانے کی طرف برصتے ہوئے

"ا چھے خاصے ٹھیک ٹھاک لگ رہے ہو۔ مجھ بڑھی کو بونہی بے وقوف بناتے

'' خدا کہیں نہیں ہے۔'' (God is No Where)ایک مرتبہ وہ سخت بیار ہو ایک دوست اس کی عیادت کو آیا جس کے ہمراہ ایک بچہ بھی تھا۔ دوست مصروف عیلا ہو گیا اور بچہ کمرے کی تصویروں ہے دل بہلاتا رہا۔ تا گاہ بچے کی نگاہ اس شختے پر م جس کواس نے اینے معصوبانہ انداز اور بلند آواز کے ساتھ اس طرح بڑھا od is (Nowhere لیعنی'' خدا اب یہاں ہے'' اس امیر آ دمی نے جس وفت بیہ الفاظ امنا عبارت سے ہٹا کر اس تغیر کے ساتھ سے تو ان کے حقیق مفہوم سے متاثر ہو کر ا بدعقید کی سے فوراً تائب ہو گیا اور خدا تعالیٰ نے بھی اسے صحت عطا فرمائی۔ تو پس حاصل کلام یہ ہے کہ کثرت سے ذکر اللہ کیا کرو۔اس ہے قلب سکو یاتے ہیں کہ یمی اس کے در ہر جھک جانے والا سر پھر کسی کے آستانے ہر جھکنے کا مخا تہیں رہتا۔ بیرسر کٹ جانے کوضرور تیار رہتے ہیں مرجھکنے کوئبیں۔ یمی فنا ہے جس میں بقا کا رازمضم ہے۔ یمی اپنی بشریت کی سلسکی ہے جا میں اصل فتح اور فلاح ہے۔ یہی وہ عاجزی ہے جس میں بلندی پنہاں ہے۔''

مولوی خصر محمہ کا نورانی جبرہ اور مہربان جا ندنی جیسے جملے کویتا کے ول شور بدہ سمندر کو پرسکون ٹھنڈی ندی میں ڈھال رہے تھے۔ ایک کلمہ یاک نے اسے

بری نعمتوں سے ہمکنار کر دیا تھا۔اے اب احساس ہور ہاتھا کہ'' آند' کے کہتے ہیں طمانیت قلب کیا ہے؟ سکون کی منزل کے کہتے ہیں۔

وہ حقیقتا خود کو ان مصنڈے بادلوں کی طرح ملکی پھلکی محسوں کرنے لگی جو ا اندر کا سارا بوجھ زمین پراتار کر ہوامیں تیرتے پھرتے ہیں۔

وہ نی لی کے یاس باور کی خانے میں بیٹھی انہیں ہندی اوب ہے مکڑھ ر بی تھی۔ اس کی آواز بہت مترنم تھی۔ بی بی کے کانوں کو بروا بھلا لگ رہا تھا۔ ابھی ووسرا شعرسناتی کے معالیت سے ایک بھاری مردانہ آواز نے ابھر کراہے چوتکا دیا۔ '' السلام عليكم بي بي !'' وه طلحه احمد تقا_ وه اسْ ما نوس آ دازير جھنگا كھا كر بلني او

جیے لمحہ بھر کیلئے طلحہ احمد کے سامنے کا نئات تھہر گئی۔اس کی نظریں بھی اس مانوس چہر۔ سے فکرا کر لحظہ بھر کو نہ جھیک سکیں مگر جلد ہی اس نے بڑی سرعت سے نظروں کا ڈاو بدل دیا اور بادر چی خانے کے دروازے پر جمایا ہوا ہاتھ ہٹا کر آ ہستگی ہے چیچے ہو گیا ہا ،۔ چاہے کوئی بھی زبان ہو۔ پیاری اور من مؤنی آ واز اسے پرتا میر بنا ویتی ہے۔'' بی بی کی بات پر اس نے پلکس اٹھا کران کے پرشفقت چہرے کو دیکھا۔ کچھ

ابادل چفنے لکتے ہیں۔اس کی پلکس آپوں آپنم مونے لکیں۔

بھتی بران سے ہوت ہے من دے کی بھاؤ پرارتھ پرتیت میں یہ تن جاؤ تو جاؤ پریم بھاؤ اک جاہے بھیک انیک بنائے چاہے گھر میں باس کر چاہے بن میں جائے پریم کہانی بس مجری مت سنیو کوئی آئے باتوں باتوں بس چڑھے دیکھت ہی ڈس جائے

(ترجمه)

عبادت روح سے ہوتی ہے دل دے کر کرو محبت نیک راستے کی آزمائش میں اگر بیجم جائے تو جائے محبت تو سلوک ایک چاہیے خواہ بھیں ہے شار بنا لو چاہے کھر میں قیام کرو خواہ جنگل میں جاؤ داستان محبت زہر بھری مت سنو کوئی آئے باتوں باتوں میں زہر چڑھے دیکھتے ہی ڈس جائے باتوں بین زہر چڑھے دیکھتے ہی ڈس جائے

سکھ بیں سمرن نا کیا دکھ بیں کیا ہے یاد کے کبیر تا داس اس کی کون سنے فریاد (ترجمہ)

آرام میں یاد خدا نہ کیا دکھ میں کیا ہے یاد کے بیراس مطلب پرست فرمانبردار کی کون سنے فریاد کے بیراس مطلب پرست فرمانبردار کی کون سنے فریاد آ خری شعر سناتے ہوئے اس نے ہمدتن گوش بی بی کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ کر رہتے ہو۔'' ''اری نیک بخت' عورت ذات کو بے وتونٹ بنانے کی ضرورت ہی کیا ہے۔'' مولوی جی بے ساختہ ملفتگی ہے بولے تھے۔طلحہ احمکمل کرہنس پڑا جبکہ باور جی خانے کی

د بوار پر ہاتھ رکھ کر بی بی نے بلٹ کر مولوی جی کومصنوی بن سے محورا پھرمسکرا کر سر

ہلاتے ہوئے کو بتا کو دیکھا۔

'' دومردوں میں ہم بھلا جیت سکیں ہے۔'' کو بتا ان کی آ واز پر چوکی پھرکسی دھیان سے نکل کرایک ممہری سانس تھینج کرنظریں جھکالیں۔

''' '' میک کہتی ہیں آپ 'عورت ذات کا کام تو ہارتا ہی ہے۔ بھی حالات سے مجھی اینے من کی آشا ہے۔

موہ مہا دکھ روپ ہے تاہ کو مار نکار
پریت جگت کی چھوڑ دیے تب ہوؤے نار
ندی کا ناؤ کا بیٹمنا پک ایک کی پریت
بل میں جات ہیں کہی جگت کی ریت
دو جیون میں کانٹھ بندھے جب ہومن کا میل
یا تو کھیلو انت تک یا مت کھیلو ہے کھیل
(ترجمہ)

محبت دنیا سخت تکلیف دہ ہے اس کو مار نکال
محبت دنیا کی ترک کر دے تب ہوگا سبکدوش
دریا میں مشتی پر بیٹھنا ایک ساعت کی محبت ہے
بل میں جدا ہو جاتے ہیں کہی دنیا کا طریقہ ہے
دد دلوں میں گانٹھ بندھے جب ہو دل کا ملاپ
یا تو کھیلو آخر تک یا مت کھیلو یہ کھیل
د ہاں سناؤ چپ کیوں ہوگئیں۔ بڑا اچھا لگ رہا ہے سننا ' بی بی نے یکدم
سی خیال میں کھوکر چپ ہو جانے والی کو بتا کا کندھا دبایا۔

وہ ملکے سے مسکرا دی۔ '' آپ کو مجھ آ جاتی ہے ہندی بھاشا؟'' '' ہاں کیوں نہیں بڑی بیاری بونی ہے ادر پھر تنہاری تو آ واز میں بڑا جادو

ایک ہکتی ہی سانس تھینجی۔

بی بی نے اپنے بوڑھے ہاتھوں سے اس کے سبک کندی ہاتھوں کو تھام، لیا۔ " سے کہتے ہیں کہنے والے کہ آ واز کا تعلق براہ راست ول سے ہے۔ آ واز کی کمان، سے لکلا ہوا تیر تھیک ول بر جا لگتا ہے۔"

ے لکلا ہوا تیرٹھیک دل پر جا لگتا ہے۔''

د' ہاں' ٹھیک دل پر کلے جا کر بات تو تب ہے نا' وہ آ ہستگی ہے کہتے ہوئے ہنس دی۔
ہنس دی۔

اس کی مصم آ داز بادر چی خانے سے نکل کر ہوا کے دوش پرلہراتی طلحہ احمد کی ا ساعت سے جا کھرائی تھی۔

ماعت سے جا گلرائی تھی۔ پتانہیں اب وہ وانستہ اس طرف متوجہ تھا یا بے دھیانی میں بھی ای طرف میان تھا۔

دسیان ہا۔ اے یوں لگا اس کے دل کی پرسکون سطح پر کوئی چکیلی شے جیب سے گری ہو ادر پانی میں تلاظم بر یا ہو گیا ہو۔ تو پھر یہ بھی سے بی ہے مبالغہ نبیں کہ یہ تشہرے ہوئے پانی میں تلاظم پیدا کردیتی ہے۔

وہ کتنی دیر یونمی اپنے دل کی جمیل کے تلاقم کا شورسنتا رہا پھر یکدم جیسے اپنے آ ہی اس شور سے گھبرا کرموڑھے سے کھڑا ہو گیا۔

دہ مولوی خصر محمد کو عازی شاہ کا پیغام دینے آیا تھا۔ ارادہ تو تھا کہ پہنے دہر مولوی جی کی محبت میں بیٹھے گا تمر جانے کیوں وہ جانے کا ارادہ باندھ بیٹھا۔

'' بیٹھوکہاں جارہے ہو۔ قبوہ پی کر ہی جاتا۔''

''نہیں مولوی صاحب! اب میں چلوں گا۔ اللہ حافظ بی بی!' اس نے مولوی کی ہے۔ معافی کی ہے۔ اس نے مولوی کی سے مصافحہ کیا پھررخ موڑ کر باور چی خانے سے چندقدم کے فاصلے پررک کر بہ آوالہ باند بولا۔ اس کا لہجہ کو کہ سادہ سا تھا گر اس میں بلاکی سردمبری رچی ہوئی تھی جیسے احساسات اور جذبات میں لیکھت سردسرد صحراسا اثر آیا ہو۔ وہ اپنی یہ کیفیت خود بھی نہ سمجھ بایا۔

بی بی باور چی خانے سے نکل کراہے قبوے کیلئے روکتیں وہ بردی سرعت سے ا داخلی درواز ہے ہے باہرنکل کیا تھا۔

کویتا کے دل میں ایک سناٹا اتر آیا۔ وہ چوکی پر بیٹھے بیٹھے داخلی دروازے کی چوکھٹ کو مھور کررہ گئی۔کوئی کیا کرے۔کوئی چیکے سے کسی کا جزو و جان بن جائے۔اس کے من میں اتر جائے تو دوسرے کا اختیار تو چھن جاتا ہے نا۔

محبت موسم تو نہیں ہے کہ اس کے آنے کا دفت مقرر ہو۔ یہ تو کھر درے
پودے پراگ آنے والا وہ صحرائی پھول ہے جوابی خوشبو سے خود بھی بے خبر نا آشنا ہوتا
ہے۔اس پر جب ہوا چلتی ہے جھڑ چلتے ہیں تو دہ لہرا کراپی مست خوشبو سے صحرا کو معطر
کر جاتا ہے مگر بھی مجی صحرا میں اس کی خوشبو محسوں کرنے والا کون ہوتا ہے۔ صرف صحرا۔

وہ اچا تک سر جھٹک کر چوکی ہے اٹھ کرمولوی صاحب کی طرف آئی اور میز ہے موٹی جلد والی کتاب اٹھاتے ہوئے یولی۔ "مولوی صاحب! میں یہ کتاب لے جاتی ہوں۔ "مولوں ساحب! میں یہ کتاب لے جاتی ہوں۔ یڑھ کر چھون بعدلوٹا دوں گی۔ "

اے کشمیری زبان سے کافی حد تک آگابی ہوگئ تھی۔ وہ اس روح آفرین کتاب کو پڑھنا اور اس کا ایک ایک لفظ از برکر لینا جا ہتی تھی۔

وہ کتاب کوئسی قیمتی متاع کی طرح سینے سے لگائے مولوی صاحب کے گھر سے نکل آئی۔

♦..... **♦**..... **♦**

مومنہ کو مایوں بٹھا دیا گیا تھا۔اس نے لا کھ احتجاج کیا کہ دہ یوں بند ہوکر گھر میں نہیں بیٹے سکتی مکرمما اور نورین نے اس کی ایک نہ تی ۔ سبین بھی جدہ ہے آ چکی تھیں۔ بخت بی بی نے خالص اپنے ہاتھوں سے بیا ہوا ابٹن بھیجا تھا۔وہ چکرا کررہ

"اب یہ بھی سب کرنا پڑے گا۔اف مما 'یہ سارا پھی تو یہات میں ہوتا ہے۔ وہاں کی عورتوں کیلئے۔وہ ایک عرصے تک نہیں نہا تمیں تو ابٹن سے سال بھرکی میل نکالتی ہیں۔''

" و است برتمیز!" نورین نے اسے ایک ہاتھ جڑ دیا۔" عائشہ! اسے پکڑ کر پورا ابٹن میں مل دو۔ سرجن صاحبہ کی ساری نفاست پہندی ایک طرف رہ جائے گی۔"

دل کی مجرائیوں سے نگلنے دالی ان دعاؤں میں سب کی آمین شامل ہوگئی۔
بہارو! پھول برسادُ میرا محبوب آیا ہے
ہواؤ! راگنی گاؤ میرا محبوب آیا ہے
کویتا شرارت بحرے انداز میں اپنی مہلی مہلی آواز میں گانے گئی۔ سبین اور
نورین تالیاں پیٹ کراس کا ساتھ دینے لگیں۔

او لالی مجول کی مہندی لگا ان کورے ہاتھوں میں اتر آ اے گھٹا کا جل لگا ان پیاری آ تھوں میں ستارو! ماتک مجر جاد میرا محبوب آیا ہے

میرامحبوب آیا ہے

♦..... ♦.....

وہ پہلی بار پوری طرح شرم کی لپیٹ میں آسٹی تھی۔ پیکوں کی باڑھ پرمنون بوجھ محسوس ہونے لگا تھا۔

اس کی سنہری آ تکھیں ہیروں کی ماند جگمگا رہی تعیں۔ وہ سر جھکا کر مولوی صاحب اور پی بی سے دعا کیں سمیٹ رہا تھا۔ پھر طارق احمہ کے پہلو میں جا کھڑا ہوا۔ او نچا کمہا دراز وہ اپنے مقاطیسی وجود سے جیسے کا نئات کی ہرشے کو مسمریز کرتا جا رہا تھا۔ راہن ٹی مومنہ کے پہلو میں جب غازی شاہ کو بیٹھایا گیا تو مومنہ کا سر بول جسکے لاج ونتی کا مہلکا پودا ہوا کے محبت آ میزلس پرخود میں سمٹ کررہ جاتا ہے۔ فظارو! ہر طرف اب تان دو اک نور کی چاور برا شرمیلا دلبر ہے چلا جائے نہ شرما کر فرا تم دل کو بہلاؤ میرا محبوب آیا ہے۔ فررا تم دل کو بہلاؤ میرا محبوب آیا ہے۔

نورین کی بات نے اسے سی جی وحشت زدہ کردیا۔" عائشہ! اگرتم نے ایہا کیا تو چر بھے سے براکوئی نہیں ہوگا۔" وہ جان بچانے کوکاؤچ سے اٹھی مگرصت مندنورین کے توانا ہاتھوں میں محض بن پانی کی مجھلی کی طرح تزب ہی سکی۔ کوئا نے ایک لیمہ کی تا خیر کے بغیراس کے بورے چرے پر ابٹن مل دیا۔

" ابھی غازی شاہ کو بلائی ہوں۔ تیرا یہ روپ بھی دہ د کھے لے۔ ' کو بتانے اسے ڈرایا کے سمجھ کرا جھل بڑی۔

" و کیا آا ہے یہاں بلاؤ کی ۔ تل نہ کردوں تہارا۔ "

'' قتل تو تم غازی شاہ کا بی کرتی رہنا''سین ہاتھ میں تھال اٹھائے اندر داخل ہوئی۔ اس کے ہمراہ بخت بی بی اور مما بھی تھیں۔ اس کے اس بے باک جملے نے اسے لیا کرر کھ دیا۔ دہ دل ہی ول میں سین کوصلوا تیں سنا کرر کھ دیا۔ دہ دل ہی ول میں سین کوصلوا تیں سنا کرر م گئی۔

" اب بیرکیا اٹھالائی ہو؟" چیکدار کپڑے سے ڈھکے تھال بلکہ طباق کو دیکھی کر حقیقتا ہی اسے چکر آ مکئے تھے۔ حقیقتا ہی اسے چکر آ مکئے تھے۔

'' بیتمہارے سرال ہے آیا ہے اس کا سوا گت کرو۔ چلو عائشہ اور نورین اس کی مقبلی پر پہار کھو۔'' سبین نے بید کہتے ہوئے تھال سے کپڑ اہٹایا۔ کی مقبلی پر پہار کھو۔'' سبین نے بید کہتے ہوئے تھال سے کپڑ اہٹایا۔ '' میں نے کہا تھا شادی سادگی ہے ہوگی۔'' وہ منمنائی۔

" ہاں تو سادگی ہے ہی ہورہی ہے۔ بیرسم اس سے زیادہ آج تک سادگی ہے۔ کے سادگی سے کسی کی نہیں ہوئی۔ چلو ہاتھ آئے پھیلاؤ۔ ہاس سے پیالکل چیپ، "سین نے اس سے بولنے کو بر تو لتے دکھے کر کھر گا۔

''کینی بے شرم دلہن ہو۔ ہیں تو اس موقع پرشرم کے مارے سرنہیں اٹھا یا رہی تھی اور تم ہو کہ مسلسل لڑے جا رہی ہو۔ دیکھا لی لی الیی لڑا کا بہول رہی ہے آپ کو۔'
'' ایں ایل' کیوں لڑا کا ہونے گئی۔ بیتو میرے آئلن کا چاند ہے۔' بخت بی لی کا دل اس لقب پر پھڑ پھڑا کررہ گیا۔ انہوں نے پیار سے تعال سے لڈو کا مکڑا اٹھا کر اس کے منہ میں ڈال دیا۔ پھر شکلی پر رکھے پان کے سے پر ڈراسی مہندی لگائی اور اس خود سے لگا کراس کی منبیح پیشانی چوم لی۔

" خدا تھے سدا سہائن رکھے۔میرے غازی شاہ کی زندگی بنا کرر کھے۔"

میرامحبوب آیاہے

♦.....

غازی شاہ کیلئے مومنہ طارق کا وجود ایک ایبا گھر تھا جس میں آ کر اس کی روح شاد مانی اور طمانیت محسوس کرتی تھی جیسے کسی تھکے ہارے مسافر کو گھر پہنچ کر آ سودگی میسر آتی ہے۔۔

ایک نارل آ دی کی طرح اسے بھی ایک جمکسار وفاشعار ساتھی کی طلب رہی تھی جس کے ہمراہ وہ اپنی زندگی کے چھوٹے بڑے دکھ سکھ خوشیاں غم شیئر کرتا رہے۔ ایک ایسے سپج دوست کی ضرورت تھی اسے بھی جس پروہ ذاتی اور اجہا تی دکھوں پرجمنجلا ہٹ نکال کر اس کی گود میں سررکھ کرخوب رو سکے اور مومنہ طارق الی بی وفاشعار قابل اعتاد ساتھی کی ہدرد دوست اور رفیق تھی جس کا وجود جس کی محبت غازی شاہ کیلئے روشنی کے ماندھی اور وہ اس روشنی کو لئے بقیہ سفر طے کرنے کیلئے نئے سرے سے خود کو توانا محبوں کرنے دکھا تھا۔ ولیمہ طارق ہاؤس کے لان میں بی منعقد کیا گیا تھا۔ مگر تمام تر سادگی کو اس میں بھی طوظ خاطر رکھا گیا تھا۔ نیلے رنگ کے سوٹ میں بلوس مومنہ عورتوں سادگی کو اس میں بھی طوظ خاطر رکھا گیا تھا۔ نیلے رنگ کے سوٹ میں بلوس مومنہ عورتوں سے گھیرے سے اٹھ کراندر آ گئی تھا۔ نیلے رنگ کے سوٹ میں بلوس مومنہ عورتوں

'' اب تعوژا آرام کرلو۔ کھانا بھی تم نے نہیں کھایا۔ میں پھے بجواتی ہوں۔'' سبین اسے کمرے کے دروازے تک چھوڑ گئی۔ اس نے ممنون نظروں سے بہن کو ویکھا اوراندر چلی آئی۔

کویتا بھی اس کرے میں تھی اور جالی سے گئی باہر لان میں اتری رونق اور روشنیول کو تک رہی تھی۔ ہا نہیں اس کی نگا ہیں کسی کی متلاثی تھیں شاید طلحہ احمد کی۔ اس بل اسے غازی شاہ کے پہلو میں کھڑا طلحہ احمد دکھائی دیا۔ سیاہ رنگ کے شلوار سوٹ اور لیدر کی سیاہ چپلیں پہنے وہ اپنی تمام تر سادگی کے باوجود خاص دکھائی دے رہا تھا۔ لیدر کی سیاہ چپلیں بہنے وہ اپنی تمام تر سادگی کے باوجود خاص دکھائی دے رہا تھا۔ بالکل اچپا تک اس کی نگاہیں جالی والے اس در سیجے کی جانب آخمی تھیں۔ نظروں کا تصادم ہوا۔ کو بتا کے دل کے اندر کو یا روشنی کا کوئی جھماکا ہوا تھا۔ اس نے گھبرا کر کھڑی کا یردہ تھینجے لیا۔

یہ احساس بڑا ہی فرحت انگیز ہوتا ہے کہ کوئی آپ کی پناہ تلاش کر رہا ہو۔ لج چیکے آپ کواینے ول کی مند پر بٹھا کر بوجا کررہا ہو۔

ا المعدوم ہوگی طلحہ احمد کے لیوں کی تراش میں بے اختیارانہ دھم مسکرا ہث الد کر معدوم ہوگئی الدوسرے بل وہ غازی شاہ کی طرف بلیث میا تھا۔

'' ایک روشی تو انسان کے اعد ہوتی ہے۔ اسے روشن رکھے ہوئے۔ یہ تیز تی ہے۔ اسے روشن رکھے ہوئے۔ یہ تیز تی ہے۔ اس روشن کا نام'' محبت' تی ہے تو زندگی کے رنگ بھی چھیے اور مدھم پڑنے گئے ہیں۔اس روشنی کا نام'' محبت' ہے۔'' مومنہ کا ہاتھ اپنے کندھے پرمحسوس کر کے وہ غیر محسوس طور پر چونک گئی اور ایک ہری سائس لے کر ہلی ۔

بر المراث ہوروشی تہارے اندر ہے اسے باہر تلاشنے کی کیا ضرورت ہے۔ بلکہ اس نی کو باہر آنے دواور دوسروں کومنور کردو۔''

کو بتا لحظ بجر کے لئے جھینپ مٹی۔ شاید ہوں جذبوں کے کھل جانے پر۔ نجلا ٹ دانتوں میں دبا کر سر جھکا گئی۔ آ ہستہ آ ہستہ اس کے رخسار دیکنے لگے۔

" تم بہت خوش نصیب ہومومنہ طارق! اور ہر کوئی ایبا خوش نصیب کہاں ہو ا ہے۔ "اس نے مومنہ کا دلفریب چرہ تکا مجراس کا ہاتھ تھام کرمسکرا کر ملکے سے
یا۔" ضروری تو نہیں کہ آپ جس راستے پر چلنے کی آشا کریں وہیں منزل آ کھڑی

'' ہال اگر راستوں کالغین ٹھیک ہوتب نا۔'' '' کیا مطلب؟'' مومنہ نے اسے کھور کر دیکھا۔

" ہاں آں کے کہتے ہیں دانا کہ امید وہ خوش نما پرندہ ہے جس کے پیچھے تا بھا گئے رہنے ہے گئی کوئی نہیں تھکتا۔ "وہ یاس بھرے انداز میں مسکرائی۔ پھر جیسے اس کے طلعم سے نکلتے ہوئے بولی۔ " مومو! خدا تمہیں سدا یونمی ہنتا بہتا رکھے۔ ارکمن کی تمام آشا کیں پوری ہوں۔ غازی شاہ کے ہمراہ تم جیون کے ہرموڑ سے مارے من کی تمام آشا کیں پوری ہوں۔ غازی شاہ کے ہمراہ تم جیون کے ہرموڑ سے

تاہم وہ بولائبیں۔ ہاں مومنہ کے دلفریب سرایا کوغورے تکا۔

" بکواس کررہی ہے بیانٹ ہات دراصل بیہ کہ پایا سے یا کسی سے کہہ کر عائشہ کو گھر بجوانے کا انظام کر دیجئے۔ اتنی رات کو دہ تنہا کیسے جائے گی؟ جبکہ اس کے مطلے کے حالات بھی اس کیلئے بچو تھیک نہیں ہیں۔ "وہ سجیدگی سے بولی۔

غازی شاہ نے ملکے سے ہنکارا بحرکرسر ہلا دیا۔

" کاڑی باہر کھڑی ہے۔ میں طلحہ سے کہتا ہوں۔ وہ انہیں چھوڑ آئے گا۔ آ جائے عائشہ!" اس نے واپس ملٹتے ہوئے کہا۔

کویتا کا دل طلحه احمد نے نام سے بی سینے کی چہارد بواری میں پھیل کرسکڑا تھا اورخون رکوں میں رک رک کر بہنے لگا۔

ور اسے اس سے زیادہ آپ کی کیا سیوا کی جائے؟'' مومنہ اس کی طرف محمومی اورائے آمیز نظروں ہے دیکھا۔ محمومی اورائے شرارت آمیز نظروں سے دیکھا۔ کو بتانے اسے ایک ہاتھ جڑدیا۔ ''اسے کہتے ہیں من کی مراد برآنا۔''

" بڑی زبان چل رہی ہے تہاری اب تم ہیتال آنا تہاری سیوا تو وہیں کروں کی میں!" وہ اپنااسکارف اٹھاتی اسے کھورتی وروازے سے باہر نکل گئی۔ مومند کی میر بلنی اسے دور تک سنائی دی۔ بونمی رک کر بلیث کر ویکھا۔ وہ دروازے سے گئی اسے دور تک سنائی دی۔ بونمی رک کر بلیث کر ویکھا۔ وہ دروازے سے گئی اسے جاتا دیکھرہی تھی۔

کویتا کو وہ حسن کا زندہ مجسمہ محسوں ہونے گئی۔ آج تو اس کی جیب بی نرالی مخص ۔ اس کے سکی بالوں میں گئے موتیا کے مجرے اس کی شفاف کرون اور رخساروں کو جیسوں ہور بی تھیں۔ اس کے سرایا سے حسن کی عجیب می شعاعیں اٹھتی محسوں ہور بی تھیں۔ من پیند سے ساتھی کی سنگت میں عورت کا حسن سمندر کی طرح لا متنابی ہو جاتا ہے۔ سمیٹے نہیں سمٹ یا تا۔

بے غرض سچا جیون ساتھی تو شھنڈی چھایا کے مانند ہوتا ہے جس کی چھاؤں میں آ کر عورت ذات پرسکون ہو جاتی ہے اور اسے مومنہ کے چبرے سے الی بی طمانیت ایبا ہی سکون دکھائی وے رہاتھا۔ آ ننداورخوشیان سمینتی رمو۔"

" تھینک ہو عائشہ!" مومنہ نے اسے خود سے لیٹا لیا۔ خوشی کے بے پایان ا احساس سے اس کی خوش تما آ تکموں کی زمینیں کیلی مور بی تعیں۔

"ارے بچھے دھیان بی نہیں رہا۔ اتنا بہت سا وقت گزر گیا۔ ماتا ہی انظار کر رہی ہوں گی۔ ' کو بتا کو بکدم ماتا ہی کا خیال آ گیا' جومومنہ کے ولیمے ہیں اپنے ہیروں کے درد کے باعث شرکت نہ کر سکی تھیں۔ "ج سے ان کی طبیعت میں بے گی تھی اور ہیروں میں بھی درد صد سے سواتھا۔

مومنہ نے ماتا تی کی حالت کے پیش نظراسے مزیدر کئے پرمجبور نہیں کیا ورنہ اس کا ول جاہ رہا تھا کہ وہ کو بتا کے ساتھ بیٹھ کر ڈھیر ساری با تیں کرے۔ اپنی اس بے مایاں خوشی کا لمحالحہ اس سے شیئر کرے۔

" اتنی رات میں تم تنہا کیسے جاؤگی؟ تغیر و میں غازی شاہ ہے کہتی ہوں۔ وہ کوئی انتظام کر دےگا۔''

و دهم چنتا مت کرو۔ میں رکشا پکڑلوں گی۔'

'' و نہیں بالکل نہیں۔ اتنی رات محے تہارا تنہا رکھے میں جانا ٹھیک نہیں ہے۔''ا وہ اسے آکھیں دکھاتی دروازے کی طرف بڑھی۔

نورین دکھائی دمی تواسے غازی شاہ کو بلانے کو کھا۔

'' بید کہواس کی دید کومن کررہا ہے تہارا' میرے کندھے پر تو ناحق بندوق رکھ رہی ہو۔'' کو یتا نے اسے چھیٹرا۔

" چلو ہی سمجھ لو۔ اپنی ملکیت کا دیدار کرنا کون می معیوب بات ہے۔" وہ شرکمیں مسکراہث کے ساتھ ہوگئی۔ شرکمیں مسکراہث کے ساتھ ہوئی۔ گھرسامنے سے آتے غازی شاہ کی طرف متوجہ ہوگئی۔ وہ اندر آنے کے بجائے تذبذب کے عالم میں دروازے کے باہر ہی رک گیا۔
"کیا مسئلہ ہے؟" اس کے انداز میں تشویش تھی۔

" مسئلہ کوئی نہیں ہے۔ غازی بھائی! آپ کی پنی کوصرف آپ کا دیدار کرنا

مقعود تھا۔" کو يتا بث سے بولی۔

(بیخواہش تو میری بھی تھی) غازی شاہ کے دل میں بے ساختہ بی تھرہ مجلا

اس کی بات مرطلحہ احمد بکدم یوں جھینپ کیا گویا کوئی نوآ موز چور رہتے یا دھرلیا کیا ہو۔فوری طور پر وہ بچوبھی نہ کہدسکا بس یونمی نگاہ اٹھا کر اس کی طرف پھر جھکا کراکنیشن سے جانی تھینچنے لگا۔

" آپ اندرجائے تب تک میں یہاں کھڑا ہوں۔" وہ اپنی طرف کا دروازہ پکریچے اتر کیا اور پچھلا دروازہ اس کیلئے کھولنے نگا۔

كويتا كوطلحه احمد كااس طرح معصومانه انداز بل جعين جانا عان جانے كول بهت

وہ نیج اتر کر ڈور بیل بجانے گی۔ بچودیر بیل بجانے پر بھی دروازہ نہ کھلاتو نے دروازہ نہ کھلاتو نے دروازہ دروازہ اندر سے فی دروازہ دھڑ دھڑ انا شردع کر دیا۔ اچا تک اسے احساس ہوا۔ دروازہ اندر سے ما ہے۔ بس یونی بھڑا ہوا ہے۔ اسے جیرت ہوئی ماتا جی اتن ہے پروا تو نہیں ما ہے۔ بس یونی بھڑا ہوا ہے۔ اسے جیرت ہوئی ماتا جی اتن ہے پروا تو نہیں

"کیابات ہے؟" طلحه احمد اس کے چہرے کے بدلتے رنگ محموں کر کے اس ف آسمیا۔" دروازہ تو کھلا ہوا ہے!" اس نے نیم وا دروازے کو ملکے سے دھکیلا تو انگل میا۔

'' ہاں کی مس سوج رہی تھی۔ ماتا جی اتنی رات مجے دروازہ کھلا چھوڑ کر کیسے ا۔'' وہ تیزی سے کھلے دروازے سے اندر چلی تئی۔

"ما تا بی ما تا بی سومی ہوکیا؟" اندر کی غیر معمولی خاموشی سے گھبرا کروہ محن انہیں زور زور سے پکارتی کمرے کی طرف برسمی۔ دوسرے بل اس کی آئھوں کے ایک وحشت ناکے منظر آمیا۔

ماتا بی کاؤری پر بری تھیں۔ ان کا ڈھلکا ہوا سر کاؤری کے باہر لاکا ہوا تھا۔ کے کا ڈھا سال خون رس رہا تھا اور فرش پر دور تک پھیل کر جم کیا تھا۔ کچو کاؤری ب ہو چکا تھا۔ فرش پر بھرا ہوا خون سرخ پینٹ کی طرح جمک رہا تھا۔ قریب ہی ان آلودمورتی بڑی تھی۔

ایک ممنی می می کویتا کے لیوں سے نکل کر باہر کھڑے طلحہ احمد کو چونکا می۔

وہ دل ہی دل میں اس کی خوشیوں کی دعائمیں مانگتی بخت بی بی اور مومنہ کی والدہ اور بہنوں سے مل کر باہر آسمی۔

ماڑی کی فرنٹ سیٹ پر طلحہ احمد بالکل سیاٹ چرے کے ساتھ بیٹا اس کا

سرے اس نے اسکارف کواچھی طرح اپنے چہرے کے گرد لپیٹ لیا اور پھیلی سیٹ پر س کر بیٹھ گئی۔

ا بنا چبرہ کھڑی کی طرف کرلیا۔ ابنا چبرہ کھڑی کی طرف کرلیا۔

رات کی تاریکی آہتہ آہتہ بڑھتی فضا بیس مجوت کی طرح مسلط محسوں ہو رہا تھا۔ سر کول کے کنارے رہی تھی۔ بجیب ہولنا کی کا احساس فضا پر جھایا محسوس ہورہا تھا۔ سر کول کے کنارے او نچے او نچے خوشما درخت اندھیرے کے باعث کسی دیو کی طرح ہیبت ناک دکھائی و بے خوشما درخت اندھیرے کے باعث کسی دیو کی طرح ہیبت ناک دکھائی و بے رہے تھے۔ جو جیزی سے بیچھے کی طرف بھا مجتے جا رہے تھے گرایک کو بتا کا دل تھا جو تھے را ہوا تھا جسے کسی جھیل میں جا ندائر کر ساکن ہوگیا ہو۔

وو شیشه بند کر و بیجئے عائشہ! باہر خنکی بہت بردھ می ہے۔ اطلحه احمد کی بھاری

م واز نے اس ساکن جمیل میں ملکے سے ارتعاش پیدا کیا تھا۔

" ونہیں الی خاص خنلی بھی نہیں ہے۔ کم از کم مجھے تو احساس نہیں ہورہا۔ وہ سہتھی سے بولی اور شیشہ اور کرتے ہوئے ایک ہلکی سی سانس تھینچ کر بولی۔ " شاید سیتھی سے بولی اور شیشہ اور کی منٹرکا احساس ماند پڑجا تا ہے۔ "

طلح احمد نے ایک نظر بیک و یومرر سے اس کے چبرے پر ڈالی پھر کسی احساس کے تخت لیوں کو ہاہم جینج لیا اور نظریں وغذ اسکرین پر جمادیں۔

ا جا تک گاڑی میں ایک عجیب می خاموشی پھیل گئی۔ انسی خاموشی جواہیے وجوو سے متحرک رکھتی ہے۔ دلوں میں مرحم مرحم ارتعاش پیدا کیے رکھتی ہے۔

گاڑی کو بتا کے بتائے ہوئے راستوں پر بھائتی اس کے کھر کے دروازے پر

ری تو کو یتانے ملکی مسکرامث کے ساتھ اس کی طرف ویکھا۔

" " پ کوراسته معلوم تھا پھر آپ کیوں مجھ سے پوچھتے رہے؟"

Scanned By Wagar Azeem Paksitanipoint

ابرچ هادیتے۔

وہ یہاں کے قانون سے اچھی طرح آگاہ تھا جو صرف اور صرف مسلمانوں اسبنی پنجہ تھا۔ بے کناہ مسلمانوں سے بھری جیلیں اور ٹارچ سیلز کی کہانیاں ڈھکی تھیں۔

اس نے عائشہ کے ساکن وجود پر ایک نگاہ ڈالی اور دیوار سے فیک لگا کر برایک نگاہ ڈالی اور دیوار سے فیک لگا کر برایک برت ہوتا برند کر کے اپنا دماغ ماؤف ہوتا ہور ہا تھا۔ یہ غیر متوقع اور نکلیف دہ حالات اس کے اعصاب کیلئے بہت بھاری ہور ہے تھے اور اب ان سے خمٹنے کیلئے مضبوط قوت ارادی کی ضرورت تھی۔

♦ **♦** **♦**

غازی شاہ مہمانوں کو رخصت کرنے کے بعد مولوی خفر محمد کے یہاں پہنچا تو بخت بی بی کو وہ ہیں سرر کھے لیٹی تھی۔اسے دیچہ کر معصو ماندا نداز ہیں مسکرائی کو یا چڑا تا مقعود تھا۔ دراصل اسے ماہین نے غازی شاہ کا پیغام دیا تھا کہ طارق ہاؤس بہی پر وہ غازی شاہ کے ہمراہ جائے گی۔ مگر وہ تھی اسے ستانے کو بخت بی بی کے جگی آئی تھی۔ مگر غازی شاہ کا شفکر اور جلی آئی تھی۔ اسے ستا کر محض حظ اٹھا تا چاہ رہی تھی۔ مگر غازی شاہ کا شفکر اور یا کئی تھی۔ اٹھ گئی۔اس سے پہلے کہ کوئی سوال یا کو جو دہی بولا۔۔۔ وہ خود جی بولا۔۔۔

'' مومی! ڈاکٹر عائشہ کی والدہ کوکسی نے قبل کر دیا ہے۔ ابھی طلحہ کا فون آیا تھا ، پاس۔'' کو پتا کوسب ہی عائشہ کے نام سے ایکار نے لگے تھے۔

''کیا ۔۔۔۔۔ آ ۔۔۔۔۔؟''مومنہ جھکے سے پیچھے ہی۔ دوسرے بل اس کے منہ سے المحقیٰ جی کے منہ سے المحقیٰ جی نظامی گئے۔ اُنا گھٹی جی نکل گئی۔ جسے دیانے کواس نے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لیا۔ بخت بی بی بھی راس کی طرف کی تھیں۔

" تم چاؤ میرے ساتھ اور پلیز خود کو کمپوز رکھو۔ تہمیں ہی اسے سنجالنا ہے۔ "
کام سے اپنی خواب گاہ میں گیا اور پھراسی تیزی سے باہر آ کر داخلی دروازے کی
دوڑ گیا۔ اس اندوہ ناک دھچکے پرمومنہ کوخود پر کنٹرول رکھنا مشکل ہور ہا تھا۔ تا ہم
ثاہ کی ہدایت پرخود کوسنجالے رہی۔

خون اس وفت زندگی کی علامت ہے جب بدانسانی رکوں میں دوڑ رہا ہوئی بہنے والاخون سوائے خوفناک ادر دحشت ناک موت کے بچوبھی نہیں۔ اس جیج کے اور دحشت ناک موت کے بچوبھی نہیں۔

ایک چخ کے بعداس پرسکتہ طاری ہو گیا تھا۔ ما تا جی کا چہرہ اس کی آٹھوں گا پتلیوں پرجم کراس کے اعصاب کوشل کر گیا۔

مرے میں دافل ہونے والے طلحہ احمد نے لحظ بھر کے لئے تکلیف اوراقیم کے عالم میں آئکسیں میچ لی تعیں۔ پھر عُرهال قدموں ہے آئے بڑھا اور ماتا ہی کی نہو جیک کرنے میں کہ بھر عُرهال قدموں ہے آئے بڑھا اور ماتا ہی کی نہو جیک کرنے دگا مگر کلائی کی سے روح اللہ کی میے بھر کا میں کرتے ہی اے ان کے جسم سے روح اللہ کا حیاس ہو گیا تھا۔

ادای کی ایک شدیدلہراس کی آتھوں سے روح تک میں سرایت کر گئی۔ اس نے جاریائی سے جا درا محائی اور ان کے مردہ جسم پرڈیال دی۔

عائشہ کاؤی ہے کچھ فاصلے پر دوزانو بیٹی تھی۔اس کا بدن ساکت تھا اور بھی ہے۔ ہے۔ ہی کی جانب آتھی ہوئی تھیں۔اس کی خوشنما سیاہ آسکی وحشہ کی جانب آتھی ہوئی تھیں۔اس کی خوشنما سیاہ آسکی وحشہ تھی کہ ایک وحشہ تھی کہ ایک بل کے لئے طلحہ احمد کو اس کی طرف دیکھنے سے خوف اور دکھ کا شدیدا خسام ہونے لگا۔ اس نے جیب سے موبائل فون نکالا اور غازی شاہ کا نمبر بنج کرنے لگا۔

حضرت ابوب درازی عمر میں حضرت نوخ و محتق میں مجنول سخاوت میں حاتم و حربیہ و زاري مين حضرت ليحقوب جهالت مين ابوجهل فلسفه اسلام مين امام غزالي صدق مين ابوبكر صديق جهاد ميں صلاح الدين ابو تي سياحت ميں ابن بطوط ُ رحبهُ شهاوت ميں امام تحسین ہی کیوں نہ ہوں۔اس کی ترقی ہرذی روح کیلئے ہے مگر موت کے ہمراہ بربریت کا ایبا مظاہرہ بہرحال ایک انسائی دل کیلئے تکلیف دہ تھا۔ عائشہ کی ماں کی اندو ہناک موت کاعم مولوی خفرمخر کے بورے کھرانے کو پہنچا تھا۔مومنداس کواینے ہمراہ ہی لے آئی معی۔ وہ سوتم تک اس کے باس رہی۔

ما تا جی چونکہ مسلمان ہو چکی تعیں۔ان کو اسلامی طریقے سے سپر دخاک کیا حمیا

" ہے بہت بڑی سعادت ہے بیٹا۔ جو مرف اور مرف مسلمانوں کو نصیب ہوتی ہے۔موت تو ہر ذی روح کو آئی ہی ہے مرتمہاری ماں ان خوش نصیبوں میں شامل ہیں۔ جنہیں شہاوت کی موت نصیب ہوئی۔ ایک حسین موت نصیب ہوئی۔ ایسی شہادت کی تمنا تو ان جوانوں کے دل میں بھی المرتی رہتی ہے اور وہ اپنی جان کو مسلی پر لیے ہر وقت شہادت کی خواہش میں دم بحرتے رہتے ہیں۔'' بخت کی لی نے اسے خود سے قریب کر

عائشہ نے شدت کرب ہے لب وانتوں میں وبا کرآ نسوؤں پر بند باندھنے کی ٹاکام کوشش کی۔ آنسواس کی آئھوں سے جمرنوں کی طرح پھوٹ نکلے۔ وہ بخت بی نی کے سینے سے ایک کربچوں کی طرح بلک بلک کررونے لی۔

انہوں نے اسے رونے دیا۔خودان کا ول بھی درد کی تیش سے جھلتا محسوس ہو

" زندگی میں آنے کا تو فظ ایک ہی راستہ ہے مرجانے کے ہزاروں راستے ہیں۔ بھلا ہم کس کس راستے بررکاوٹ بٹھا سکتے ہیں۔ ونیا کی زندگی تو ہے ہی موت پر موقوف اس سے کسی کور ہائی نہیں ہے۔ "مولوی جی مسجد سے لوٹے تھے۔ روتی ہوئی عائشہ کے سر برنرمی اور شفقت سے ہاتھ پھیرا۔

طلحہ احمد اور غازی شاہ وروازے بربی رک مجئے تھے۔مومنہ نے ان کیلئے

طلحه احمد شدت سے ان دونوں کا منتظر تھا۔مومنہ تو آتے ہی عائشہ کی طرف دوڑی اوراس کا کندھا جعنجوڑ کراہے ہوش میں لانے لگی۔

غازی شاہ طلحہ احمد کے ساتھ کاؤج کی طرف بردها اور آ مشکی سے جادر کا گونا اشا کر ماتا جی کا چېره د يکها۔ بے نور آسميس حصت کو تک ربي تعيس - مران ميس کو في وحشت نہیں تھی۔لب یوں واشتے جیسے مرحم مسکراہٹ کوچھور ہے ہوں۔ یہ چیرہ موت کی،

خاموشی کے باوجودزندگی کی حرارتوں سے پردکھائی دے رہاتھا۔

اجا تک عائشہ کی سسکیاں بلند ہوئیں۔وہ مومنہ کے سینے سے لیٹی اس تکلیف وہ حادثے پر ماتم کناں تھی۔ پھر میکدم وحشت کے عالم میں مومنہ سے الگ ہوئی اور خوان آلود مورتی کو دیکھتے ہوئے اس کی طرف بڑھی۔'' میں پرکاش کی ہتیا کر دوں گی۔است زک میں جھو تک دوں گی۔اس نے میری بےقصور مال کا خون کیا ہے۔''

وہ مورتی اٹھا کر یا گلوں کی طرح اے دیوار پر مارنے لی۔

'' انارکسٹ ہندوا تو نے میری مال کی ہتیا کی ہے۔ میں مہیں بھی معاف میں كروں كى۔اس بھوى ميں بھى اور حشر كے دن بھى۔ ' مومندا سے سنجا كنے لكى۔

" اے لے جاؤ مومنہ! یہاں کسی بھی بل فوجی درندے آئے ہیں اور ہون مجمی بیہ ہندو آبادی ہے۔ 'غازی شاہ کو عائشہ کے واویلا پرتشویش ہونے لگی۔ ممر عالم مومنہ کا ہاتھ جھک کر کاؤج پر بڑے ماتا جی کے بے جان وجود سے لیٹ کرزار فرا

كرے ميں آيك ول دوز اواس كى فضائن كئى مى جس ميں عائشہ كى سسكيال م تحجی اور دم تو ژنی رہیں۔

مومند کی آ تھوں سے افتک ہے آ واز بہتے رہے۔ وہ بہ مشکل خود کو کمپوز کرد آ مے برحی ادر عائشہ کونری ہے اپنی بانہوں میں بھر کر کمرے سے باہر لے گئی۔

موت سے بے شک سی کورستگاری ہیں ہے۔ جب اجل آ جاتی ہے نہ ا ا کیک ساعت چھے ہوتی ہے نہ ہی ایک ساعت آ کے۔خواہ کوئی دولت میں قارون وال میں فرعون ظلم و جبر میں ہلاکؤ شہ زوروں میں رستم حسن میں حضرت بوسط میر میں

"

امیرید کہانی س کرروروکر التجاکرنے لگا کہ۔'' بے شک زمین سے جو کچھ فتنہ ادا شھے تو اسے رفع کروں مکر قضائے آسانی میں بندہ ناچیز سے کیا ہوسکتا ہے۔' ادا شھے تو اسے رفع کروں مگر قضائے آسانی میں بندہ ناچیز سے کیا ہوسکتا ہے۔' '' بس بیٹی! انسان بے اختیار ہے آنے والی بلا' مصیبت کو ٹالنا صرف اور نالنہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے اور تمہیں تو خوش ہونا جا ہے۔ سوچ کر کے تمہاری مال

الله تعالیٰ کے اختیار میں ہے اور تہیں تو خوش ہونا چاہیے بیسوج کر کہتمہاری ماں کتنا بلند مرتبہ پالیا ہے۔ اس زندگی کتنا بلند مرتبہ پالیا ہے۔ اس زندگی اسے کتنی پاک صاف ہوکر گئی ہے۔ اس زندگی لمرف جودائی ہے۔ "مولوی خصر محمد کی باتیں عائشہ کا دل بہلانے لگیں۔

بخت بی بی نے نرمی سے اسے خود سے لگا لیا۔ دہ جس ذبنی آزار سے گزری اور گزری اور کر رہی تعلق کے دہ اس کا اندازہ ان سب کو تھا اس کے اندر کی ٹوٹ مجھوٹ سے وہ اطرح واقف تھیں۔ دہ اس کا سرتھ کے لیس۔

♦.....**♦**.....**♦**

کیا زمین پہ کم ہو گئی تھی ہوئے وفا
کہدورہم سے ستاروں میں جائے بیٹھ گئے
مومنہ نے اپنے بیڈروم کی کھڑکی سے و یکھا وہ محن میں شام کی خنگی سے بے بالی کے درواز سے سے کل کھڑی تھی۔

شایدای اندر کے جس اور تھٹن سے گھبرا کروہ کھلی فضا میں نکل آئی تھی۔ مگر جو تھٹن اندرونی خلفشار سے جنم لے رہی ہواس کا تدارک بیرونی فضا رسکتی ہے۔ بیرتو عائشہ کے اپنے اندر کے خلفشار سے جنم لینے والی تھٹن تھی۔ ووباہرآ تمنی۔

'' کیا سوچ رہی ہو عائشہ؟'' اس نے نرمی سے اس کے کندھے کو چھوا تو وہ الطرف پلٹی۔

" سوچ رہی ہوں بلکہ آج شدت سے تمام کشمیری مسلمانوں کے کھروں کا آرہا ہے جو انتہا پیند ہندوؤں کے ہاتھوں پامال ہوئے اور ہورہے ہیں۔ جو فوج کے درندوں کے ہاتھوں اذبیوں کو سہہ رہے ہیں۔ پہلی ہار مجھے ان کے بیٹھک کا دردازہ کھول دیا۔ وہ دونوں دوسرے دروازے سے بیٹھک میں چلے گئے۔
" مجھے یوں لگ رہا ہے۔ مولوی جی جیسے یہ میری کوتائی تھی۔ میں پرکاش کی دھمکیوں کے باوجود ماتا جی کی حفاظت نہ کرسکی۔ انہیں اکیلا چھوڑ آئی۔"

''نہیں' یہ تہاری کم جمی ہے بیٹا! کیا تم اس خدا سے زیادہ طاقتور ہوجس کے ہتھ میں زندگی اور موت ہے۔ کیا تم اپنی مال کی الل موت کو ٹال سکی تعیں۔ اگر ایہا ہوتا تو لوگ او نچے او نچے قلعول میں بند ہو کرخود کو موت کے نیچ سے بچا لیتے نہیں بیٹا' قضا آ سانی قدرت ہندوانی ہے۔ اس میں کمی بندہ تا چیز کی نہیں چلتی۔'' مولوی صاحب تخت پر بیٹے میے اور شیخ کئے اور شیخ کئے رکھ کر ہولے۔

'' ایک دفعہ امیر مہدی کے عہد میں سخت قبط پڑا تھا۔ اس نے اپنے نزانے کا منہ فی سبیل اللہ کھول دیا مگر قبط کی مصیبت پھر بھی کم نہ ہو یا رہی تھی۔ وہ سخت اداس و ملول تھا اور ایک دن بستر پر حسرت زدہ سالیٹا تھا۔ پاس بیٹے غادم سے بولا کہ کوئی کہانی سناؤ کہ دل بھلے۔

خادم کہنے لگا کہ۔" ہندگی سرز مین کے کسی بیابان میں ایک شیر ڈیال رہا کرتا تھا۔ سب درندے جنگل کے اس کی خدمت میں حاضر رہے۔ ایک دن لومڑی نے اس شیر سے کہا کہ تو ہمارا بادشاہ ہے اور ہم تیری رعیت۔ بادشاہ پر رعیت کی رعابت ہم ہمرصورت لازم ہے۔ اب مجھے ایک ضروری سفر در پیش ہے۔ مشکل بیہ ہم ہمرا بچہ ہمرا بچہ ہوں کہ دہ تیرے سپردکروں تا کہ تو اس کو اپنی پناہ میں رکھے اور کسی وشن کا چنگل اس تک نہ چنجنے پائے۔ شیر نے بیہ بات قبول کی۔ نومڑی اپنا بچہ اس کے در مدہ حوالے کر کے سفر پر روانہ ہوگئی۔ شیر نے اس نیچ کو اپنی پیٹھ پر بٹھا لیا تا کہ کوئی در مدہ اسے گزند نہ بہنچا سکے۔ ناگاہ ایک عقاب اپنا طعمہ تلاش کرتا ہوا اڑتا پھر رہا تھا۔ اس کی دائد نہ بہنچا سکے۔ ناگاہ ایک عقاب اپنا طعمہ تلاش کرتا ہوا اڑتا پھر رہا تھا۔ اس کی دائد نہ بہنچا سکے۔ ناگاہ ایک عقاب اپنا طعمہ تلاش کرتا ہوا اڑتا پھر رہا تھا۔ اس کی دیے کو لے اڑا۔

عبد نہ کیا تھا کہ میں تیرے بیجے کی حفاظت کروں گا۔'' کیا تم نے عہد نہ کیا تھا کہ میں تیرے بیجے کی حفاظت کروں گا۔''

بید سے میں سے کہا۔'' ہاں میں نے ذمہ لیا تھا کہ کوئی جانور زمین کا اس کا بال بیکا شہ کریائے گا۔لیکن جو بلائے تا کہانی آسان کی طرف سے نازل ہوتو میرا کوئی ذمہ نہ کھنڈر بی کھنڈر ہو چکا تھا۔ پچھ بھی قابل شناخت نہ رہا تھا۔ اور وہ اپنے منتشر خیالوں کے اس کھنڈر میں بے کل مضطرب بھر رہی تھی۔ اے اپنا آپ باوصر میں اڑتے تنکے کی طرح محسوں ہور ہا تھا۔

مومنہ کے زم ہاتھوں کالمس اپنے کندھوں پر محسوں کر کے اس نے اپنی نم نم آئی کے اس کے اپنی نم نم آئی کو اور پر اٹھا کراہے ویکھا اور کرب سے لب بھینچ لیے۔ '' مشکلیں اور پر بیٹانیاں اور پر بیٹانیاں کرنے اور نم یہ سب ہمیں کم ور کرنے نہیں بلکہ مضبوط کرنے آتے ہیں۔ ہمیں اپنے آپ سے متعارف کراتے ہیں کہ ہمارے اندر حالات کوفیس کرنے کی گئی صلاحیت ہے اور ہے ہمیں صرف بیدار کرنے آتے ہیں پر بیٹان کرنے نہیں۔' اس نے نہیں سے کندھے پر اپنا ہاتھ کھیلا لیا۔

" بیگر تمہارا ہی ہے۔ مولوی صاحب اور لی لی تمہارے اپنے بزرگ ہیں۔
کیاتم اس گھر کوصرف سرائے سمجھ رہی ہو جہاں کچھ دن رہ کر تمہیں چلے جانا ہے؟''
د نہیں مومنہ! بات یہ ہے کہ میں وہاں اس لیے جانا چاہتی ہوں کہ وہاں ما تا جی کی یاویں بھری ہوئی ہیں۔''

" و پاکل مت بنو عائشہ! وہاں جاتا اور رہنا تنہارے لیے کسی طور تھیک نہیں ہے۔ ہم تنہیں وشمنوں کے حوالے تو کرنے سے رہے۔'

" المرمیری موت ہوگی تو کہیں ہی مومود!.... اگر میری موت ہوگی تو کہیں ہی آثر میری موت ہوگی تو کہیں ہی آثر میری موت ہوگی تو کہیں ہی آثر میری موت ہوگی تو کہیں ہی آ جائے گی۔ کیا تمہیں وشواس نہیں ہے اس بات پر۔ "وہ مومنہ کی پریشانی بھانپ کر ذرا سامسکرائی جوابا اس نے اسے با قاعدہ گھورا۔

"اب خدانے یہ بھی نہیں کہا کہ آگ پر ہاتھ رکھ کر بچنے کی وعا کرو کہ ہاتھ نہ بھے۔ تدبیر کا راستہ خود قدرت نے ہی رکھا ہے۔ قدبیر سے بی تقدیر سنورتی ہے اور توکل یہ ہے کہ اونٹ با ندھ کر پھر تقدیر پر چھوڑ دیا جائے۔ اسے میدان میں کھلا چھوڑ کر تقدیر کو آزمانے نہیں بیٹے جانا چاہیے۔ یہ تو توکل نہ ہوگا' نا دانی ہوگی۔ چلو اب بے وقوفی کی باتیں مت کرو۔ نہ سوچا کروا تنا۔ جانتی ہو طلحہ احمد نے مجھے خت تاکید کرتے ہوئے کہا تھا کہ میں تمہیں یہاں سے ہرگز نہ جانے دوں۔ "مومنہ بالآخر اسے کہ گئی۔ وہ بات جو

زخموں اور اذبت کا احساس اپنے دل اور روح پر شکتا محسوس ہورہا ہے۔ یہ زخم کشمیری عورتیں مسلسل کی سالوں سے اپنے کمزور وجود پر سبتی آ ربی ہیں۔ آخر کہاں اور کب فتم ہموں کی بیظم کی را تیں؟ کہاں رکے گاظمت کا یہ کارواں؟ ' وہ مغموم کہجے میں بولی۔ مون کی بیٹلم کی را تیں؟ کہاں رکے گاظمت کا یہ کارواں؟ ' وہ مغموم کہجے میں بولی۔ مومنہ نے اس کا ہاتھ تھام کر دبایا۔ '' ہر تکلیف کے بعد راحت ہے۔ ہر رات

مومنہ نے اس کا ہاتھ تھام کر دبایا۔ ہر تعلیف کے بعدراحت ہے۔ ہررات کی اخبر سر ہوتی ہے اور میری طرح ہر مسلمان کو یقین ہے کہ اس آگ اللتی ظلم کی اخبر سر ہوتی ہے اور میری طرح ہر مسلمان کو یقین ہے کہ اس آگ اللتی ظلم کی پھی سحر ہوگی۔'

'' شاید میں ابھی بہت کزور ہوں۔ میرا ایمان تم جتنا پختہ نہیں ہوا۔ میرے اندر تمہارے جیبا یقین اور صبر نہیں آیا۔ جسی تو میں اس طرح کی باتیں کرنے گئی ہوں گئ عائشہ افسر دگی سے مسکرائی۔

" انہیں عائشہ! انبان تو ہے ہی خطاکا پتلا۔ اسے اگر اپ نفس پر اختیار کائی ہوتا تو وہ بشریت کے مقام پر فائز نہ ہوتا۔ بلکہ فرشکی کی صف میں ہوتا۔ ہم انبانوں کا یقین اس لہر کے ماند ہے جواٹر کرسر اٹھاتی ہے گر دوسرے بل بے بقینی کے ساحل پر سر بنخ کر رہت میں جذب ہونے لگتی ہے۔ یہ کھیل عمر بحر چلتا رہتا ہے۔ کیا تہمارے ساتھ با ایسانہیں ہوا کہ مولوی صاحب کی با تیں سن کر ایسا ہی یقین کی لہر کی طرح سر اٹھاتا ہو۔ "ا ایسانہیں ہوا کہ مولوی صاحب کی با تیں سن کر تو مجھے و حارب ملتی ہے گر پھر "ایک مجری سائس کھینچتے ہوئے عائشہ نے جیب بے بی سے مومنہ کی طرف دیکھا۔

" اجما چلوچپوڑ و آؤاندر چلو! یہاں ٹھنڈ بہت بڑھ گئی ہے۔ ' مومنہ نے اسے صحن میں پیملی خنگی کا احساس دلایا۔

" مومو! میں آخر کب تک یہاں پڑی رہوں گی؟'' وہ بجائے اندر جانے کے تدریع میں آخر کب تک یہاں پڑی رہوں گی؟'' وہ بجائے اندر جانے کے تدریع میں آ

اس کی آ تھوں میں بے جارگی آ میز کرب جھلک رہا تھا۔ ڈبن وول میں اختیار بریا تھا۔ ڈبن وول میں اختیار بریا تھا۔ ایک بیانی اب تک تھی جواس کی ماں کی موت کی تھی۔ باپ کی موت کے بعد ماتا جی کا بی سہارا تھا جن کی تا کہانی موت اس کیلئے زلزلہ بی تھی جس نے الکا کے دل کی دنیا کوئیس نہیں کر ڈالا تھا کہ پھر بھی بھائی نہیں وے رہا تھا۔ سب پھر بس

میں دہکتامحسوں ہونے لگا۔اس کی پلیس رخساروں پر ہولے سے لرز کر جھک گئیں۔
''کتنی عجیب بات ہے نا کہ اکثر وہی با تیں تشہیر ہو جاتی ہیں جنہیں انسان خود سے بھی چھیا تا بھرتا ہے۔'' مومنہ نے اس کے چہرے پر جھولتی لٹ کو ملکے سے تھینچا اور ہنس دی۔

عائشہ نے اسے دیکھا کچھ کہنا جا ہا مگر ہونٹ فظ کیکیا کررہ مجے۔اسے لگا اس کے دل کو سینے کی جارد ہواری میں کوئی کو شنے لگا ہو۔

" مجھے میری ہی نظروں میں مت گراؤ مومؤ میں میں اس کی سیاہ چھے میری ہیں نظروں میں مت گراؤ مومؤ میں میں کی سیاہ چھکتی آئی مول نے قطرے میسل پڑے۔

"کہاں طلحہ احمد! اور کہاں میراحقیر بے تو تیر وجود۔ وہ تو دیوتا ہے جن کوصرف پوچا جا سکتا ہے۔ پانے کا سوچا بھی نہیں جا سکتا۔ میں بہت پاپن ہوں۔ بہت پاپن عورت اس فرشتہ صفت انسان کے لائق نہیں۔ "وہ آنسوروکتی مومنہ کوسششدر چھوڑ کر بھائتی اندر چلی گئی۔

مومنہ فرط رنج سے وہیں کھڑی رہ گئے۔اس کے تو ممان میں بھی نہ تھا کہ عائشہاہے اس کے تو ممان میں بھی نہ تھا کہ عائشہاہے اس احساس کمتری سے اب تک نہیں نکل بائی ہے۔اب تک وہ خود کو بے تو تیراور حقیہ جمتی ہے۔وہ سخت آزردگی کی لیبٹ میں آئی۔

رات بھی وہ اپنے بیڈروم میں بیٹی لاشعوری طور پر عائشہ کے بارے میں ہی سوچے جارہی تھی۔ جب غازی شاہ نے اس کے آگے ہاتھ لہرایا۔

''اگر میرے تصور میں تم ہوتو یہ یقینا میری خوش متی ہوگی۔اگر میرے علاوہ سیجھادر سوچا جار ہا ہے تو یہ سراسرزیا دتی ہے میرے ساتھ۔''

وہ چونی اور ایک ممری سانس لیتے ہوئے ہولے سے مسکرا وی۔ " زیادتی ہی "

ہورہی ہے۔ '' اس کا مطلب ہے میں نے مخل ہو کرا پنے حق میں بروفت کام کیا۔'' اس نے کیلا تولیا ایک طرف ڈ الا ادراس کی طرف قدرے جھکا۔

" ہول کون ہے وہ رقیب روسیاہ جس کے تصور نے مجھ سے غافل کر دیا

طلحه احمد نے اسے کھی تھی۔ مگر اس تاکید کے ساتھ کہ وہ یہ بات اس کے حوالے سے نہیں بلکہ اسپنے طور پر کے۔

عائشہ کو بکدم اپنے اعصاب سینے ہوئے محسوس ہوئے۔ پہلو سے جیسے کوئی متلاطم لہرائٹی مگر اندر بی کہیں دم تو زعی ۔ جیسے سمندر کی بھری ہوئی موج ساحل پر آ کر دم تو ژو دے۔

بس لحظہ بھراس کا خوش فہم دل اس مانوس سی اتھاہ میں ڈوب کر ابھرا تھا۔ مگر دوسرے بل اسے خود پر اور اس خوش فہم دل پر ہنسی آئٹی جولمحوں میں خوش فہمی کی خوش نما جا در بن لیتا تھا۔

آہ سے ہے کہ صرف صحرای انسان کوسراب میں مبتلانہیں کرتا بلکہ کسی کا کوئی لفظ کوئی جملہ دل کوچھوکر دھوکا دے جاتا ہے۔

"میطلحداحمد کی بردائی ہے کہ وہ بھی تم سب کی طرح خیرخواہ ہے۔ "وہ تخت سے

"بات سنو!" مومنہ کھلے ہے مسکرائی اوراس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔" تم نے ایک بار مجھ سے کہا تھا تا کہ اب زبان شرم سے خاموش ہو جائے تو آ تکھیں خود بخو د بولنے گئی ہیں۔ وہ راز کھولنے گئی ہیں جن کو شبچھنے کے لیے الفاظ کی نہیں احساس کی ضردرت ہوتی ہے۔" وہ اپنے ہاتھ کا تسلی آ میز دبادُ اس کے کندھے پر بڑھاتے ہوئے مزید کویا ہوئی۔

'' اور یاد ہے یہ بھی کہا تھا کہ عورت جب کسی سے محبت کرتی ہے تو اس کے جسم کی ساری خوبصور تیاں خود بخو د ظاہر ہو جاتی ہیں۔لیکن تا پندیدہ مرد کیلئے عورت اپنی ساری جسمانی خوبصور تیاں کسی کچھوے کی طرح اپنے اندرسمیٹ لیتی ہے۔ وہ ایبا کسی شعوری کوشش کے تے تہیں کرتی بلکہ خود بخو دہو جاتا ہے۔''

'' مومنہ ''' عائشہ نے اس کی بات کاٹ کراسے عجیب ہے چارگی آمیز کرب سے دیکھا۔ مگر باوجود چاہنے کے زیادہ دیر تک نہ دیکھ پائی۔ اس کی خوش نما مسکراتی آتھوں میں مجھالی شرارت اور لیک تھی کہ عائشہ کو اپنا چبرہ ان دیکھی آگ تقى-

مومند کواس کا بیروپ بہت مختلف اور خاصا دکش لگا۔ بمیشہ شجیدہ بروباراور کم کو و کھائی وینے والے اس مخص کی ذات کا بیپلواس بل بہت واضح طور پرمومنہ پر روش ہوا تھا۔ وہ مجوب ی ہوکراس کے ہاتھ کی گرفت سے اپنا ہاتھ نکا لتے ہوئے بولی۔ "دانا کہتے ہیں کہ شادی سے پہلے مردموسم بہار کی طرح ہوتا ہے اور شادی کے بعدموسم سر ماکی طرح۔ مگر لگنا ہے آپ پرتو ایک ہی موسم تھبر گیا ہے۔" وہ سکول کرل کی طرح بھینے گئی تھی جبکہ غازی شاہ کا قبتہہ برجشہ تھا۔

'' ڈاکٹر عائشہ کیلئے تو حقیقتا میں بھی پریشان ہوں۔اس کا ابھی اپنے کھر جانا کسی طور مناسب نہیں ہے۔ جبکہ قاتل ہے ہم بھی خوب واقف ہیں۔اس کا وہاں جانا خطرے سے خالی نہیں۔''

" بی توبات میں بھی اسے سمجھاتی آ رہی ہوں مگرمسر ہے۔ وہ پرکاش سے اپنی مال کے قبل کا بدلہ لینا جا ہتی ہے۔ "مومنہ فکر مندی سے بولی۔

عازی شاہ نے چونک کردیکھا ادر نفی میں سر ہلایا۔ ''نہیں اسے سمجھاؤ۔ بیاس کی بہت بچکانہ سوئ ہے۔ لی لی سے کہو کہ وہ اسے سمجھا کمیں۔'' عازی شاہ کو عائشہ کے خیالات سے خوف محسوں ہونے لگا۔

" اس کوائی ماں کی موت کو مشیت ایز دی سمجھ کرئی قبول کرنا ہوگا۔ای میں عافیت ہے۔ اسے کہو یہ برد لی نہیں ہے۔ یہ مصلحت ہے۔ ان حالات میں جب بہاں سرکار ہی مسلمانوں کی وشمن ہو۔ ان کا دین اور ان کا نام نشان مٹا دینے کے در پے ہو۔ ایسے حالات میں بہت سے جذبوں پر بند باند ھنے پڑتے ہیں۔ مبر کے جام پینے پڑتے ہیں اور اسے مصلحت ایز دی سمجھ کر اپنا معاملہ ای خدائے واحد کے ہاتھ میں سونب دینے کا نام صبر' رضا اور توکل ہے۔ تم کیسی دوست ہو۔ اب تک اس کا دل نہیں بہلا سکیں۔'

حمہیں کہ میں مجسم' سالم کا سالم مہیں دکھائی نہیں دے رہا ہوں۔'' '' غازی ۔۔۔۔ میں عائشہ کیلئے بہت فکر مند ہوں۔ وہ بہت اپ سیٹ ہے۔ وہ ایک پاگل حساس لڑکی ہے۔''

" ایک منٹ ایک منٹ!" غازی شاہ ہاتھ اٹھا کر جلدی سے اسے روکتے ہوستے بولا۔" پہلے بے بتاؤ کہ یاگل اور حساس میں کیا قدر مشترک ہے۔"

" میں سنجیدہ ہوں غازی!" وہ اداس ہو تی۔ غازی شاہ کے سرخ ہونٹوں کی تراش میں مصرف ہونٹوں کی تراش میں مصرف ہونگی تھی۔

"اس سے زیادہ میرے لیے خوشی کی بات کیا ہوگی کہتم سنجیدہ ہواور میں بھی چاہتا ہوں کہتم سنجیدہ ہواور میں بھی چاہتا ہوں کہتم میرے لیے حقیقتا سنجیدہ بھی رہو۔ اچھا اچھا' اب ظالم بیوبوں کی طرح مت محدود کہ میں مسکین شو ہرکی طرح کسی کونے میں دیکنے پرمجبور ہوجاؤں۔''
دانے بی مسکین ہونا تم!' وہ مصنوعی بن سے محدر نے تھی۔

'' اچھا چلوکہو کیا کہ رہی تھیں؟'' وہ اپنے کرتے کی آسٹین فولڈ کرتا ہوا تکیہ اٹھا کر بیڈ کراؤن سے لگا کر نیم دراز ہو گیا۔

" میں عائشہ کیلئے بہت پریٹان ہوں۔ وہ ذبی طور پر بہت منتشر ہے۔ ایک بات کہوں غازی!" وہ بالوں کو لیٹے ہوئے کری سے اٹھ کراس کے نزدیک بیٹے ہوئے ہوئے بولی۔ اس کا لہجہ کسی خیال سے پر جوش ہوا۔

"آ ہا ۔۔۔۔ ٹھیک کہتے ہیں کہنے دالے۔ شوہر کی ایک بات میں کتنے ہی مطلب موتے ہیں اور بیوی کی ایک بات میں کتنے ہی مطالب موتے ہیں۔"

" ابھی تو میں نے ایسا کوئی مطالبہ کیا نہیں ہے اور آپ سننے سے پہلے ہی مطالبہ کیا نہیں ہے اور آپ سننے سے پہلے ہی شمنڈی آ ہیں بھرنے لگے ہیں۔' وواس کے شمنڈی سانس ۔۔۔۔کھینچنے پر برامان کر بولی۔۔ کہ منڈ

وہ ملکے سے ہنس دیا۔
'' نا دان بیوی! مسلم ہی شندی سانس سمینج لول کیا خبر سننے کے بعد سانس سمینج لول کیا خبر سننے کے بعد سانس لینے کی بھی مہلت ملتی ہے یا نہیں۔''

اس کا انداز کلفتهٔ سا تعارسنهری آنکموں کی سطح پر بردی خوبصورت چیک

اس کے لیج میں خفیف سرزنش تھی۔

" أكرة وي اس طرح بهلاوون سے بهل جاتا تو دنیا کے آ و هے مسائل ختم ہو:

جاتے۔' وہ افسردہ سائس بعرتے ہوئی بولی۔

'' بیجی انسان اپنے دل میں کئی متاع کی طرح رکھتا ہے۔ کسی سے شیئر نہیں کرنا چاہتا یا چاہتے ہوئے بھی شیئر نہیں کرسکتا۔ بیٹم صرف ادرصرف اس کا اپنا ہوتا ہے اور وہ بھی شاید اسے خود تک رکھنا جاہتی ہے۔

تسلی کے دولفظ آئی موں سے بہنے دالے آنسوتو روک دیتے ہیں مگر دل میں جلنے دالے الاؤ کوتو دفت ہی دھیرے دھیرے بجھاتا ہے نا۔ جوزخم زہر بن جاتے ہیں ان کا تدارک کسی کے ہاتھ میں ہیں۔ دفت کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔' دہ بیڈ سے اتر نے گئی کہ خازی شاہ نے اس کی زم کلائی پکڑ کراسے دالیں بٹھایا۔

"کمال ہے۔ جھے خبری نہ تھی کہ میری بیوی صرف سرجن ہی ہیں گفتار کی غازی بھی ہے۔"اس کے اعداز میں خفیف سی شرارت تھی۔

"کیا مطلب؟ میں آپ کو اپنی گفتارانہ صلاحیتوں کے کمالات دکھا رہی ا ہوں۔" اس نے اپنی خوش نما آ تکھوں کومصنوی نظلی سے پھیلایا۔" جناب بیصرف ا میرے دل کی آ داز ہے۔کوئی لفاظی نہیں۔"

''اچھا۔۔۔۔۔ تو پھراس دل کی آ داز کی لے کو ذرا تیز کر کے کسی خوشکوار گفتگو کی طرف کچھ دیر کیلئے موڑ دو۔ ہم جیسول پراحسان ہوگا۔'' وہ اس کے خوبصورت چرے پر نگایں جمائے جمائے بولا۔ اس کا اعماز کچھ ایسا معصومانہ تھا کہ مومنہ بے اختیار اللہ نے دال ہنسی نہ روک پائی پھراس کا ہاتھ ہٹا کر بیڈ سے اتر گئی۔ فلاسک ہے اس کیلئے دودھ گلاس میں ڈالتے ہوئے سوچا کہ وہ طلحہ احمد ادر عائشہ کی بات کس طرح کرے۔

ال نے محسول کیا۔ آئ غازی شاہ صرف اور صرف اس کی محبت آمیز چھاؤں میں کچھے وقت گزارنا جا ہتا تھا۔ جو اس کا حق بھی تھا اور پھرخو داس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ غازی شاہ سے کس طرح کیے کہ وہ طلحہ احمد سے بات کرے۔ اسے عائشہ کے وہ جذبوں سے آگاہ کرے۔

مجمی بھی اسے لگنا طلحہ احمد تک بیر آئی خود پہنی چکی ہے اور وہ جان کر انخاز برت رہا ہے۔ مربھی لگنا وہ ہر شے سے بے نیاز ہے۔ اس کے دل میں دنیا کی طرف سے کوئی رغبت ہے دئی رغبت ہے دو ٹانویاور جبکہ غازی شاہ کا کہنا تھا۔ وہ ایک اڑیل لڑکا ہے۔ اسے جو کام کرنا ہوگا تو اسے دنیا کی کوئی طافت وہ کام کرانے سے نہیں روک پائے گی مرجی شے پراسے نگاہ نہیں ڈالنی ہوگی۔ کوئی لاکھ کے دہ اس کی طرف آئی اٹھا کر بھی نہ دیکھے گا اور مومنہ نے سوچا۔" ایسے اڑیل لوگوں کے دل جانے کی مرجی نہ دیکھے گا اور مومنہ نے سوچا۔" ایسے اڑیل لوگوں کے دل جانے کی عربی ہوں گے۔"

دلوں کے بھید ہے واقف ہونا ایک بشرکیلئے کہاں ممکن ہے۔ غازی شاہ کے فرانس میٹر سے کال آربی تھی۔ وہ جب جاب کھدد پر کیلئے کمرے سے باہرنگل تی۔ اس خفیہ ٹرانس میٹر پر وہ عموماً تنہائی اور یکسونی سے بات کرنا پہند کرتا تھا۔

♦..... ♦...... 4

، ہیںان سے ہیرے موتیوں جیسے دلول کے آگے عائشہ کو اپناغم بے حد حقیر اور کھائی دینے لگا۔

" کیا میں مجاہدہ نہیں بن سکتی ٹی ئی؟" اس روز وہ بے صدامید اور آس سے فی معصومیت سے بخت ٹی ٹی سے کہدری تھی اور دردازے میں داخل ہونے دالاطلحہ دروازے بی مخت کیا۔

" بیلی! بھلا یہاں کی عورت جہاد ہے الگ ہے۔ " بخت بی بی اس کا سرتھیکتے کے بولیں۔ " بخت بی بی اس کا سرتھیکتے کے بولیں۔ " یہاں کی ہرمسلمان عورت اپناتن من دھن اسلام کے نام پرلٹانے کو تیار ۔ ہرآن وہ جہاد میں شامل ہے۔ "

دو محر میں عملی طور پر پہری کرنا جا ہتی ہوں نی بی! اس کے اندر عجیب ترب تنی اللہ اسے دہ خور بھی نئی تی آ شنا ہو کی تھی۔ عجیب سے محسوسات ہور ہے تھے۔ فنافی اللہ دائی بقا کی خواہش جو فنا کے بعد ملتی ہے۔

" مس کا کام وعائے خیر کرنا ہاں مجاہدوں کے لیے دست وعا کھیلائے اب جو اسلام کی بقا کیلئے اپنی جان کو مقبلی پر سجائے معروف پریار ہیں جو ہاتھ ان کو مقبلی پر سجائے معروف پریار ہیں جو ہاتھ ان کی خدمت روں کیلئے دعاؤں کیلئے بلند ہوا۔ وہ بھی جہاد میں شامل ہے۔ جوجم ان کی خدمت کے مصروف ہوا وہ بھی جہاد میں شامل ہے۔ تنہارا جذبہ قابل تحسین ہے بیٹی!" مصروف ہوا وہ بھی جہاد میں شامل ہے۔ تنہارا جذبہ قابل تحسین ہے بیٹی!" وہ عجیب کھوئے ۔ شکر یہ آگ کیسے بچھے کی جو میر سے اندرسلگ ربی ہے؟" وہ عجیب کھوئے ۔ کے لیے میں بولی۔

" ہرآ کل بجھنے والی اور بجھا دینے والی نہیں ہوتی۔ اس کا جلا رہنا روشی کی ت ہوتا ہے اور روشی زندگی کی علامت ہے۔ "طلحہ احمد کی آ واز گونجی تو بی بی کے ماکھ احمد کی آ واز گونجی تو بی بی ماکھ بھی چونگی اور بلیث کرو بکھا۔

' سیآ گ تو جتنا دہمی ہے اور بحر کتی ہے۔ اتنا ہی عروس جال مہمکتی ہے۔ اس بش دلوں کوسلگاتی نہیں ہے بلکہ انہیں کندن بناتی ہے۔ اس کا سینے میں جلا رہنا ہی ہوتا ہے۔''

عائشہ ایک بے خودی کے عالم میں اسے دیکھے ٹی تکر بے خودی کا بیہ وقفہ مختصر وہ اپنے ہی کسی احساس سے گھبرا کرنظروں کے ساتھ سربھی جھکا تھی۔ کشمیر کاحس مجھی ہر آ کھے کوخیرہ کیا کرتا تھا۔ اس کے سر بفلک پہاڑوں مسحور کن وادیوں ککش جھیلوں اور رزگارنگ پھولوں کی منظر آ فرینی میں آنے دالا کھوجاتا تھا۔ جلال الدین اکبر بھی اس خوش نما خطے میں آیا تو اس کے حسن کی جململا ہٹوں میں کھوکر با اختیار یکار بیٹھا تھا۔ بے اختیار یکار بیٹھا تھا۔

ایں سبرہ و ایں چشمہ و ایں لالہ و ایں گل
آل شرح ندارہ کہ بہ گفتار دو آید
گرآج اس خوابوں کی سرزمین جنت نظیر فلک بوس کوہساروں کی جادہ گری کا حسن اس کی رعنا ئیاں زیبائیاں بارود کی بوادر بھارتی فوج کے بھیڑ بوں کے غلیظ قدموں کی دھک سے مستقل آلودہ رہنے گئی ہے۔ وہاں بھارتی استبداد کے پنج تلے دبی مسلمان آبادی کی دل دوز چین معموم بچوں کی دلخراش آدازین عفت مآب خواتمن کی اندوہنا کے سسکیاں گونج رہی ہیں۔

کشمیری مسلمانوں کی ہرضج ایک خوف اور بربریت کے نئے نظارے سے ہونا اب ان کا مقدر بن کر رہ گیا ہے۔ مائیں اپنے دل کے کلاوں کو گھروں سے رخصت کر کے ان کی واپسی تک خبروعافیت کی دعائیں مانتے نہیں تعکمیں۔

عائشہ کو پہلی بار احساس ہوا کہ بہاں تو ہر تشمیری ماں کا دل کٹا پھٹا ہے۔
زخموں سے چور ہے۔ مگر وہ ان پر صبر کی پیوند کاری کیے ہوئے ہیں۔ ان کی آ تکھیں
افکلبار ہیں مگر ان کا سینہ جوان بیٹوں اور اپنے سہاک کی شہادتوں پر فخر سے تنا ہوا ہے۔
جس طرح بھارتی درندگی اور بربریت ہر روز برحتی جا رہی ہے۔ اس طرح ان کا ایمان
یقین اور بھی مضبوط ہوتا جا رہا ہے۔ ان کے دل اس آگ میں تپ تپ کر کندن بن

" بجھے ماتا جی کے مرن کی خبر مل گئی تھی پر چونکہ وہ مسلمان ہو گئی تھیں۔اس میں آنے کی ہمت نہ کرسکا۔سوچا تم جانے کیا سوچواور غصہ نہ کر بیٹھو۔'' "مسلمان تو میں بھی ہو چکی ہوں' پھر آنے کی ہمت کیے کر بیٹھے؟'' وہ اپنے ایما اٹھتا ابال دباتے ہوئے طنزیہ بولی۔

"" تم سے پچھ باتیں کرناتھیں۔ مروہ باتیں یہاں نہیں ہوسکتیں۔ یوں کھڑے
۔ " م سے پچھ باتیں کرناتھیں۔ مروہ باتیں یہاں نہیں ہوسکتیں۔ یوں کھڑے
۔ " وہ اس کے طنزیہ لہجے اور جملے کو فلرانداز کرتے ہوئے بولا جیسے ان کے مابین ہمیشہ سے ہی بڑے دوستانہ تعلقات وں۔ اس کے اس ناکل نے عائشہ کے اندرگی آگے۔ کواور بھی بجڑکا دیا۔

'' تمہارے ساتھ چلی چلول تا کہ سی سوشے سنج میں نے جا کرمیرا مگلا دبا دو۔ می ہتیا کرڈالو۔''

'' کیا کہہ رہی ہو کو بتا! چلو آؤ' میرے ساتھ۔'' اس نے پہلے ذرا حیران کی ایکٹنگ کی پھراسے پچکارتے ہوئے اس کا ہاتھ تھامنا جاہا تو وہ بدک کریوں ن کویا بچھونے اس کی کلائی پرڈنگ مار دیا ہو۔

" بند کرو بیا تا تک! تم کیا سیحتے ہو۔ میں پی پینیں جائی؟ یاد رکھو ماتا ہی تو کے مرجے پر فائز ہو چکی ہیں اور مجھے اس کاغم نہیں ہے۔ پر تہہیں میں معانب روں گی۔ کمینے تجھے میں معانب نہیں کروں گی۔" وہ ایکدم پھٹ پڑی تھی۔ " عائشہ سنا" مومنہ بھاگ کرآئی مگر عائشہ پر تو محویا خون سوار ہو کیا تھا۔ وہ

نیرنی کی طرح پر کاش پر مل پڑی اس کا چیرہ اور گریبان نو چنے گئی۔ میرنی کی طرح پر کاش پر مل پڑی اس کا چیرہ اور گریبان نو چنے گئی۔

برکاش اس ملے کیلئے قطعی تیار نہیں تھا۔ ذرا سالڑ کھڑایا ناہم بڑی سرعت سے نے اینے حواس سنجال لیے۔

'' تخفیے میں مار ڈالوں گی۔ تونے میری جنت اجاڑی ہے۔ مجھ سے میرا پچین لیا اور اب اب مجھ سے پریم جمانے چلے آئے ہو۔ بے رحم' ظالم یہ ہندو' میں تہارا خون ہی جاؤں گی۔ میں ساری جنتا کو بتاؤں گی تو میری ماں کا ہے۔''

ڈاکٹر عائشہاس بل اس بات ہے بے نیاز تھی کہوہ اپنے ہیتال کے پارکنگ

نیلے رنگ کے اسکارف میں اس کا چہرہ انوکھی آگ سے دہکتا ہوا محسوں ہوہ ا تھا۔طلحہ احمہ نے بھی نظروں کا زاویہ سرعت سے بدلا تھا پھر ابروکو ملکے سے جنبش و جا ہوئے بخت کی لی سے بولا۔

'' میں آپ خواتین کی گفتگو میں کل ہونے پر معذرت خواہ ہوں۔ بس پولی بے ادادہ یہ کہہ گیا۔' وہ اپنے اس غیر اختیاران فعل پر شرمندہ سا نظر آ نے لگا تھا۔

'' نہیں' طلح احمد! آپ نے تو مجھے ایک نئی روشن دکھائی ہے۔ مجھے اس آگر سے ایک نئی زندگی ملتی محسوس ہور ہی ہے۔ ایک انوکی توانائی۔' عائشہ یہ کہتے ہوئی گئی۔ چوک سے کھڑی ہوگئی مجرسر جھکائے دہاں سے جلی گئی۔

علی احمد نے ہوئی نظریں ذرای اٹھا کراسے جاتے ویکھا۔ وہ قطعی نہ جان ا کہ دہ کس روشنی کی کس زندگی کی بات کررہی تھی یا شاید جان کر بھی انجان بن الج

عائشہ ڈیوٹی روم میں آئی تو اسے اطلاع ملی کہ پرکاش اس سے ملنے آیا۔ مومنہ نے اس کے متغیر چبر ہے کود کی کے کرجلدی سے اس کی کلائی کیڑی۔ دونہیں عائشہ! تم اس سے نہیں ملوگی۔''

'' کیوں؟ کیوں ٹبیں ملوں گی؟''اس نے مومنہ کا ہاتھ جھٹک دیا۔اس کا ہا اس کے مومنہ کا ہاتھ جھٹک دیا۔اس کا ہا اس کے مومنہ کا ہاتھ جھٹک دیا۔اس کا ہم سرسرا تا ہوا تھا جیسے کسی خبال کو دہا رہی ہو۔آ تھوں میں سارے جہال کی نفرت جھلکا ہا ۔ تھی۔

"اس کیے کہ اس کا کوئی فاکدہ نہیں سوائے تماشا بننے کے۔"
"اس کیے کہ اس کا کوئی فاکدہ نہیں سوائے تماشا بننے کے۔"
"اس نماشا تو ضرور بنے گا مرمرف پرکاش کا۔"
"فدا کیلئے عائشہ!" مومنہ اپنی کرس سے اٹھ کر اس کے پیچے لیک محروہ ا

صدا میں عمر ایسے عاصر اور میں میں سے اطار اس کا رخ پارکٹ لاٹ کی طرفہ اس کا رخ پارکٹ لاٹ کی طرفہ اس کی مرف ہے ا میری ہوئی شیر نی کی طرح ڈیوٹی روم سے نکل کئی۔اس کا منظر تھا۔اسے ویکھتے ہی اس کا منظر تھا۔اسے ویکھتے ہی اس کو ہونٹوں پر دوستانہ مسکر اہنے ریک گئی۔ دوسرے بل وہ چبرے پر نہایت مکاران فلونا سیاتا ہوا بولا۔ ہونے کی کوشش کرنے تھی۔

روسے مار میں میں بہت بہدرہا ہے۔ پاکل اڑک ال بال پکی ہو۔ وہ ڈاکٹر گیتا کی مدد سے اسے اٹھانے کی اور اپنے گرد اکٹھا ہوتے ہوئے بجمع سے عائشہ کو نکال کر ایم جنسی دارڈ میں لے آئی اور بیڈ پرلٹادیا۔

عائشہ کے وجود پر اب بھی ایبا سناٹا طاری تھا۔ جیسے ہوا سے محروم چاند پر ہوتا ہوگا۔ وہ بس خشک بنجر آئکھوں سے مومنہ کو دیکھ رہی تھی جو اس کے زخم کا معائشہ کر رہی تھی۔ اس کا ذہن کمل طور پر بیدار نہ تھا جیسے اس حادثے کو قبول نہیں کر پار ہاتھا۔ '' آگر لیے بحر کی بھی تا خبر ہو جاتی تو محولی جسم میں پیوست ہو جانی تھی۔'' مومنہ اسے فہمائٹی نظروں سے و کیمتے ہوئے بولی۔

اسے ہاں سروہ اس کے ہونٹوں کے جنجال سے نجات مل جاتی۔' اس کے ہونٹوں سے دھیمی افسر وہ مسکراہٹ ابجر کرمعددم ہوگئی۔ پر دھیمی افسر وہ مسکراہٹ ابجر کرمعددم ہوگئی۔

پروس بروہ سے باس کے زخم پر مرہم لگاتے ہوئے اسے گھورا اور پچھ کہنے کا ارادہ موسے۔
مومنہ نے اس کے زخم پر مرہم لگاتے ہوئے اسے گھورا اور پچھ کہنے کا ارادہ کیا کہ درواز سے سے ڈاکٹر جگن ناتھ کے ہمراہ ایم ایس ڈاکٹر موہن اندر داخل ہوئے۔
ان دونوں کواس حادثے کی اطلاع مل چکی تھی۔

ان وروں ورس کا کریا ہوگئی کویتا جی! میں تو اس حادثے کا س کر پریثان ہوکر بعامی علا آیا۔ "جگوان کی کریا ہوگئی کویتا جی! میں تو اس حادثے کا س کر پریثان ہوکر بعامی جا کا جل آیا۔ "جگن ناتھ کی حواس باختگی ان کے چہرے سے ظاہر تھی جو عاکشہ کی حالت قدرے بہتر دیکھ کرآ ہستہ آ ہنہ دھوئیں کے غول کی طرح چھنے گئی۔ یہ بہتر دیکھ کرآ ہستہ آ ہنہ دھوئیں کے غول کی طرح چھنے گئی۔

کدرے ، را بھار ، ہے۔ اس کے اس کے اس کے اسے کھی وہشت کردی تھی۔ آپ بے فکر رہیں۔ اس بے فکر رہیں۔ اس بے فکر رہیں۔ اس مادیے کی کارروائی ضرور ہوگی۔ مجرم نے کرنہیں جاسکے گا۔ ہم آج ہی ایف آئی آرکٹوا دیتے ہیں۔ "موہن صاحب بولے۔

ان ارتوادیے ہیں۔ رس ہے۔ میں ان بھیڑوں میں الجھنائیں چاہتی۔'
مائٹہ جلدی سے بولی۔ وہ کی بھی شم کی پولیس کارروائی کے لیے تیار نہیں تھی۔
مائٹہ جلدی سے بولی۔ وہ کی بھی شم کی پولیس کارروائی کے لیے تیار نہیں تھی۔
دوم یہ آپ کاحق ہے۔ آپ پر قاطانہ تملہ ہوا ہے۔' ایم الیس صاحب کے چہرے پر تھر کے سائے تھے۔ جس میں خفیف سی چیرت بھی شامل ہوئی۔
چہرے پر تھر کے سائے تھے۔ جس میں خفیف سی چیرت بھی شامل ہوئی۔
دومت کی بات چھوڑ ہے۔ یہاں کس کوحق ملتا ہے موہ من جی! بہر حال آپ کی

لاٹ میں ہے اور ایک ذیے دار ڈاکٹر ہے۔ اس کی آگھوں کے آگے تو بس اس کی مال کی خون آلود لاش تھی اور پرکاش کا مکروہ چرہ۔ وہ اس کا خون کر دینے کے دریے تھی۔ ہاتھوں اور ناخنوں سے بی اس کا قبل کر ڈالنے کی کوشش کرنے گی۔ اچا تک مومنہ نے پرکاش کو جیب ہے ریوالور نکالتے دکھے کر زوردار چیخ ماری۔

''عائشہ پیچے ہٹو۔''مگر وہ جنونی دیکھ بی نہ پائی۔مومنہ نے خود بی اسے اسے اسے ازور سے اپنی طرف کمینچا کہ پرکاش کے ریوالور سے نگلنے والی سنسناتی محولی عائشہ کے سینے میں اتر نے کے بجائے اس کے بازوکو چھیدتی ہوئی گزرگئی۔

مومنہ کے یوں کھینچنے پر عائشہ بھی توازن قائم نہ رکھ کی تھی اور آئی جنگے سے کرا کر پچھی طرف کھاس کے قطعے پر جا گری۔ فائر تک کی آ داز سے پارکٹ لاٹ میں کھالی بچ می مختل کی آ داز سے پارکٹ لاٹ میں کھالی بچ می مختل کی میں اثنا میں پرکاش بائیک سنجال بچا تھا۔
سنجال جکا تھا۔

مومنہ نے دہشت کے عالم میں آئیمیں زور سے بیج کر کھولیں اور ایک گہری سانس کھینچتے ہوئے اپنے ساتھ ہی جیت گری عائشہ کو دیکھا۔ سانس کھینچتے ہوئے اپنے ساتھ ہی جیت گری عائشہ کو دیکھا۔

ایک کی تا خیر ہو جاتی تو وہ کو لی اس کے جسم کے پار ہوتی ہے جمر جمری لے کروہ جھکے سے اٹھ گئی۔

عائشہ کا چہرہ بالکل ساکت تھا اور اس کی پھرائی ہوئی آکھیں کھلے آسان کو تک رہی تھیں۔ وہ پارکنگ لاٹ میں ہونے والی بھکدڑ اور اردگرد جمع ہونے والے لوگوں سے بے نیاز تھی۔شاید اب تک اسے اپنے نز دیک موت کی آ جیس ہی سائی دے رہی تھیں۔ اس کا چہرہ بالکل سفید پڑھیا تھا۔ جیسے جسم کا سارا خون کسی نے نچوڑ لیا ہو۔ وہ اس سے بھی بے نیاز تھی کہ اس کے بازوگی سے نازوگی کے بازوگی تھینے والی جلد سے گاڑھا گاڑھا خون بہدر ہا تھا۔

اس تکلیف ہے کہیں زیادہ اس کا دل اذبت ہے دوجارتھا۔ پرکاش کا سامنا اور پھر اس کا یوں کھلے ڈلوں اس پر گولی چلا دینا گویا وہ اس سے تل کی نیت ہے بی آیا تھا۔

نیت سے بی آیا تھا۔ مومنہ نے اس کا باز و ملکے سے چھوا تو وہ پلکیں جھیک کر جیسے زبنی طور پر بیدار " تھوڑو مومو! کیسی بات کرتی ہوتم بھی۔ یہاں مسلمانوں کے لیے کوئی انساف نہیں ہے۔ کوئی قانون نہیں ہے۔ بھیڑ بکریوں کی طرح بے گناہ مسلمانوں کو ذرک کررہے ہیں اور جگن ناتھ کہ رہے ہیں میں قانون کی پولیس کی مدو حاصل کروں اور سکیورٹی کے لیے۔ " وہ سر جھنکتے ہوئے اداسی اور افسر دگی ہے ہتی۔" بلکہ میں تو کہتی ہوں یہاں انسان کے لیے انساف ہے جی نہیں۔ انسان کا انساف دھوپ میں رکمی برف کی طرح ہے جو ذرا تیز دھوپ پڑی بھیل گیا۔ جب انساف ما نگنا ہی ہے تو اصل منصف کے کوں نہ مانگیں جو انساف کرنے اور دینے پر قادر ہے بلکہ مولوی صاحب تو کہتے ہیں کہ اس ہے بھی انساف نہیں اس کی رحمت ماگو۔ چونکہ ہم سب انسان پا پی ہیں خطاکار ہیں انساف مانگیں ہی انساف بی ملے گا اور ہماری خطائیں بھی ہمارے مانس کی ضرور بخشش مسامنے کردی جا کی قراس جب آج اس نے اپنی رحمت سے بچالیا ہے تو کیا وہ آئی ندہ نہ بچائے مانس جب آج اس نے اپنی رحمت سے بچالیا ہے تو کیا وہ آئندہ نہ بچائے میں جو جائے گی تو بس جب آج اس نے اپنی رحمت سے بچالیا ہوتو کیا وہ آئندہ نہ بچائے میں بھی ہو جائے گی تو بس جب آج اس نے اپنی رحمت سے بچالیا ہوتو کیا وہ آئندہ نہ بچائے میں دہ بی ایک میں جب آج اس نے اپنی رحمت سے بچالیا ہوتو کیا وہ آئندہ نہ بچائے میں دہ بی ا

مومنہ جیرت زدہ می اسے دیکھتی رہ گئی۔اس کی بھیگی بھیگی آ تکھوں اورلیوں کی تراش میں پھیلی بھیگی آ تکھوں اورلیوں کی تراش میں پھیلی افسردہ مسکرا ہٹ میں کتنا اعتماد تھا۔ کتنا یقین تھا۔ وہ بےعنوان می خفت محسوس کر کے رہ گئی اور بے اختیارا سے خود سے نگالیا۔

"سنوۃ بی بی کو کچھ نہ بتانا۔" گاڑی گھر کے دروازے پر رکی تو عائشہ نے اے تاکیدا کہا۔ بس کہہ وینا ایک جنونی مریض نے گلاس توڑ دیا تھا جس کا کانچ لگ گیا۔" وہ باز و پر گئی پٹی پراشارہ کرتے ہوئے بولی اور دروازہ کھول کرنچے اتر گئی۔ مومنہ نے بیکوں کے پاراتر نے والی نمی کوانگی کی پوروں سے پونچھتے ہوئے مومنہ نے بیکوں کے پاراتر نے والی نمی کوانگی کی پوروں سے پونچھتے ہوئے

بہر مال وہ اس واقعے کا ذکر مولوی صاحب سے ضرور کرے گی تا کہ وہ کوئی بہتر رائے دیں۔ ایک نادیدہ خوف سااس کے سینے کی دیوار سے لیٹ کر رہ گیا تھا۔ گر دوسرے روز اسے موقع ہی نہ ملا۔ بھارتی درندے مولوی خصر محمد کومقای مسجد سے جمعہ کی نماز کے بعد گرفتار کر کے لے گئے جب وہ واعظ دے رہے ہتھے۔
"یاد رکھیں اپنی آزادی اور خود مختاری کو قائم دائم رکھنے کے لیے عزم ہمت

بڑی مہر مانی۔ میں اس قصے کو بہیں تتم کر دینا جا ہتی ہوں۔' اس کا انداز دوٹوک تھا۔
''سوچ کیجئے ایسا نہ ہو کہ بھاگ جانے والا مجرم ایک بار پھر الیم اوچھی حرکت
کرنے کا سوچے۔'' جگن ناتھ اسے پرتشویش نظروں سے دیکھنے لگا۔ پھر کسی خیال کے تحت بولا۔''کہیں ہے وئی آپ کا خاندانی جھکڑا تو نہیں تھا؟''

''جی ایسا بی تھا۔ وہ میرا ریکی ہے اور ہماری خاندانی رنجش ہے۔' عائشہ بلاتا مل سر ہلا گئی۔جگن ناتھ لنے ایم الیں موہن راج کی طرف دیکھا پھر ہلکی سی سانس بھرتے ہوئے کہا۔

'' بمیں کوئی حق تو نہیں پہنچا کہ آپ کے پرسل افیئر کو ڈسکس کریں پر میرا ذاتی خیال ہے بلکہ مشورہ ہے کہ آپ سکیورٹی کے لیے بولیس کی مدد ضرور حاصل کریں۔''

مومنہ نے ویکھا جگن ناتھ کی اس بات پر عائشہ کے چہرے پر ایک استہزائیہ آمیزمسکراہٹ ریک گئی تھی۔

'' بھوش کے لکھے کوتو کوئی نہیں مٹاسکتا جگن تی! ہرمنش کے انت کا ایک دن اس کے بھاگ میں لکھا جاچکا ہے۔'' پھر سر جھنگتے ہوئے بولی۔'' یو ڈونٹ وری اباؤٹ می۔اب وہ دوبارہ ایبا وارنہیں کرےگا۔'' جگن ناتھ کندھے اچکا کرایم ایس کے ہمراہ واپس ہولیے۔

مومنہ نے بھی بہاں سے جانے کا سوچا۔ اس کے خیال میں اپنی اپنی ڈیوٹی سے فارغ ہوکر سارے ڈاکٹرز فردا فردا اس دافعے کی تفصیل پوچھنے آتے رہیں گے۔ عائشہ نے بے حد نقامت محسوں کرنے کے باوجوداس کے خیال سے اتفاق کیا تھا۔

اس کے اندرغم کا ایک الاؤ و مجنے لگا تھا۔ گاڑی جونہی کھر کے راستے پر پہنجی اس کی آتھوں کا بندٹو مٹ کیا۔ وہ مومنہ کے کندھے سے لگ کرر دیڑی۔

'' فشکر کروخدا نے تنہیں بچالیا۔'' وہ اس کا سرسہلانے گئی اور اسے رونے ویا تا کہ جی کا غبارنکل جائے۔

''ویسے جگن تاتھ کا مشورہ اتنا غلط بھی نہیں ہے۔ تنہیں ایف آئی آر کڑوائی چاہئے۔''اس نے سراٹھایا تو وہ اپنے اسکارف سے اس کے آنسو پو نچھتے ہوئے بولی۔ زمین پرگر پڑا۔ 'طوطے نے جونبی اپنے بھائی کے بارے میں یہ جیران کن خبر کی تو فوراً

اس کے پرووں کی پھڑ پھڑا ہٹ سنائی وی پھروہ دم تو ڈکر پنجرے میں ہی گر پڑا۔ مالک کی جیرت وافسوں کا اب ٹھکانہ ہی نہ تھا۔ کف افسوں ملتے ہوئے کچھ دیر بعد کوڑے کے ایک ڈیمیر پر نے جا کر مردہ طوطے کو پھینکنے کے لیے پنجرے کو جھاڑا تو طوطا پھرے اڑا اور سامنے ایک مرسز پیڑ پر جا بیٹھا۔ تب مالک نے اس راز کو سمجھا اور وہ خفیہ پیغام جو اور سامنے ایک مرسز پیڑ پر جا بیٹھا۔ تب مالک نے اس راز کو سمجھا اور وہ خفیہ پیغام جو ایک آزاد پرندے نے اپنے اسیر بھائی کو بتایا کہ آزادی جا ہے ہوتو موت کو گلے سے

لگاؤ اور عزت نے جینا چاہتے ہوتو مر تا سیمو۔'

در حقیقت موت سے محبت ہی آزادی کے حصول کی بقا کے لیے ایسا طریقہ بے جو جانور تک سیمجھتے ہیں۔ آج بھی آزادی اور غلبہ اسلام کے لیے جام شہادت پی کر موت کو اپنے گلے لگانے والے شاہین صفت مجاہدین اسلام یوں تو دنیا کی نظروں میں اپنی زندگی سے ہاتھ دھو جیستے ہیں لیکن خالق موت دحیات آئیس مردہ کہنے بلکہ مردہ گمان کرنے پر بھی پابندی عائد کرتے ہوئے فرما تا ہے۔

"اورالله کی راہ میں قتل کیے جانے والوں کومردہ گمان مت کرو۔ بلکہ وہ زندہ بیں اپنے رب کے پاس۔" بیں اپنے رب کے پاس۔"

یمی شہادت کا جام پینے والے اسلام اور مسلمانوں کو کفر کے آبنی نیجے سے نیجات ولاتے رہے ہیں۔ یہی اسلام اور دین کے سیدسالار ہیں۔''

ابھی ان کی اثر انگیز تقریر جاری تھی کہ اچا تک مسجد میں بھارتی فوجی تھس آئے اور اندھا وھند فائر تک کرنے لگے۔ ان میں چارفوجی مولوی خصر محمد کو بے دردی سے تھے۔ ان میں خارفوجی مولوی خصر محمد کو بے دردی سے تھے۔ ان میں ڈال کر لے سکے۔

مومنہ ہپتال ہے لوٹی تو اس خبر نے اسے جذباتی کر دیا۔ اس کے اندر نفرت اور غصے کی آگ بھڑک اٹھی۔

اور سے کی اس بر سبس ہومومنہ!'' بخت نی فی نے اسے جاتے د مکھ کر پکڑا۔
''کہاں جارہی ہومومنہ!'' بخت نی فی نے اسے جاتے د مکھ کر پکڑا۔
''میں ان درندوں کا منہ نوچ لوں گی۔ ان کی ہمت کیسے ہوئی کہ وہ مولوی صاحب کو پکڑ کر لے جائیں۔ کیا قصور ہے ان کا؟ کس جرم میں پکڑا ہے انہیں؟''
صاحب کو پکڑ کر لے جائیں۔ کیا قصور ہے ان کا؟ کس جرم میں پکڑا ہے انہیں؟''

جرات اور قوت بازو سے کام لینے کی ضرورت ہوتی ہے۔ حقیق آزادی کے لیے بڑی سے بردی قربانی دینے والی توم بھی محکوم اور مغلوب نہیں رہ سکتی۔

محکومیت اورمغلوبیت کے پنج میں وہی جکڑے جاتے ہیں جوزندگی سے پیار اورموت سے فرار اختیار کرتے ہیں اور حاکم اور غالب اتوام سے پھر آزادی کی بھیک مانکتے پھرتے ہیں۔

مولانا متنوی نے ایک بہترین حکایت بیان کی ہے۔ اسلیے میں۔'
پھر وہ حکایت بیان کرنے گئے کہ۔ :''ایک فخص نے طوطے کو پکڑ کر پنجرے
میں بند کر رکھا تھا اور ہر روز اسے چوری کھلاتا' اس سے میٹھی میٹھی باتیں کرتا تھا۔لیکن
قیدی طوطا آزاد فضاؤں میں بلند پرواز ہے محروی کے باعث دل ہی دل میں کڑھتا رہتا
اور ہر وقت قید تنہائی میں باغ د بہار کو یاد کر کے خون کے آنسوروتا۔ ایک باراس کے
بالک کوکی دوسرے ملک کا سفر در پیش آیا گھر کے تمام افراد نے والیسی پر مختلف تحائف و
بالک کوکی دوسرے ملک کا سفر در پیش آیا گھر کے تمام افراد نے والیسی پر مختلف تحائف و
بدیہ کے مطالبے کیے اور اپنی اپنی پند کا اظہار کیا۔ اس نے پنجرے میں بند طوطے سے
بھی پوچھا۔''میاں مٹھوا تم بھی تو بتاؤ کہ دوسرے ملک سے تمہاری پند کی کیا چیز لاؤں؟
تمہاری کوئی خواہش ہوتو بتا و دو؟''اس نے سوچ کر جواب دیا۔

"دبس میراایک کام کردینا که دہاں تہمیں میراکوئی بھائی طے تو اسے میراسلام عرض کر دینا۔ چنانچہ وہ فخص دوسرے ملک پہنچا۔ اپنا کام نمثایا۔ ایک دن اس نے قریب میں باغ کے ایک درخت پر بیٹھے ایک طوطے کو دیکھا تو اسے اپنے میاں مٹھو کا سلام پہنچایا۔ طوطے نے اپنے غریب الدیار قیدی بھائی کا جوسلام سنا تو فوراً دم توڑ دیا اور درخت سے نیچے زمین پر آگرا۔ بید کھے کروہ آ دمی جیران دسششدر رہ گیا اور اسے انتہائی قلق وافسوس ہوا۔ جب بیٹھ ملوب فی مطلوبہ چیزیا کرنہایت خوش و فرم نظر آ رہا تھا۔ وہ محض اپنے طوطے کے پاس گیا۔ پنجرے میں لوہے کی سلاخ پر بیٹھے طوطے نے دریافت کیا۔

"دحضور! آپ نے میراسلام میرے بھائی کو پہنچایا کہ ہیں۔" مالک نے جواب دیا۔" میں نے تمہارا سلام تمہارے بھائی تک پہنچایا لیکن مجھ سے اب تک بیمعماحل نہ ہو سکا کہ تمہارا سلام سنتے ہی وہ مرگیا اور درخت سے **♦**......**♦**......**♦**

تیسرے روز بھی مظاہرے وقتا فو قتا جاری تھے کہ کر فیولگا دیا گیا۔ مولوی خضر محمد کی کوئی خبر نہل پائی تھی۔ بخت ہی بی نے تو ایک کمرے میں بند ہو کرخدا سے لولگا لی تھی۔ بول بھی ان کے دن کا آ دھا حصہ عبادت میں گزرتا تھا اور آ دھا کھر کے کام کاج میں۔
میں۔

عائشہاورمومندی آ جھول سے نیندیں اڑی ہوئی تھیں۔

غازی شاہ سے بھی کوئی رابطہ نہ ہوسکا تھا۔ ایسے بھی مومنہ کی بے قراری حد سے سوا ہوگئی تو اس نے غازی شاہ کی طرف جانے کا سوچا اور بخت بی بی کو بتائے بنا عائشہ کوراز دال بنا کر چیکے سے گھر سے نکل آئی۔ کرفیو کے باعث سڑکوں پر ہیبت ناک ویرانی محیط تھی۔ بس فوجی گاڑیوں کی گردش نظر آ رہی تھی۔ وہ ان کی ہوس زدہ نظروں سے نیج کر پہلے طارق ہاؤس پنجی تاکہ پاپا سے کوئی مشورہ کر سکے۔ مما اسے دیکھ کر پریشان ہوگئیں۔

پریاں در اور اور اور اسے بھی رابط نہیں ہورہا ہے۔ مولوی صاحب کو گرفآار کر کے لے محیح میں جمعہ کی نماز کے بعد سے اور اب تک کوئی خبر نہیں ملی ان کی۔ مجھ سے ان حالات میں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھانہیں جاتا۔'' یہ کہتے ہوئے وہ مما سے الگ ہوئی اور ادھرادھرنظریں دوڑاتے ہوئے بولی۔

"يايا كهال بير؟"

"ووتوممبی محتے ہیں۔کل تک آجا کیں ہے۔"

''اچھا..... پایانہیں ہیں۔' وہ مایوں ہوگئی۔ پھر بالوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے سانس بھرتے ہوئے بولی۔''میں اب چلوں گی مما!''

'' کہاں؟ کہاں جاؤگی اس وقت؟'' مما نے گھیرا کراس کا چېره دیکھا۔

''غازی شاه کی طرف-''

"کیا بخت بی بی کوخبر ہے؟"

" دونیں۔" وہ نظریں جرا گئی۔ جوابا مما اے سرزنش کرنے والے انداز میں

جے چاہا کر لیا۔ جس کے گھر میں چاہا بل پڑے۔ ادھر آ کر بیٹھوتم۔ مولوی جی بہت برا منائیں گے۔' بی بی اسے زبروستی کر کراندر لے آئیں۔ منائیں گے۔' بی بی اسے زبروستی کر کراندر لے آئیں۔ سردکول پر احتیاجی مظاہر سرماری متھ مگر مدہ میانتی تھی الدی مظاہر میں میں فید ج

سر کوں پر احتجاجی مظاہرے جاری سے مگر مومنہ جانتی تھی ان مظاہروں پر فوج فیلنگ کرے کا ہیں منتشر کر دے گی۔ کتنے اور شہید ہو جا کیں سے کتنے زخی ہوں سے۔ ابھی کل بی سری تکر کے علاقے نوشہرہ میں مجاہدین کے کیمپ پر حملہ کر کے تین مجاہدین کوشہید کیا تھا اور ایک اور جگہ سات مجاہدین کوشہید کیا تھا جس میں حزب المجاہدین کا ڈپٹی ایڈ وائز ربھی شہید ہوا تھا۔ جس کاغم ابھی غازی شاہ کو کم ختا کہ اب مولوی خصر محمد کو فوجی کی شرکہ لے ملے تھے۔

وہ غازی شاہ سے ربط کرنے کی کوشش کرنے تھی۔ مگر ایبا لگ رہا تھا سرخ بٹن کا اشارہ ملنے کے باوجود جواب نہیں آ رہا تھا۔ اسے اور زیادہ تشویش ہونے گئی۔

''میں غازی شاہ کی طرف جارہی ہوں نی بی !''وہ اپنا بیک اٹھا کر درواز ہے کی طرف برخے ہوئے ہوئے ہوئے ہوئے ہوئے ہوئے کی اندر کو یا پنکھ لگ مجئے تھے۔ بی بی جائے نماز سے اٹھ کراس کی طرف آئے میں اور نرمی سے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

" پاکل ہوگئ ہے تو۔ان حالات میں باہر نکلے گی جبکہ بید درندے سر کوں پر کھلی فائرنگ کررہے ہیں۔''

"کیا خدا کی طاقت سے تو اپنی طاقت اور اپنے ارادے زیادہ مضوط سجھنے گئی ہے۔ کیا اوپر بیٹھا ہوا وہ اتنا ہے ہی ہے کہ صرف دعا سے وہ کچھ نہ کر سکے گا۔ ہمارا اختیار اس وقت اتنا ہی ہے کہ بیٹھ کر ان کے لیے خیر و عافیت کی دعا مائکیں۔ وقت اور حالات کے مطابق قدم اٹھانا دائش مندی ہے۔ مومنہ! ادھر آ کر آ رام ہے بیٹھو۔ غازی شاہ کو پیغام ل گیا ہوگا۔ وہ اتنا بے خبر نہیں ہے۔' ان کے لیجے میں تحکم بھی تھا اور خفیف شاہ کو پیغام ل گیا ہوگا۔ وہ اتنا بے خبر نہیں ہے۔' ان کے لیجے میں تحکم بھی تھا اور خفیف کی سرزنش بھی۔ وہ بے بی سے تحت پر گرنے کے انداز میں بیٹھ گئی۔

دل میں تم و غصے اور نفرت کا سمندر شاخیں مار رہا ہو اور آ دمی پچھ نہ کر سکتا ہو تو اکسی بے بسی دل کا بی خون کرنے لگتی ہے۔ ساگانے اور چھلسانے لگتی ہے اور وہ بھی جھلس ربی تھی۔ بھارتی مظالم کے خلاف اس کا سینہ م و غصے سے بھراکوئی آ تش فشاں ہور ہا

و نکھنے لگیں۔

ناراضی سے اسے ٹوک گیا۔ "اورتم کس قدر بے وقوف عورت ہو۔ان حالات میں یہاں آ تمني وطلح فعيك كهدر ما ب- مهمين ايسے حالات ميں كمر يتين لكنا جا ہے تھا۔" " حالات يهال حالات مسلمانوں كے ليے اچھے بى كب بيں؟" وہ كم س ناراض بيح كى طرح بلبلاكر بولى -ايك لخله غازى شاه كے بھنچ ہوئے لب مبهم انداز میں واہوئے تاہم دوسرے بل وہ کہے میں ناراضی کا تاثر سموتے ہوئے بولا۔ ''بہرحال تم واپس چلی جاؤ انھی اور اسی وقت ''

" ال سيميرا علم ہے۔" اس كالبجة تحكمانه تقاد مومنه نے محائل نظروں سے

طلحه احمد نے بے ساختہ چہرہ دیوار کی طرف کر لیا اور دیواروں پر آویزاں يوسنرز كاطرف دانسته متوجه هو كميا_

"تم نے سانہیں مومنہ! میں نے کیا کہا ہے؟"اب کے غازی شاہ کی سرمئی آ تکھوں کے کانچ پر ناراضی بھی رقم ہونے گئی۔ وہ اس کے چہرے کی سرخی میں تھلے غصے اور ب لچک کہے پر بری طرح دھی ہوگئ۔ کو یا اس مل وہ کوئی بھی رعایت اے دینے کو تيارنظرتبن آرماتها.

اس كى آئمھوں كے كوشے بے اختيارنم ہو سكئے۔ وہ جھكے سے پلٹی اور دوڑتی

غازی شاہ کبینے اے جاتا ویکھارہا پھرایک قدرے متاسفانہ سانس تھینج كررخ موزا تو طلحه احمد كوا بني طرف ديميتے پايا۔

''کیاتم سرجن مومنہ کے ساتھ زیادتی نہیں کر سے ؟''اس کا لہجہ تا دیبی تھا۔ اس نے سرتفی میں ہلایا اور طلحہ احمد کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولا۔

"میں نے اس کے ساتھ بھلائی کی ہے۔اس کا ابھی یہاں سے مطلے جانا ہی بہتر تھا اور مجھے یقین ہے۔اس نے بی بی کو بھی اینے کھرے نکلنے کا نبیں بتایا ہوگا۔ ورنہ وہ اسے ہرگز ندآ نے دینیں جبکہ میں بھی نہیں جاہتا کہ اسے کوئی گزند پہنیجے۔ خاص کر اس

''بہت خفا ہوں گی وہ۔ جانتی ہو وہ کیوں فکر مند ہیں تمہارے لیے؟'' '' ہاں جانتی ہوں۔'' اس بل اس کی بلکیس کسی احساس کے تحت جھک گئیں اور رخساروں پرسرخی دوڑ گئی۔

"اس کے باوجود اس حالت میں حمہیں وہنی اور جسمانی دونوں طرح آرام کی ضرورت ہے۔اس طرح کی ہماک دور تہارے لیے نقصان دہ فابت ہوسکتی ہے اور یاد رکھنا پینقصان بہت بڑا ہوگا۔''

"" پ بالکل فکرنه کریں مما! کھی ہیں ہوگا مجھے۔ آپ کی اور بخت بی بی کی وعائیں جو ساتھ ہیں۔' وہ ان کا ہاتھ اینے ہاتھ میں لے کرتسلی ہمیز انداز میں دیاتے ہوئے بولی اور مسکرا کران کے رخسار چوم کر باہرنگل تی۔

مما کے لیوں سے بے اختیار افسردہ سائس خارج ہوئی۔مولوی خضر محمد کی مرفآری ان کے لیے بھی بے حد تنویش کن تھی۔

وہ غازی شاہ کی طرف پہنی تو طلحہ احمد اے دیکھ کرچونکا۔

''آپ……ا*س وقت*؟''

" كيول كيا يهال آنے كے ليے كوئى وقت مقرر ہے؟" وہ جھنجطلابث سے

" و تنہیں میرا مطلب ہاس وقت حالات بے حد کشیدہ ہیں۔ آپ کوئیس لکانا عاہے تھا کھرے۔ یہ جگہ بھی خطرے سے خالی ہیں ہاں وقت۔ ' پھر جیب ہوکراس نے دروازے کی طرف و یکھا جہاں سے غازی شاہ اندر داخل ہوا تھا۔اس کے چہرے کے نقوش سے ہوئے تھے۔ ان میں نا کواری کے تاثرات بہت واضح سے مومنہ نے اسے و مجھتے ہی مولوی خصر محمد کی گرفتاری کی اطلاع دینی جاہی مگر اس نے ہاتھ اٹھا کر اے روک دیا۔
"تمہارا کیا خیال ہے ہم بے خبر ہیں؟"
"تو پھر مجھ سے یا بی بی سے رابطہ کیوں نہیں کیا۔ ہم کس قدر پریشان سے اور

بی بی....!'' ''نہیں بی بر گز بریشان نہیں ہوں گ۔ میں جانتا ہوں۔'' وہ قدرے

مالت میں جب کہ وہ ۔۔۔۔'' وہ کھے کہتے کہتے بکدم لب دانتوں میں دبا کر چپ ہو گیا۔ اس کے چہرے پرایک خوبصورت رنگ آ کر گزر گیا۔ وہ محض طلحہ احمد کا کندھا تھیک کررہ عمیا۔

طلحہ احمد اس کے چہرے پر پھیلنے والے اس رنگ کومحسوں کیے بتا نہ رہ سکا۔
بہر حال وہ کم من یا ناوان نہیں تھا کہ خوشی کے وہ رنگ نہ پہچان لیتا جو غازی شاہ کو یقینا
ایک قلیل مدت کے بعد ملنے والی تھی اور جس کی جھلملا ہث کا عکس ابھی ہے اس کی
آئی تھوں میں اتر آیا تھا۔

''مولوی جی کے بارے میں ہمیں بالکل ٹھیک اطلاع ملی تھی طلحہ!'' غازی شاہ کمرے میں پھیلی اس فضا کو کا شخے ہوئے قدرے سجیدگی اور رنجیدگی کے مشتر کہ احساس کے ساتھ بولا۔

'' ہاں سلطان کی اطلاع مجھی غلط ہیں ہوتی۔'' طلحہ احمہ نے تائیدی انداز میں مہلایا۔

'' جانتے ہوسلطان نے ایک اور اطلاع بھی دی ہے۔ بے شک مُلام کیا ہے مگر اس کا شک بھی یقینی ہی ہوتا ہے۔''

' اس نے چوکک کر غازی شاہ کے پھر یے چہرے کی طرف دیکھا۔ طرف دیکھا۔

'' میں بیا جگر جتنی جلدی ہو سکے خالی کر دینی جاہئے۔سلطان کے مطابق کسی وقت بھی یہاں فوج آسکتی ہے۔''

''کر کمانڈرا ہم یہ جگہ کیسے چھوڑ سکتے ہیں جبکہ کئی ایسے زخمی اس وقت یہاں موجود ہیں جو علاج کے باوجود ابھی بھاگ دوڑ نہیں کر سکتے۔'' طلحہ احمد کے چہرے پر البھن اتر آئی۔

''ان تمام رفقاء کو میں پہلے ہی نتقل کر چکا ہوں۔'' غازی شاہ بولا تو طلحہ احمہ ۔نے چونک کرایک مجری سانس تھینچی۔ نے چونک کراسے دیکھا۔ پچھ کہنا جاہا تو دوسرے بل لب بھینچ کرایک مہری سانس تھینچی۔ ''مگر اس بار' دل جاہ رہا ہے ان کا مقابلہ کریں غازی!'' طلحہ احمہ کے اندر ' سے کوئی شوریدہ ی لہرسرا تھانے گئی۔

''جذباتی مت بنو۔ ابھی ہمیں بہت کھے کرنا ہے۔'' غازی شاہ نے اسے ٹوک دیا۔ اس کے بینے ہوئے اسے ٹوک دیا۔ اس کے بینے ہوئے لیوں پر ایک مبہم سی مسکرا ہث ابھری۔''ڈ ومز ڈے تک میں خود کو ہر حال میں ان درندوں سے بچانا چاہتا ہوں۔''

''خدا تمہیں اپنے حفظ و امان میں رکھے تاعم' صرف ڈومز ڈے تک کیا موقوف!''طلحہ احمد نے بافقیار اپنے اس رفیق کے کندھے کو تھام لیا۔ ڈومز ڈے کے ذکر براس کی آئکھوں میں بھی ایک چیک ابھر آئی تھی۔

عازی شاہ نے ہے حد عقیدت مندانہ نظروں سے اسے دیکھا اور مربیانہ اندزاز میں مسکراتے ہوئے اس کے بال بھیر دیئے۔

'' خدانے چاہاتو ہم اپنے خون کے آخری قطرے اور آخری سانس تک جہاد کرتے رہیں مے میرے دیتی اگر بدمیری شدید تمنا ہے دعا ہے کہ خدا مجھے اس آپریشن تک ضرور زندگی عطا کرے۔''

"کھون کہ خواب درکھا ہے کہ درہ سے ماری بھی جھوں کہ درہ سے ماری ایس نے ایک خواب درکھا ہے کہ کشتواڑ ملٹری امیونیشن ڈیو سے شعلے بلند ہورہ ہیں۔ وہ آگ اگل رہا ہے اور بھارتی سرکار بدحوای کے عالم میں ادھر ادھر سر پٹنے رہی ہے۔ وہ سارا دھا کہ خیز مواد جو بے گناہ کشمیریوں پر استعال ہو رہا ہے وہ جل کر بھسم ہو رہا ہے۔ "میں نے کہا۔" مولوی جی ایسا ضرور ہوگا۔ یہ شعلے ضرور بلند ہوں گے۔ یہ خواب ضرور سیا ہوگا۔" اس کی آ واز میں کھنک شامل ہوگی جیسے وہ تصور بی تصور میں امیونیشن ڈیو سے شعلے بلند ہوتے و کھے رہا ہو۔

''انٹاء اللہ ابیا ضرور ہوگا۔'' طلحہ احمہ کے بھی دل کی ممہرائیوں سے صدا بلند ہوئی اور فضا میں عزم کے رنگ بھیر گئی۔

♦..... **♦**..... **♦**

رودار نہیں تھا۔'' وہ روتے ہوئے اسے بتانے لگی۔

عائشہ کی رکوں میں تھہر کھر دوڑ نے والا خون کویا رواں ہو گیا۔ اسے بے ساختہ ہلی آ میں تا ہم اس کی افسرو کی اور دل گرفتی کومسوں کرتے ہوئے اس ہلسی کو اس نے ہونٹوں کے ورمیان ہی وبالیا۔

" ياكل ! ثم نے تو ڈرا بى دیا تھا۔ خبر اس نے ایبا كوئى غلط بھى نہيں كيا

"كيااس نے غلط بيس كيا؟" اس نے ترب كرسرا تھايا۔ " نتم بھی اس کی ہی سائیڈ لے رہی ہو۔ کیا وہ طلحہ احمد کم ہے کہتم بھی " عائشہ کواس وقت وہ ایک ذے دار سرجن نہیں بلکہ ایک کم سن ناراض اور روتھی ہوئی بچی محسوں ہوئی جس ہے اس کا پہندیدہ تھلونا چھین لیا عمیا ہواور ڈانٹ ڈپٹ کر بٹھا

"وہ تہاراسب سے برا خیرخواہ ہے۔ ظاہر ہے کچھسوچ سمجھ کر ہی حمہیں وہاں

''کھرالیی بھی کیا ہے رخی۔'' وہ سر سر ناک ہو تجھنے لگی۔ '' ہاں کہ سلام تک نہ ہینچے'' عا کشہ محظوظ ہو کر کھلکصلائی ادر اس کا سر او نیجا کر کے اس کے چہرے پر بھرے بالوں کوسہلاتے ہوئے بولی۔

"اسے کم از کم عمہیں آسموں کے رائے دل میں اتارنا تو جائے تھا۔ بلکوں ير بشمانا جائية تقارتهاري سيواكرني جائية تقى - آخركوتم اليے خطرناك حالات ميں دل متھیلی پر لے کرنگلی تھیں کہ پریتم کے قدموں میں جا کر ڈال دو گی مگر ہائے اس نے ذرا مجھی تو کریا نہ کی۔ بڑا دشٹ نکلا۔''

" عائشہ کی بچی !" اس نے جمینپ کراہے کشن اٹھا کردے مارا۔ عائشہ نے اس کا ہاتھ نرمی سے تھام لیا۔

'' چلوآ ؤ کھانا کھالو۔ بی بی کوخبر ہوگئی کہمختر مہ کوئی معرکہ سرکر کے آئی ہیں تو نبید ''

مومنہ کھر چینجی تو عائشہ باور چی خانے سے نکل کراس کے پیچھے چلی آئی۔ '' کہاں چکی می تھیں تم؟ میں نے بی بی کو بھی نہیں بتایا کہتم باہر گئی ہو کب ہے میرا دل بیشا جارہا تھا۔ زہرہ آنٹی نے فون کیا تو مجھے پتا چلاتم طارق ہاؤس ہے بھی

''مِس عَازی شاہ کی طرف چکی تھی۔'' وہ تھکے تھکے انداز میں بولی اور آ تھوں میں بھرے آنسوؤں کو چھیانے کے لیے باتھ روم کی طرف بڑھ گئی۔ ''تم نے اے بتایا کہ مولوی جی۔''

"اسے پہلے ہی خراقی۔" وہ بین کائل کھول کرمنہ پریانی کے چھیا کے مارتے ہوئے سلگ کر بولی۔

'' ہاں بی بی کہدرہی تھیں کہاسے خبر ہو چکی ہوگی۔ وہ اتنا بے خبر نہیں ہے۔'' " ایک اس ایک اس بی بے خبر ہوں۔" ایک اضردہ سانس اس کے سینے کی تہ ہے آزاد ہوئی۔ عائشہ نے چونک کر اسے دیکھا۔ تب اسے اس کی متورم آتھیں نظر

"م رور بی ہو۔ کیا ہوا غازی شاہ سے ملاقات نہیں ہوئی یا؟"اس کا دل

الحظہ بھر میں ہزار وسوسوں میں گھر عمیا۔ ''موی! کیا ہوا؟ بتاؤ نا پلیز! تم روکیوں رہی تھیں؟ مولوی جی تو خیریت ہے

جواباً وه بیڈیر بیٹھ کر دونوں ہاتھوں میں چہرہ ڈھانپ کررویژی۔''عاکشہ! اس نے مجھے ڈانٹ دیا اور وہال سے بلے جانے کا تھم دے دیا۔ میری کوئی بات سننے کا دنوں سے نہیں آ سکا ہے۔'' انہوں نے اس کے بال بھراتے ہوئے اسے چھیڑا۔مومنہ نے دکھ کے شدیداحساس سے سراٹھا کران کی طرف دیکھا۔

''نهٔ نه مومنه! ایک لفظ نه کہنا۔ ایک آنسونه بہانا۔ خدا سے جب جنت کا سودا کرلیا ہے تو پھر رونا کیسا۔ دکھ کیسا؟ جو در ہے وہاں ملیس کے' ان کے سامنے تو یہ سب بیج ہے۔'' انہوں نے اس کے کا نیخے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ دیا۔ ان کے لیجے میں میٹھی میٹھی سرزنش تھی۔

عائشہ ایک کونے میں چپ جاپ بیٹے گئی۔ اس کا دل بھی ملول تھا مگر وہ بی بی کے ہمت و استقلال کے اس پیکر کو دیکھ کر حیران رہ جاتی اور سوچتی کہ اسے بھی مسلمان کشمیری عورت کی طرح یقین اور تو کل کی الیم ہی دولت مل جائے جس کے سامنے دنیا کی ساری نعمیں ہیج ہیں۔

''آپ ہمیں کوئی گیت سنائے تا بی بی! یاد ہے آپ بچپن میں مجھے اور غازی کو ہمیشہ لوری دے کرسلایا کرتی تھیں؟'' مومنہ اپنے آنسوطل میں اتار کر دھیرے ہے ہولی اور ان کی گود میں سرڈال دیا۔

''نگلی! اب تو بچی تو نہیں رہی۔'' بی بی ہولے سے بنس پڑیں پھر عائشہ کی طرف دیکھااور پولیں۔''یہاں آؤ عائشہ!ادھرمیرے یاس آ کربیٹھو۔''

وہ اٹھ کران کے نز دیک آئی تو انہوں نے اپنے دائیں طرف اسے بٹھا لیا اور اس کی کمر کے گرد باز وحمائل کر کے اسے خود سے قریب کرلیا۔

''ہاں آخ ایک عرصے بعد میرا بھی دل چاہ رہا ہے کوئی گیت سناؤں۔''ان کی آ داز بے حدد هیمی تھی جیسے وہ اپنے آپ سے ہی مخاطب ہوں۔ ''تو پھر سنائے نا؟''عائشہ بولی۔

بخت بی بی پچھ دیر کے لیے جیسے کہیں کھوی گئیں۔ان کی نگاہیں دیوار پر مرکوز ہوگئیں جیسے وہ وہاں کسی کو کھوج رہی ہوں۔ تلاش رہی ہوں۔ان کا سفید چہرہ مدھم روشن میں ایسا نورانی محسوس ہور ہاتھا جیسے چاند کے گرد مدھم مدھم سفید ساسحر انگیز اجالا' جوآئی کے راستے دل میں اتر تا چلا جائے۔

عائشہ کی نظریں ان کے مہربان چہرے پر جم میس ۔ چند کمچے تو قف کے بعد

نکال کر کھڑ کی ہے پردے کھولنے تکی۔ پھر گہری سانس تھینچ کرمن میں پھیلی نامانوس اداسی کومحسوں کرنے تکی۔۔

مولوی خصر محمد کے بنایہ چھوٹا سام مہلکا روش کھر لیکفت ہوں بے رونق ہو گیا تھا جیسے آسان بنا جا ندستاروں کے۔

''ہاں بھوک تو آج مجھے بھی نہیں ہے۔ بخت بی بی نے بھی نہیں کھایا مومنہ! مولوی جی کو وہ لوگ کوئی گزند تو نہیں بہا کیں مے نا۔'' عائشہ آزردگی ہے کہتی اس کے ساتھ کھڑی سے کہتی اس کے ساتھ کھڑی سے لگ کر کھڑی ہوگئی۔

''نی بی کہہ رہی تھیں اس سے پہلے بھی کئی بارمولوی جی کو پکڑ کر لے محتے تھے۔ پھرچھوڑ دیا تھا۔وہ اینے طور پران کی اہانت کرتے ہیں۔''

"فدا کے فدائی کے لیے بداہانت نہیں ہے۔ بدتو اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے رائے کی معمولی تکالیف ہیں۔ گر یہ عاقبت نا اندیش کا فرنہیں سمجھ سکیں محصر نے کے رائے کی معمولی تکالیف ہیں۔ گر یہ عاقبت نا اندیش کا فرنہیں سمجھ سکیں محصر نائی پھر کھڑکی بند کرتے ہوئے بولی۔ "مومنہ ملکے سے مسکرائی پھر کھڑکی بند کرتے ہوئے بولی۔ "بی بی ایکاں ہیں؟"

ود كمرے ميں بي اينے "عائشه نے افسرده ى سانس كيني ہوئے جواب

" پہت ہیاری جو نے سے تو بی بی ہمیں اور غازی چھوٹے سے تو بی بی ہمیں بہت ہیاری ہیاری نظمیں اور گیت سالیا کرتی تھیں۔ ان کی آ واز بہت ہیاری ہے۔ ہمیں سنتے سنتے سنتے سنتے الی آ ماتی ہیں۔ اور گیت سنتے ہیں۔ وہ عائشہ کے نید آ جاتی ۔ میٹی پرسکون نیند۔ آ و آج بھی ہم ان سے گیت سنتے ہیں۔ ' وہ عائشہ کے ساتھ بخت بی بی کے کمرے میں جلی آئی۔

بی بی قرآن شریف جزدان میں لیبیٹ رہی تعیں۔ان دونوں کوآتے و مکھے کر ہمیشہ کی طرح ان کے لیوں برمیٹھی مسکراہٹ ابھرآئی۔

"" مولی میں ہوتم دونوں ابھی تک۔" ان کا لہجہ معمول کے مطابق تھا گر آ تکھوں کے کوشوں برخی پھیلی ہوئی تھی جودور بی سے چیکتی دکھائی دے رہی تھی۔ "نیندنہیں آ ربی ہے بی بی!" مومنہ نے ان کے کندھے سے سرٹکالیا۔ "دکیوں؟ نیند کیوں نہیں آ ربی ہے؟ غازی یاد آ رہا ہے؟ یہاں۔ وہ بھی تو کئی

بخت بی بی کی مرحم آ واز ابھرنے لگی۔

"سینہ تیرا قرآل کے جواہر کا خزینہ اور نطق تیرا دین کی شوکت کا نشال ہے ہر بندہ مومن ہے تیرا منتظر دید فرقت میں تیری میرا قلم محو فغال ہے فرقت میں تیری میرا قلم محو فغال ہے

ہر آ نکھ تیری راہ میں مفطر بے خواب
ہر قلب سسکتا ہوا فریاد کنال ہے
سکتا ہوا فریاد کنال ہے
سکتا ہوا قریاد کنال ہوا تو
سکتا ہوا قبیری جال ہے
سکتا میں مقید تیری جال ہے
"

عائشہ کو نگا گویا کوئی میٹھا میٹھا دریا دھیرے دھیرے رواں ہو جو سنگلاخ چٹانوں اور ڈھلانوں کی مٹی کوسیراب کرتا جا رہا ہو مگر خوداس دریا کے اپنے دجود کے اندر کوئی جوار بھاٹا ہو جواثم تا جا رہا ہو۔

ورکس وشت بلا خیر میں ڈالا عمیا تجھ کو مسجد بھی وہاں ہے تو بلا بانگ اذال ہے دی ہے کھے کو مسجد بھی وہاں ہے تو بلا بانگ اذال ہے دی ہے کھے کس گنبد بے در کی اسیری جس کی نہ صدا ہے نہ کہیں اس کا نشال ہے

کوئی تو بتائے کہ پریٹاں ہے میرا ول اک کھکٹ جبر ہے ہے بس میری جاں ہے زہرہ سے کہ وہ ماہ زہرہ سے کہ وہ ماہ کیا مشتری کے غم زدہ غازوں میں نہاں ہے کیا مشتری کے غم زدہ غازوں میں نہاں ہے

ہاتف کی ندا آئی بس اب آگے نہ بڑھ اور مانگ اس سے کہ جو ذات ہمہ وم ہمہ وال ہے

ب تاب نہ ہو اتنا تو بس اس پہ نظر رکھ جو حافظ و دانائے ہمہ کون و مکاں ہے میت ختم کر کے انہوں نے ان دونوں کے سروں کوشفقت سے چوہا۔ان کی آنکھوں کے کوشوں ہیں موجودنی کچھ بڑھی مگر لبوں پر ہنوز زندہ مسکرا ہے تھی۔ آنکھوں کے کوشوں ہیں موجودنی کچھ بڑھی مگر لبوں پر ہنوز زندہ مسکرا ہے تھی۔ ''مجھے بھی ایسا ہی یقین لا دیں فی فی ایسا ہی سکون ۔'' عائشہ سے رہا نہ گیا۔ ایک اضطراب ہلکور سے لینے لگا۔

"دنیا کی حقیقت کچھ نہیں ہے میری بچیو! یہ حض ایک بل ہے دار عاقبت کا است صاحب تمیزاس بل پر خانہ تغیر نہیں کرتے۔ حضرت علی فرماتے ہیں کہ۔" کیا تم نہیں د کھتے کہ اہل دنیا کوضبح دشام مختلف حالتیں برلتی رہتی ہیں۔کوئی مرتا ہے اور اس پر لوگ روتے ہیں اورکوئی زندہ کہ اس کی عیادت ہورہی ہے۔کوئی جتلائے مصیبت دنیا کا طلب گار ہے اور موت اسے ڈھونڈ رہی ہے۔کوئی غافل نادان غفلت میں پڑا ہے اور یہ نہیں سمجھتا کہ اس کا حساب لینے والا غافل نہیں ہے اور پچھلے پہلوں کے کھوج پر جارہ ہیں ،"

آ زادی کی اس کے حسن اور دلکشی کی۔' وہ بہمشکل آ تکھیں کھول کر ان دونوں کو تکنے تکیس پھرمدھم آ واز میں بولیں۔

" جاؤاب تم دونوں بھی جاکرسو جاؤ۔ جھے بھی نیند آرہی ہے۔ "انہوں نے تکھیں کیے کے بیند آرہی ہے۔ "انہوں نے تکھیں کیے کے بیچے سے نکل کی۔ پھرالگیوں سے ملکے ملکے دانے کراتے ہوئے آکھیں بند کرلیں۔

وہ وونوں بے آ واز کمرے سے باہرنگل تئیں۔

♦.....

صبح جہاں مولوی خصر محد کی اجا تک واپسی مسرت انگیز تھی وہاں بخت بی بی کا خاموثی ہے اس بخت بی بی کا خاموثی سے اس دار فانی ہے کوچ کر جانے کا صدمہ جال مسل ٹابت ہوا۔ رات کے جانے کس پہروہ زعر کی سے منہ موڑ تمکیں۔

ای مجع غازی شاہ کا خط بھی مومنہ کے نام آیا جواس نے اپنے کسی رفیق کے ہاتھ بھیجا تھا۔ ہاتھ بھیجا تھا۔

"پیاری مومنه!

تہارے جذبے سرآ تکھوں پرگر بہت کی الیکی وجوہات تھیں جومیں اس وقت
تم سے بیان نہیں کرسکتا تھا اور تہہیں وہاں سے چلے جانے کا تھم دے ویا۔ تہارے
جاتے ہی حالات بہت خراب ہو محتے تھے اور ہمیں بہت جلدی میں وہ جگہ چھوڑ تا پڑی
تھی۔ جس کی اطلاع ہمیں پہلے ہی مل چکی تھی۔ ہماری ان جگہوں پر اب بھارتی فوج کا
قبضہ ہو گیا ہے۔

جان غازي!

ہمارے اردگرد زندگی تلی اور پھول کی طرح نہیں کھلتی بلکہ جلتے شعلوں کی طرح رقصال دکھائی دیتی ہے۔ ایسے میں فطری تقاضے بھی بھار پس و پشت ڈالنے پڑتے ہیں۔ جند بول کی لوینچ کر کے احساسات کو مارنا پڑتا ہے۔ مجھے معلوم ہے تہمیں میرے رویے سے تکلیف پنچی ہوگی مگر اس کے ہا وجود یہ یقین ہے کہتم مجھ سے خفا ہونے کے باوجود خفا نہ ہوگی اور نہ ہی ہے بات بی کی کو بتائی ہوگی۔ یہ یقین تہماری محبت نے ہی میرے اندر پیدا کیا ہے۔

''بس دنیا میں ہرایک مخص امید فردا کے دل خوش کن تصورات میں کمن ہے اور جا ہتا ہے ۔ اور جا ہتا ہے ۔ اور جا ہتا ہے کہ آئے والا دن اس کے حق میں اچھے سے اچھا ہو۔ وقت گزرنے اور عمر کم ہونے کا اسے مطلق خیال نہیں ہے۔

ایک مرتبہ امیر مہدی نے ایک نیامل تغیر کروایا۔ خلیفہ نے فرہایا۔ ''کسی شخص کو اس محل کے نظارے سے منع نہ کیا جائے۔ ناظرین یا تو دوست ہوں گے یا دشمن۔ اگر دوست ہیں تو خوش و خرم ہوں گے اور ہمیں دوستوں کی خوش دلی مطلوب ہے اور اگر وشمن ہیں تو رخی اٹھا کیں مے دل گرفتہ ہوں گے۔ ہر شخص کی یہی مراد ہوتی ہے کہ وشمن کو رنج پہنچے نیز وہ کوئی عیب ڈھونڈیں اور کوئی خلل کی بات بتا کیں تو اس خلل کا تدارک کیا جا سکے اور نقص کو دور کر دیا جائے۔

ایک فقیر نے کہا۔ اس میں دوقق ہیں۔ ایک بید کہ آپ اس میں ہمیشہ نہ رہیں گئے۔ ایک بید کہ آپ اس میں ہمیشہ نہ رہیں کے۔ دوسرایہ کہ بیشہ نہ رہے گا۔ خلیفہ اس کلام سے اس قدر متاثر ہوا کہ وہ محل غربا اور فقرائے لیے وقف کر دیا۔''

ا جا تک ان کی آواز مرحم ہوگئی۔اس میں بے بناہ نقابت سٹ آئی۔وہ چپ ہوگئیں جیسے کوئی تھکا ہارا مسافر کہیں رک کر بیاس سے خشک طلق کومسوس رہا ہو۔

مومنہ نے انہیں جلدی ہے بستر پرلٹا دیا۔ عائشہ نے پانی بھر کر دیا۔ پانی کے دوگھونٹ بھر کر انہوں نے گلاس دالیس کر دیا۔ پھران دونوں کے چبرے پیار بھری نظروں سے تکتے ہوئے بولیں۔

" میری با تین تم لوگوں کی سمجھ میں آ رہی ہیں۔ ہاں ذرا مشکل ہیں گرآ جا کیں گی۔ابیابی یفین حاصل ہو جائے گا بلکہ باکہ وائی گی۔ابیابی یفین حاصل ہو جائے گا بلکہ د'آ پ سو جا کیں بہت تھک گئی ہیں۔' مومنہ نے جھک کران کا سرسہلایا۔ ''ہاں شاید میں بہت تھک گئی ہوں۔' انہوں نے اس کا فرم ملائم ہاتھ اپنے بوڑھے نجیف ہاتھوں میں تھام کرا ہے لہوں تک لے جا کر چوم لیا۔ نقابہت سے ان کی آئی ہوں۔ آئی ہوں۔ کے جا کر چوم لیا۔ نقابہت سے ان کی آئی ہوں بند ہور ہی تھیں۔

"میرا دل جاہ رہاہے میں تم دونوں سے بہت ی باتنیں کروں بہت ی۔ اپنی مولوی جی کی میں اول جاہد ہوں کے میں تم مولوی جی کی تمہارے اور غازی کے بچین کی۔ ماضی کی آنے والے دنوں کی تشمیر کی

مولوی صاحب کی رہائی پر میں تہمیں مبار کباد دیتا ہوں۔خدا ان کا سامیہ ہمیشہ ہمارے سروں پرسلامت رکھے۔

اپنا خیال رکھنا موی! میں بہت جلدتم ہے اور نی بی ہے ملنے آؤل گا گراس وقت میں اور میرے رفتی خصوصاً طلحہ احمد بھارتی آری کی ہٹ لسٹ پر ہیں۔ ان کی نظریں ہم پر جی ہیں۔ چند دن کشاکش سے گزریں ہے۔ مولوی ہی کو گرفار کرنے کا مقصد بھی ہم وونوں کو منظر پر لا نابی تھا۔ میں مزید چند ہفتے منظر عام پر نہیں آسکوں گا۔ تم میرے لیے اور تمام مجاہدین بھائیوں کے لیے دعا کرتی رہنا۔ ہاں موی! طلحہ احمد نے قاکش عائشہ کے نام سلام بھیجا ہے۔ یہ سلام تمہارے پاس امانت ہے اسے ضرور پہنچا دیتا۔

کو جذبے چیچے رہتے ہیں۔ کبھی وہ عارضی طور پر کبھی عمر بحر۔ ان نازک کونہلوں کے ماند۔ جو بہاڑوں کے کناروں پر چشے کے اطراف اگتے اور سیرانی حاصل کرتے رہجے ہیں۔ طلحہ احمد کو میں نے کریدا تو پتہ چلا یہ بظاہر اڑیل کم گواور بے پروا کے کانہ سا نظر آنے والا لڑکا تو بڑے چیکے عائشہ کی محبت کے احساس سے سیرانی حاصل کررہا ہے۔ ہے نایاگل!۔

ہاں سب جھ جیسے تو نہیں ہوتے نا تمام تر جرات سے ہاتھ تھام کر استحقاق جما لینے والے۔ جان عازی! ول چاہ رہا ہے اس وقت اور بھی تم سے شرارت کروں۔ کوئی مہمکتے جلے تکھوں گر حالات اجازت نہیں دے رہے ہیں کہ بیہ سراسر خود غرضی ہوگی کہ اردگرو سے کٹ کراپی ذات تک محدود ہو جاؤں۔ اس وقت ہم سب ایک بالکل نی جگہ پر ہیں اور عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر میرے تمام رفقا آگ کے گر و بیٹھے خوش گیوں بر ہیں اور عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر میرے تمام رفقا آگ کے گر و بیٹھے خوش گیوں میں معروف ہیں۔ جبکہ میں ان تمام رفیقوں سے ہٹ کر ایک پوڑھے برگد کے مہر بان میں معروف ہیں۔ جبکہ میں ان تمام رفیقوں سے ہٹ کر ایک پوڑھے مرکد کے مہر بان شرارتی نظروں سے دیکھ رہا ہے۔ اس کے خیال میں میں اس وقت صرف حہیں خط ہی شرارتی نظروں سے دیکھ رہا ہے۔ اس کے خیال میں میں اس وقت صرف حہیں خط ہی جبین خط ہی جبین کہا ہوں۔ ہاں موی ! بھی بھی تھور اتنا ہی جبین کہا ہوں۔ جان مرح برا ہوں۔ ہاں موی ! بھی بھی تھور اتنا ہی جاندار ہو جاتا ہے اور جھے بچھ ایسانی لگ رہا ہے کہتم میرے سامنے بھی ہو تج تو یہ ہو ایسانی میں تبہارا وجود جھے اور زیادہ روشن دکھائی دیے لگن ہے۔

میری پیاری رفتی حیات! مجھے نخر ہے تم پر کہتم ایک خیرخواہ اور دست راست بیوی بی نہیں ایک سعادت مند بہو بھی ہو۔ بی بی کی فرمانبرداری کرتی رہو۔ وہ تہمیں ہر طرح سے صحت مند اور خوش باش دیکھنا چاہتی ہیں۔ تہمیں ان کی ہر بات اور ہرمشورے بیمل کرنا ہے۔ ہی بہت جلد طنے کی کوشش کروں گا۔ ابھی تو میرا آ نامکن نہیں ہے۔ ہم ایک آ پریشن کی تیاری میں مصروف ہیں جس کی تفصیل میں ملاقات پر بتاؤں گا۔ اب خط ایک آ پریشن کی تیاری میں مصروف ہیں جس کی تفصیل میں ملاقات پر بتاؤں گا۔ اب خط بند کررہا ہوں تا کہ تہمارے مسکتے تصور سے باہر آ سکوں۔ بی بی کو بہت بہت بیار کہنا۔ والسلام۔

ان کی دعاؤں کامتمنی غازی شاہ

خط کے الفاظ مومنہ کی آتھوں کے جیکتے پاندل میں چکر کھانے گئے۔ اس نے اس کاغذ پر چبرہ رکھ کرشدت کرب سے آتھ جیس بھے لیں۔وہ اپنے اس مجاہد وفاشعار پیارے رفیق حیات کو کسے بتاتی کہ بخت ہی بی اب ان کے درمیان نہیں رہیں۔وہ دعادُل کی شعنڈی چھایا ان کے سرول سے اٹھ گئی ہے۔ مولوی جی کی واپسی کی خوشی اور بخت بی بی کی جدائی کاغم آپس میں مطل

-- 0,50

رہے ہیں۔ وہ خط بوجل ہاتھوں سے تہ کرنے گئی۔ بیسی خوشی تھی کہ آنسودُ س کی برسات میں منائی جارہی تھی۔

میرے رفق! تمہارے الفاظ میرے ول کو چیردے ہیں۔ تم بے خبر ہونی بی موت ہے۔ یہ دخیر ہونی بی موت ہے۔ یہ دکھ مجھے کاٹ رہا ہے۔ مولوی جی مجمی تمہیں بیخبر دینے سے معذور ہیں۔ جس طرح بھارتی ورندے تمہاری بوسو تھے تھر دہے ہیں۔ ایسے میں تمہارا روپوش ہیں۔ ایسے میں تمہارا روپوش رہنا بہتر ہے۔ اس نے جیسے تصور میں غازی شاہ کو مخاطب کیا۔

خط اس نے کسی قیمتی متاع کی طرح سنبال کر رکھ دیا۔ بیداس کے محبوب کا اس کے لیے زندگی میں پہلا نامہ شوق تھا۔ جس میں پچھ نہ لکھنے کے باوجود بہت پچھ لکھ دیا تھا۔ کوئی اور وقت ہوتا تو دو اس خط پر نثار ہو جاتی۔ اس کے ہرلفظ کو کئی گئی بار پڑھتی اور تھنٹوں اس کے سحر میں جکڑی مسرور ہوتی رہتی محراب بیداحساس روح کو کا نئے کی عابتی مرآ نسو پکوں بر مفر کررہ جاتے۔ بی بی کی صبحتیں یاد آنے لکتیں مولوی خصر محمد کی باتیں اسے تعکیے لکتیں۔ باتیں اسے تعکیے لکتیں۔

''یغم وخوشی اور اکالیف زندگی کی اصل غابت نہیں۔ اس کا منشا و مقصود تو یہ ہے کہ ہم ہیشہ سرگرم عمل رہیں۔ ہم سب کو ایک دن یہاں سے چلے جانا ہے ہیں! اہمیت اس بات کی نہیں ہے کہ کوئی گئی دیر زندہ رہا' اہمیت اس بات کی ہے کہ کس طرح زندہ رہا۔ تم ایک مجاہد کی بیوی ہو۔ جہیں تو عام عورت سے کہیں زیادہ مضبوط دلیر اور صابر ہونا چاہئے۔ جہیں بہت کچھ ابھی و کھنا ہے۔ بہت کچھ کرنا ہے۔ زندگی کے نئے ریگ و کھنا اور رکھنا ہے۔ یہاں کے حالات سے لیے لیے گزرنا ہے۔ مغموم سوچیں ہمیشہ مغموم اور کمزور رکھنی ہیں۔ ہماری صلاحیتوں کو زنگ لگا کر آئییں ناکارہ بنا ویتی ہیں۔ ایکنین کمزور ہونے لگا ہے۔''

اس نے سر اٹھایا تو مولوی خصر محمد کے پریقین چہرے پر نرم مسکرا ہٹ کی جاند نی بھرے پر نرم مسکرا ہٹ کی جاند نی بھری ہوئی تھی جو گھپ اندھیرے میں روشنی کے مانند دکھائی دے ربی تھی۔الی ردشنی جوراستہ بھاتی ہے جوابا وہ بھی مسکرانے گئی۔

ابھی کچودر پہلے آیہ الگ رہاتھا گویا دل و دہاغ کے بھی راستے بند ہوئے جا
رہے ہیں۔ بس فانہ دل میں نم زدہ ہوائیں سرسراتی محسوس ہوری تعیں۔ شاید یہ یاس کی
آخری اسٹیج تھی مگر یکا کیہ اس کے بچھتے ول پرمولوی جی کے الفاظ نے کوئی پھونک می ار
کر شعلہ سا جلا دیا تھا۔ سوئے ہوئے احساسات بیدار ہونے گئے۔ نئی امٹک اور توانائی
دوح میں اترتی محسوس ہونے گی۔

"جب سروں سے جھاؤں اٹھ جاتی ہے تو دھوپ کا احساس تو ہونے ہی لگتا ہے گر جانتی ہو پودوں کی طرح انسان کے لیے بھی بیدھوپ آئی ہی ضروری ہے۔ تم دیکھو ایک پودامسلسل ایک ہی آ ب و ہوا میں رہے تو پروان نہیں چڑھ سکتا۔ اسے مرف سایہ ملتارہے تو اس کی جڑیں اندر ہی اندر گلنے سرٹ نے لگتی ہیں گر جب ان پر دھوپ لگتی ہے تو جڑوں میں زندگی دوڑ جاتی ہے۔ پودے میں شادانی اور سرائی آنے لگتی ہے۔ تو جتنی ضرورت سائے کی ہے اتن ہی دھوپ کی۔ یہ دھوپ چھاؤں تو انسان کی پرورش کرتے ہیں۔ اس کی صلاحیتوں کو ابھارتے ہیں۔" اس نے ایک گہری طرح اوهیرر ہا تھا کہ بخت بی بی کی دعاؤں کا طالب ان کی ذراسی بیاری پر رات رات مجران کے سر ہانے بیشنے والا بیٹا' ان کی موت سے بے خبر تھا۔

♦.....

جھے کو کس پھول کا کفن ہم دیں تو جدا ایسے موسموں میں ہوا جیب درختوں کے ہاتھ خالی ہیں

آئینے جس کو ڈھونڈتے تھے خود ابیا بے مثل عکس سمر تھا وہ

سارے کاننے سمیٹ لیتا تھا

ابيا انمول جم سفر نقا وه

اینے دل میں سنجال کر اس کو آج ہاتھوں سے کھو رہے ہیں اے

جيكيال بندھ مئي بين لفظوں ك

المكينہ خانے رو رہے ہیں اے

اس کو کس دوشی میں وفتا کیں اس کو کس خواب کا بدن ہم دیں وہ جو خوشبو میں وہمل کمیا یارو اس کو کس کھول کا کفن ہم دیں اس کو کس پھول کا کفن ہم دیں

مولوی خطر محر کے لیے بید صدمہ کم نہ تھا۔ پینتیس سالہ رفافت کی ڈور آن واحد میں ٹوٹ کئی تھی۔ رفیق حیات بھی الی قدم قدم پر حوصلہ بردھانے والی جس کی موجودگی برکتوں اور مسرتوں کا باعث رہی اور اب عدم موجودگی سے ماحول پر ظلمت اور بے برکتی نیکتی محسوس ہونے گئی تھی۔ جوالیے شجر سابہ دار کے ماندھی جس کی چھاؤں میں سے برکتی نیکتی محسوس ہونے گئی تھی۔ جوالیے شجر سابہ دار کے ماندھی جس کی چھاؤں میں سے برکتی نیکتی محسوس ہونے گئی تھی۔ جوالیے شجر سابہ دار کے ماندھی جس کی چھاؤں میں سے برکتی نیکتی محسوس ہونے گئی تھی۔ جوالیے شجر سابہ دار کے ماندھی جس کی جھاؤں میں سے برکتی نیکتی محسوس ہونے گئی تھی ۔ جوالیے شجر سابہ دار کے ماندھی جس کی جھاؤں میں سے برکتی نیکتی محسوس ہونے گئی تھی ۔ جوالیے شجر سابہ دار سے برکتی نیکتی میں در اور ایک میں سے برکتی نیکتی محسوس ہونے گئی تھی ۔ جوالیے شجر سابہ دار کے ماندھی جس کی جوالی میں سے برکتی نیکتی ہو سے برکتی نیکتی ہیں سے برکتی نیکتی ہو سے برکتی نیکتی ہو تھی ہو ت

آنے والے کو بھی دھوپ کا احساس نہ ہوا تھا۔ اب آن واحد میں دھوپ نے ڈیرے ڈال کیے ہتھے۔

برى صبرة زما ساعتيس تفيس مومنه كونو باربا اينا صبط ثوننا محسوس موا وه رونا

سانس تعینی۔

بخت بی بی کی طرح بے کی جوخود سائے کا متلاش نہ ہو بلکہ دوسرے کے لیے سایہ دار تجر بے۔' اس کے تراشیدہ ہونوں اور بھیکی بلکوں پر ہنوز مسکرا ہث برقرار رہی۔ مولوی صاحب نے شفقت سے اسے دیکھا پھر دھیان آنے بر بولے۔

"دكه تو موا مو كا اسے بيان كر؟" وہ آ ملكى سے كويا بولى۔" كھے كہا اس

"بال بشریت کا تقاضا ہے ہوئو۔" انہوں نے ایک نجیف ی سائس کینی۔
"کیا کہنا تھا اسے اجھا کی دکھوں سے نبرد آزما ہونے کے باوجود بھی بھی انفرادی دکھ آدی کو عظمال کر دیتا ہے۔ ببرحال صدفشکر کہ اللہ کے بندوں کی یہ کیفیت عارضی ہوتی ہے وائی نہیں۔" انہوں نے کسی خیال سے سرکو جھٹکا۔ ادر افسردگی کے سر عارضی ہوتی ہے وائی نہیں۔" انہوں نے کسی خیال سے سرکو جھٹکا۔ ادر افسردگی کے سر سے نکلنے کی کوشش کی۔ تاہم ماحول پر بچھ دریا کے لیے بوجھل ساسکوت جھا میا پھر اس سکوت کو مومد نے تو اور ا

''بھے۔ اس نے خط میں کسی آپریشن کا ذکر کیا تھا۔ گر تفصیل نہیں بتائی۔''
''بوں۔'' مولوی خفر محمد فقط ہنکارا بھر کر رہ گئے۔ مومنہ نے پچھے کہنا چاہا پھر
ارادہ ترک کر دیا۔ مولوی خفر محمد اس موضوع پر شاید کوئی بات نہیں کرنا چاہ رہے تھے پھر
انگھ کراندر چلے گئے جبکہ وہ و بیں محن میں کیاری کے ایاس بیٹھی رہی۔

اسے غازی شاہ کا انظار شدت سے ہونے لگا۔ تا کہ وہ اس آپریش کی تعمیل معلوم کر سکے اور خود بھی اس میں عملی طور پر شامل ہو سکے۔

" بچے ہے اہمیت اس بات کی نہیں کہ کوئی گئی دیر زندہ رہا۔ اہمیت اس کی ہے کہ کس طرح زندہ رہا۔ اس کے اندرایک نیا جذبہ کروٹ لے رہا تھا۔ ایک پرعزم سوچ جنم لے رہا تھا۔ ایک پرعزم سوچ جنم لے رہی تھی۔

♦..... ♦ 4

ويا

"بيذا قنبيس بعائش! اس نے مزيد يكمى لكما ب كه طلحداحد كوكريد نے پر

يا جلا كه ده

" پلیز!" وفعنا وہ بن پانی کی مجھلی کی طرح تزی ادر اس کا ہاتھ اپنے کندھے سے آ ہمتھی سے ہٹا دیا۔

اس کی آتھوں میں تخیر آمیز بے بیٹنی تھی مگر دوسرے بل وہ نظری جھکا گئی۔
ول کے آس باس وہی ماٹوس درد جا گئے نگا جسے وہ روز تھپکیاں دے کرسلاتی تھی مگر وہ
کوئی جا درنہیں تھی کہ وہ اتار کر رکھ دیتی۔ بیاتو اس کے جسم سے کھال کی طرح لپٹا ہوا
احساس تھا۔

"مئلہ یہ ہے عائشہ کہ مجت کا پودا اپنی خوشبو سے ناداقف رہتا ہے گر جب
اس پرالقات کی ہوا چلتی ہے لوجہ کے جھڑ چلتے ہیں تو دہ اہرا کراپی خوشبو سے خود بھی
مانوس ہوتا ہے۔ طلحہ احمر کی زمین دل پرامے اس پودے کے خوش نما پھولوں پر تمہاری
مبت کی ہوا اہرائی ہے تو خوشبو پھوٹ نگل ہے۔ کیا تم اس خوشبو سے منہ موڑ سکوگئ

عائشہ کی لرزتی میکیس اوپر نہ اٹھ سکیس۔اس کی سیاہ زلفیس شانوں پرجھول رہی تعمیں۔اس بل اس کے چہرے پر یاسیت اور بے بیٹنی کی عجیب حزن آمیز دھند چھائی ہوئی تھی۔طلحہ احمہ کے ذکر ہے اس کا دل بوجھل ہور ہا تھا۔ایک مہری سانس تھنج کروہ سیجھ کے بنااپی طرف کا دردازہ کھول کرنے اتر میں۔

ایک باراس نے کہیں پڑھا تھا کہ''تم کس سے محبت کرتے ہوتو اسے آزاد چیوڑ دو۔اگر دوالوٹ آئے تو اس کی پرستش کر دادراگر دالی شدآئے تو سمجھو دہ بھی تہارا ہوا جا گا شاہ''

و المارات بعی طلحہ احمد کی پرستش کرنی جاہے مگر پرستش تو وہ کرتی ہی آئی تھی۔ کیک مدت ہے۔''

"عائشہ! اگراس نے مجھ سے پچھ پوچھا۔ جواب مانگا تو میں کیا کہوں گی؟" وہ گاڑی سے اتر کراس کے پیچھے لیکی۔ ڈیوٹی روم میں داخل ہوتے ہوئے عائشہاس کی اس روز وہ عائشہ کے ساتھ جہتال جانے کونکل کہ اسے یاد آیا کہ غازی شاہ نے اسے اسے استعماری شاہ نے اسے اسے خط میں ایک امانت بھیجی تھی جواسے عائشہ کو دینائتی۔

اس نے ہیتال کے پار کٹک لاٹ میں گاڑی روکتے ہوئے اس کی طرف کما۔

''عائشہ! تنہاری ایک امانت میرے پاس ہے جھے خیال ہی نہیں رہا کہ وہ حمہیں وے دوں'' میر کھتے ہوئے اس کے لیوں کی تراش میں خوش کن مسکرا ہے ہیں مسلم اہمانی ہیں مسکرا ہے ہیں مسلم المانی مسلم المانی مسلم المانی مسلم المانی مسلم المانی مسلمی م

"امانت کیسی امانت؟" عائشہ نے تعجب سے اس کی طرف ویکھا اور بیک کی زب بند کرتے ہوئے ہنسی۔

> '' بملا میری کون سی امانت تنهارے پاس آمگی؟'' ''بس دیکھلو' آمٹی۔''

" نتا بھی دو۔اب اتنا^{سسین}س مت پھیلاؤ۔" "

"بتا دوں "وہ اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کراس کی طرف جمکی۔" گر ڈر ہے کہیں بیٹے بیٹے بیٹے تمہارا مارے خوشی کے دم نہ لکل جائے اور جھے سنجالنا پڑجائے۔"
"موموکی نجی اب بک بھی دے۔ "جوابا وہ جنے کی پھر سنجیدگی ہے ہوئی۔
"غازی شاہ نے اپنے خط میں طلحہ احمد کا سلام لکھا تھا جو تمہارے لیے تھا۔ اس
کا کہنا تھا کہ بیسلام طلحہ کی امانت ہے میرے پاس۔" یہ کہد کر وہ معنی خیز انداز میں ہنکارا
مجر کر عائشہ کی طرف و یکھنے گئی۔ اس کی آئھوں میں بھی شرارت آ میز جہم ہلکورے لے
مرکز عائشہ کی طرف و یکھنے گئی۔ اس کی آئھوں میں بھی شرارت آ میز جہم ہلکورے نے دوک

طرف مزتے ہوئے بولی۔

"اس نے سوال کب پوچھا ہے؟" ایک مظمی مسکراہٹ اس کے نازک ہونٹوں پر بھر آئی۔

'''نوئم بیرجاہ ربی ہوکہ وہ سوال نامہ بنا کرتمہارے ہاتھ میں تھا دے ۔۔۔۔ بیر کہہ کرکہ سارے سوال لازمی ہیں۔ ہرجواب کے 20 مارکس ملیں مے اور پاس ہونے کے لیے 60 فیصد نمبر ضروری ہیں۔''

دونہیں 33 نمبر ضروری ہیں۔' اس کی جھنجھلا ہث اور مھورنے پر اس کی مجھنجھلا ہث اور مھورنے پر اس کی مسکرا ہث مہری ہوئی سے ڈیوٹی مسکرا ہث مہری ہوئی۔ بیا کہ کر وہ مسکین ہی صورت بنا کر سر جھکا کر جلدی سے ڈیوٹی روم میں چلی میں۔

'' ہے ہودہ لڑک!'' مومنہ مکا تان کر اس کی طرف بڑھی مگر اس کے قریب آ کر بکدم ہنس پڑی۔

" بہتے میں طلحہ احمد کو کیا جواب بھیجوں گی؟" دہ بولی تو عائشہ کا دل سینے کی چار دیواری میں معمول سے ہٹ کر دھڑ کا۔ کندھے پر لٹکتے بیک پراس کی الکلیاں ذراس کا نہیں۔اس نے مومنہ کا چہرہ تکا۔

دو جنوں میں مگانٹھ بندھے جب ہومن کا میل
یا تو کھیلو انت تک یا مت کھیلو یہ کھیل
دوم منگنا کر جھکے سے پیچے ہی۔ عائشہ نے کندھے سے بیگ اتارا اور اسے
ر نے کودوڑی۔

عازی شاہ اور اس کے ساتھی مجاہدوں کے لیے نئی جگہ ناکافی اور سہولیات سے عاری تھی۔ اس طرح کے حالات سے انہیں پہلے بھی کئی بار واسطہ پڑچکا تھا اور یوں بھی عاری تھی۔ اس طرح کے حالات سے انہیں کا کوئی وظل نہیں ہوتا۔ جھیلی پر جان لیے موت کی مجاہدانہ زندگی میں سہولیات اور آسائش کا کوئی وظل نہیں ہوتا۔ تھیلی پر جان لیے موت کی آرز وکرنے والوں کے لئے دنیاوی عیش کوئی معنی نہیں رکھتا۔ ان کے پیش نظر رضائے الی اور آخرت ہوتی ہے۔

عازی شاہ اور اس کے رفیقوں نے ''ڈومز ڈے' کے لیے اپنی اپنی کوششیں

اور کارروائیاں تیز ترکر دی تھیں۔ ان کا سب سے بڑا مقصد انڈین آ رمی کی اسلحہ کی سلحہ کی سلحہ کی سلحہ کی سلحہ کی سلطانی لائن کومنقطع کرنا تھا۔ کشتواڑ کے آراینڈ امیونیشن ڈیو سے ان کی مہم کا آ غاز ہونا تھا۔

" مہلی بات یہ ہے کہ اگر اسلحہ وہاں سے اٹھایا جاتا ہے تو وہ تعداد میں اس قدر ہوگا کہ اسے ٹھکانے لگانا دشوار ہوگا۔" اس نے مہلی تجویز کو بہت غور وخوض کے بعدرد کرتے ہوئے کہا۔

" ہال میر تو ہے چر۔ "سب نے تائید کی تکرایک نیاسوال سب کی نگاہوں میں پ

"م مناؤ طلح احمد! تمهارا اس بارے میں کیا کہنا ہے؟" عازی شاہ کے سرخ ہونؤں کی تراش میں اس کے لیے بردی پیاری مسکرا ہث تھی۔ کویا اسے یقین ہو وہ بہترین تجویز پیش کرےگا۔

"بہت ی باتنی اس من قابل غور ہیں۔ میں اس بات سے منفق ہوں کمانڈر کہ استے بہت سے منفق ہوں کمانڈر کہ استے بہت سے اسلے کو فعکانے لگانا نہ صرف دشوار گزار بلکہ ناممکن ہی ہوگا۔
اس طرح ہم بہت جلدانڈین آرمی کی نگاہ میں آ جا کیں گے۔" طلحہ احمد نے پرسوچ انداز میں کہنا شروع کیا۔

"اسلحہ خانے کو کسی بھی طاقتور بم سے اڑا دینا میرے نزویک ایک بہترین عکمت عمل ہوگی۔ بیکام مشکل اور خطرے سے پرضرور ہے مگراس میں اسلی نانے کی سو فیمد تبائی نظر آتی ہے جو کہ ہمارامشن ہے۔" اپنی بات ختم کر کے اس نے غازی شاہ کی طرف دیکھا۔

"جھے یقین تھا کہتم ہی تجویز دو ہے۔ تہمارے ذہن ہیں بھی بالکل ہی بات آئے گا۔" غازی شاہ نے تحسین آ میز نظروں سے اسے دیکھا اور اس کا شانہ تعبیا۔
"جہاں تک خطرات اور مشکلات کی بات ہے تو اللہ کے سپاہی کے لیے کوئی مشکل مشکل نہیں رہتی۔" استہ مشکل نہیں ہے جوموت سے نہیں ڈرتے ان کے لیے کوئی مشکل مشکل نہیں رہتی۔" استہ مشکل نہیں ہے جوموت سے نہیں ڈرتے ان کے لیے کوئی مشکل مشکل نہیں رہتی۔" اس نے پنسل اٹھائی اور کاغذیر لکیریں کھینچنے لگا۔ پھر وہ کاغذ درمیان ہیں رکھ

اور بقول بوسف اورسلطان کہ کچھ خاص وقتوں میں ان کی ول بنتی اور عیاشی کا سامان کی موتا تھا۔ بینی وہ جگہ وقتی طور پر عیش کدے کا روپ بھی دھار لیتی تھی۔ یہ ایک اہم نقطہ تھا بہاں نشے میں بدمست ہو جانے والے ہندوگارڈز کو چوٹ دینے کے امکانات دکھائی دینے تھے۔

♦.....

وہ سب اس وفت اپنی کارروائیوں سے فارغ ہوکر کیمیوں میں ادھرادھر بیٹے خوش کیمیوں میں معروف تھے۔ غازی شاہ اور طلحہ احمد کیمیہ سے باہر برگد کے سو کھے درخت سے لگ کر بیٹھے تھے۔

"غازی! آج پورے 24 روز ہو گئے ہیں۔ بخت بی بی کے انتقال کو اور مولوی جی کی خلوت سے بہرہ مند ہوئے۔ ' طلحہ احمد بدن کو ڈھیلا چھوڑ کر سے سے پشت نگاتے ہوئے اولا۔

غازی شاہ کی نظریں ایک بل طلحہ کی جانب آھیں پھر اس ملکعے اند جرے کو محور نے لکیں۔ایک ممری سانس اس کے سینے کی تہ ہے نکل میں۔

طلحہ احمد کی بات سے یادوں کا کوئی ریلا سا ذہن میں اتر آیا۔ شعنڈی شعنڈی حجاؤں اور شفیق بانہوں کا گھیرا اپنے اردگر دمحسوں ہونے لگا۔ تھیک تھیک کرلوری دے کر سلاتی مہربان آ واز کا ترنم ذہن کے کوشے میں کہیں اپ بھی محفوظ تھا۔

ال نے آکھیں زور سے میچ کر کھولیں۔طلحہ احمد کہدر ہا تھا۔" کیاتم سرجن مومنہ سے نہیں ملو مے جاکر؟"

''مومنہ ۔۔۔۔!'' اس کے ذہن پر ایک دم ایبا اثر ہوا جیسے طلحہ احمہ نے کہیں تھٹھرتے برف یوش علاقے میں آگے ہی جلا دی ہو۔

''اب تو ان کے جھائے بھی دم توڑ مکے ہیں۔ میرا خیال ہے اب حالات مے بہتر ہیں۔''

، کی میں ابھی مولوی جی کی طرف جانے کا رسک لینانہیں جاہتا۔ کم ان کم اس آپریشن سے پہلے۔ اس نے رکوں میں دوڑ تے لہو کی تندی کو کو یا د بایا تھا۔ احساسات

سے ہیں ہور ہے۔ حریت پہندوں کی جدوجہد اور فدائی معرکوں سے کون واقف نہیں جوسلسل کی سالوں سے آٹھ لاکھ درندہ صفت فوج کے سامنے ڈٹ کر کھڑی ہے۔ تربیت یافتہ اور جدید اسلحہ سے لیس فوج کے سامنے نہتی یہ تحریک روز افزوں وسعت پا رہی ہے تو صرف اور صرف اللہ کی طافت کے سہارے عقیدے کی قوت کے بل ہوتے پر ہی۔ وین کوسر بلند دیکھنے کا جوش جنوں ان کے خون کو گرمائے رکھتا ہے۔ ان کے

جسموں کو کٹنے کے باوجود جھکنے نہیں دےرہا ہے۔

یوں تو سب بی ویکھتے ہیں خواب و خیال ہم نے خواب موایا نہیں ہم نے خواب شہادت دیکھا اور پھر بھلایا نہیں بیسب کامشنز کہ خواب تھا تمناتھی آروز تھی۔

غازی شاہ تحریک کے کمانڈر کی حیثیت سے اس اہم آپریشن کے تمام امکانات پرغور کررہا تھا۔ وہ کسی بھی طرف سے غافل نہیں تھا جبکہ اس کے سارے رفیق مجاہد کسی نہ کسی سمت معروف پرکار ہو بچکے تھے۔ گزشتہ دوروز میں بہت سی معلومات انہیں حاضل ہو پچکی تعیں۔

حاممل ہو چلی میں۔ ''کشتواڑ کا آراینڈ امیونیشن ڈیؤ' ظاہر ہے کوئی معمولی ڈیونہیں تھا۔اس پر ہ ہزاروں کی تعداد میں گارڈز پہرا دیتے تھے۔مختلف اوقات میں ان کی ڈیوٹیاں بدلتی تھیں ابوعمیران کی استنظیم میں دوسال پہلے ہی شامل ہوا تھا۔ متناسب قد کھر تیلے بدن کا بدلڑکا ہر فدائی معرکے میں پیش پیش رہتا تھا۔ دشمنوں کے مقابلے پراس کے سینے میں جیسے کوئی شعلہ ساموجزن ہو جاتا تھا۔ گرادھر یار دوستوں میں بیٹھنتا تو شرارتی 'ہنس کھونو جوان دکھائی دیتا۔ جب جہادی ترانا گاتا تو الی فضا بنا دیتا کہ سب کے دلوں میں ایمان افروز آگ شعلہ زن ہو جاتی۔ پہلو میں دل محلنے لگتے۔

آج بھی غازی شاہ اور ہاتی سب کے اصرار پر وہ اپنی آ واز اور ترانے سے ایسابی ایمان آ فرین ماحول بنار ہاتھا۔

'' کچھ دنوں بعد زمانے کی ہوا بدلے گی ابر کڑکے گا' فضا رنگ وفا بدلے گی ٹوٹ جائے گا ہر اک طقہ زنجیر ستم بےنواوں کی ان آ ہوں سے فضا بدلے گی''

بہت دیر تک وہ یہ مخفل سجائے بیٹھے رہے۔ ابوعمیر سب کے اصرار پر کئ ترانے ساتارہا۔ اچا تک عازی شاہ اٹھ کر کیمپ میں چلا گیا۔ پچھ دیر بعد طلحہ احمد بھی اٹھ کراندرآیا تو وہ ایک پھر پر بیٹھا اپنی رائفل کو کپڑے سے صاف کررہا تھا۔

"میراخیال ہے طلحہ مجھے ڈومز ڈے سے پہلے مومنہ سے ایک بارضرور الیا عالیہ میراخیال ہے طلحہ مجھے ڈومز ڈے سے پہلے مومنہ سے ایک بارضرور الله عالیہ ہے۔ "طلحہ احمد کی جا ب اپنی پشت پرمحسوس کرتے ہوئے وہ دھیرے سے بولا۔

اس کے چہرے پر آئی مجری سرخی تھی جسے کسی نے سرخ رنگ کا برش پھیر دیا ہو۔ کشادہ پیشانی پر لکیروں کا ایک جال بچیا ہوا تھا۔

طلحہ احمد الجھ کراسے ویکھنے لگا۔ اس کی طرف نے خاموشی یا کر اس نے سر

''تم مُعیک کہتے ہو۔ اب ان کے چھاپوں کا جوش دم تو ڑھیا ہے۔ مجھے ایسے میں فائدہ اٹھا کرمولوی جی سے بھی مل لینا جاہئے۔''

طلحہ احمد کا چہرہ ایک بل کے لئے متغیر ہوا تھا۔ وہ چلنا ہوا اس کے نزدیک آیا اور گھٹنے فرش پرنکا کر بیٹھتے ہوئے بولا۔ کی لوینچ کرلی اور قدرے آئی ہوگا۔
''مگر وہ یقینا منظر ہو گی تنہاری تم نے ذکر جو کر دیا ہے اس سے۔ اس آئریش کا۔'' طلحہ احمد بجم مضطربانداز میں بولا۔ آئریشن کا۔'' طلحہ احمد بجم مضطربانداز میں بولا۔

" بجھے تم میرے دوست رفیق کم اور مومنہ کے بھائی زیادہ لگ رہے ہواس وقت یو غازی شاہ نے بے ساختہ مسکرا کراہے دیکھا۔

"اس نے بھائی والا رشتہ جو جوڑا ہے۔ دیور بھائی کا جوڑتی تو تمہارا بلہ بھاری موتا۔ "وہ برجت بولا۔

''چلوتو پھر مجھے بھی ڈاکٹر عائشہ سے پچھابیا بی رشتہ جوڑنا پڑے گا۔'' غازی شاہ کے انداز میں شرارت تھی۔طلحہ احمد اس بے ساختہ اور غیر متوقع جملے پرسکول بوائے کی طرح شیٹا کررہ گیا۔

''یہ زیادتی ہے کمانڈر!''اس کا انداز جمینیا جمینیا تھا گر غازی شاہ ہستارہا۔ ''یوں بھی تم نے خط میں مومنہ سے ذکر کر کے اچھانہیں کیا۔'' ''بھئی کہتے ہیں عشق اور مشک بھی چھپتے نہیں ہیں۔'' ''بکواس کرتے ہیں کہنے والے۔'' وہ ہنوز جمینیا ہوا تھا۔

"اچھا.... وہ کیتے ہملا۔" غازی شاہ کی سنہری آ تھوں میں شرارت کا رنگ مہرا ہو گیا۔ اس کے چرے کے نازک حصول میں مسلسل ہننے سے سرخی ممری ہوئی محمرا ہو گیا۔ اس کے چرے کے نازک حصول میں مسلسل ہننے سے سرخی ممری ہوئی محمی۔

طلحہ احمد نے اسے مصنوی خفلی سے دیکھا اور احتجاجاً وہاں سے اشھنے لگا تمر غازی نے اسے اشھنے نہیں دیا اور اس کا ہاتھ کھڑ کر بٹھا لیا۔

"اجھا چلوچھوڑ وکیہ ہاتیں پھر کسی دفت کے لیے اٹھار کھتے ہیں۔"اس کا لہجہ ہنوز فکلفتہ تھا پھرجلدی سے بولا۔"چلو آج کچھ ترانے سنتے ہیں۔" میہ کر اس نے کہور فکلفتہ تھا پھرجلدی سے بولا۔"چلو آج کچھ ترانے سنتے ہیں۔" میہ کہ کر اس نے کیمپ سے باہر بیٹھے آگ بیکتے ابو عمیر کو آواز دی۔

'' بہت دن ہو گئے ابوعمیر! تم نے ہمیں کوئی جہادی ترانہ ہیں سایا۔'' وہ ابو عمیر سے بولا۔ دوسرے بھی اپنی آگ کی سکتی لکڑیاں اٹھائے ادھر ہی چلے آئے۔ اسے سمیر کی آزادی اور غازی شاہ کی زندگی دونوں ہی عزیز ہے۔ اس نے مہر اس نے مہر کی آزادی اور غازی شاہ کی زندگی دونوں ہی عزیز ہے۔ اس مہر اس مہر اس سے ریزائن دے دیا تھا۔ اس پر عجیب اضملال جھایا ہوا تھا۔ تھنوں میں بہتی ۔ آنے بیٹی اپنے محبوب کے تصور سے با تھی کرتی رہتی۔ اسے تصور میں پکارتی رہتی۔ آنے والے نئے نئے کے بارے میں سوچتی رہتی۔ بیٹھے بیٹھے خیالوں اور سوچوں کے جانے کتنے جنگل پارکرآتی۔ مرجب عالم خودشناسی میں آتی تو خاموثی اور وریانی کا صحراس کی آئی مول کے آئے جھیلاد کھائی دیتا۔

"جناب! چیم تصور کی سندر وادیوں سے نکل آئے۔ ایک بڑی اچھی خبر لائی ہوں۔" وہ اس کے آئے ہاتھ نیاتے ہوئے بولی۔

"عرصہ ہوا کوئی اچمی خبر سننے کو کان ترس محے ہیں۔ تم بھلا کیا اچھی خبر لاسکتی ہو۔ "" اس نے فالی فالی نظروں سے عائشہ کو دیکھا اور ایک مجری سائس تھینج کر تخت سے بیرا تارکر چیل بہنے گئی۔

"" تمہارے بی کا سندیسہ لے کرآئی ہوں۔ بولو کیا بدا چھی خرنہیں؟" عائشہ اس کی آٹھوں میں جھا تھتے ہوئے بولی اور بیک سے ایک تدشدہ کاغذ نکال کراس کے آگے لہراتے ہوئے بولی۔" بورا کا بورا پیٹر لے کرآئی ہوں اس کا۔"

مومنہ پہلے تو تخیرے اسے ویکھنے لکی۔ دوسرے بل اس خط پر جھیٹی مر عائشہ نے ہاتھ پیچھے کرلیا بلکہ خود بھی دور ہٹ گئی۔

رولیکھن پڑھن کی ہے نہیں کمی منی نہ جات اپنے جیا سے جانبو مورے جیا کی بات وہ اسے ستانے کوادھرادھر بھامتے ہوئے منگنانے کی۔

''عائشہ!عاشی کی بچی!و کیے اس طرح مت کر۔' وہ روہانی ہونے گئی۔ خوش سے اس کا دل بے قابو ہو رہا تھا۔ بے بسی انتہا کی محسوس ہو رہی تھی۔ عائشہ کے ہاتھ میں موجود خط اسے کو گی قیمتی سے قیمتی متاع محسوس ہو رہا تھا۔

''دے دو عائشہ پلیز!۔' وہ تھک کرتخت پر بیٹے گئے۔ عائشہ کو بالآخر رحم آسمیا۔ اس نے دہ خط اس کی کود میں ڈال دیا جسے جھیٹ کراس نے مٹی میں دبایا اور فورا اندر "لو كياتم نے فيملہ كرليا ہے كما تذركہ ڈيو ميں ڈائنا مائٹ لگانے كے ليے تم داخل ہو مے؟" بير كہتے ہوئے اس كے ليج ميں بيابی تعی-"باں ـ" اس نے مبہم مسكراہث كے ساتھ سراثبات ميں بلا ديا اور رائفل ايك

م طرف رکھ دی۔ عارف رکھ دی۔

طلحہ احمد کی ہے بسی اضطراب میں بدل گئی۔ وہ احتجاج کرنا جاہ رہا تھا مگر الغاظ اس کی گرفت میں نہیں آرہے ہے۔ غازی شاہ اس کا کندھا تھیکتے ہوئے بولا۔

"اطمینان رکھو ایسے اور بھی کی مواقع آئیں گے۔ ہماری مہمات جاری و ساری ہیں۔" پھراس کے کندھے پرتسلی آمیز دباؤ ڈیلتے ہوئے بولا۔" ہیں تم سب کے احساسات اور جذبہ جہاد سے واقف ہول۔ تہمارے دلول میں بھی وہی شعلہ موجز ن ہے جو میں اندر ہے مگر میں مولوی تی کا خواب پورا کرنا چاہتا ہول۔ مجھے موقع دو۔ میرے رفق صرف ایک موقع۔" اس کالہجہ التجائیہ ہوگیا۔

طلحہ احمد کے چہرے پر ہلکورے لیتا اضطراب دھیما پڑ ممیا۔ اس نے اپنے کندھے برر کھے غازی شاہ کے ہاتھ براپنا ہاتھ رکھ کر دبایا اور ایک مہری سانس مینج کر محت ہے مسکرا دما۔

بیست و دفتر بیرے رفتی!" غازی شاہ نے برعقیدت میں ڈوب کر بے ساختہ اینا بازواس کے کردحمائل کردیا۔

ایک دھیمی سو کوار مسکراہ ب طلحہ احمد کے ہونٹوں کے کوشوں میں پھیل کر منجمد ہو

♦.....

مومنہ کے لیے زندگی جیسے تھمری ٹی تھی۔ غازی شاہ سے نہ رابطہ ہوسکا تھا نہ اس کی صورت نظر آئی تھی۔ ایک ماہ ایک صدی بن کر گزرا تھا۔ کو کہ وہ جانتی تھی اس کا محبوب شو ہر جس سفر پر گامزن ہے وہاں عافیت کا ایک لمحال جانا مجزہ ہی تھا۔ ہر طلوع ہونے والا سورج اسے کسی خوش آئند خبر کا یقین سا دلاتا مگر رات کی تاریکی وہشت تاک مایوی کا احساس دلانے گئی۔

جلنے والا وہ چرائی آخرشب ہے کہ اس کی لواگر مدھم بھی پڑجائے آفر شب ہوتا میں کہ اجالا کم نہیں ہوتا محبت کرنے دالوں کو خبر ہے محبت وسوسوں اور واہموں کے درمیاں محبت وسوسوں اور واہموں کے درمیاں اسیری کا نے محق ہے اسیری کا نے محق ہے میں ہوتی ہے ہیں ہوتی ہے میں نہیں ہی محبت ایک ایسا راستہ ہے محبت ایک ایسا راستہ ہے کہ جس پر واپسی ممکن نہیں ہوتی کہ جس پر واپسی ممکن نہیں ہوتی

حلی مشی ۔ میلی مشی ۔

"کیا بات ہے؟ یہ کیما شور ہنگامہ ہے؟" مولوی خفر محد مردان خانے سے باہر نکلے۔مومنہ کو بول بھائے د مکھ کرذرا ساجران ہوئے۔

''غازی شاہ نے پتر بھیجا ہے مومنہ کے نام مولوی جی اس کا کوئی لڑکا ہپتال میں آیا تھا بھے پہنچانے۔'' عائشہ انہیں بتانے کی۔مولوی خصر محد کے لیے غازی شاہ کی طرف سے کوئی پیغام ملنا مسرت انگیز فہر تھی۔

''خدا خیر کی خبر لائے۔'' انہوں نے بند دروازے کو دیکھا جہاں مومنہ جا کرمم ہوگئ تھی۔ پھر سر جھکا کر نلکے کی طرف بڑھ ہے۔

♦......**♦**......

غازی شاہ کا خط پڑھتے ہی مومنہ کی ساری شخص اتر مگی۔ اس نے ملنے کا دن اور دفت مقرر کیا تھا۔ اس نے لکھا تھا۔ وہ طارق ہاؤس میں اتوار کے دن ڈھلتی شام کو اس سے ملنے آئے گا۔ وہ اس کا انتظار کرے۔

'میں تو آیک ماہ سے سرایا انتظار نئی ہوں۔ میرے محبوب شوہر!' اس نے زیر اب مسکرات ہوں۔ میرے محبوب شوہر!' اس نے زیر اب مسکرات ہوئے چیٹم تصور میں اسے مخاطب کیا اور خطاقیتی متاع کی طرح سنجال کر رکھ لیا۔ بیراس کے محبوب شوہر کا دوسرا محبت نامہ تھا۔

سے بی کے جی کے جیں کہ وہ تعلق خاطر بی کیا جس پر دوریاں فاصلے اثر انداز ہو جا کیں۔اصل چیز تو ایک دوسرے کی موجودگی کا احساس ہے۔دل میں رہنے والے اپنی غیر موجودگی میں بھی آپ کے قریب بی محسوس ہوتے ہیں۔آپ جینئے بھی تنہا ہوں۔ان کی موجودگی کا احساس آپ کو تنہا نہیں ہونے دیتا۔تعلق خاطر میں سچائی خلوص اور محبت نہ ہو وہ محض غرض پرجنی میں کی آسودگی کے لیے بندھ کئے ہوں تو ان کی موجودگی محض خودرور پودے کی طرح آپ کوکوئی چھاؤں نہیں دے سکتے۔

غازی شاہ کے تقبور سے ہی اسے ایک شمنڈی خوشبودار چھاؤں کا احساس ہونے لگا۔

محبت طاق دل پر

Scanned By Wagar Azeem Paksitanipoint

لوگ ہیں۔'

" بھی بیسارا کچھتو مومنہ نے ہی کیا ہے۔ صبح سے کچن میں کی ہوگی تھی۔ میں نے کہا تھا کہ بھی تمہارا میاں کھانے کوئیس تم سے ملنے آرہا ہے۔ ' مما جلدی سے وضاحت دیے گیں۔

"اس کا خیال ہوگا کہ اس کا مجامد میاں جانے گئے دنوں کا بھوکا ہوگا۔ سو
اے اب اتنا کھلا بلا دول کہ وہ ایک دن میں ہی پہلوان ہوکر وشمنوں پر ٹوٹ پڑے۔
وہ آسین فولڈ کرتا ہوا بیس کی جانب بڑھتے ہوئے اس پر ایک مسکراتی نگاہ اچھال گیا۔
دونہیں ایبا کوئی خیال نہیں تھا.... میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ بھرے پیٹ والے بیش پرست آ دمی دشمنوں پر قبر بن کرنہیں ٹوٹ سکتے بلکہ چوہوں کی طرح بل میں محصے رہے ہیں یا کبور کی طرح آ تھیں بند کر کے خودلقمہ اجل بن جاتے ہیں۔ "وہ لولیاس کی طرف بڑھاتے ہوئے گئاتگی سے ہئی۔

" پید پر پھر باند منے والے اور روکی سوکی کھانے والے ہی وشمنوں کے لیے اصل خطرہ ہوتے ہیں چونکہ انہیں خریدانہیں جاسکتا۔ انہیں زر'زن اور زمین سے بدمست نہیں کیا جاسکتا۔'

''وری اسٹرنج' آنٹی! یہ میری زوجہ ہی ہے تا؟'' غازی شاہ مصنوی جیرت سے بلکیں جھیکتے ہوئے اسے دیکھتے ہوئے مما سے خاطب بوا۔مما ہنے کلیں۔

''میں آواہے بہت ہوگئی کی معقل ہی چھوڑ کمیا تھا۔'' ''میں بھلا کب اوکی ہوگئی تھی؟'' وہ احتیا جا اسے مھورنے کئی پھر بچوں کی طرح بسور کر منہ بچلا لیا۔مما ہنستی ہوئی کمرے سے چلی کئیں آو اس نے ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے قریب ہی بٹھا لیا۔

" بزرگ کہتے ہیں عورت ہے ہم چار چیزیں چاہتے ہیں۔ایک اس کے دل میں نیکی ہو۔ دوسرے اس کے چیرے پر حیا ہو۔ تیسرے اس کی زبان میں شیر بنی ہواور چو تتے اس کے ہاتھ کام میں گئے رہیں اور میں کہتا ہوں اس کے بعد اب اگر عقل کی تھوڑی ہی ہوتو یہ کوئی ایسی بڑی بات بھی نہیں ہے۔ "یہ کہتے ہوئے اس نے ایک

غازی شاہ کی آمد نے اس کے چہرے پر پھول کھلا دیئے تھے۔اس کے سرایا میں الی روشی بحر دی تھی کہ دیکھتے ہی آ تھیں خبرہ ہونے لکتیں۔ مما اسے نظر نگ جانے کے ڈریسے نظر بحر کرنہ دیکھتی تھیں جبکہ اس کا خیال تھا یہ سب اس کے محبوب کا اعجاز ہے۔ اس کی محبت اتنی حسین ہے کہ اس کے اندر اتر کر

اہے بھی حسین بنار ہی ہے۔

''یہ فاصلے اور قربتیں تو یونی بے معنی علت ہیں' بے حقیقت مہریں ہیں' میں تہراری موجودگی کے احساس سے ایک بل بھی غافل نہیں رہا۔'' غازی شاہ کا لفظ لفظ کھول بن کراس کے چہرے کومہکا رہا تھا۔

جدائیاں ہی تو محبت کوعشق بناتی ہیں۔ جب تعلق دل اور روح سے جڑا ہوتو فاصلے قربتیں ہوجائے ہیں۔ اس نے سوچا مگر کہانہیں۔ وہ صرف سننا چاہتی فاصلے قربتیں ہوجائے ہیں۔ اس نے سوچا مگر کہانہیں۔ وہ صرف سننا چاہتی مختی۔ اپنے محبوب کی آ واز اس کے لیجے کی محبت آ میز محندک سے سیراب ہونا چاہتی مختی۔ سوجیب رہی اور اسے سنتی رہی۔

اس کی قربت کا ہر لیحداس کے لیے تیمی تھا اور مومندا سے تیمی متاع کی طرح سمیٹ کرول میں چھپالیتا جا ہتی تھی۔ وہ اسے اپنی مہم کے بارے میں بتانے لگا۔ تاہم مکمل تفصیل بتانے سے گریز کیا تھا۔ وہ جا نتا تھا وہ چاہے جتنی مضبوط ہے مگر اندر سے وہی خدشوں وسوسوں سے بھری ایک کمز ورہستی ہے۔

رات کے کھانے پراس قدر اہتمام و کی کر غازی شاہ نے اک ناراض می نظر اس پرڈالی پھرمما سے مخاطب ہوا۔

"میری عادت کیول بگاڑتا جاہ رہی ہیں آئی۔ ہم تو سادہ غذا کھانے والے

مصندی سانس بعری۔

''غازی ……!'' وہ بلبلا کر تغیلی کا مکا بنا کراہے مارنے کی۔

" بھی باتی جار چزیں تو ہیں ناتمہارے پاس۔ 'اس نے اس کا ہاتھ پکڑلیا۔ وہ اسے محورتے ہوئے بکدم کھل پر کی۔ ''بہت برے ہو۔'

اس کے ہنتے چہرے کو دیکھتے دیکھتے کی بیک وہ سنجیدگی کی لپید ہیں آئی۔
کوئی خیال کوئی احساس اس کے دل کو چھیدتا ہوا گزر کیا پھر ایک مہری سانس بحرتے
ہوئے اس کے خوش نما چہرے سے نظریں ہٹا گیں۔ ایک مانوس سا اضطراب اس کی
سنہری آئی موں کی سطح پر پھیل ممیا تھا۔

چندنوالے وہ بہمشکل کھاسکا گھراٹھ کر کمرے میں چلا گیا۔ مومنہ ملازمہ کے ساتھ کچن کا پھیلا وا سمیٹ کر کمرے میں آئی تو وہ کھڑکی

میں کمرا پھلے باغیے میں تھلے اندھرے پرنظریں جمائے کنگار ہاتھا۔

" بهم تو مقل کی جانب چلے ساتھیو!

اب تہارے حوالے چن ساتھیو!

اسے اندر آتے دیکھا تو جب ہو گیا اور ملکے سے مسکرایا ممر جانے کیوں وہ مسکراتک نہ کی بس اسے ایک تک دیکھتی رہی۔

"كيابات ب؟ ايسكيا وكيورى مو؟" وه ذراسا جران موا

"ایا لگرہا ہے آپ منظرب ہیں۔کوئی موج ہے جوآپ کو بیکل کوری کے ہے۔ کیا ایسا بی ہے؟" وہ اس کے نزدیک چلی آئی۔ عازی شاہ کے مسکراتے لب سکڑ گئے۔اس نے کوئری کے باہرنظریں مرکوز کردیں۔

" بی بی نے جھے یادتو کیا ہوگا؟" وہ کہنا کھے اور جاہتا تھا مرکبہ پھے اور کیا۔ مومنہ نے ایک سانس کینج کرا ثبات میں سر ہلا ویا۔

'' یہ فطری کیفیات ہیں۔ کسی کو یاد کرنے سے کون روک سکتا ہے بلکہ خود کو بھی نہیں روکا جا سکتا ہے بلکہ خود کو بھی نہیں روکا جا سکتا۔ جذبات اور احساسات کی تو اپنی ہی ایک الگ و نیا ہے۔ انسان بروے غیر محسوس طور پر اس دنیا کے اندر داخل ہو جاتا ہے۔ بھی شعوری کوشش ہے لکل جاتا ہے۔ بمی شیوری کوشش ہے لکل جاتا ہے۔ بمی نہیں لکل یا تا۔''

غازی شاه اس کی طرف و مکیه کرره کمیا مچرسر کوخفیف سی جنبش و ہے کرکسی خیال

"مومی! کیابی اچھا ہو کہ ہم اپنا ہر جذبہ ہراحساس صرف ایک بی ذات کے نام کرلیں۔ای سے ہمیں توقع سے باس ذات عظیم سے جہاں سے ہمیں توقع سے بڑھ کر چاہت ملتی ہے۔ جس کا تصور قلوب میں اطمینان مجر دیتا ہے۔ ایسا اطمینان کہ پھر کوئی بے کل نہیں کر سکتی۔" اس نے اس کے نرم ملائم ہاتھوں کو اپنے مضبوط ماتھوں میں اگر دیایا۔

" بھلاکوئی مسلمان ہوگا جس کا تعلق اس ذات ہے نہیں جڑا ہے؟" دہ ملکے سے مسلمان ہوگا جس کا تعلق اس ذات سے نہیں جڑا ہے؟" دہ ملک ہے مسلمان کی بھی سے مسلمان دینے والی بھی بھی دات تھی ۔"
ذات تھی ۔"

" کی تو میں چاہتا ہوں موی!" غازی شاہ کی آکھیں لیکفت کسی جگنوکی طرح چیکیں۔ اس نے پر جوش انداز میں اس کے ہاتھوں کو دبایا۔ "بس ای سہارے کو تھا ہے رکھؤ ای پر نگاہ رکھو باتی سب فانی ہے۔ سب نیج ہے۔ انسانوں کے سہارے ایک دوسرے کے لیے محض خستہ اور دیمک زدہ لکڑی کے مانند ہوتے ہیں کب موت کی ویمک انہیں جائے اور وہ ترخ جا کیں۔"

مومنہ کے اعصاب کو بڑے زور کا جھٹکا لگا تھا۔ اس نے اپنا ہاتھ اس کی محرفت سے تھینج کراہے عجیب می نظروں سے دیکھا۔

"زندگی انسان کے لیے ہمیشہ بہت تھوڑی ی ہوتی ہے۔ ہرآنے والالحداس میں کی کرتا جاتا ہے۔ زندگی کولیٹنی خیال کرنا دراصل موت کی حقیقت سے انکار ہے مگر انکار کرنے والے بھی بہرحال موت کے فکنجے سے نہیں نکی سکتے۔ کیوں نہ ہم ہرآنے والے لیے کواپنا آخری لحد ہی تصور کریں۔"

"فازی! پلیزے" وہ اسے مزید ہولئے سے ٹوک می ۔ اس کاول الی کیفیت سے دوجار ہوا جیسے کسی نے اس کا وال الی کیفیت سے دوجار ہوا جیسے کسی نے اسے بری طرح دبایا ہو محر دوسرے بل سائسیں روال ہو می موں محراس روانی میں عجیب بے سکونی تھی۔

اسے جانے کیوں وہ رات یاد آمنی جب بی بی اس سے الی بی با تیں کررہی

آئی داوار بنانا ہے جے وہمن ہلا نہ کیں۔ جو دہمنوں پر قہر بن کر ٹوٹ سکے۔ جس کے نام سے ان کی نیندیں اڑ جا کیں۔ ان کی صفول میں بے چینی اور المچل کچ جائے۔ ان کے قدم اکمر جا کیں۔ جوز کدہ رہ تو صرف دین اسلام کے لیے اور غلامی کی زنجیریں تو ڈکر کشمیر کو آزادی سے جمکنار کرنے والوں میں شامل رہے۔ بولومومنہ! اسے ایہا ہی مجاہد عنوں کی نا۔ جس کا ایمان بی اس کی دولت ہو۔ اس کا عقیدہ بی اس کی قوت ہو۔ بناوں کی نا۔ جس کا ایمان بی اس کی دولت ہو۔ اس کا عقیدہ بی اس کی قوت ہو۔ ہماری آنے والی سلیس عالم اسلام کے لیے نے سورے کی نوید جیں۔ انہیں اسلاف کی ماری آنے والی سلیس عالم اسلام کے لیے نے سورے کی نوید جیں۔ انہیں اسلاف کی قربانیوں کو بھلا نہ دینے دینا۔ انہیں بقا کے داز سے واقف کرانا کہ فنا میں بی بقا کا داز سے واقف کرانا کہ فنا میں بی بقا کا داز سے واقف کرانا کہ فنا میں بی بقا کا داز

اس کی آواز جوش سے بھاری ہورہی تھی۔ اس نے فرط جذبات میں اس کا ہاتھ دباتے ہوئے اس کی بھیکی بھیکی آتھوں میں جھکا نکا۔''بولو' کیا بیرسار سے سبق اسے سکھاؤ کی؟''اور مومنہ نے بھیکی بھیکی متورم سکراہث کے ساتھ سراثبات میں ہلا دیا۔

دہ دونوں رات دریتک جائے باتیں کرتے رہے۔ فجرسے پچھ دریے پہلے غازی شاہ جانے لگا تو اس نے اپنے بالوں میں اٹکا ہوا گلاب نکال کراسے ہولے سے اپنے لیوں سے لگایا پھراس کے کرتے کی جیب میں اٹکا دیا۔

"فدا حافظ!" اس کے لیول نے بے آواز جنبش کی اور نگاہوں نے وور تک ال کا پیچھا کیا۔

وہ باہرنگل کیا تو وہ بھاگ کر فیرس پر گئی۔ بل کھاتی سڑک کے باعث وہ اسے اور تک جاتا دکھائی دیتا رہا۔ وہ ہاتھ فضا میں اٹھا کر لہراتی رہی۔ جب وہ نظروں سے اوجھل ہو گیا تب بھی وہ کھڑی ہاتھ ہلاتی رہی۔ اس کا دل بالکل خاموش ہو گیا تھا۔ جسے کوئی ہے آ باد مکان۔ جس کے سار نے کمین اپنا ساز و سامان اٹھائے وہاں سے کو چ کر کے ہوا ۔

وہ ٹیمرک سے بنچے آگی اور لان کی شمنڈی کیلی گھاس پر ننگے ہیر بے قرار روح کے۔
کے مانند چکر کا شنے گئی۔ فجر کی اذان ہونے گئی تو ہاتھ خود بخو دوعا کے لیے بلند ہو مجئے۔
بہت میں وعا میں اسے یاد تھیں جو بی بی بچپن میں اسے یاد کراتی رہتی تھیں گر اس بل ساری گڈٹہ ہور ہی تھیں۔ اس کے لب کانپ کر رہ مجئے گمر وہ بہت دیر تک بجدہ

تھیں۔اس نے گھبراکر سرجھ کا۔ "مومند!" غازی شاہ نے نری سے اسے تقاما۔ مگر اس کے چبرے کے ۔ میں سے سے کھا جی میں ا

تاثرات و مکھ کرمزید کھی کہنے کا ارادہ ترک کر دیا اور اسے لیے باغیجے کی کھلی فضا میں نکل

رات کی شندی شندی ہوائیں محولوں کی معطر خوشبو سانس لیتے ہی پھیچروں میں معطر خوشبو سانس لیتے ہی پھیچروں میں ایک تراوث مجررہی تھی محرمومنہ کو لیکخت سب کچھ بے حداداس وریان اور بورا ماحول ہی بے رنگ محسول ہونے لگا۔

غازی شاہ نے گلاب کے پودے پراگا ادھ کھلا گلاب توڑ کر اس کے رکیتی بالوں میں لگا ویا مکراس کا دل نہ مہک سکا۔ کوئی چیز اس کی روح کومسو سنے لگی تھی۔اسے اپنی آئی تھیں۔ ا

''کیاسوچ رہی ہو؟'' وہ دلفریب مسکراہٹ کے ساتھ اسے و بکھر ہاتھا۔مومنہ کو جانے کیوں میمسکراہٹ بھی چھکی سی گئی۔ اس نے آئیسیں زور سے میچ کر کھولیں۔

۔ دنہیں مومو! جانے والوں کو الوداع اس طرح نہیں کرتے۔' اس نے بے حدنری سے اس کا بکھرا وجود سمیٹ لیا۔

ن بن بن من کی آنو پلکوں کی مضبوط باڑتو ڑکر بالاً خربہہ نکلے۔
"تو کس طرح کرتے ہیں؟" اے آنووں پرافقیار ندر ہا۔
"مسکرا کر پوری حوصلہ مندی کے ساتھ۔" وہ مسکرایا۔
"نیاگل کیا تمہیں یقین نہیں ہے کہ میں لوٹ کرآوں گا؟" دہ اے چھیڑنے

''کول کول ہیں ہے۔ خدانہ کرے کہ،' اس نے ترکی کراس کا ہاتھ جکڑ لیا۔'' اس کے ترکی کراس کا ہاتھ جکڑ لیا۔'' خدا تمہیں میری عمر مجمی وے وے غازی شاہ۔'' اس کا رواں رواں دعا کو ہو میا۔

ریز ربی_

دہ سننے والا قادر مطلق لفظوں کا بی مختاج کب ہے۔ وہ تو آنسوؤں کی زبان جات ہے۔ وہ تو آنسوؤں کی زبان جات ہے۔ ول کا تر پنا بھلا اس سے کب چھپا ہوتا ہے۔
اس نے بھی آنسوؤں کی زبان میں ساری دعا کیں ما تک لیں۔

♦..... ♦...... ♦

سرفروشوں کا بی قافلہ جمعے کی رات کو اپنی مہم کے آغاز کے لیے اسپے کیمپول سے غازی شاہ کی قیادت میں روانہ ہوا۔

اسلی فانے کی بلند و بالا ممارت پر تبییرسکوت جمایا ہوا تھا۔کوئی نہیں جانا تھا کہ یہ کہ چند کھوں بعد اس سکون کی تہ ہے کوئی طوفان اندنے والا ہے۔نہ کوئی جانا تھا کہ یہ تاریخ میں ایک روشن باب کا اضافہ کرنے والی ہے۔
تاریک رات کچھ تھنوں بعد ہی تاریخ میں ایک روشن باب کا اضافہ کرنے والی ہے۔
کمانڈر غازی شاہ اپنے جذبہ ایمان سے سرشار خدا کے فدائی رفیقوں کے ہمراہ اس اسلی خانے پر قیامت صغری لانے والا ہے۔

" درسے بیارے ساتھیو! ہم آج اپناللہ سے کیے عہد کو سے سرے سے تازہ کرتے ہیں۔ خود کو اللہ کا سابق کہتے ہیں تو عملا منوانے کا عزم کرتے ہیں۔ میں جانیا ہوں حالات روز بروز ہمارے لیے سخت تر ہوتے جا رہے ہیں۔ مگر ہمیں حالات اور مشکلات کو دیکھ کر خوف زدہ ہو کر پیچے ہٹ کر بیٹے جانا نہیں ہے۔ حالات اللہ کے قیضے میں ہیں۔ وہ جب جا ہے بدلے گا۔ ہم حالات کونیس بدل سکتے۔ ہمیں اصلاح قیضے میں ہیں۔ وہ جب جا ہے بدلے گا۔ ہم حالات کونیس بدل سکتے۔ ہمیں اصلاح کرنی ہے۔ دین کے مطابق خود کو ڈھالنا اور اپنی جماعت کوسید ھے راستے پر لے کر حانا۔

میرے رفیقو! آج اسلام قربانیوں سے نے سرے سے جیکنے لگا ہے۔ است مسلمہ جہاداور قربانی کا درس پھر سے زندہ کر رہی ہے۔ اس کا سفینہ تلاظم خیز موجوں میں بھی رواں دواں ہو گیا ہے۔ جس سے کفر گھبرا گیا ہے۔ ہندو بینے ہوں یا یہود و نعمار کی سب خوف زدہ اور پر بیٹان ہیں۔ سب نے ل کرمسلمانوں کو مارنے اوران کی تلاظم خیز رفیار کورو کنے کا فیصلہ کرلیا ہے تکر ہمارے قدم ہمارا سفراور بھی تیز تر ہو گیا ہے۔ ہم فیصلہ کر بیجے ہیں کہ جانیں اللہ کے نام وقف ہیں۔ یہاں خالص ایمان کا معاملہ ہے۔ بیسفر

باد کا سفر ہے۔ ہم مسافر ہیں۔ جنت اللہ کا دیدار دیدار نبی اور محابظ ساتھ ہماری زل ہے۔

سنر کتنا لمبا ہوگا؟ کتنی تسلیل بیت جائیں گی؟ بس ہمارا کام تو اپنی موت تک ہ-اس عرصے میں ہمیں منتقیم رہنا ہوگا۔اپنے آپ کو بچا کر گزاریں باقی امور سب
مرک طرف لوٹے ہیں اور وہی فیصلے کرتا ہے۔ وہی نتیجے لکا لنے والا ہے۔''

غازی شاہ کی ایمان افروز تقریر نے سب کے دلوں کو جذبہ جہاد سے کرما دیا - ہرکوئی اس فدائی معرکے میں آ مے رہنا جا ہتا تھا۔

قافلہ اسلحہ خانے کی عمارت کے قریب پہنچا تو تقریباً بارہ بجے کا وقت تھا۔ کی شاہ کے علاوہ سب اس کے تھم پرسوکڑ کے فاصلے پر اتر ائی میں جہپ کر بیٹے مسے اپنی دور بینوں سے ارد کر دکا جائزہ لینے گئے۔

غازی شاہ سیاہ لباس میں ملبوس ہونے کے باعث رات کی تاریکی کا ہی حصہ کیا تھا۔ وہ دھیرے دھیرے رینکتا ہوا اسلحہ خانے کے مرکزی کیٹ کی طرف بردھ رہا ۔ ایک دیوار کے نزدیک گائی کر وہ مخاط اغداز میں اردگرد کا جائزہ لیتے ہوئے کھڑا ہو

بڑے سے سیاہ کیٹ پر پہرا دیتا گارڈ اپنی مخصوص وردی میں کندھے پر جدید کی اشین من لٹکائے جہلتا دکھائی دیا۔

وہ دیوار کی آٹر میں ہوکراس کا جائزہ لے سکتا تھا۔ وہ ورمیانے قد و بلے پہلے کا تھا مگر پھر بیٹلا معلوم ہور ہا تھا۔ کیٹ کے اوپر صلتے بلب کی مرحم روشی میں اس کا بھی واضح طور پر دیکھا جا سکتا تھا۔ وہ چہرے سے قطعی عام معمولی شکل وصورت کا مقا۔ وہ چہرے سے قطعی عام معمولی شکل وصورت کا مقا۔ تھا۔ تعموص ہندونو جیوں جیسی خبافت او کرختلی نہیں تھی اور یہ بات ان کے حق میں متمولی ساتھی۔

غازی شاہ نے اپنے سیاہ لبادے کی جیب سے چند پھر نکالے اور اسے یوں کی طرف ایک ایک اور اسے یوں کی طرف ایک ایک ایک کے اچھالئے لگا۔ بتوں اور شاخوں میں کھر کھر اہمن ی ۔ ماحول کے سائے میں اچا تک پیدا ہونے والا ارتعاش یقینا گارڈ کو چوکنا کرمیا

طان رينكتا موااس طرف آتا دكماني ديا_

کوئی دومنٹ کے اندر بی سلطان گارڈ کا لباس خود زیب تن کر چکا تھا اور اپنا اسے پہنا چکا تھا۔اس کا دوسرار فیق مردارگارڈ کو کندھے پرڈالے چلا گیا۔

اس کام سے فارخ ہوکر غازی شاہ مخاط انداز میں کیٹ سے اندر وافل ہو ا۔ اس کے پاس تین طاقتور ڈائنا مائٹ تھے جوا سے اندر مختف مقامات پرسیٹ کرنے ،۔ ایک اندازے کے مطابق یہ کام ایک مختفے میں ہونا تھا۔ اس کے بعد غازی شاہ اسلحہ فانے سے باہر لکل کر طلحہ احمد سے رابطہ قائم کر لیتا۔

غازی شاہ نے ویکھا کہ اس نے گن کندھے سے اتار کر ہاتھ ہیں مضبوطی سے پکڑی ہے اور جماڑیوں کی طرف برجے لگا۔ اس نے پھر پیچنکنے کا سلسلہ بند کر دیا اور بہایت مخاط انداز ہیں ایک بار پھر دیوار کی اوٹ سے جمانگا۔

گارڈ اس کے نزویک ہی جینچے دالا تھا۔اس نے اپنے قدموں کومضبوطی سے فرش پر جمالیا اور بالکل ساکت ہوکر اس کے ہرلحہ قریب آتے قدموں کی دھک پرتمام تر توجہ رکھ لی۔

تین چارساتویں قدم برگارڈ بالکل اچا تک اس کے سامنے آسمیا۔ مراس سے بہلے کہ چوکنا ہوکر اسے سنجلنے کا موقع ملتا غازی شاہ نے چینے کی طرح اس پر جعلا تک لگادی۔ جعلا تک لگادی۔

اگراس کے قدموں کی چاپ کا اندازہ لگانے ہیں اے معمولی ی بھی خلطی ہو جاتی تو وہ ایک نا قابل تلافی نقصان ہے دو چار ہو جاتا۔ گراس کی ماہرانہ صلاحیت ادر خدا کی مدد اس کے ہمراہ تھی۔ گارڈ اس کے بازدؤں کے شکنج ہیں اس طرح آکر بلیانے لگا جیے کوئی چڑیا عقاب کے پنج ہیں۔

غازی شاہ نے اس کی گردن اپنے آہنی قتلنج میں استے زور سے کس ٹی کہ اس ا کی بقینی چیخ اس کے حلق میں بنی دم تو ژمئی تھی۔ساتھ بنی اس نے اس کا گن دالا ہاتھ بھی قابو میں کرلیا تھا۔

اجا تک اس کی گردن کی بڑی ہے ایک آ داز آئی دوسرے بل اس کا بدن وصلا بر ممیا۔ آسکمیں اہل کر باہر آسٹی تعیں۔

عازی شاہ نے اپنے ہاتھ کی گرفت جونمی ڈھیلی کی وہ کی ٹوٹی شاخ کی طرح الہرا کر زمین بوس ہو گیا۔ اے شدید جبرت ہوئی اس کے معمولی زور پراس کی گردن کی بڑی جب گئی می اور آٹا فاٹا ہی اس کی روح تفس عضری ہے پرواز کر چکی تھی۔ اب وہ چبت بڑا اہلی ہوئی آ تکھوں ہے آسان کو تک رہا تھا۔ کوشت سے پرہیز کرنے والے ہندو بنیے کی اس کمزوری نے اسے فاصا جبرت زدہ اور محظوظ کیا وہ تو اس کے انداز نے ہندو بنیے کی اس کمزور لکلا۔ محض اشین کن کے سہارے ہی بااعتاد و کھائی دے رہا تھا۔ کم

لکتی ہے میری مت ماری جاتی ہے۔من کرتا ہے سالے کا نشے میں ہی گلا د ہا دؤں۔'

" يبى تو سارى معيبت كى جر ہے۔اس راكشس كےساتھ ميرى جب ويونى

دوسراجوخود بھی نشے میں بی معلوم ہور ہاتھا بھڑ ہے لہجے میں بولا۔
''دکشمیر کے حالات روز بروز خراب سے خراب ہوتے جا رہے ہیں لگتا ہے
اب اکھنڈ بھارت کھڑے ہوکر رہے گا۔ اور ادھر اپنے راجن سروار کو رنگ رلیوں ہے
فرصت نہیں ہے۔''

''چل چھوڑ اپنا کیا ہے۔ اپنا کام تو ڈیوٹی بھگٹانا ہے بس۔' پہلا سانس بحر کر بے زاری ہے کو یا ہوا۔

وہ دونوں اپنی باتوں میں مگن غازی شاہ کے سامنے سے گزر گئے۔ چوبی دروازے کی معمولی آٹر نے اسے ان کی نظروں سے چھپالیا تھا۔ ممکن تھا وہ دونوں نشے میں نہ ہوتے تو غازی شاہ ان کی نظروں سے جھپ نہیں سکتا تھا اور یہ بھی ممکن تھا وہ دونوں سیدھے جا کر اگر چیھے پلٹتے تو وہ انہیں صاف دکھائی وے جا تا۔ ممر خدا کا کرنا ہوا کہ وہ بالکل سیدھے جا کر اگر چیھے جا کر بائیں طرف کو مزم مے۔

اپنی روی ہوئی سائس چھوڑتے ہوئے غازی شاہ اس آڑے لکلا اور گھٹنوں کو خفیف کی جھکائی دے کر سر جھکا کر تیزی ہے آگے بڑھنے لگا۔ راہداری کے آخری کنارے پرایک بڑا سا دروازہ تھا جوعمو آ مقفل رہتا تھا گرخوش شمتی ہے اس وقت اس کا کھلا ہوا تالا ہولڈر میں جمول رہا تھا۔ جس کا مطلب تھا اندر کوئی موجود تھا۔ اس نے دروازے کی جھری ہے جھا انکا گراہے کوئی ذی روح و کھائی نہ دیا۔ وہ تیرکی تیزی ہے بہوں کے بل چلنا ہوا اندر داخل ہو گیا اور بڑی بڑی جو بی پٹیوں کے ورمیان موجود جگہ بی چھی گیا۔

بیراسرایک جنونی حرکت تھی اور جنون بے لگام ہو جائے تو انجام کی پروانہیں رہتی۔ عموماً بڑے بردے معرکے جذبہ جنون میں ہی انجام دے ویئے جاتے ہیں۔ تیخ ہاتھ میں ہواور جنول لبریز ہوجائے تو دشمنوں کے سرول کا انبارلگ سکتا ہے۔
انہی کے فیض سے بازار عمل روشن ہے جو گاہ گاہ جنول اختیار کرتے رہے

غازی شاہ نقشے کے مطابق واکیس طرف سے ریکتا ہوا اندر داخل ہوا تھا۔
ویوٹی کی تبدیلی میں ایک محند باتی رہنا تھا اور ایسے وقت اپنی اپنی ڈیوٹیاں بھکانے
والے پہرے وار اور گارڈز ان لمحات کوئیش و نشاط اور ستی کی نذر کرتے تھے۔ ان کی
وحثیانہ محفل خوب رنگ پرتھی۔ تقریباً سب ہی بدست تھے۔ ایسے موقع سے فائدہ اٹھا
کروہ پنجوں کے بل چلنا ہوا ایک خالی کرے میں واغل ہوگیا۔ یہ درمیانے سائز کا کم ہ
تھا جس کے چاروں طرف و بوار گیرالماری بنی ہوئی تھی۔ لکڑی کے قریم میں شیشوں کے
دروازے نئ تھے جن سے اندر موجود اشیاء صاف دکھائی دے ربی تھی۔ پچھ الماریوں اللہ میں کانچ کی کراکری تھی۔ ہرسائز کی پلیش مگ اور دوسرے استعال کے کئی برتن جبکہ چند
میں کانچ کی کراکری تھی۔ ہرسائز کی پلیش مگ اور دوسرے استعال کے کئی برتن جبکہ چند
الماریاں ان کی مخصوص وردیوں سے بھری پڑی تھیں۔ اس نے وردی والی الماری کا
الماریاں ان کی مخصوص وردیوں سے بھری پڑی تھیں۔ اس نے وردی والی الماری کا
استخاب کیا اور بردی بھرتی سے وردیاں ایک طرف ہٹا کر ڈائنا مائٹ سیٹ کیا اور وردیاں
اسی انداز میں اس کے اوپر رکھ کر الماری بند کردی۔

اس کام میں چندمنٹوں سے زیادہ دفت صرف نہیں ہوا۔ اس کر سے نکل کراس نے بے حدمی کا انداز سے داکیں طرف کا رخ کیا۔ اب اس کے سامنے ایک طویل راہداری تھی۔ اس نے ایک سینڈ توقف کیا پھر دائیں طرف چیش قدمی کرتے ہوئے دیوار سے بالکل چیک کر چانا شردع کیا۔ اچا تک اے قدموں کی دھمک سنائی دیے گی۔ وہ جلدی سے ایک چونی درواز ہے گیا۔ اچا تک اے قدموں کی دھمک سنائی دیے گئی۔ وہ جلدی سے ایک چونی درواز ہے گیا۔

دو برست فوجی باتنی کرتے ہوئے سامنے سے چلے آ رہے تھے۔ ' بینا بلانا تو چلنا ہی رہتا ہے پر بیدا ہے راجن سردار نے تو آج حدی کردی۔ ایبا لگنا ہے سویرے تک یہ گینڈا یونمی برست پڑارہے گا۔'

Stanned By Wagar Azeem Paksitanipoint

سبب بنے۔ بوں بھی بارود سے بھرے اس کرے میں کہیں معمولی آتشیں دھا کہ بھی تہلکہ خیز ٹابت ہوتا۔

اس کام سے فارغ ہو کر دہ کھڑکی کی طرف آیا اور اس کا جائزہ لیا۔ کھڑکی کا فریم آہنی تھا۔ اس پرموٹی موٹی انجے لو ہے کی گرل لگی ہوئی تھی۔ جس کی ہرسلاخ کم از کم دو انجی موثی تھی اور ہرسلاخ کے فاصلے پر فریم کے دونوں اطراف مضبوطی سے گڑی تھی۔ سلاخیس کانے کا کام مشکل بھی تھا اور وقت طلب بھی۔

اس نے اپنے تھلے سے مختلف اوزار نکال کر سلاختوں کو کا منے کا کام شروع کیا۔ بیکام اسے ہے آ واز کرنا تھا جس پر بوری طاقت صرف ہور ہی تھی۔

وہ دوسری سلاخ کاٹ رہا تھا کہ کمرے میں ایکافت ملکیج اندھیرے کا سینہ روشیٰ کی لکیت ملکیجے اندھیرے کا سینہ روشیٰ کی لکیر نے چیر دیا۔ روشیٰ کے ساتھ ہی دروازہ کھلنے کی آ واز بھی اس کی ساعت سے محکرائی تھی۔اس کا حرکت کرتا ہاتھ رک گیا۔

''میں نے کہا تھا نا وہے! مجھے یونہی وہم نہیں ہوا تھا۔ کوئی مور کھ شیروں کی کچھار میں تھنے کی حماقت کر چکا ہے۔''

مہین آ واز کے ساتھ ایک مروہ چبرہ غازی شاہ کی نگاہوں کے سامنے آسمیا۔ ن کے چیجیے کھر دری آ واز والا تھا۔

یہ یقیناً ایک منحوں گھڑی تھی۔ بازی الٹ گئی تھی۔ غلطی تو بہرحال کہیں نہیں ائی تھی، علطی تو بہرحال کہیں نہیں ائی تھی، کہی قدرت کا فیصلہ تھا اور یونمی ہونا لکھا تھا۔ خطرے کو دیکھے کر ول کو جکڑنے لے لئے خوف کا جال دوسرے لمجے چھنا کے سے ٹوٹ گیا۔ ایک پھریری لے کر اس سے اوزار والا مصاب نے سرے سے زندہ ہو گئے۔ سرکو خفیف سی جنبش دے کر اس نے اوزار والا فھ ڈھیلا کر کے پہلو میں گرالیا۔

وہ دونوں جھیار سے لیس تھے جبکہ غازی شاہ کے پاس اس وقت ایک ہی
عیار تھا اور وہ تھا۔ '' حوصلہ'' جو خدا کی ذات پر اعتاد سے معرض وجود میں آتا ہے۔
سے اس مل کسی بھی قتم کا خوف محسوس نہ ہوا جو اس کے اعتاد میں وراڑ ڈال سکتا۔ اس
، اپنے اعصاب کو جس تیزی سے سنجالا تھا' وہ یقیناً لائق تحسین تھا۔
، اپنے اعصاب کو بی بڑا معرکہ مرکر نے آئے ہو۔ کشمیری مسلوں کے فیلے واربن

اییا ہی جنون اس لیمے غازی شاہ کی رگ رگ میں بھر کیا تھا۔ اسلحہ خانے کو دھواں اسلحہ خانے کو دھواں اسلحہ کا خواب جاگی ہوئی آئھوں میں پھر جھلکنے لگا تھا۔

آتشیں ہتھیاروں سے جری ان پٹیوں کو دیکھ کراس کے تصور میں نہتے بے عن کھی کھیر ہوں کے چھلنی اور خون آلود بدن لہرا گئے۔ اس نے اپنے اندراللہ تے نفرت کے شعلے کو دبایا اور اپنے جنون کو گردو پیش سے بے پروائے بناز نہ ہونے دیا۔ وہ دم سادھے دبک کرقد موں کی دھک سے اندر موجود فوجیوں کی تعداد کا اندازہ لگانے لگا۔
مادھے دبک کرقد موں کی دھک سے اندر موجود فوجیوں کی تعداد کا اندازہ لگانے لگا۔
مادھے دبک کرقد موں کی دھک سے اندر موجود فوجیوں کی تعداد کا اندازہ لگانے گا۔
مادھے دبک کرقد موں کی دھک سے اندر موجود فوجیوں کی تعداد کا اندازہ لگانے گا۔
مادھے دبک کرقد موں کی دھک سے خاطب تھا۔

" بجمع ایدالگا جیسے کوئی ابھی ادھرے گزرا ہو؟"

جوایا شک و در سے بعری ایک مہین آواز سائی دی۔ غازی شاہ کا دل سینے کی دی۔ غازی شاہ کا دل سینے کی دیوار میں لخطہ بعرسکڑا۔

" ایک تو محزرا ہوگا کوئی اپنا ہی۔" کہلی آ واز قدرے بھاری اور کھردی تھی۔ اب اس میں بےزاری بھی شامل ہوگئی۔

دو کیوں نہ میں اپنا وہم دور کرلوں؟ "مہین آ واز پھر ابھری-

در مکھا نند! وہم دور کرنے میں وقت کھوٹا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم اپی ڈیوٹیاں بھکنا کیے ہیں۔ اب آنے والے جانیں اور ان کا کام۔ یوں بھی کون مائی کا لال ہوگا جو شیروں کی کچھار میں مصنے کا جو تھم مول لے گا۔ تیرا وہم ہے اور پھھ ہیں۔'

" ہاں یہ تو ہے۔ بھلا کون بہاں گھنے کی ہمت کرسکتا ہے۔ "مہین آ واز والے کے تائیدی لیجے میں فخر بھی شامل ہو گیا۔ کی در کھسٹر پٹر کی آ وازیں آئی رہیں بھر غازی شاہ نے ان کے قدموں کی وحمک دروازے کی جانب جاتی سنی۔ دوسرے مل دروازہ کھٹاک سے بند ہو گیا۔ تالے میں چائی تھمانے کی آ واز آئی۔ اس نے کمل اطمینان کر لیا کہ تالا لگ چکا ہے تب آ ہستگی سے سراو پر اٹھایا اور کمرے کا تفصیلی جائزہ لیا۔ بھر بھر تی سے اپنی کمر پر بند ھے تھلے سے بقیہ ڈائنا مائٹ نکال کراسے مختلف جگہوں پرسیٹ کرنے سے اپنی کمر پر بند ھے تھلے سے بقیہ ڈائنا مائٹ نکال کراسے مختلف جگہوں پرسیٹ کرنے

به ڈائنامائٹ بے حد طاقتور تھے۔ جو بھٹ کریقیناً نا قابل علاقی نقصان کا

اس کے ذہن و دل کے کسی بھی کوشے میں اپنی حیات کی بقا کی تمنانہیں جا گی تھی۔ اس کے د ماغ میں تو بس ایک ہی خیال تھا' ایک ہی آ روز دھمک رہی تھی۔ اسلح خانے کی تباہی و ہر بادی کی … …اسے دھواں بنا دینے کی۔

جوآ گ اس کے سینے میں دہک رہی تھی دہمن اس سے بے خبر تھے۔ وہ اس کے اس ممل کو محف اس کے اس میں کے اس میں کے اس می کاس ممل کو محف اس کے اپنے بچاؤں کی تدبیر خیال کرتے ہوئے محفوظ ہور ہے تھے۔
"" تم چاروں طرف سے ہمارے گیرے میں ہو۔ تمہارے بچاؤ کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ تمہاری ہوشیاری تمہارے حق میں خطرہ ٹابت ہو سکتی ہے۔" مہین آ واز والا جلا کر بولا۔

غازی شاہ کے لیوں پر دلفریب مسکراہٹ رقص کرنے گئی۔ " میں ہندہ چوہا نہیں ہوں کہ بل کی تلاش کروں گا۔ زندگی میرے لیے بے معنی ہے۔ میرا مقصد میرے لیے اہم ہے جومیری زندگی سے بڑھ کر بجھے عزیز ہے۔

میں تم سب کی موت بن کرآیا ہوں یہاں۔ ونیا کی زندگی ہم مسلمانوں کے سلے عارضی پناہ گاہ ہے۔ ہماری اصل زندگی آخرت ہے اور جھے افسوس ہے کہتم کافروں کے سلے عارض پناہ گاہ ہے۔ ہماری اصل زندگی آخرت ہے اور جھے افسوس ہے کہتم کافروں کے سلے زک کے علاوہ اور کوئی جگہ نہیں ہے۔''اس کے لیوں پر کھیلنے والی مسکرا ہم میں استہزائیدرنگ شامل ہو گیا۔

بہلجہ اور انداز دونوں فوجیوں کو ورطہ جیرت میں دھکیلنے کو کافی تھا۔ وسرے بل وونوں بے اختیار ہوکر بنے تھے۔ "تم ہمیں کوئی پاکل ویوانے معلوم ہوتے ہو؟" "ہاں تم ٹھیک سمجھے ایبا دیوانہ جو عالم دیوائی میں تم لوگوں کو بھاری نقصان سے دو جار کرنے والا ہے۔"

'' بکواس بند کرو۔' مہین آ واز والے نے اپنی اسٹین کن کی تال اس کی جاب کردی مگر غازی شاہ جانتا تھا وہ فائر کرنے کی جمافت نہیں کرے گا۔ کولی اگر سجے ہدف سے ہٹ کرکسی بھی چو لی جاتی تو اندر بھرا بارود پھٹ جاتا۔ اتن عقل تو بہر حال وہ بھی رکھتے تھے کہ وہ پیٹیوں کے پیچھے ان کے کسی بھی سجے نشانے کے دائرہ ممل سے باہر تھا۔

ان دونوں کو باتوں میں لگائے رکھنے کا مقصد ایک تو بیرتھا کہ وہ طلحہ احمہ سے

کر.... ہیں مہین آ واز والے کے چوڑے جبڑے استہزائیہ مسکراہٹ سے پھیل گئے۔ وہ غازی شاہ کوسر سے پیرتک یوں و کیھنے لگا جیسے کوئی بہادر پہلوان اپنے مقابلے میں آ جانے والے نتھے بچے کود کھر رہا ہو۔ اس کے پیچھے کھڑا دوسرا فو جی بھی حقارت سے مسکرانے رگا۔ اس کے پیلے وائت اس کے سیاہ چبرے پراور زیادہ نمایاں ہوکراسے مسکرانے رگا۔ اس کے پیلے وائت اس کے سیاہ چبرے پراور زیادہ نمایاں ہوکراسے مدہیت بنانے لگے۔

عازی شاہ یونمی ہے جنبش کھڑا رہا تا کہ دونوں کو یہ بھر پوریقین ولا سکے کہ وہ ریکتے ہاتھوں کپڑ لئے جانے پرخوف زدہ ہو چکا ہے۔

تا ہم مہین آ واز والامخاط انداز میں اس کی جانب بڑھنے لگا۔

اس کے ذہن میں یقینا یہ بھی ہوگی کہ اسلحہ خانے میں سخت محرانی کے باوجود
اندر کمس جانے والافخص کوئی معمولی مخض تو بہر حال نہیں ہوسکتا۔ شاید اس خیال کے پیش
نظر ہی وہ جا چیتی نگاہوں سے اسے و یکھتے ہوئے اس کی کمریر بندھے تھیلے کی طرف
اشارہ کرتے ہوئے بولا۔

"اس تھیلے میں کیا ہے؟" اس کا لہجہ درشت تھا۔ کو یا وہ اپنے لب و لہجے سے ہی مخاطب کومفلوج کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

عازی شاہ نے کسی قتم کا جواب دینے کے بجائے کمر سے تھیلا نکالا اواسے فرش پر الٹ ویا۔ دونوں کی نظریں بیک وفت تھیلے سے کرنے والی چیزوں پر اٹھیں اور بھی موقع تھا جس سے وہ فائدہ اٹھاتے ہوئے چینے کی طرح ایک جست لگا کر چوبی پیٹیوں کے چیچے ہو گیا اور وقتی طور پر اان کے ہاتھ میں موجود کن کے دائرہ عمل سے نکل سے نکل میں اور قبی طور پر ان کے ہاتھ میں موجود کن کے دائرہ عمل سے نکل میں ا

غازی شاہ بھی جانا تھا کہ وہ کوئی مافوق الفطرت ہستی تو نہیں تھا کہ دشمنوں کے بڑے ہے غائب ہو جاتا اور نہ کوئی جادوئی جھٹری اس کے باس تھی کہ وہ اسے ہوا میں لہرا کر دونوں کو پھرکا بنا دیتا۔خطرہ اس کے سر پر ہنوز تھا۔ بینے کی کوئی راہ نہ تھی مگر

ہوگئے۔

غازی شاہ نے خود کو دھنگی ہوئی اون کی طرح ہوا میں لہران ہوا پایا پھراس کا سر عازی شاہ نے خود کو دھنگی ہوئی اون کی طرح ہوا میں لہران ہوا پایا پھراس کا سر کسی دزنی شے سے نگرایا۔ اس کی سنہری آئھوں کے آئے دھند پھیل گئی۔ آگ کے بلند ہوتے شعلے اس نے اردگر دمحسوں کیے۔

بارود کی تیز بواس کے نتفنوں سے نگرائی۔ اس کا مطلب تھا اس کے حواس خمسہ ابھی سلامت تھے۔ اس نے ہاتھ بہمشکل اٹھایا اور اپنے سینے پر رکھ لیا۔ اس نے محسوس کیا اس کی سانسیں اس کے سینے میں ابھی محفوظ تھیں محررک رک کرچل رہی تھیں۔ اس میں اٹھنے کی سکت نہیں تھی۔ اس میں اٹھنے کی سکت نہیں تھی۔

آئ کا ٹارنجی شعلہ رتھ کرتا ہوا اس کی طرف لیکا اور دیکھتے ہی ویکھتے اس کے پیروں سے لیٹ گیا۔ سکتی آئ کی تپش وہ اپنی رانوں پرمحسوں کرنے لگا مگریہ پش اس مسرت پرحاوی نہ ہوسکی جو اس کا دل محسوں کررہا تھا۔ ہندونو جیوں کی چیخ و پکار آہ ہ و بکاراس کی ساعتوں پر سازی طرح نج رہی تھیں۔ وہ تصور کی آئھ سے و کھے رہا تھا۔

مظلوم کشمیری مسلمانوں پرعرصہ حیات تک کرنے کا منصوبہ بنانے والے غلیظ چیتھڑوں کی طرح فضا میں ادھر ادھر بکھر رہے ہتھ۔ ممارت کی دیواریں ملبے کا روپ وھارہی تھیں۔ جونی پیٹیوں اور دیواروں کے جھے اڑتے پھررہے ہتھے۔

ان کے کیے آج بی قیامت کا دن تھا۔ آج بی صور بھونکا حمیا تھا۔ بیصور غازی شاہ نے بھونکا تھا۔

اس کی بند ہوتی سانسوں اور آگ کی بیش سے سکتی نم آگھوں میں ایک عکس اتر آیا۔

وہ سنہری پروں والی پری کا جواہے بازوؤں میں بھرنے کو آسان ہے اتر کراس کی طرف آرہی تھی۔اہے لوری کی آواز آنے لگی۔

اب اس کے اردگرد کوئی آئے گئیں تھی۔ روح کو جھلسانے والی کوئی تپٹ نہیں تھی۔ روح کو جھلسانے والی کوئی تپٹ نہیں تھی۔ وہ کشمیر جیسی ایک حسین وادی میں اتر کمیا تھا جہاں اس کی پریوں جیسی مال اسے لوری دیتی اپنی آغوش میں سمیٹ تھی تھی۔

♦.....**♦**......**♦**

رابطہ قائم کر لیتا اور دوسرا اپنی اندر کی نفرت کی آگ با ہر نکال سکتا۔ اس کے لیے ایک ایک لمحہ قیمتی تھا۔اس نے طلحہ احمد سے رابطہ قائم ہوتے ہی کہنا شروع کیا۔

" میرے رفیق میرے دوست! میں زندگی کی بازی ہار گیا ہوں۔ گر فخر سے میرا ول لبریز ہے۔ میں اپنا کام کر چکا ہوں۔ ابتم اپنا کام شروع کر دواور دیکھو یہ میرا تکم ہوا تھے۔ الوداع رفیقو! الوداع تکم ہے اور تکم ٹالنے کے لیے ہیں باننے کے لیے ہوتا ہے۔ الوداع رفیقو! الوداع خوف دونوں فو جیوں کے چرے لخط بحر کوفق ہوئے تھے۔ ان کے دل یقیناً خوف سے سکڑے تھے گر دوسرے بل انہوں نے اپنی جیرانی پر قابو پالیا۔ ایک نے فوراً ہی وائرلیس پر رابطہ قائم کیا۔ انہیں احماس ہوگیا کہ وہ جے خبط الحواس مخص سمجھ رہے تھے وہ ان کے لیے قیامت ٹابت ہور ہاہے۔

وائرلیس پر رابطہ ہوتے ہی پوری عمارت میں زلزلہ آھیا۔ ایک مجاہم کے ڈپو میں داخل ہو جانے کی خبر سب پر بم کی طرح پھٹی تھی۔ کنٹرول روم حرکت میں آھیا مگر غازی شاہ اس سے کہیں زیادہ تیزی دکھا چکا تھا۔

وہ اب ایک فاتحانہ مسکراہٹ کے ساتھ نوبی بوٹوں کی دھمک من رہاتھا۔
ان دونوں فوجیوں کو ابھی حرکت کرنے کا موقع ملتا ایک کان بھاڑ دھا کہ ہوا۔
درواز سے سے نزویک والا فوجی ثینس کی گیند کی طرح فضا میں اچھلا اور حجمت سے نگرا کر
زمین ہوس ہو گیا۔ اسے شاید تر پنے کا بھی موقع نہ ملا تھا۔ دوسرا کافی دور جا کر گرا تھا۔
اس کا سر کھڑکی کی ہینی گرل سے نگرایا اور بھٹ کیا جبکہ غازی لڑکھڑا کر دیوار سے جا لگا

بیدوها کہ اس کرے میں ہوا تھا جہاں اس نے پہلا ڈائنامائٹ سیٹ کیا تھا۔ ہرطرف بھکدڑ بچ گی۔ بدمست نشے میں چورفوجیوں کا سارا نشہ ہرن ہو گیا۔موت کی دہشت نے ان کے حواس چھین لیے۔ تجربہ کاراور نہتے کشمیریوں پرمظالم ڈھانے والے دہشت زوہ چوہوں کی طرح اوھرادھر بھا مجے نظر آنے لگے۔

ایک سیکنڈ کے وقفے کے بعد دوسرا اور تیسرا دھا کہ ہوا جو اسلحہ خانے کی در و دیوار کو ہلا گیا۔ بارود سے بھری پیٹیوں میں آگ بھڑک اٹھی اور جیسے قیامت صغریٰ برپا ڈ ائری اور قلم کے علاوہ ایک رسٹ واج تھی اور ایک سوکھا گلاب بھی تھا۔ بیساری چیزیں اس کے پاس امانت تھیں جو اسے مومنہ تک پہنچانی تھیں اور وہ سوچ رہا تھا۔ وہ امانت کے ساتھ بیخبر مومنہ اور مولوی خصر محمد تک کیسے پہنچائے گا۔

وہ جانیا تھا کل کے اخبارات رات کے اس ہولناک واقعہ کی خبروں سے ہورے بڑے ہول گے۔ مسلمانوں کے دل خوشی سے پھولے نہ سائیں گے۔ مسلمانوں کے دل خوشی سے پھولے نہ سائیں گے۔ مسلمانوں مرکار کو تکنے والا یہ دھچکا کوئی معمولی دھچکا نہ تھا۔ ہندد اپنی شرمناک فکست کے یہ زخم برسوں تک چائے پھریں گے۔مسلمانوں پر ختیاں بڑھ جا کیں گی۔وہ زخمی تاک بن کر شرحات کے اس نقصان برمر پینتے رہیں گے۔

ہوا کے زور ہے اس کی پلکوں پھیمری نمی تیرنے گئی۔ شنڈک محسوں کر کے اس نے تھوڑی دیر کے لیے آئی مجبوں کے اندر ادھر بالکل خاموش بیٹے تھے جیے کسی کے پاس کہنے کو پجھ نہ رہا ہو۔ خوشی کا احساس اس صدے کی نذر ہوگیا تھا۔ وہ اپنے بیارے کما تڈرکو کھو چکے تھے۔ ایبا کما تڈر کو کھو جو کا نڈر کم دوست اور دم ساز زیادہ تھا۔ جو ناممکن کا موں کو ممکن بنانے کے لیے ہمہ وقت مستعدر ہتا تھا۔ جس کی لغت میں ناممکن کا لفظ نہیں تھا۔ جو بازی جیت گیا تھا گر اپنے چھے اپنے احباب اپنے ساتھیوں کے لیے کمک چھوڑ گیا تھا۔

وہ ڈائری اٹھا کراس کے وجود کی خوشبومحسوس کرنے لگا۔اسے وہ مضبوط چوڑا سیند یادآ نے لگا۔وہ مضبوط چوڑا سیند یادآ نے لگاجودشمنوں کی طرف سے کھلنے والی فائر میں بھی ہمیشہ آ مےرہا تھا۔

اس کے مضبوط ہاتھ کالمس ستانے لگا جواس کی کمر کے گرد جمائل ہو جایا کرتا

تقا۔ اور مجھی مجھی وہ اسے بچوں کی طرح اپنے وجود میں سمیٹ کیا کرتا تھا۔

اس کی بھاری گنبیمرا واز جوسارے مجمع کو ایک طلسم میں جکڑ لیتی تھی جس کی آواز کی گونے میں جس کی جسک آواز کی گونے میں سپائی گفتی تھی۔ جس کی سنہری آئکھوں میں اس کے باطن کی جبک فروزاں ہوکر انہیں دو جیکتے ہیرے بنا دیا کرتی تھی۔ بھی کو وہ اسے مافوق الفطرے ہستی۔ گنا تھا۔

اس کی مسکراہٹاس کا نہجہ' اس کا آسمحصوں کوجنبش دیتا۔ کیا ہم یاد نہ آ رہا تھا۔ طلحہ احمہ نے غازی شاہ کا پیغام ملنے کے بعد جس طرح ریموٹ کنٹرول پر اپنی گرفت رکھی اور اس کے تھم کی تعمیل کی تھی۔اسے لگا اس کمجے وہ اذبت کے ایک بل صراط سے گزرا ہو۔ جس کے بعد اس کا دل خالی ہو چکا ہو۔

' طلحه احمد' طلحه احمد!' اس کے رفیق اسے جھنجھوڑ رہے تھے۔ سرخ بنی کا اشارہ مل رہا تھا اور اسے لگ رہا تھا بیہ اشارہ نہ ہوؤ موت کا پیغام ہو۔ اس کے ساتھی' رفیق' دوست کی شہادت کا پیغام۔

روس کے دفیق نے اسے جھنجھوڑ کر بیدار کی اس کے دفیق نے اسے جھنجھوڑ کر بیدار کیا۔ یہ وقت جذبات کا نہیں ہے۔ یہ غازی شاہ کی محنت کوآخری رنگ دیے اور اس کے خواب کو یا یہ تھیل تک پہنچانے کا وقت ہے۔''

اس نے جذبات کی لوینچ کر لی۔ پکوں پرلزت آنو پی لیے۔
ایک ساتھی نے اس کے کندھے پر تسلی آمیز دباؤ ڈالا تھا اور اس کی انگلیاں
دیموٹ پر حرکت کرنے لگیں۔ اس کے بعد ان سب نے کان پھاڑنے والے دھاکوں
کی آواز سی ۔ اور طاقتور دور بینوں سے شعلے المہتے دیکھے۔ بلند و بالا عمارت کے جھے
تار تار مور ہے اور مردار فوجیوں کے ہوا میں اڑتے جھے بتا رہے تھے کہ غازی شاہ نے
اپنا کام خولی اور کار گری سے کیا تھا۔

♦.....♦......♦

طلحہ احمد کیمپ کے ایک نیم تاریک کوشے میں بیٹھا ہوا تھا۔ وہ اپنے دل کو اپنے بیارے کمانڈر کے جملوں کی بازگشت سے سلگتا ہوا محسوس کررہا تھا۔اسے لگ رہا تھا ایک ہی آ وازمسلسل اس کے کانوں میں کونج رہی تھی۔ اور ابدی یا و بن کر اس کے ول میں سمٹ گئی تھی۔اس کی روح کا حصہ بن گئی تھی۔

''الوداع ميرے رفق!الوداع۔''

غازی شاہ کی ذاتی ڈائری اس کے سامنے رکھی تھی۔ اس کا مخصوص قلم اس کے اندرٹکا ہوا تھا۔ کیا لکھ رہا تھا۔ کیا لکھ رہا تھا۔ کیا لکھ رہا تھا۔ کیا لکھ رہا تھا ۔ کیا لکھ رہا تھا ، وہ نہیں جانیا تھا۔ یہ اس کی عادت تھی جب بہت تھک جاتا تو قلم اور ڈائری سنجال لیتا۔ ایسے میں کوئی اسے تنگ نہ کرتا اور مدا خلت کرنے پر وہ برا مان جاتا تھا۔

ان کا دوسرا ہاتھ طلحہ احمہ کے کندھے پر تھا۔ جسے ہٹا کر انہوں نے قریبی ویوار پر رکھ لیا۔ اور اس ویوار کا سہارا لیے لیے فرش پر بیٹھ مجئے۔

" مریهال سسال کے نے اور بی خوشخری سنا دی۔ وہ ڈبڈبائی آئے موں سے طلحہ احمد کی طرف و کی کوشش کرنے گئے۔ ان کی سفید داڑھی آہتہ آ ہتہ ہمتے کی ۔ ان کی سفید داڑھی آہتہ آ ہتہ ہمتے کی۔

''اس نے پچھ کھوکرسب پچھ پالیا' عاشقوں کے اس بلند آشیانے کو پالیا جے کہتے بہت ہیں گر پاتے کم ہیں۔ پاگل۔ بیاتو خوشی کا مقام ہے۔تم رورہے ہو۔'' مولوی خصر محمد نے اپنے دونوں بازووا کر دیئے جس میں طلحہ احمد نزپ کرکسی کم من بچے کی طرح سمٹ محما۔

مقام کرمس و شاہین ہے اپنے ظرف کی بازی جو محکرا دے صراحی کو اسے بیانہ ملتا ہے وہرزیدہ ہاتھوں سے طلحہ احمد کے ملکتے وجود کو تھیکنے لگے۔

ایک روشنی اس کے تصور سے بی اس کے ذہن میں ابھرر بی تھی۔ ہاں وہ الی بی روشنی تھا جو اجالا بین کر ان سب کی راہوں کو منور کر کے منزلوں کے نشان کی طرح راستہ بھا تا رہتا تھا۔

وہ کہا کرتا تھا۔''موت تو ہر ذی روح کا مقدر ہے میرے رفیق! مگر اصل موت تو وہ ہے جومر کر بھی اسے زندہ رکھے۔'' اور وہ خود الی ہی موت پاممیا تھا۔ دلوں میں بھی زندہ رہ ممیا تھا۔

اس کی موت اندو مناک نہیں تھی۔ دل آ دیز تھی۔ وہ اکیا نہیں مرا تھا۔ اپنے ساتھ کتنے بھارتی درندے مردار کیے تھے۔ ایک نا قابل تلافی نقصان کفر کی طاقتوں کو پہنچایا تھا۔ کتنے دلوں کوخوشی ہے ہمکنار کر ممیا تھا۔ کتنوں کے خواب اور تمناوس کوسنوار ممیا تھا۔

یہ موت نہیں تھی اور فتح پر آنسونہیں بہائے جاتے۔طلحہ احمد! اس کی شہادت کا سوا گت کرو۔اسے خوشی خوشی محسوں کرو کہ وہ بیٹھا جنت کے نظاروں سے لطف اندوز ہورہا ہوگا۔ وہ الیمی فنا کی طرف گامزن ہوا ہے جس پر بقا قربان ہے۔

اسلحہ فانے پراس مست نوجوان نے عشق اور محبت کی الی جست نگائی کہ مقربین میں جا پہنچا ہے اور آن واحد میں علین کا باسی بن گیا اور تم رور ہے ہو۔ اس کی فقح پراسے ملنے والے انعام پررور ہے ہو۔ دراصل تم جیلس ہور ہے ہو۔ ہال حمہیں حسد ہورہا ہے ۔۔۔۔۔ ہے تا! طلحہ احمد کے اندر بازگشت ہونے گئی۔ وہ خود کو ہزاروں حیلوں سے بہلا رہا تھا اور بہل بہل کر بھر رہا تھا۔

كى نے اس كے كندھے كو ملكے سے چھوا۔

'' بجھے اس وقت تنہا چوڑ دو۔ ابوعمیر! سلطان! مجھے اکیلا چھوڑ دو۔' وہ گھٹنوں میں سردیئے دیئے کراہا۔ مگر اس کے کندھے پر ہاتھ ابوعمیر یا سلطان کانہیں تھا۔ وہ کانپتا ہاتھ مولوی خصرمحمد کا تھا۔

'' بیں تو اے ایک بہت بڑی خوشخری سانے آیا تھا۔'' مولوی خطر محمد کی آواز سن کر طلحہ احمد نے جھکے سے سراٹھایا۔ان کے لرزیدہ بدن کو ابوعمیر نے سنجالا دیا ہوا تھا۔ ہولے سہلانے مگی۔

"طلحه احمة مسے ملنے آیا ہے مومنہ!" عائشہ نے اس کے کمرے میں جھا تکتے اوے کہا۔ وہ چونی اور ہلکی می سانس بھرتے ہوئے بولی۔

''ہال بھیج دوائے۔''اس نے اپنی سفید جادر کواچھی طرح اپنے جسم کے گرد بیٹ لیا۔طلحہ احمداس کی اجازت یا کراندر داخل ہوا۔

''میں آپ کی عدت پوری ہو جانے کا انظار کر رہا تھا۔'' اس کی نظریں جھی و کئی تھی۔'' یہ کہتے و کئی اس کی طرف بڑھا دیا۔ پھر ذرای نگاہ اٹھا کر بے بی اس کی طرف بڑھا دیا۔ پھر ذرای نگاہ اٹھا کر بے بی اس کی طرف بڑھا دیا۔ پھر ذرای نگاہ اٹھا کر بے بی اس کی طرف بڑھا دیا۔ پھر ذرای نگاہ اٹھا کر بے بی اس کی طرف و کھتے ہوئے بولا۔

وه کیا میںعلی شاه کو د مکھ لول؟"

"آل ہال میں ہال کیوں نہیں۔" طلحہ احمد کو جواب دے کر وہ چرمی کو جیرت سے دیکھ رہی تھی۔

طلحہ احمد کاٹ کے نزدیک آ کررک گیا۔ اس کی نگابیں بچے پر اٹھیں تو جیرت مسرت کے مشتر کہ احساس سے جھپکنا بھول گئیں۔ وہ ہو بہوغازی شاہ کی صورت تھا۔ بے اختیار جھکا اور اسے گود میں بھرلیا بھر یکدم چو تکتے ہوئے بولا۔

"میں بلا اجازت اسے اٹھا لینے پر معذرت خواہ ہوں۔" وہ اپنے ب یارانہ فعل پر جھینیا ہوا تھا۔

''نبیل طلحه احمہ! اس میں معذرت کی کیا بات ہے۔'' وہ جلدی سے بولی۔ ''کیا میں اسے چھے دیر کے لیے اپنے ساتھ لے جا سکتا ہوں؟'' طلحہ احمہ نے لیتے ہوئے اس کی طرف و یکھا پھر اس کی اٹھنے والی استفہامیہ نگا ہوں پر جلدی سے حت دیتے ہوئے ہوئے بولا۔

"میرا مطلب ہے اس کمرے سے باہر صحن میں پچھ دیر اس کے ساتھ کھیان ا ہوں۔" اس کے لیجے میں الی معصومیت تھی کہ مومنہ اسے و مکھ کر روگئی اور سر ہلا

وہ علی شاہ کو اٹھائے کرے سے باہرنکل میا۔ وہ دوبارہ اس چری بیک کی

مومنہ طارق نہ سی تھی نہ نوری تھی گراس نے سی سے زیادہ اور نوری سے بڑھ کرا یے محبوب کو جا ہا تھا۔ سومحبوب کی جدائی کی فطری اذبت سے بھی گزری۔

ای انداز ہے چل باد صبا آخر شب
یاد کا پھر کوئی دردازہ کھلا آخر شب
دل میں بھری کوئی خوشبوئے قبا آخر شب
دہ جو اک عمر ہے آیا نہ گیا آخر شب
وہ جو اک عمر ہے آیا نہ گیا آخر شب
وہ جو اک عمر ہے آیا نہ گیا آخر شب
کون کرتا ہے دفا عہد دفا آخر شب
اس جانا نہ لیے ہستی پیانہ لیے حمد باری کو اشھے دست دعا آخر شب
محر باری کو اشھے دست دعا آخر شب
محر جو دریاں تھا ہرشام دہ کیے کیے فرقت یار نے آباد کیا آخر شب
جس ادا ہے کوئی آیا تھا کبھی اول صبح
اس ادا ہے کوئی آیا تھا کبھی اول صبح
اس ادا ہے کوئی آیا تھا کبھی اول صبح

اس نے کا میں سوئے ہوئے بچے پر نگاہ ڈالی۔ سرخ وسپید چہرے پر چہلتی دوسنہری آنکھوں کے جگنو مال کو دیکھے کراور جہلنے گئے۔ وہ نتھے منے ہاتھ پیرز درز در سے ہلاتے ہوئے جمکنے لگا۔

اس کے سنہری ریشم جیسے بال عکھے کی ہوا سے اڑ رہے تھے جسے وہ ہولے

Stanned By Wagar Azeem Paksitanipoint

لمرف متوجه ہوگئی۔

بیک میں ایک سیاہ ڈائری تھی جس میں اس کا ایک قلم دبا ہوا تھا۔ ایک رسٹ واچ تھی اور گلاب کا ایک سوکھا چول جو بے حد احتیاط سے پولی تھی بیک میں رکھا ہوا تھا۔ اس کی نظریں گلاب کے اس سوکھے چول پر جم کئیں۔ یہ وہی چول تھا جو آخری ملاقات پر غازی شاہ نے اس کے بالوں میں لگایا تھا اور جسے جدا ہوتے وقت اس نے ملاقات پر غازی شاہ نے اس کے بالوں سے لگا کر اس کے کرتے کی اوپری جیب میں انکا دیا تھا۔

یادوں کا ایک ریلا سا اٹھا اور نگاہوں میں گزرا وقت تھم گیا۔
اس نے پھول احتیاط سے نکالا اور اپنے لبول سے لگالیا۔ اس کی آنکھوں کی حجیلوں میں نمی تصلفے گئی گر پلکوں کی مضبوط ہاڑھ نے اس نمی کو ہام نگلنے سے رو کے رکھا۔
مجملوں میں نمی پھیلنے گئی گر پلکوں کی مضبوط ہاڑھ نے اس نمی کو ہام نگلنے سے رو کے رکھا۔
میں میں نمی نے بیج کہا تھا۔ یہ فاصلے ادر قربتیں تو یونہی بے معنی علت ہیں۔ ب

وہ کتنی دیراہے لیوں اور آئھوں سے لگاتی رہی پھر ڈائری کے اندرونی صفح میں رکھ دیا اور ڈائری کے ورق بلٹنے گئی۔ جگہ جگہ غازی شاہ کی خوبصورت ہینڈ رائٹنگ نے موتی پروئے تھے۔ کہیں خود کو مخاطب کر کے لکھا تھا۔ کہیں اسے مخاطب کر کے لکھا تھا۔ دروازے پر کھنکا ہوا تو اس نے ڈائری بند کر دی اور قیمتی متاع کی طرح اپنے سینے تھا۔ دروازے پر کھنکا ہوا تو اس نے ڈائری بند کر دی اور قیمتی متاع کی طرح اپنے سینے سے لگالی۔ طلحہ احمہ علی شاہ کو اٹھائے اندر داخل ہوا۔

" كيابات ب طلحه احمد إثم شايد كه كها جائج مو؟" وه اس كالضطراب محسور

کرتے ہوئے بولی تو طلحہ احمد کی نظریں اس کی جانب اٹھیں پھر کاٹ میں سوئے علی شاہ پرمرکوز ہو گئیں۔ایک دو لیمے تو قف کے بعد وہ آ ہنگی سے کویا ہوا۔

"کیا میں علی شاہ کو باپ کا پیار دے سکتا ہوں سرجن مومنہ؟" پھر وضاحت کرتے ہوئے جلدی ہے بولا۔" با خدا میں یہ بات کسی بری نیت سے ہیں کہ رہا ہوں۔ نہ میرے دل میں کوئی کھوٹ ہے نہ مراہ کن خیال۔"

مومنہ نے حیرت سے بغیر بلکیں جھپکائے طلحہ احمہ کو ویکھا۔ اسے اپنے اعصاب تھنچتے ہوئے محسوں ہونے گئے۔ شاید اس لیے کہ اس کے ذہن کے کسی بھی موشے میں یہ بات نہیں تھی کہ طلحہ احمہ کوئی الیم بات کرے گا۔ بے شک وہ بدکرداریا بدنیت نہیں تھا۔ اس کا باطن بھی سے ظاہر کی طرح شفاف تھا۔

اس نے سوچا شاید وہ غازی شاہ ہے دوئی کا کوئی خل اوا کرنا جاہ رہاتھا۔
ایک گہری سانس سینے کی تہ ہے تھینج کروہ اپنے سینے پررکھی ڈائری پر باز دؤں کی گرفت مضبوط کرتے ہوئے طلحہ احمد کو دیکھ کر یوں مسکرائی جیسے کوئی بیجے کی بچکانہ بات من کرمسکرائے۔

"کیاتم مجھ سے ہمدردی کرنا جاہ رہے ہو۔ تمہارے خیال میں میں لائق ہمدردی ہوں۔"اس نے کہا تو طلحہ احمد تڑپ گیا مگر اس نے ہاتھ اٹھا کراسے بولنے سے روک دیا۔

" " تنہارا جذبہ سرآ تکھوں پرطلحہ احمد! میں نے تنہیں ہمیشہ بھائی کہا ہی نہیں اسمجھا بھی ہے۔ شہید کی بیوی ہوتا میرے لیے کوئی کم اعزاز کی بات نہیں ہے۔ "اس نے سمجھا بھی ہے۔ شہید کی بیوی ہوتا میرے لیے کوئی کم اعزاز کی بات نہیں ہے۔ "اس نے سمجھا بھی اسمبید کی طرف دیکھا۔ اس کی آتھوں کی چیک بڑھ گئی۔

' میرے پاس زندہ رہنے کے لیے علی شاہ کے علاوہ یہ خوشی اور فخر بھی ہے کہ میں غازی شاہ کی بیوی ہوں۔ اس شہید کی بیوہ جو جنت کا حقدار تظہر چکا ہے۔ کیا میں اس جنتی ساتھی کی بیوہ ہونے کے اعزاز اور خوش بختی سے منہ موڑلوں طلحہ احمد!''

'' ہے شک بیاعزاز واقعی کم نہیں ہے۔'' طلحہ احمد نے سراٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔اس کی آئکھوں میں اس کے لیے عقیدت چھلک رہی تھی۔اس کا دل بھی ایسی ہی عقیدت محسوس کر رہا تھا۔

Stanned By Wagar Azeem Paksitanipoint

''میری بات نے اگر آپ کود کھ بہنچایا ہے تو میں معافی کا خواستگار ہوں۔''

''نہیں طلحہ احمہ! تمہاری اس بات نے جھے کوئی دکھ نہیں پہنچایا۔ میں جانتی ہوں تم اپنے رفیق کی دوسی کا حق ادا کرنا چا ہے تھے۔ حق تو تم نے ادا کر دیا طلحہ احمہ! ان چیز دن کو سنجال کرادر مجھ تک پہنچا کے۔ میں تمہارا یہ احسان زندگی بحر نہیں بحول پگاؤں گی ۔''اس نے ڈائری کو سینے ہے ہٹا کر آ تھوں ہے لگالیا۔
''رفاقت وہ بھی ہے جو کھائی دے۔ رفاقت وہ بھی ہے جو محسوس کی جاتی ہوتے ہیں جدائیاں ہی تو محبت کو عشق بناتی ہیں۔''

بلکہ میں کے قدم کیٹ کی طرف بڑھ رے ہے باہرنگل کیا۔
اس کے قدم کیٹ کی طرف بڑھ رے تھے۔ مومنہ کے کمرے کے باہر دیوار
کی ادف میں کھڑی عائشہ اس کے نقش یا کو دیکھتی رہ گئی۔ پھر آ ہستگی ہے اپنی جلتی
ہ تکھیں بند کرلیں۔ دونمکین قطرے بلکوں پر چیک کرٹوٹے اور رخساروں پر بہنے گئے۔

خواتین رائٹرز کے مقبول ناول شائع ہو گئے ہیں

-/450 روپي	نگهت عبدالله	كونى لمحه گلاب ہو
-/300 روپے	فضيلت اعوان	وِ کھاں دی نگری وج
₹		شکھاں دی برکھا
-/700رو پ		ا ہے مع کونے جانال (دوجلدیں)
-/200 روپ	شاهبيذ چندامهتاب	محبت
-/300 روپي	شاهينه چندامهتاب	سيمين المستمين
-/200 روپي	سيما كاجل	مٹی کا دیا
-/100 روپ	نجمه مودي	ز ہریلی محبت

	رُخْ پِو بِررَىٰ		اقرا بشغيم احمد
-/400روپ	ساحلوں کے گیت	-/400 روپے	بہار دل کے سنگ سنگ
-/225 <i>ا</i> -	وشتِ ول	-/300روپيے	م. حیا ندشخگن اور حیا ندنی
-/200/ء چ	سکوت شب کے رشجگے	•	^ -
	ا برزا	-/300 روپ	تیری اُلفت میں صنم ت
-/500/ پِ ب	د ل اک شهر جنول ک	-/100 روپ	تم میری زیست کا حاصل ہو
-/400/-	کچھ مینوں مرن داشوق وی می مسینوں مرن		شامنه چندامتا به
ر ني ^ب ،،200/-	نابده نرجس کچے دھاگے	-/300/-	سيميس .
` <u>-</u> /225/-	حجموز کا بہار کا	<i>≟,</i> √200/-	صبا
-/200/-	پھولوں کومرجھانے نددینا	<i>≟</i> √200/-	محبت

مكتبه القرليش سركدر دود اددوباذاد . لاهور نون: 7668958 – 0300-4183997 (042)